

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر و ننگار  
اور معرکہ آرا کتاب ”مثنوی معنوی“ کی جامع اور لاجواب شرح

# کلیدِ مثنوی

حکیمُ الامّت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

## 12

یہ وہ مقبول خاص عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس کو چسپی لیتے ہیں، مگر مضامین عالیہ معنی کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت السامع و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے، حضرت حکیم الامت نے اشعارِ مثنوی کو واضح کر کے اور مسائلِ تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس و ادب رکھ کر مضامین کو حل کرنے والی کوئی اور شرح نہیں لکھی گئی

بیرون بوہڑ گیٹ  
ملتان

اِذَا رَأَيْتَ الْقَائِلَ يُقَادُّ الشَّرَفَ فَيَدُ

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کی نادر و نادر  
اور معرکہ آرا کتاب مثنوی معنوی کی جامع اور لاجواب اردو شرح

# کلید مثنوی

۱۲

حکیم الامتہ مجدد الملتہ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ رحمہ اللہ

جلد ۱۲

یہ وہ مقبول خاص تمام کتاب ہے کہ خواندہ سب ہی اس سے  
دلچسپی لیتے ہیں۔ مگر مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی محنت  
پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے۔  
حضرت حکیم الامت نے شہاد مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام  
فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس معتبر اور  
شرعیہ طریقت کا پاس ادب لکھ کر مضامین کو حل کر نیوالی اور کوئی شرح  
نہیں لکھی گئی

ادارہ تالیفات اشرفیہ  
بیرون بوہڑ گیٹ . ملتان

قَالَ تَعَالَى كَمَا أَرْسَلْنَاكَ مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا مَعِ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ لِيُعَلِّمُوا الْبَشَرَةَ لَوِ كُنُوا عَاكِفِينَ رِجَالًا وَقَدْ كُنُوا فَاعْلَمُوا

چون در کبریه صدر قوله بیلوا و بعلمکم الکتاب بفضل علم نظم و معنی و قوله بیکم بر شرف علم کلام و عقائد و علم سلوک قوله و الحکمة بر عزیزیت علم اسرار و علم اصول بدان وضع بیان و از ان جزو بود قصه آن که مشتمل بر سلوک اسرار است از علم دین نیک عیان است با اتفاق اهل مذاق شنوی کتاب این فن خاصان است لکن اغلاش محتاج تبیان است + بناء علیه بی شرح اردو که مستوفی را

# کتاب شیری

عنوان است و این ربیع چهارم از دفتر ثالث از ان است (یا قاطع و عبارت (مولوی اشیر علی و مولوی حبیب الله سلمه الله که هر یک از ایشان بر لے صاحب الی نعیمی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب دایم طلبم بمنزلة لسان و ترجمان است) در و اصل متن را چنان حل کرده که غایت امکان است و مسائل را بطورے تقریر نموده که بهم موافق تحقیق اهل تقان و بهم مطابق حدیث و قرآن است و اشکالات و اغلاط را بطورے دور ساخته که مورت اطمینان و امان است و بجای ملفوظات سیدنا الحاج محمد امداد الله

که مطرب آذان و منشد آذان است بهم مطاوعش سپرده

حسب فرمایشش

محمد شایر علی الداعی شریف و مطابع قسطنطنیه

# حامداً و مصلیاً و مسلماً

## ربع چهارم دفتر ثالث کلیشه نوی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

### شرح جیبی

<p>اَسپ داند بانگ بوی شیر را  بل عدو خویش بر جا جانور  روز خفا شک نیست بر پرید  از نیم محرم تر خفاش بود  نه تواند در مصافش زخم خورد  انگه آن خود شیدا از احسان خود  آفتاب که بگرداند قفاش  غایت لطف و کمال او بود  دشمن اگر گیری محم خویش گیر  قطره با قلزم که استیزه کند  جلیت او از سبایش نگیرد</p>	<p>گر چه حیوان ست الا نادرا  خود بداند از نشان و از اثر  شب برون آید چو دزدان جریب  که عدوئے آفتاب فاش بود  نه بنفرین تاندهش به جور کرد  بر نه در اندر ز قهرش تا رو بود  از برائے غصه و قهقهه فاش  ورنه خفاشش کجا مانع شود  تا بود ممکن که گردانی اسیر  ایله است او ریش خود بر میکند  خجر و حلق قمر چون بر دارد</p>
-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------



باعد و آفتاب این بدعتاب  
 اے عدو آفتابے کز فرش  
 تو عدو او نه خصم خودی  
 اے عجب از سوزشت او کم شود  
 رحمتش نے رحمت آدم بود  
 رحمت مخلوق باشد غصه ناک  
 رحمت بیچون چنین دان اولی پسر  
 ظاہرست آثار میوه رحمتش  
 هیچ ماہیات اوصاف کمال  
 طفل ماہیت نداند ملت را  
 طفل را نبود ز طے زن خبر  
 کے بود ماہیت ذوق جماع  
 لیکن سبت کرد از روئے خوشی  
 تا بداند کودک آنرا از مثال  
 پس اگر گوئی بد انم دور نیست  
 گر کسی گوید کہ دانی نوح را  
 اگر بگوئی چون ندانم کان قمر

اے عدو آفتاب آفتاب  
 می بلزد آفتاب و اخترش  
 چه غم آتش را کہ تو ہیتم شدی  
 یا ز درد و غصه ات در ہم شود  
 کہ مزاج جسم آدم غم بود  
 رحمت حق از غم و غصه است پاک  
 تا بداند رو ہم دروے جز اثر  
 لیک کہ داند جزا و ماہیتش  
 کس نداند جز با ثار و مثال  
 جز کہ گوئی بہت چوں حلواترا  
 جز کہ گوئی بہت آن خوش چون شکر  
 مثل ماہیات حلوائے مطاع  
 با تو آن عاقل کہ تو کودک وشی  
 گر نداند ماہیت را عین حال  
 در بگوئی کہ ندانم زور نیست  
 آن رسول حق و نور روح را  
 بہت از خورشید و منہ شہر تر

کو دوکان خسرد در کتابها  
 نام او خوانند در قرآن صریح  
 راست گو داند ترا از روی وصف  
 و ریح گوئی من چه دانم نوح را  
 مورا لنگم من چه دانم فیل را  
 این سخن ہم راست است از زبان  
 عجز از ادراک ماہیت عمو  
 زانکہ ماہیات و سر آن  
 دور وجود از سر حق و ذات او  
 چونکہ او مخفی نماید از محرمان  
 عقل بخشی گوید این دورست و  
 قطب گوید مبرا کاٹوست حال  
 واقعاتی کہ کنونت بر کشود  
 چون رہا بندت ز دہ زلال کم  
 چون خلاصی یافتی از صد بلا  
 سہل گیرش تا نگردد مشکلات  
 سوئے بحث خویش تا ز اے بوا حسن

وان اما مان جملہ در محرابها  
 قطشش گویند از مہی فصیح  
 گر چه ماہیت نشد از نوح کشف  
 ہمچو اوئے داند او را لے فقی  
 پشہ کے داند اسرافیل را  
 کہ ماہیت ندانی لے فلان  
 حالت عامہ بود مطلق مگو  
 پیش چشم کا ملان باشد عیان  
 دور تر از وہم و استبصار کو  
 ذات و صفیست کان ندنہاں  
 بے زتا ویلے محالے کم شنو  
 انچہ فوق حال تست آید محال  
 نے کہ اول ہم محالت می نمود  
 تیرہ را بر خود مکن جس از ستم  
 فقر را بر خود مکن رنج و عنا  
 در نہ شد شکر چو زہر قاتلت  
 کا بن سخن پایاں ندارد جان من

نسبت اثبات با نفی از نخست  
نفی آن یک چیز و اثباتش دو است  
ما ریمیت از ریمیت از نسبت است  
آن تو افکنده ای که بر دوست تو بود  
زور آدم زاده را حکر بود  
مشت مشت تست افکنده است  
يعرفون الانبياء اضدادهم  
همچو فرزندان خود دانستند  
ليكاز شك حسد پنهان كنند  
پس چو يعرف گفت چون جامد گر  
انهم تحت قبائی كامنون  
هم به نسبت گیر این مفتوح را  
زمین نسق بسیار آمد در خبر  
گفت قائل در جهان درویش نیست  
هست از روی بقا آن ذات او  
چون زبانه شمع پیش آفتاب  
هست باشد ذات او تا تو اگر

گر بیانش می کنی بر گو دست  
چون همیشه در مختلف نسبت است  
نفی و اثبات ست هر دو مثبت است  
تو نیفکنده ای که حق قوت نمود  
مشت خاک اشکست لشکر شود  
زمین دو نسبت نفی و اثباتش رو است  
مثل الایشته او لا دهم  
منکران باطل و روشنشان  
خویشان را بر ندانم می زنند  
گفت لا يعرفهم غیر فذر  
جز که یزدان شان نداند از مومن  
که بدانی و ندانی نوح را  
کان به نسبت باشد ای جان معتبر  
در بود درویش آن درویش نیست  
نیست گشته وصف او در وصف هو  
نیست باشد هست باشد در حساب  
بر نهی پنبه بسوزد زان شرر

کرده باشد آفتاب اور افنا  
چون در افگندی و در گشت مسل  
ہست آن وقیہ فزون چون می کشی  
ہستیش و رہست اور و پوش شد

نیست باشد روشنی نہ ہر ترا  
گرد و صدمن شہد یک قیہ خل  
نیست باشد طعم خل چون می چستی  
پیش شیر و آہو می بہوش شد

اور پر بیان کیا تھا کہ حق سبحانہ کی گرمی سے پیشانی ہی پیدا نہ ہوگی کیونکہ حق سبحانہ پیشانی کے دشمن ہیں اور پیشانی اُنکو جانتی ہے اُسکے کچھ بہر مثالین بیان کرتے ہیں جنین یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہر جانور اپنے دشمن کو پہچانتا ہے تفصیل اسل جال کی یہ ہے کہ مولانا فرماتے ہیں دیکھو گھوڑا شیر کی آواز اور بوبو باوجود دور ہوئی کے بھی پہچانتا ہے اور اگر نہیں پہچان سکتا تو شاذ و نادر بلکہ ہمتویہ کہتے ہیں کہ ہر جانور اپنے دشمن کو اُسکی خاص علامات اور خاص آثار سے پہچانتا دیکھو خفاش تک بھی اپنے دشمن کو پہچانتا ہے اسی لئے دن میں نہیں اُڑ سکتا بلکہ چورون کی طرح رات کو نکلتا ہے اب بیان سے ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ محروم خفاش ہے کہ وہ آفتاب ظاہر کا دشمن ہے کیونکہ نہ یہ جنگ میں اس کا زخم کھا سکتا ہے اور نہ اپنی بدگوئی اور نفرت سے اُسکو اپنے سے الگ کر سکتا ہے باوجود اسکے وہ آفتاب اپنے احسان و کرم سے اپنے تہر سے اُسکے پرزے نہیں اُڑا دیتا اور یہ جو آفتاب خفاش کی ناخوشی اور رنج کے سبب اپنا رخ بدل دیتا ہے یہ اسکی انتہائی ہرباتی اور اس کا کمال ہے ورنہ خفاش کی یہ جال نہیں ہے کہ وہ اسکو طلوع ہونے سے روک دے۔ اس سے کوئی کہے کہ احق دشمن اپنی حکمت اندر بناتا کہ کسی وقت تو اُسکو اپنے قبضہ میں لاسکے۔ دیکھو اگر تو آفتاب سے مخالفت کرے گا تو اسکا نتیجہ بجز اپنے ضرر کے اور کچھ نہ ہوگا۔ چنانچہ اگر قطرہ قلم سے مخالفت کرے تو وہ احق ہے کہ اپنی ڈاڑھی اُکھاڑے یا ہے۔ اُس کی تدبیر خود اسی تک محدود رہے گی اور وہ موچ چون پر تاؤ دیکر خوش ہو لے گا کہ میں نے یہ کیا۔ آفتاب پر اُس کی مخالفت کا کچھ اثر ہوگا

آفتاب کی تو یہ روشن ہے کہ اس سے ظلمت کی جسم کی گردن اٹا کر سکتا ہے اہل اس کا گلا پھاڑ سکتا ہے یعنی اس کو بے نور کر سکتا ہے پھر خفاش کی کیا حقیقت ہے یہ عتاب تو دشمن آفتاب ظہری پر ہے۔ پس آفتاب آفتاب یعنی حق سبحانہ کے دشمن اور اے اس آفتاب کے دشمن جسکی شوکت سے آفتاب ستارے لرزتے ہیں۔ یاد رکھ کہ تو اس کا دشمن نہیں ہے بلکہ خود اپنا دشمن ہے کیونکہ تیری مخالفت سے اس کو پھیر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ خود تھوڑا سا ضرر ہو گا۔ اور اس ضرر کی بھی اس کو چہرہ بردا نہیں کیونکہ اگر تو اندر من ہو جاوے تو آگ کو کیا پرواہ ہے تامل چھوڑ کر ایسی تیرے جتنے سے اُس میں کچھ کمی آجاوے یا تیرے درخشاں تکلیف سے وہ آشفقت ہو جاوے ناگہان ہے۔ حق سبحانہ کی رحمت آدمیوں کے رحم مائل نہیں ہے کیونکہ آدمی کو رحم میں غم کی آمیزش ہوتی ہے اور مخلوق کی رحمت درخ سے پُر ہوتی ہے اور حق سبحانہ کی رحمت غم و درخ سے پاک و صاف ہے اُسکی رحمت بے کیف ہے اُس کو الیا سمجھو کہ وہ خود وہم میں نہیں آسکتی ہاں اُسکے آثار سمجھ میں آسکتے ہیں اُسکی رحمت ایک میوہ ہے جسکے آثار ظاہر ہیں مگر اُس کی مہیت کو کوئی نہیں جان سکتا۔ ایک رحمت ہی پر کیا مفسر ہے اُسکے جملہ اوصاف کمال کو بجز آثار و مثال کے کوئی نہیں جان سکتا۔ اُسکے اوصاف کے لحاظ سے لوگوں کی ایسی مثال ہے جیسے جامع کے لحاظ سے پھر کی۔ پھر جامع کی ماہیت سے واقف نہیں ہو سکتا بجز اسکے کہ تم اُس سے کہو کہ وہ حلوی کی طرح مزیدار ہے۔ نیز پھر کو وطن کی خبر نہیں ہو سکتی بجز اسکے کہ تم اُس سے کہو کہ وہ شکر کی طرح لذیذ ہے مگر تم سمجھتے ہو لذت جامع کی ماہیت ماہیت حلوی اسکے مائل نہیں ہو پھر جو اس مائل نے تم سے اُس کو حلوی کی مثل کہا ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ تم ابھی روکے ہو اسلئے اُسے لذت بخش ہونیکے لحاظ سے ایسا کہہ دیا ہے تاکہ پھر اُس کو مثال سے فی الجملہ جان لے اگرچہ اسکی ماہیت کو نہ جان سکے جو کہ عین حال ہے اس لحاظ سے اگر تم یہ کہو کہ میں جامع کو جانتا ہوں تو یہ عجیب نہ نہیں۔ اور اگر یہ کہو کہ میں نہیں جانتا تو بھی جھوٹ نہیں۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ تم نوح کو جانتے ہو جو کہ خضر کے راہ رسول اور نور روح تھو پس اگر تم یہ کہو کہ میں نہیں جانتا وہ ماہیت اب تو اس آفتاب و مہتاب سے بھی زیادہ مشہور ہیں چھوٹے بچے مکتبوں میں اور امام محرابوں میں قرآن میں اُن کا صاف نام اور اُن کا گذشتہ فصیح و قلیح پڑھتے ہیں تو اس وصف سے مکہ و سجا

سمجھے گا۔ اگرچہ اس سے نوح علیہ السلام کی مابیت منکشف نہیں ہوتی اور اگر یہ کہو کہ میں انکو کیا جان سکتا ہوں۔ انکو تو وہی جانے جو ان کا سا ہو۔ میں ایک چھوٹی چھوٹی ہون پھر ماتی کو کیا جان سکتا ہوں۔ اور پھر اسرافیل کو کیا جان سکتا ہے یعنی مجھ میں اور ان میں جو المشرقیین ہے پھر میں انکو کیا جان سکتا ہوں۔ تو یہ بات بھی ٹھیک ہے کیونکہ تم انکو حقیقت کے اعتبار سے نہیں جانتے۔ بس یہی حالت اوصاف حق سبحانہ کی ہے کہ انکو لوگ آثار کے ذریعے جانتے ہیں اور مابیت لحاظ سے نہیں جانتے۔ پس یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ وہ جانتے ہیں اور یہ بھی کہ نہیں جانتے۔ مگر مابیت کا نہ جانا یہ عام لوگوں کی حالت ہے نہ کہ خواص کی کیونکہ کاملین پر تو مابیات ممکنات اور ان کو باطن (اسماء باہیہ) کے باطن (صفات الہیہ) سب منکشف ہیں مگر اجمالاً دیکھو عالم وجود میں سر حق یعنی ذات حق سے زیادہ تفضل۔ سینس سے دور کوئی چیز نہیں بس جبکہ وہ بھی اہل اللہ سے مخفی نہیں اور وہ اسکا بھی مشتاپا کرتے ہیں تو کھ کوئی وصف کیسے پوشیدہ ہو سکتا ہے۔ عقل جلال پسند کہتی ہے کہ ذات و صفات حق سبحانہ کا دراک بنہیہا محال ہے بس جو نفوس سے ایسا معلوم ہو وہ خلاف عقل اور محال ہونیکے سبب قابل تاویل میں عارت کامل اسکے جواب میں کہتا ہے کہ یہ محال بھی نہیں۔ بات یہ ہے کہ جو تیری حسد یا ہر وہ تیرے نزدیک محال ہے مگر یہ اصول ہی غیر مسلم ہے بہت سے ایسے واقعات ہیں کہ جو پہلے تجھے محال معلوم ہوتے تھے اور اب وہ تجھے منکشف ہو گئے ہیں جبکہ حق سبحانہ نے تجھے جہالت کے گاؤں کے قید خانہ سے نکال کر علم استدلالی کے میدان وسیع میں پھونچا یا ہے تو استوا سکھ اپنے اوپر ظلم کر کے جیلخانہ نہ بنائے اور جبکہ حق سبحانہ نے تجھے سیکڑوں مصیبتوں سے نکالا ہے تو ویرانہ میں رہ کر فقر کی تکالیف نہ اٹھا بلکہ اس سے آگے بڑھ کر شہر کشف و شہود میں پھونچے اور اسکو آسان سمجھا لیا کہ وہ باوجود فی نفسہ آسان ہونیکے تیرے خیالی اشکال سے تیرے لئے مشکل ہو جاوے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو گا تو جو چیز واقع میں شکر کی طرح مفید اور خوشگوار اور لذت بخش تھی وہ تیرے لئے سم قابل کی طرح مضر ہو جاوے گی۔ اچھا گفتگو کو چھوڑو اور وہی کہو جو کہہ رہے تھے۔ کیونکہ یہ گفتگو ختم ہونیوالی نہیں ہے اور اگر تم پہلے سے اثبات و نفی کا آپس کا تعلق بیان کر رہے جیسا کہ واقع ہے تو اسکی ٹھیک طور پر بیان

کہو۔ پہا سہا سہا یہ ہے کہ جب جہات مختلف ہوں اور نسبتیں دو ہوں تو ایک شے کا  
 اثبات اور اُس کی نفی ہر دو جائز ہیں چنانچہ مادیت اور ہیت اختلاف نسبت ہی کی بنا پر ہے  
 اور نفی و اثبات دونوں صحیح ہیں کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کتنے مارا یعنی تیسے اس کا صدر رہا  
 اور کتنے نہیں مارا یعنی جو آثار اُس پر مرتب ہوئے ان کا تعلق تمہاری قدرتِ حادثہ سے نہیں بلکہ ہماری  
 قدرت سے ہے کیونکہ انسانی قدرت محدود ہے اس میں یہ قوت نہیں کہ ایک شے کو ایک خاک کی  
 مٹی سے شکست دیدے۔ پس مٹی تو تمہاری ہی تھی اور بحیثیت خاصہ پھینکنا جس پر انہرام شکر  
 مرتب ہو یہ ہمارا فعل تھا پس جہات مختلف ہو گئیں اور اختلاف جہات و نسبت سے نفی و اثبات  
 ہر دو جائز ہیں اور سنو فرمایا گیا ہے کہ معاندین انبیاء کو پہچانتے ہیں اور یوں پہچانتے ہیں کہ انکو  
 اصلاً شبہ نہیں جیسا کہ اُنکو اپنی اولاد دیکھ کر پہچانتے ہیں کوئی شبہ نہیں ہوتا اور وہ اُنکو  
 اسی طرح سیکڑوں علامات اور دلائل سے پہچانتے ہیں جس طرح کہ وہ اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں  
 لیکن رشک و حسد سے اس علم کو چھپاتے ہیں اور اپنے کو انجان بناتے ہیں۔ پس جبکہ حق سبحانہ  
 ایک جگہ یہ فرماتے ہیں کہ معاندین جانتے ہیں تو دوسری جگہ یہ کیسے فرماتے ہیں کہ اُنکو میرے  
 سوا کوئی نہیں جانتا تم ان کی معرفت کا خیال چھوڑ دو کیونکہ وہ میرے قبائے ستر میں مستور  
 ہیں اور میرے سوا اُنکو اپنی تحقیق و تفتیش سے کوئی نہیں جان سکتا سو بات وہ ہی ہے کہ  
 یہ امر بھی اختلاف جہات سے ہے جیسا کہ نور علیہ السلام کا جاننا اور نہ جاننا یعنی مخفی فیض  
 اُنکے نبی ہو نیکو جانتے ہیں مگر اُنکے کلماتِ عالیہ سے میرے سوا کوئی واقف نہیں اسی قسم  
 کی بہت سی باتیں احادیث میں ہیں جنہیں نفی و اثبات اختلاف نسبت کی طرف راجع ہے  
 اور سنو ایک شخص کہتا ہے کہ کوئی درویش عالم میں نہیں اور اگر ہو بھی تو بھی نہیں اب دیکھو  
 کہ وہ کہتا ہے کہ ہو بھی تب بھی نہیں ہے پس اُسے ایک شے کیلئے وجود و عدم دونوں ثابت  
 کر دئے۔ اور یہ فی نفسہ صحیح ہے کیونکہ ذاتاً وہ موجود ہے اور اُسکے اوصاف اوصاف  
 حق میں فنا ہو چکے ہیں مثلاً شعلہ شمع آفتاب کے سامنے موجود بھی ہوتا ہے اور معدوم  
 بھی۔ ذاتاً تو وہ موجود ہے اور دلیل اُسکی یہ ہے کہ اگر تم اُس پر روئی رکھ دو تو وہ جل جاوے گی اور  
 اس لحاظ سے وہ معدوم ہے کہ اُس کی روشنی آفتاب کی روشنی میں فنا ہو گئی ہے اور سنو



دو شیریں دین ایک اوقیسیر کہ ملا دو جیکہ تم اسکو ڈال دو گے اور وہ اس میں بجائے گا تو جب چاہے  
تو سرکہ کا حوض نہ پاؤ گے دیکھو مزہ اس کا فنا ہو گیا۔ اور جب تو لوگے تو ایک اوقیہ زائد ہو گا۔ پس  
دیکھ لو کہ ذات موجود ہے اور دیکھو شیر کو دیکھ کہ ہر انسان شیر ہو گیا پس اسکی ہستی شیر  
کی ہستی میں چھپ گئی۔ کیونکہ گو اس کی ذات موجود ہے مگر آثار حیات ب فنا ہو گئے اھ جس  
و حرکت سب جاتی رہی۔

## شرح شبیری

ہر حیوان کا اپنے دشمن کو پہچاننا اور اس شخص کے خسران کا  
بیان کہ ایسے شخص سے دشمنی کرے کہ اس سے حذر ممکن نہ ہو اور  
نہ اس سے الگ ہونا ممکن ہو۔

اسیپ داندا ناک و بوی شیرا  
یعنی گھوڑا اگرچہ حیوان ہے مگر شیر کی کو اور اسکی آواز کو جانتا ہے مگر ناد یعنی شاذ و  
نادریا پو تلے کہ وہ نہ پہچان سکے و نہ اکثر پہچان لیتا ہے۔  
مل عذوئے خویش را ہر جانور خود بداند انسان و از اثر  
یعنی بلکہ اپنے دشمن کو ہر جانور خود نشان دافہ سے جان لیتا ہے۔

روز خفا شک نیست از دہر پرید  
شب برون آید چو دروان جریہ  
یعنی خفاش دنگو بنیں اڑ سکتی ہے ہاں رات کو چورون کی طرح باہر آتی ہے۔ یعنی دیکھو  
خفاش نے بھی اپنی صدا اور چلاٹ کو پہچان لیا آگے اس سے انتقال فرماتے ہیں کہ۔  
از ہمہ محروم تر خفاش بود کہ عذوئے آفتاب فاش بود  
یعنی سب زیادہ محروم خفاش ہے کہ وہ دشمن آفتاب ظاہر کی ہے۔

تو اندر مصافحہ زخم خورد  
یعنی نہ تو اسکی مصافحہ میں زخم کھا سکتی ہے اور نہ نفرت سے اسکو چھوڑ سکتی ہے یعنی اس نے

ایسے سے مخالفت کی کہ دوسرے غالب آسکے اور نہ اس سے متفرق ہو کر اسکو کہیں نکال سکے۔ بلکہ  
بیماری خود ہی اس سے محروم رہتی ہے۔

الکھ آن خود شیدا از احسان وجود  
بر نہ قلاند قہر شش تار و بود  
یعنی اس وقت وہ خود شیدا احسان وجود کی وجہ سے اس کا تانا بانا اس غصہ کی وجہ سے الگ نہیں کرتا یعنی اسکو  
حلم دیکھنے کے باوجود اس کی نفرت اور مخالفت کے وہ اسکو کچھ بھی نہیں کہتا۔

آفتاب کے گرد اند خفاش  
از ہوائے غصہ و تہ خفاش  
یعنی آفتاب اپنی تھا کو خفاش کے غصہ اور قہر کی وجہ سے کب پہراتا ہے۔ (بلکہ)  
غایت لطفت و کمال اود بود  
ورد خفاش کجا مانع بود

یعنی یہ اس کا غایت لطفت و کمال ہے ورد خفاش اسکو کہاں مانع ہو۔ یعنی آفتاب غروب  
ورد پوشش ہو تا ہے یہ اس لئے نہیں کہ وہ اس خفاش سے کوئی نفرت رکھتا ہے یا وہ اس کا  
دشمن ہے بلکہ بات یہ ہے کہ اپنی نفرت و کرم کی وجہ سے الگ ہو جاتا ہے تاکہ یہ بھی باہر نکلے پھر  
پہرائے ورد کہاں خفاش اور کہاں آفتاب۔

دشمن اگر میری متحد خویش گیر  
تا بود ممکن کہ گردانی اسیر  
یعنی دشمن اگر اختیار کر دو تو اپنی حد کے موافق اختیار کرو تاکہ یہ ممکن ہو کہ تم اسکو قید کر لو۔

قطرہ با قلم کہ استیزہ کند  
اہلہ است اور دشمن خود میری کند  
یعنی قطرہ دیا نے قلم کی ساتھ جوڑ دئی کرے تو وہ بیوقوف ہے اپنی دائرہ ہی اٹھاڑتا ہے  
یعنی یہ بیوقوف خود ہی ہلاک ہوگا۔

حیلت اوار سبالش نگذرد  
خجہ و حلق قمر جون بر درد  
یعنی اس کا حیلہ اسکی موخ سے تجاوز نہیں کرتا۔ تو خجہ اور حلق قمر کا کیونکر بہاڑ لگا۔ یعنی جیسے کہ  
مثل مشہور ہے کہ بہیر کی لات گھٹنے تک۔ اس طرح ان کا حیلہ ان ہی تک ہے اگر یہ آفتاب  
یا قمر تک کیا پھونچ سکتے ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ

باعد و آفتاب این بد عتاب  
اے عدو آفتاب آفتاب  
یعنی عدو آفتاب سے (ہمارا) یہ عتاب تھا تو اے آفتاب آفتاب کے عدو دیر کیا حال ہوگا

یعنی توجہ و جدوجہد ہے تیر کیا حال ہوگا جبکہ آفتاب ظاہری کے عدو کی یہ حالت ہے۔

لے عدو آفتاب کے زفر شش می بلرز آفتابے آخر شش  
یعنی لے عدو اُس آفتاب کے کہ اُس کے دبدب سے آفتاب اور اُس کے ستارے سب کانپتے ہیں  
تو عدو اونہ خصم خودی چه غم آتش را کہ تو ہمیز شدی  
یعنی تو اس کا عدو نہیں ہے اپنا دشمن ہے آگ کو کیا غم اگر تو لکڑی ہو جاوے یعنی اگر تو اُس کا دشمن  
ہو جاوے اور اپنے کو ہلاک کرنے لگے تو اسکو کیا غم ہے۔

لے عجب از سوز شت او کم شود یا ز درد و غصہ ات پر غم شود  
یعنی تعجب ہے کہ تمہاری سوز شش سے وہ کم ہو یا تمہارے درد و مصیبت سے وہ پر غم ہو مطلب  
یہ کہ اُسکو اصل میں تو کوئی پرواہ نہ تھی مگر اُسکی رحمت اُسکو متقاضی ہے کہ وہ تمہاری درد مصیبت  
پر رحم کرے مگر اُس کا رحم ایسا نہیں ہے جیسا کہ آدمی کا ہوتا ہے کہ اُس کے اندر افعال ہوتا ہے  
ہرگز نہیں۔ حق تعالیٰ کے یہاں فضل تو ہے مگر افعال نہیں ہے۔ وہ خود متاثر نہیں ہوتے آگے  
خود فرماتے ہیں کہ

رحمتش نے رحمت آدم بود کہ مزاج رحم آدم غم بود  
یعنی اُس کی رحمت آدمی کی رحمت نہیں ہوتی کیونکہ آدمی کے رحم کا مزاج تو غم ہوتا ہے۔ یعنی انسان  
کی رحمت تو بعد افعال کے ہوتی ہے اور حق تعالیٰ اس سے منزه ہیں۔

رحمت مخلوق با شد غصہ ناک رحمت حق از غم و غصہ است پاک  
یعنی مخلوق کی رحمت تو غصہ ناک ہوتی ہے اور رحمت حق غم و غصہ سے پاک ہوتی ہے۔ یعنی مخلوق کی  
رحمت کا اثر تو جب ہوتا ہے جبکہ خود یہ متاثر اور منفعل ہوں اور حق تعالیٰ تاخر سے پاک ہے بلکہ  
وہاں صرف اثر اور فعل ہے افعال و تاثر نہیں ہے۔

رحمت بیچون چنین دالان از لیسر ناہد اندر وہم ازوے جز اثر  
یعنی لے صاحبزادے رحمت بیچون کو اسی طرح جانو اُس سے سوائے اثر کے کچھ وہم میں نہیں آتا  
یعنی اُس کا اثر تو ظاہر ہو تا ہے باقی اُس سے رحم کو کوئی تاثر یا افعال نہیں ہوتا۔ تو بس حق تعالیٰ کی  
رحمت کو آثار اور متاثرین سے تو معلوم کر سکتے ہو۔ باقی اُس کی کنہ کو کوئی معلوم نہیں کر سکتا۔ آگے

اسکو فراتے ہیں۔

ایک چیز کو مثال سے اور تقلیداً جان لینے میں اور اسکی ماہیت کے معلوم کرنے میں فرق

ظاہر است آثار میوہ رحمتش لیک کہ داند جز او ماہیتش  
یعنی اسکی رحمت کے میوے کے آثار تو ظاہر ہیں لیکن اسکے سوا انکی ماہیت کو کون جانتا ہے  
ہیچ ماہیات اوصاف کمال کس نہ داند جز بآثار و مثال  
یعنی اوصاف کمال کی ماہیات کو کوئی بجز آثار و مثال کے نہیں جانتا ہے آگے مثال ہے کہ  
طفل ماہیت نہ اندر طشت را جز کہ گونی ہست چون حلوا ترا  
یعنی بچہ صباغ کی ماہیت کو نہیں جانتا سوائے اسکے کہ تم کہو حلوی کی طرح ہے  
طفل را بنود زو طے زن خبیر جز کہ گونی ہست آن خوش چون شرک  
یعنی بچہ کو عورت کی وطی کی خبر نہیں ہوتی سوائے اسکے کہ تم کہو کہ وہ شرک کالج اچھی ہوتی ہے  
کہ بود ماہیت ذوق جماع مثل ماہیات حلوا اے مطاع  
یعنی ذوق جماع کی ماہیت حلوی کی ماہیت کی طرح کب ہوتی ہے اے مطاع۔  
لیکن است کر داند روئے خوشی ہا تو آن عاقل کہ تو کو دکوشی  
یعنی لیکن اس عاقل نے باعتبار عمدہ ہونیکے (حلوی سے) نسبت کر دی۔ اسلئے کہ تو کو دکوشی ہے  
الہذا تجھے امتلہ سے سمجھایا جاتا ہے۔

تا بداند کو دک آنرا از مثال گر نہ داند ماہیت با عین حال  
یعنی تاکہ بچہ کو مثال سے جان لے اگرچہ ماہیت کو عین حال سے نہ جانے یعنی اسکو جو مثال  
حلوی وغیرہ سے دیتے ہیں تو اسلئے تاکہ بچہ اگر ماہیت کو نہ سمجھ سکے تو بجز مثال سے کچھ تو سمجھ لے  
اسی طرح حق تعالیٰ کی کئی ذات کو تو کوئی جان نہیں سکتا تو امتلہ سے سمجھاتے ہیں کہ اسی سے  
کچھ پستہ چلے۔

پس اگر گونی بدنام دور نیست ورنہ گونی کہ ندانم زو نیست

یعنی پس اگر تم کہو کہ میں جانتا ہوں تو بھی مزید نہیں ہے (کیونکہ مثال سے تو جانتے ہی ہو) اور اگر کہو کہ میں نہیں جانتا تو یہ جھوٹ نہیں ہے (اس لئے کہ اس کی ماہیت سے ناواقف ہو) آگے اور مثال ہے کہ۔

گر کہے گوید کہ ذاتی نوح را آن رسول حق و نور روح را  
یعنی اگر کوئی کہے کہ تم نوح کو اس رسول حق اور نور روح کو جانتے ہو۔

گر بگوئی چون ندانم کان قمر ہست از خورشید و مہ مشہورتر  
یعنی اگر تم کہو کہ میں کیونکر نہ جانوں گا کیونکہ وہ قمر خورشید و مہ سے بھی زیادہ مشہور ہیں  
کو دکان خورد در کتابہا دان امان جملہ در محرابہا  
یعنی جھوٹے بچے مکتوبین اور وہ سارے امام لوگ محرابوں میں۔

نام او خوانند در تشران مرج قشش گویند از مانی فصیح  
یعنی اُن کا نام قرآن شریف میں مرج پڑھتے ہیں اور اُن کا ماضی کا قصہ بیان کرتے ہیں۔

راست کو دینیش تو از روی وصف گر چہ ماہیت نشر از لایع کشف

یعنی سچ ہے کہ اُس کو تم از روئے وصف جانتے ہو اگرچہ نوح کی ماہیت تکشف نہ ہوئی یعنی  
ہمارا یہ کہنا کہ میں نوح کو جانتا ہوں صحیح ہے اس لئے کہ اوصاف سے تو جانتے ہی ہو اور لوگوں کا  
اُن کا ہونا سنا تو ہے تو یہ بھی صحیح ہے۔

در بگوئی من چہ دائم نوح را آن گزیدہ حق و محض روح را  
یعنی اور اگر کہو کہ میں نوح کو کیا جانوں اُس برگزیدہ حق اور محض روح کو۔

من کجاء استن او از کجا ہجھو اوئے داندا او را لے فنی

یعنی کہاں میں اور کہاں اُن کا جانتا رہے میان انکو اُن جیسا ہی کوئی جانے (اور تم کہو کہ)  
مور لنگم من چہ دائم فیصل را پشتم کے داند اسرافیل را  
یعنی میں تو مور لنگ ہوں میں بالکل کو کیا جانوں اور ایک چہر اسرافیل کو کیا جانے۔

ان سخن ہم راست است از وہی آن کہ ماہیت ندانیش لفظان

یعنی یہ بات بھی سچ ہے اس سبب کہ اے شخص تو انکو ماہیت سے نہیں جانتا۔

یعنی اگر تم کہو کہ میں نوح علیہ السلام کو نہیں جانتا یہ بھی صحیح ہے اس لئے کہ تم اُن کی ماہیت سے بیخبر ہو تو دیکھ لو ایک شے کو مثلہ سے اور تقلیداً تو جانتے ہو اہل اسکی ماہیت کی خبر نہیں۔ اس طرح حق تعالیٰ کی کئی ذات کو تو کوئی نہیں جانتا ہاں مثلہ سے اور تقلیداً کچھ معلوم کر لیتے ہیں۔

عجز از ادراک ماہیت عموم حالت عامہ بود در باب تو  
یعنی ادراک ماہیت سے عاجز ہونا یہ حالت عموم کی ہے تو اسکو خوب سمجھ لے۔

زانکہ ماہیات و کسیر اُن پیش چشم کا ملان باشد عیان  
یعنی اس لئے کہ ماہیات اور کسیر اُن کا کمال کوئی آنکھ کے سامنے ظاہر ہوتے ہیں (ماہیات سہراد ماہیات حوادث اور سر سر سہر اوصفات) مطلب یہ ہے کہ اشیاء کی ماہیات و صفات اولیہ اللہ کے سامنے سب منکشف ہیں آگے آ سکے استیجاب کو دور فرماتے ہیں کہ۔

دور تر از فہم و ادوار و استبصار کو  
یعنی موجودات میں صفات حق اور اسکی ذات سے زیادہ فہم و استبصار سے کون بعید ہو  
چونکہ او مخفی ماند از محرمان ذات وصفہ چیست کان ماند نہان  
یعنی جیکہ (ذات) ہی محرموں سے مخفی نہ رہی تو ذات وصفہ تو کیا ہے جو پوشیدہ رہے گی۔

(شعر عجز از ادراک الخ سے شروع نہ کرنا) مخفی ماند تک کی شرح خود حضرت والا صاحب ادراک نے تحریر فرما کر دی ہے اُسکیو بعینہ درج ذیل کیا جاتا ہے وہو ہذا

ف شرح کس مقام کی یہ ہے کہ یہ امر تو مقرر ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات کی کئی ممکن کو معلوم نہیں پس ان اشار میں انکشاف کئی ذات عند العارف کا حکم کرنا مقصود نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر چہ کئی ذات و صفات حق کیساتھ جو عالم متعلق ہوتا ہے وہ بوجہ انکشاف بواسطہ صورت ذہنیہ کے علم حصولی ہے عامہ کو بھی خواص کو بھی۔ مگر دونوں میں یہ فرق ہے کہ خواص کا یہ علم حصولی تو مشابہ علم حصولی کے ہے اور عامہ کا اُسکے مشابہ نہیں وجہ مشابہت یہ کہ علم حصولی میں خود ذات مدراک کی بلا واسطہ صورت کے حاضر عند المدراک ہوتی ہے جیسے نفس کو اپنے ذات و صفات کا علم۔ پس خواص کی ذات و صفات کو بوجہ فنا کے جو تک ذات و صفات حق کیساتھ ایک گو نہ اتحاد اصطلاحی ہے اس لئے ذات و صفات حق اُسکے نزدیک گویا اس طرح حاضر ہیں جیسے اپنی ذات و صفات اور اپنی ذات

وصفات اُسکے نزدیک بذاتہا وحقاً لہذا حاضرین پس ذات و صفات حق بھی اُسکے نزدیک گویا بذاتہا  
 وحقاً لہذا حاضرین اُسکی مولانا نے مجازاً انکشاف ذات سے تعبیر کر دیا بحال عامہ کے کہ اُنکو یہ  
 اتحاد حاصل نہیں پس اُن کا علم حصولی مشابہ علم ضروری کے نہیں بلکہ اُس میں محض صورتِ حاضر  
 حقیقتِ حاضر نہیں اور خود علم ضروری میں بھی مدد رک کی کہ معلوم ہونا لازم نہیں چنانچہ نفس کو اپنی کہ  
 معلوم نہیں چنانچہ عقلاء کا اختلاف اُس کی حقیقت میں معلوم ہے سو اُسکے مشابہ میں تو انکشاف  
 کہنے کا کیسے لازم ہو گا پس مجزور انکشاف کہنے کا بھی لازم نہ آیا اور توجیہ انکشاف ذات کی بھی ہو گئی اور  
 احسن کم کے مجاز ہو نیکاً قرینہ سابق میں ہے کہ شعر زانکہ ماہیات الحق میں ماہیات کے انکشاف  
 کا حکم کیا ہے حالانکہ یقینی ہے کہ بہت اشیاء حادثہ ثابہت یعنی جنس و فصل حقیقی عارفین کو معلوم نہیں  
 چنانچہ ظاہر ہے پس یہاں بھی اُن کا امتیاز عامہ سے بیان کرنا مقصود ہے کہ خواص کو ان اشیاء کا  
 نظم اسرار ہونا معلوم ہے جو عامہ کو معلوم نہیں۔ پس دونوں جگہ صرف امتیاز عوام و خواص کا حکم کرنا  
 مقصود ہے نہ کہ انکشاف تام یا بمعنی المتبادر اور ایک قرینہ سیاق میں ہے قطب گوید الخ کہ  
 اُس میں اس انکشاف کو حال قرار دیا ہے اور جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انکشاف عقلی  
 نہیں ہے حال ہے اور یہ وہی حال ہے جسکو فناء کہتے ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حال میں انکشاف  
 تام ضروری نہیں۔ البتہ غیر اہل حال سے اُس میں امتیاز لازم ہے اور مرد اس حال سے وہی فناء  
 ہے حسین اصطلاحاً اتحاد کا حکم کیا جاتا ہے انتہی بلفظ سلمہ اللہ تعالیٰ آگے فرماتے ہیں کہ۔

عقل بخشی گوید این دورست و کو بے ز تاویل محالے کم شنو  
 یعنی عقل بخشی کہتی ہے کہ یہ دور ہے اور کہاں ہے بے کسی تاویل اور محال کے کم شنو۔ یعنی  
 عقل ظاہر کہتی ہے کہ ماہیات حق کا انکشاف تو بالکل محال ہے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے  
 قطب گوید مرترا لے سست حال      انچہ فوق حال تست آید محال  
 یعنی قطب کہتا ہے کہ لے سست حال جو شے کہ تیرے حال سے زیادہ ہے تجھے محال معلوم  
 ہوتی ہے۔ آگے اُسکو اور قرینہ فہم فرماتے ہیں کہ۔

واقعاتی کہ کنونت بر کشود      ہے کہ اول ہم محالت می نمود  
 یعنی جو واقعات کہ اب تم پر کھل گئے ہیں کیا اول محال نہ معلوم ہوتے تھے۔ مطلب یہ کہ بہت



سی یا توں کو تم اول محال سمجھتے تھے اور اب وہی باتیں ممکن الوقوع ہیں تو اسطرح تم ہابیت  
ذات کے انکشاف کو محال سمجھتے ہو مگر جو تیسرے حال ہو جاوے تو تم اُسکو ممکن سمجھنے لگو گے  
آگے فرماتے ہیں کہ

چون رہا نیدت زردہ زندان کرم تیرا بر خود مکن جسبل زستم  
یعنی جبکہ سخت زندان سے نکلو کرم نے چہڑا دیا ہے تو تم جنگل کو اپنے لئے ستم کی وجہ سے  
جسبت کر دینی جبکہ حق تعالیٰ نے تمکو مشکلات سے چہڑا دیا ہے تو اب تم اس فراخی کی  
قدر کرو اور اُسکو اپنے لئے تو خونہ مت بناؤ۔

چون خلاصی یافتی از صربلا فقر را بر خود مکن رنج و عن  
یعنی جبکہ تو نے سیکڑوں بلاؤں سے خلاصی پالی تو فقر کو اپنے اوپر رنج و مصیبت مت کرو  
یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے تمکو خلاصی عنایت فرمائی ہے تو پھر تو کیوں خود مصیبت میں پڑتا رہو  
سہل گیرش تا نگر دو مشکلات در نہ شد شکر جو زہر قاتلت  
یعنی تو اُسکو سہل فرض کر تا کہ تجھے مشکل نہ ہو جاوے در نہ شکر تیرے لئے زہر قاتل ہو جاوے گی  
یعنی ہی کشف ذات جو کہ اسقدر سہل ہے اور شکر کی طرح شیریں و گوارا ہے اگر تو اُسکو مشکل  
سمجھے گا تو ہی سخت مشکل ہو جاوے گا آگے فرماتے ہیں کہ۔

سوئے بحث خویش تا ز ازلو اسی کاین سخن پایان نداد جان من  
یعنی اے بواحسن اپنی بحث کی طرف چلو کہ یہ بات کہیں انتہا نہیں رکھتی لے جا من یعنی تم نے  
جو شروع میں کہا تھا کہ ایک شے کو ایک وقت میں موجود اور معلوم اور غیر موجود اور غیر معلوم کہہ  
سکتے ہیں اُس بحث کو دوبارہ بیان کرو اسلئے کہ ذات حق کا بیان تو ہمیں انتہا ہی نہیں رکھتا  
تو اُسکو ہمیں تک رہنے دو۔

نسبت اثبات بانفی از نخست گریہا نش میکنی برگرد دست  
یعنی اثبات کی نفی کیسا تھ اول سے جو نسبت ہے اگر تم اُسکو بیان کرو تو پھر ٹھیک ٹھیک کر دو  
یعنی پوری طرح بیان کر دو کہ وہ کیا ہے اب آگے اُسکو بیان فرماتے ہیں کہ۔

# لیک چیز میں اندروئے نسبت کے اختلاف کے نفی و اثبات میں تفریق ہونا

نفی آن ایک چیز و اثباتش رواست چون جہت شد مختلف نسبت رواست  
یعنی ایک شے کی نفی اور اثبات (دو دونوں) جائز ہیں جبکہ جہت مختلف ہو گئی تو نسبت دو  
ہو گئیں مطلب یہ کہ جہت کے اختلاف سے احکام بدل جاتے ہیں اسکو منطقیوں نے بھی تناقض  
کی وحدت ثانیہ میں سے ایک بیان کیا ہے بلکہ بعض نے تو آٹھ کی جگہ اسکو ہی کہا ہے کہ اگر  
صرف نسبت اور جہت مختلف ہو تو متحقق تناقض کا ہو جاوے گا تو فرماتے ہیں کہ نسبت اور جہت  
کے اختلاف سے نفی و اثبات شے کا بدل لیا تا ہے۔ آگے ایک مثال فرماتے ہیں۔

مارمیت اذرمیت نسبت است نفی اثبات است ہر دو مثبت است

یعنی ماریت اذرمیت نسبت کی وجہ سے ہے۔ نفی اور اثبات دو دونوں ثابت ہیں یعنی  
دیکھو ماریت بھی فرماتے ہیں اور اذرمیت بھی تو یہ دو دونوں نفی و اثبات نسبت سے ہیں کہ  
نسبت کے بدل جانے سے نفی بھی ثابت اور اثبات بھی آگے اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ

آن تو افگندی کہ در دست تو بود تو نیکندی کہ قدرت حق نمود  
یعنی آپ نے تو بہنیکدیا جو کہ آپ کے دست مبارک میں تھا (یہ معنی تو ماریت کے ہو گئے) اور آپ نے  
بہنیں بہنیکا اسلئے کہ قوت تو حق تعالیٰ نے ہی دی (یہ معنی ماریت کے ہیں)

زور آدم زادہ را حدے بود مشت خاک لشکست لشکر کو شود

یعنی آدم زادہ کے زور کی تو ایک حد ہوتی ہے تو ایک مٹی خاک ایک لشکر کی شکست  
کب ہو سکتی ہے مطلب یہ کہ قوت حق اس شے ظاہر ہوتی ہے کہ آدمی کی قوت تو یہ ہو  
کہ بہت سے بہت دو تین چار پانچ بس اتنے آدمیوں پر وہ خاک پڑ سکتی تھی یہ جو ایک لشکر  
کا لشکر اندھا ہو گیا یہ کہ نہ دیا معلوم ہوا کہ قوت حق تھی تو بس معلوم ہوا کہ باعتبار ظاہر کے تو  
رمی حضور سے ہوئی اور قوت حق تعالیٰ کی تھی تو نسبت کی وجہ سے حکم بدل گیا۔ آگے اور تشریح  
فرماتے ہیں کہ۔

مشت مشت تست افگندی نسبت زین و نسبت نفی و اثباتش رواست

یعنی مہی تو اچکی مہی تھی اور پسینکنا ہماری طرف سے تھا تو ان دونوں نسبتوں کی وجہ سے  
اُس کا نفی و انبات (دونوں) جائز ہیں۔ آگے دوسری مثال ہے کہ

یعرفون الانبیاء و اصداؤہم مثل لالیشتبہ اولادہم  
یعنی انبیاء کو اُنکے اصداؤ ایسا پہچانتے ہیں جیسے کہ نہیں مشتبہ ہوئیں اولاد اُن کی یعنی محسب طرح  
کہ اُن پر اُن کی اولاد کو کبھی تشابہ نہیں ہوتی اس طرح انبیاء و علیہم السلام بھی کبھی تشابہ نہیں  
ہوتے بلکہ بالکل صاف طہرہ پہ پہچانتے ہیں۔

پہچان فرزند ان خود دانستہ ان منکران باطلت ان مشرکان  
یعنی منکر لوگ اُنکو اپنے بچوں کی طرح سو علامتوں اور نشانیوں سے پہچانتے ہیں۔  
لیک از رشک حسد نہان کنند خویشتن را بر ندانم می زند  
یعنی لیکن رشک و حسد کی وجہ سے چھپاتے ہیں اور اپنے کو ندانم پر مار رہے ہیں۔ یعنی باوجود  
پہچاننے کے جاہل اور انجان بنتے ہیں۔

پس چو یعرف گفت چون جاؤ دگر گفت لایعرف ہم غیر فذر  
یعنی پس جبکہ یعرف فرمایا تو کیوں دوسری جگہ لایعرف ہم غیر فرمایا ہے۔ پس چھوڑ دے۔  
مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں لیرفونہ صما لیرفون ابنا عہم اور دوسری جگہ حدیث  
میں ہے کہ اولیاء تحت قبایع لیرفہم سوائی۔ تو دیکھ لو معرفت کو ثابت بھی فرما رہے ہیں  
اور اُس کی نفی بھی فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ

انہم تحت قبائی کامنون جز کہ یزدان شان ندانند از مومن  
یعنی وہ اولیاء میری قبائے کے نیچے پوشیدہ ہیں اور سوائے حق تعالیٰ کے اُنکو کوئی آزمائش  
سے نہیں جانتا یعنی دیکھو یہاں اُنکے پہچاننے کی نفی فرما رہے ہیں تو بس معلوم ہوا کہ نفی ہے  
اُن کی حقیقت کے پہچاننے سے اور انبات اُن کی صورت کے پہچاننے کا ہے۔ آگے  
فرماتے ہیں کہ۔

ہم بہ نسبت گیر این مفتوح را کہ بدانی و ندانی نوح را  
یعنی اس مفتوح کو بھی نسبت ہی سے فرض کرو کہ تم نوح کو جانتے بھی ہو اور نہیں بھی جانتے

یعنی اوپر جو کہا تھا کہ ایک صورت ہو کہ تم نوح کو جانتے بھی ہو اور جانتے بھی نہیں ہو تو یہ معرفت اور عدم معرفت بھی نسبت ہی کی وجہ سے ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

زین لائق بسیار آمد در خبر کان یہ نسبت باشد از جان محتر

یعنی اس طریق سے خبر میں بہت آیا ہے کہ وہ نسبت سے ہی محترم ہوتا ہے یعنی ایسا بہت ہو تا ہے کہ تبدیل نسبت سے حکم بدل جاوے۔ آگے اسی مضمون سے فناء و بقا کے مسئلہ کو بیان فرماتے ہیں کہ ایک ہی شخص کو ایک حیثیت سے فانی اور دوسری حیثیت سے باقی کہہ سکتے ہیں۔

## درویش کامل کے فناء و بقا کا مسئلہ

گفت قائل در جہان درویش نیست و در بود درویش آن درویش نیست

یعنی ایک کہنے والے نے کہا کہ جہان میں درویش نہیں ہے اور اگر کوئی درویش ہے تو وہ درویش نہیں ہے (اسلئے کہ)

ہست اندر و بقائے ذات او نیست گشتہ وصف اور در وصف ہو

یعنی ہست تو اندر و بقائے ذات کہ ہے اور اُس کا وصف و صف حق میں نیست ہو گیا ہے۔ مطلب یہ کہ درویش کامل اپنی ذات کے اعتبار سے تو باقی ہے کہ اُسکی ذات اور اُس کا جہ جسم موجود ہے لیکن اوصاف کے اعتبار سے وہ فانی ہے اسلئے کہ اُسکے اوصاف اوصاف حق میں فنا ہو چکے ہیں۔ لہذا ایک حیثیت سے موجود اور باقی ہے اور دوسری حیثیت سے معدوم و فانی ہے۔ آگے اس کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

چون زبانہ شمع پیش آفتاب نیست باشد ہست باشد در صفا

یعنی جیسے کہ شمع کی لو آفتاب کے سامنے کہ نیست ہوتی ہے اور حساب میں ہست ہوتی ہے۔ یعنی آفتاب کے سامنے روشنی کے اعتبار سے تو نیست ہے مگر جو حساب لگاؤ تو کہو کہ ایک یاد و باتیں مثلاً شمعیں جل رہی ہیں تو ہست و نیست دونوں ہیں۔

ہست باشد ذات او تا تو اگر برہنہ پنبہ لبوز دزان شر

یعنی اس کی ذات تو بہت ہوتی ہے یہاں تک کہ تو اگر وہی ایک تو وہ اس سر سے ہل جاوے  
(لیکن)

نہیں باشد روشنی نہ ہو، نہ آ کر وہ آفتاب اور آفتاب  
یعنی نیست ہوتی ہے کہ تجھے کہ سنی ہمیں دیتی آفتاب اس کو فنا کئے ہوئے ہوتا ہے آگے اس کی  
ایک مثال ہے کہ۔

دو صمدین شہد یک اوقیہ خل چون در افگندی و در و گشت حل  
یعنی دو صمدین شہدین ایک اوقیہ سر کہ جب تنے ڈال دیا اور وہ اس میں حل ہو گیا۔  
نہیں باشد طعم خل چون می چشی ہست یک و قیہ فزون چون میکشی  
یعنی جب تم چکھو تو سر کہ کا مزہ نیست ہے اور جب (ترازو میں) لکھو تو ایک اوقیہ زیادہ ہے  
(تو یہ ہست نیست ایک ہی جگہ دونوں موجود ہیں کہ ایک حیثیت سے ہست اور دوسری سے نیست  
و معدوم ہے۔)

پیش نہیں آئے یہ ہوش شد ہستیش در ہست اور پوش شد  
یعنی کشید کے سامنے کوئی آہو ہوش ہو گیا اور اس کی ہستی اس کی ہستی میں رو پوش  
ہو گئی۔ (تو دیکھو ظاہر چشمہ موجود مگر یہ اس کو نیست کہتے ہیں) آگے فرماتے ہیں کہ

## شرح حبیبی

جو شش عشقت فی ترک ادب  
خویش را در کفہ شہ می ہند  
با ادب نیست زو کس در نہان  
این دو ضد با ادب با بے ادب  
کہ بود در عوے عشقش ہم سری

این قیاس ناقصان بر کار ادب  
نبض عاشق بے ادب بر می ہند  
بے ادب نیست زو کس در جہان  
ہم بہ نسبت دال وفاق امی منتخب  
بے ادب باشد چو ظاہر ہست گری

او و دعویٰ پیش کن سلطان فہاست  
لیک فاعل نیست کو عاقل بود  
ورنہ او مقتول و مو تش قاتل است  
فاعلیہا جملہ ازوے دور شد

چون بباطن بنگری دعویٰ کجاست  
مات زید زید اگر فاعل بود  
او زروے لفظ نحوی فاعل است  
فاعلیہا کو چنان مقہور شد

ان ناہیین شبیر و ہرن وغیرہ کی حالت کو جس سجانہ کی حالت پر قیاس کر نیکو کوئی گستاخی نہ سمجھے بلکہ یہ جو شش عشق ہے۔ عاشق کی نفس گستاخانہ ہر کہتی ہے کیونکہ اسکا دعویٰ عشق بظاہر حق سجانہ کی گو نہ ہمسریکا دعویٰ کرنا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ بظاہر حال تو اُس سے زیادہ گستاخ کوئی نہیں اور باطن میں اُس سے زیادہ باادب کوئی نہیں یہ موافقت ضدین یعنی باادب اور بے ادب کا جمع ہونا بھی اختلاف جہت سے ہے۔ جب تم اس کی ظاہری حالت کو دیکھو تو تم اُسے بے ادب کہو گے کیونکہ وہ حق سجانہ کے عشق کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ چھوٹا منہ بڑی بات ہے مگر جب تم اُسکے باطن پر نظر کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ کیسا دعویٰ وہ خود اور اس کا دعویٰ دونوں حق سجانہ کے سامنے فنا ہیں اُس کی مثال ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ مات زید میں زید فاعل ہے لیکن وہ حقیقت میں فاعل نہیں ہے کیونکہ وہ تو محفل ہے وہ نحویوں کے اعتبار سے فاعل ہے ورنہ حقیقت کے لحاظ سے دیکھو تو وہ مقتول و مفعول ہے اور موت اُسکی قاتل اور فاعل موثر بہلا وہ کیا فاعل ہو سکتا ہے جو اس قدر مغلوب ہو کہ ساری فاعلیتیں اُس سے منفک ہو جائیں

## شرح شبیری

این قیاس ناقصان بر کار رب جو شش عشقست نہ ترک ادب

یعنی یہ ناقصوں کو ادب پر قیاس کرنا جو شش عشق ہے نہ کہ ترک ادب کی وجہ سے ہر مطلب کہ حق تعالیٰ کی صفات کو اور خود ذات کو جو ہم مسئلہ ناقصہ بیان کرتے ہیں یہ عرف جو شش عشق ہے کہ دل چاہتا ہے معلوم کر نیکو اور کنہ معلوم ہونا حال کو لہذا اس طرح کام چلاتے ہیں ورنہ یہ اس طرح مثالیں دینا خدا کا مستحکم ترک ادب کی وجہ سے نہیں ہے۔

## نبض عاشق بے ادب می جہد خویش را در کدہ ششمی نمید

یعنی عاشق کی نبض بے ادب کو دتی ہے اور اپنے کو دست شاہ میں رکھتی ہے۔ یعنی عاشق ظاہر حالت میں بے ادب معلوم ہوتا ہے اور اسکی ظاہری حرکات و کلمات سے معلوم ہوتا ہے کہ سخت بے ادب ہو مگر اصل اور باطن میں اس سے زیادہ با ادب کوئی نہیں ہوتا آگے خود فرماتے ہیں۔

## بے ادب تر نیست ز کس در جہاں با ادب تر نیست ز کس در زبان

یعنی اس سے زیادہ کوئی جہاں میں بے ادب نہیں ہے اور اس سے زیادہ با ادب باطن میں کوئی نہیں ہے مطلب یہ کہ ظاہر تو وہ بے ادب ہوتا ہے مگر باطن میں بے حد با ادب ہوتا ہے۔

## ہم بہ نسبت دان وفاق لے منتخب ایں دو ضد با ادب با بے ادب

یعنی اے منتخب اس موافقت ضدین با ادب اور بے ادب کو بھی نسبت ہی سے جانو مطلب یہ کہ ایک شخص میں جو چہنے دو حیثیتیں بتائی ہیں کہ وہ با ادب بھی ہے اور بے ادب بھی ہے یہی اسی نسبت اور حیثیت کے لحاظ سے ہے۔

## بے ادب باشد چو ظاہر بنگری کہ بود دعویٰ عشقش ہمہ سری

یعنی بے ادب ہوتا ہے جبکہ تم ظاہر کو دیکھو کیونکہ اسے عشق کا دعویٰ کرنا تو ہمہ سری ہے یعنی عشق خدا کا دعویٰ کرنا بھی تو بہت بڑی بات ہے تو اگر اسکو دیکھو کہ دعویٰ عشق حق کرتا ہے تو یہ عاشق سخت گستاخ معلوم ہوتا ہے۔

## چوں بباطن بنگری دعویٰ کجاست او و دعویٰ پیش اکس سلطان خناست

یعنی جب باطن کو دیکھو تو دعویٰ کہاں ہے وہ اور دعویٰ اس سلطان کے سامنے فنا ہے یعنی ظاہر تو مدعی عشق حق ہوتا ہے لہذا گستاخ معلوم ہوتا ہے اور باطن میں اگر دیکھا جاوے تو دعویٰ عشق تو کہاں تو اسکی ہستی بھی حق تعالیٰ کے سامنے فنا ہو چکی ہے۔ اس حیثیت سے با ادب بدیع اکمل معلوم ہوتا ہے۔ آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

## مات زید زید اگر فاعل بود لیک فاعل نیست کو عاقل بود

یعنی مات زید (میں) زید اگرچہ فاعل ہے لیکن فاعل نہیں کیونکہ وہ تو عاقل ہے۔

## اوز روئے لفظ نحوی فاعل است در نہ او مقتول و موش قاتل است



یعنی وہ لفظ نحوی کے اعتبار سے تو فاعل ہے ورنہ وہ مقول ہے اور موت اُسکی قاتل ہے مطلب یہ کہ مات زید میں زید کو فاعل کہتے ہیں مگر وہ فاعل تو کیا وہ تو خود محفل ہو چکا ہے وہ تو اصل میں مقول موت ہے مگر ظاہری الفاظ کے اعتبار سے فاعل ہے تو اسی طرح ظاہر حالت کے اعتبار سے بہر عاشق گستاخ و بے ادب ہے ورنہ اصل میں نہایت باادب ہے۔

فالے چہ کو چنناں مقہور شد فاعلیہا جملہ ازوے دور شد

یعنی فاعلی تو کیا وہ تو ایسا مقہور ہوا ہے کہ تمام فاعلیتیں اُس سے دور ہو گئی ہیں یعنی زید فاعل کیا بن سکتا ہے وہ تو ایسا مفعول بنا ہے کہ ساری فاعلیت ختم ہو گئی مگر ظاہر الفاظ کے اعتبار سے فاعل ہی ہے تو ایک شخص ایک حیثیت سے مفعول اور دوسری سے فاعل۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ بخارا میں غلام سے کوئی خطا سرزد ہوئی تو آقا اُس سے سخت ناراض ہوا وہ غلام خوف جان کی وجہ سے وہاں سے بہاگ گیا لیکن آقا سے اُسکو محبت زیادہ تھی اسلئے اُس سے جدا نہ رہ سکا لہذا پھر بے باکانہ اگر سامنے کھڑا ہو گیا

قتل کر ڈالو ہمیں یا جرم الفت بخشو لو کہلے ہیں ہاتھ باندھے ہم تمہارا سامنے

تو آقا یہ کھڑا ہونا ظاہر تو سخت گستاخی پر حال ہے مگر اندر دیکھو کہ اُسے دل میں اُس آق کی اس قدر وقعت تھی چونکہ یہاں اس مضمون کو بیان کیا تھا اس مناسبت سے آگے اُس حکایت کو لاتے ہیں

## شرح حبیبی

منہم شد گشت از صدرش بہان  
کہ خراساں گہ قہستان گاہ دشت  
گشت بری طاقت ز ایام فراق  
صبر کے دانہ خلاصت را نشانند  
آب زر دو گندہ و سیرہ بود

وز بخارا بندہ صدر جہان  
مدت دہ سال سرگرداں بگشت  
از پس دہ سال او از اشتیاق  
گفت تاب فرقم زیں پس نماند  
از فراق ایں خاکبہا شورہ بود

باد جان افزا خم گردد و با	آتشی خاک ترے گردد ہبا
باغ چوں جنت شود دارالمرض	زرد و یزراں برگ او اندر حرض
عقل دراک از فراق مستان	ہچو تیر انداز بشکستہ کماں
دو زخ از فرقت چناں سوزاں شدہ	بید از فرقت چناں لرزاں بدہ است
گر جویم از فراق چوں شرار	تا قیامت یک بود از صد ہزار
پس ز شہرح سوزاں کم زن نفس	رب سلم رب سلم گوی و بس
ہر چہ ازوے شاد گشتی و جہاں	از فراق او بیندیش آن زماں
ز انچہ گشتی شاد بس کس شاد شد	آخر ازوے حبت ہچوں باد شد
از تو ہم بجد تو دل بروے منہ	پیش از اں کو بچید از تو تو مجبہ
ہچو مریم گوئی پیش از فوت ملک	نفس کا عوذ بالرحمن منک

دیکھو بخارا میں صدر چہان کا ایک غلام تھا وہ کسی معاملہ میں متہم ہوا اور اپنے آقا سے چھپ گیا دس برس تک سرگردان پیر کیا کہی خراسان میں کبھی قہستان میں اور کبھی جنگل میں دس سال کے بعد قہر اشتیاق اور طول زمانہ فراق سے بے طاقت ہو گیا اور کہا کہ اب مجھ میں جدائی کی طاقت نہیں واقعی بات یہی ہے کہ صبر مفارقت کو کب پاس بیٹھنے دیتا ہے اور صبر و فراق کہاں جمع ہو سکتے ہیں مفارقت ہی سے خاک ثورہ بن جاتی ہو کہ جو کج بوی نامیہ وغیرہ اس سے جدا ہو جاتی ہیں تو ثورہ بن جاتی ہے اور مفارقت ہی سے آب گندہ زرد اور میلا ہوتا ہے کہ جو کج جب صفائی اور خلوص اس سے جدا ہوا یہ باتیں پہلے ہو جاتی ہیں مفارقت ہی سے روح افزا ہو گندہ اور دبا کا سبب بن جاتی ہے اسلئے کہ

جب معرفت اسکی جدا ہو گئی یہ خبریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور مفارقت ہی سے آگ خاکستر اور فتنہ ہو جاتے ہیں کیونکہ جب ہوا وغیرہ اشیا مشعلہ سے آسے انفکاک ہوتا ہے تو وہ بچہ جاتی ہے مفارقت ہی سے بہشت کی مانند سرسبز و شاداب باغ و دارالمنہض نجاتا ہے کیونکہ جب بہار بجلی گئی تو پتے زرد ہو کر گرنے لگتے ہیں غرض میں فراق کے مصائب کہاں تک بیان کروں اگر اس چنگاری کی مانند فراق کے اوصاف بیان کروں تو قیامت تک بیان کرنے پر بھی لاکھوں حصہ نہ بیان ہو لہذا اسکی شورش کے بیان کو چھوڑ کر یہ دعا کرنی چاہئے کہ اے اللہ تو ہمیں اس مصیبت سے بچا اب سنو کہ جس چیز سے تمکو خوشی ہو اسکی مفارقت کے رنج کا بھی خیال کر لیا کرو کیونکہ جس چیز سے تم خوش ہو تم سے پہلے بھی بہت خوش ہو چکے ہیں لیکن آخر وہ غم سے اُن سے بھی ہوا کی طرح جدا ہو گئی پھر تمہارے پاس کیسے رہ سکتی ہے ضرور تم سے بھی علیحدہ ہوگی لہذا تم اس سے دل ہی نہ لگاؤ اور قبل اسکے کہ وہ تم سے جدا ہو تمہیں اس سے جدا ہو جاؤ اور اس اپنے ملک کے زوال سے پہلے ہی تم مریم علیہا السلام کی طرح اغوذ بالرحمن منک کہہ دو تفصیل واقعہ مریم حسب ذیل ہے۔

## شرح شہری

قصہ درجہان کے وکیل کا کہ متہم ہوا تھا اور بخارا سے خوف جانکی وجہ سے بھاگ گیا تھا پھر عشق نے اُس کا گریبان پکڑا (اور بخارا میں لگیا) کیونکہ جانبازی کرنا جانان کے لئے سہل ہوتی ہے

در بخارا بندہ صدر جہاں متہم شد گشت از صدرش نہاں

یعنی بخارا میں صدر جہاں کا غلام متہم ہو گیا تو اپنے صدر سے پوشیدہ ہو گیا۔

مدت دہ سال سرگرداں بگشت کہ خراساں کہ قستان گاہ و دشت

یعنی دس برس کی مدت تک وہ سرگرداں پھر کبھی خراسان میں اور کبھی قستان میں اور کبھی جگمگ میں۔

از پس وہ سال او از اشتیاق گشت بے طاقت ز ایام فراق

یعنی بعد دس برس کے وہ اشتیاق کی وجہ سے ایام فراق سے بے طاقت ہو گیا۔

گفت تاب فقرم ز پس نماںد صبر کے داند خلاعت را نشاند

یعنی کہنے لگا کہ اسکے بعد مجھے فرقت کی تاب نہ رہی اور صبر کرب جانے خلاعت کو بٹھلانا۔ خلاعت مرض وغیرہ سے گھلنا مطلب یہ کہ صبر اور غم خوری کی کب جمع ہو سکتے ہیں جب اس کو اسکی فرقت میں اندوہ و الم تھا تو پھر صبر کہاں ہو سکتا تھا آگے فراق سے اشیاء کے خراب ہونے کی نظر اتر فرماتے ہیں کہ۔

از فراق ایس خاکہا شورہ شود آب زرد و گندہ و تیسرہ شود

یعنی فراق کی وجہ سے یہ خاک شورہ ہو جاتی ہیں اور پانی زرد اور گندہ اور تیسرہ ہو جاتا ہے یعنی خاک کو اگر پانی سے مفارقت ہو۔ یا پانی کو پانی سے مفارقت ہو تو وہ خراب ہو جاتے ہیں۔

باد جان افزا و خشم گرد و با آتش خاکسترے گرد و ہب

یعنی جو باد جان افزا ہو وہ ناگوار اور دبا ہو جاتی ہے اور آگ خاکستر اور ہب ہو جاتی ہے۔ یعنی جب ہوا بند ہو جاوے اور دوسری ہوا اس تک نہ پہنچے تو وہ خراب ہو جاتی ہے علیٰ ہذا آگ بھی بجھ جاتی ہے۔

باغ چوں جنت شود دارالمرض زرد وریزاں برگ او اندر حرض

یعنی جنت جیسا باغ (بارش کی مفارقت سے) دارالمرض ہو جاتا ہے زرد اور اس کے پتے گر نیلے مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں یعنی اگر باغ کو بارش نہ پہنچے تو وہ سوکھ سا کہہ کر خراب و خستہ ہو جاتا ہے۔

عقل دراک از فراق دوستان ہجو تیر اندازان شکستہ کمان

یعنی عقل مددک دوستوں کے فراق کی وجہ سے مثل تیر انداز کے ہے جو شکستہ کمان ہو یعنی فراق دوستان میں عقل انسان بیکار ہو جاتی ہے

دوزخ از فرقت چنان سوزاں شدہ بیدار فرقت چنان لرزاں شدہ است

یعنی دوزخ فرقت کی وجہ سے اس قدر سوزاں ہو رہی ہے اور بید فرقت کی وجہ سے اس قدر کانپ رہا ہے یعنی دوزخ میں تو اس قدر شورش ہے یہ اس فرقت کی وجہ سے ہے جو کہ اس کو بظاہر

حق قول سے ہے علی ہذا یہ بھی اپنے معشوق کی یاد میں کانپ رہا ہے یہ مضامین اکثر شاعرانہ ہیں  
جیسے کہ مشہور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ فرقت میں اکثر اشیاء خواب ہو جاتی ہیں تو اسی طرح فرقت  
صدر جہان میں وہ غلام خواب و خستہ تھا آگے فرماتے ہیں۔

گر بگویم از فراق چوں سحرار      تاقیامت یک بود از صد ہزار  
یعنی اگر میں فراق کو جو محض شرر کے ہے بیان کروں تو قیامت تک لاکھ میں سے ایک ہو گا۔ یعنی  
لاکھوں حصہ بھی اسکے خاص اور اسکے افعال کا قیامت تک بیان نہیں ہو سکتا۔

پس از شرح سوزا دم ذل نفس      رب سلم رب سلم گوتے بس  
یعنی پس اسکی سوز کی شرح سے کم دم نہاد بس رب سلم رب سلم کہتے ہو یعنی اسکی سوز کو زیادہ مت  
بیان کرو اور رب سلم رب سلم کہتے رہو اسکا بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔

ہر چہ از دے شاد گردی و دجیاں      از فراق او بندیش آن زماں  
یعنی جہان میں جس چیز سے کہ تم شاد ہو تو اس وقت اسکے فراق سے بھی ڈرو۔

ز انچہ گشتی شاد بس کس شاد شد      آخر از دے جست بہچوں باد شد  
یعنی جس چیز سے تم شاد ہوئے بہت لوگ شاد ہو چکے ہیں آخر ان سے نکل کر تنہا کی طرح چلی گئی۔

از تو ہم بچید تو دل بروے منہ      پیش ازاں کو بچید از تو تو بچہ  
یعنی تجھ سے بھی نکل جاوے گی تو اس پر دل مت رکھ کہ اس سے قبل کہ وہ نکلے تو اس سے نکلی یعنی قبل  
از اس کہ وہ تمہیں چھوڑے تم ہی اسکو چھوڑ دو۔

ہمچو مریم گوی پیش از فوت ملک      نفس را کہ اعوذ بالرحمن منک  
یعنی ملک کے فوت ہونے سے پہلے مریم کی طرح نفس سے کہہ دو کہ اعوذ بالرحمن منک۔

مطلب یہ کہ اس سے قبل کہ نفس تم پر قابو پاوے اور تمہارے ملک کو تباہ و برباد کرے  
تم مریم کی طرح اس سے پناہ مانگو کہ جب ان کے پاس جبریل آئے تو انہوں نے بوجہ  
عدم شناخت کے کوئی مفسدہ سمجھ کر اعوذ بالرحمن منک کہا تھا تو یہاں تو مفسدہ ظاہر  
ہے تم اس نفس سے پناہ مانگو آگے جبریل کا مریم کے پاس آنے اور ان کے پناہ مانگنے  
کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

## شرح حبیبی

<p>جانفزاے دلربائے در خلا چوں مہ و خورشید آں بوح الایں آپنجاں کوثر شرق روید آفتاب کو برہمنہ بود تر سید از فساد دست از میرت بریدے چوں زناں چوں خیالے کہ بر آرد سر زول گفت بچم در پناہ لطف ہو وز ہزیمت بخت بردن سوئے غیب حازمانہ ساخت ز آنحضرت حصار کہ نیابد خصم راہ مقصدش یورنگہ نزدیک آن وژ برگزید کہ ازومی شد جگر ہاتیر دوز خسروان عقل بے ہوشش ہمہ صد ہزاراں بدر را دادہ بدق عقل کلش چوں بہ بیند کم زند دکھم را دگتہ رو سوخت است</p>	<p>دید مریم تصور نے پس جانفزا پیش او بر رست از روئے زمیں از زمیں بر رست پوئے بے نقاب لر زہ براعضائے مریم اوفتاد صورتے کہ یوسف اودیدے عیان ہمچو گلشنش برو تیداد ز گل گشت مریم یخود و بے خویشاد زانکہ عادت کردہ بود آں پاک حبیب چوں جہان را دید ملکہ بے قرار تا بگاہ مرگ حصنہ باشدش از پناہ حق حصارے بہ ندید چوں بدید آں غمزہ ہائے عقل سوز شاہ و لشکر حلقہ در گوشش ہمہ صد ہزاراں شاہ ملوکش برق زہرہ نے مرزہ را اتحادم زند من چہ گویم چوں مرا برداشت است</p>
---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

دور ازاں شہ باطل ما عبرا	دو دو آن نار و دیلم من برو
غیر نور آفتاب مستطیل	خود نباشد آفتابے رادلیل
ایں سستش کہ دلیل او بود	سایہ کہ بود تا دلیل او بود

مریم علیہا السلام نے غلوت میں ایک نہایت جانفزا اور دلربا صورت دیکھی یعنی جبرئیل علیہ السلام اُنکے سامنے ہی زمین میں سے پیدا ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ زمین سے ایک بے نقاب خوب صورت شخص یوں برآمد ہوا جیسے کہ مشرق سے آفتاب نکلتا ہے اُن کو دیکھتے ہی مریم علیہا السلام کا جسم تہر تہر کانپنے لگا کیونکہ وہ برہنہ تھیں اور اُنکو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کوئی تیرا بی واقع ہو کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ ایک ایسا خوبصورت شخص جسکو اگر یوسف علیہ السلام بھی دیکھ لینے تو زمانہ مصر کی طرح وہ بھی حیرت سے اپنے ہاتھ کاٹ لیتے۔ پہول کی طرح اُنکے سامنے زمین سے یوں پیدا ہوا جیسے کہ دل سے خیال ظاہر ہوتا ہے یہہ دیکھکر مریم علیہا السلام بدحواس ہو گئیں اور کہا کہ اب کوئی چارہ نہیں بجز اس کے کہ میں حق سبحانہ سے پناہ لوں کیونکہ اُن غیفہ کی یہہ عادت تھی کہ جب کبھی کسی مصیبت سے مغلوب ہوتی تھیں تو اپنے کو حق سبحانہ کے حوالہ کر دیتی تھیں اور اُن سے پناہ لیتی تھیں کیونکہ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ عالم فانی ہے تو غایت حزم سے انہوں نے حضرت حق کو اپنا پناہ دہندہ بنایا اور بہت ہی خوب کیا کیونکہ وہ اُنکے اتعال کے وقت تک اُن کا یوں پناہ دہندہ رہے گا کہ کوئی دشمن اُن پر قابو نہ پاسکے گا۔ پس جب انہوں نے دیکھا کہ اس شخص کے غم سے عقل کو فنا کر دینے والے اور حج کے پار ہو جانے والے ہیں گو اب تک مجھ پر اُنکا کچھ اثر نہیں ہوا لیکن نفس و شیطان انسان کے دشمن ہیں کیا عجب ہے کہ مجھ پر نفس و شیطان کا جادو چل جاوے۔ تو انہوں نے قلعہ پناہ سے بہتر کوئی قلعہ نہ دیکھا اسلئے اسی کے قریب چوکی بنائی اور اُنکی پناہ میں آ گئیں۔ اور سمجھا کہ یہاں کسی کا قابو نہیں چل سکتا اسلئے کہ شاہان دنیا اور اُن کے لشکر سب اُسکے حلقہ بگوش ہیں اور بڑے بڑے عقلا اُنکے سامنے بے ہوش ہیں لاکھوں بادشاہ اُنکے غلام ہیں اور لاکھوں حسین اُنکے فراق میں مدوق ہیں زہرہ کی کیا طاقت ہے کہ اُنکے سامنے دم مار سکے اُنکی تو یہہ حالت ہے کہ عقل کل بھی اُسے دیکھ کر



اپنے نقص کا اعتراف کرتی ہے۔ پس نہ وہاں کسی کا زور چل سکتا ہے نہ تدبیر اور نہ وہ حسن سے متاثر ہو سکتا ہے لہذا کوئی تدبیر نہیں جس سے کوئی مجھ پر قبضہ حاصل کر سکے۔ یہ توجیہ تو اس وقت ہے جبکہ چون شرط موخر ہو اور از پناہ حق الہ جزائے مقدم اور شاہ و لشکر الہ علت مضمون مستنبط از حسن اور یہ بھی ممکن ہے کہ چون بدید اور اشعار بالحد شرط موخر ہوں اور از پناہ حق الہ جزائے مقدم اس وقت حاصل یہ ہوگا کہ حضرت مریم علیہا السلام نے جب دیکھا کہ حضرت حق خود محبوب حقیقی اور شہنشاہ حقیقی ہیں نہ اُنکے سامنے کسی کا زور چل سکتا ہے نہ تدبیر نہ حسن اسلئے اُنکے پناہ میں آگئیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ میں اُنکے کمالات کیا بیان کروں اُنسنے تو میرا منہ سی دیا ہے اور اُنکی گویائی نے میرے بیان کو فنا کر دیا ہے کیونکہ میں ہوں ہی کیا چیز میں تو اُس آگ کا دھواں اور اُس علت کا معلول اور اُنکی وجود کی دلیل ہوں تو بہ توبہ حاشا عن ذلک میں نے جو کچھ کہا سب غلط ہے۔ آفتاب کی دلیل تو خود اُسکا پھیلنے والا نور ہے۔ سایہ کی کیا مجال ہے کہ وہ اُنکی دلیل بن سکے اُس کے لئے تو یہ ہی کافی ہے کہ وہ اُنکا ایک ذلیل وابستہ ہو۔

## شرح شبیری

روح القدس کا آدمی کی صورت میں مریم کے سامنے اُنکے غسل اور  
اور برتنگی کی حالت میں ظاہر ہونا اور اُنکا خدا تبارک و تعالیٰ سے پناہ مانگنا  
دید مریم صورتے بس جانفزا جانفزائے دلربائے در خلا

یعنی مریم نے غلط میں ایک صورت بہت ہی جانفزا اور دلربا دیکھی۔

پیش او بر رست از روئے زمین چوں مہ و خورشید آں روح الامیں  
یعنی مریم کے سامنے وہ بلع الامین مثل ماہ و خورشید کے نکل آئے یعنی زمین میں سے پیدا ہو گئے۔  
از زمین بر رست خوبے بے نقاب آں چناں کز شرق روید آفتاب  
یعنی زمین سے ایک خوبصورت بے نقاب نکلے جیسے شرق سے آفتاب نکلتا ہے۔

لرزہ براعضائے مریم اوقناد کو بر مہنہ بود و ترسید از فساد

یعنی اعضاء مریم پر لرزہ پڑ گیا کیونکہ وہ برہنہ تھیں اور فساد سے ڈریں۔ یعنی چونکہ وہ برہنہ تھیں تو انہوں نے  
انکو بچانا نہیں لہذا سمجھیں کہ کوئی مفسد ہی لہذا وہ کاٹنے لگیں۔

صورتے کہ یوسف اردید و عیاں دست از حیرت برید و چوں زناں  
یعنی ایسی صورت کہ اگر یوسف بھی عیاں نہ دیکھ لیں تو سارہ مصر کی طرح حیرت سے ہاتھ کاٹ لیں۔  
ہمچو گلچیں پیشش بر و تیردا و زگل چوں خیالے کہ برآرد سر ز دل  
یعنی پھول کی طرح اٹکے سامنے وہ مٹی سے پیدا ہو گئے مثل ایک خیال کے جو کہ دل سے سر نکالے۔ یعنی  
وہ اس طرح نکل آئے جیسے کہ پھول مٹی سے نکل آتا ہے اسی طرح وہ زمین سے نکل آئے۔

گشت مریم بخود و در بے خودی گفت بجمہ در پناہ ایزدی  
یعنی مریم (انکو دیکھ کر) بخود ہو گئیں اور بخودی میں بولیں کہ میں تو پناہ حق میں جاتی ہوں یعنی میں خدا کو  
پناہ مانگتی ہوں۔

زنا کہ عادت کردہ بوداں پاک حیب در ہزیمت رخت بردن سوئے غیب  
یعنی چونکہ وہ پاک دامن ہزیمت میں رخت کو غیب کی طرف لہجائی عادت ڈلے ہوئے تھیں یعنی ناکی  
عادت تھی کہ جب کوئی ایسی بات ہوتی تھی تو غیب کی طرف متوجہ ہوتی تھیں اُس حالت میں بھی وہ اس طرف  
متوجہ ہوئیں اور بولیں کہ اعوذ باللہ عن مک۔

چوں جہانرا دید ملکہ بے قرار حازمانہ ساخت آنحضرت حصار  
یعنی جبکہ مریم نے (اس) جہان کو ایک ملک بے قرار (دوڑاں و فانی) دیکھا تو حازم کی طرح اُس  
درگاہ میں قلعہ بنا لیا یعنی جب اس دنیا کو فانی دیکھا تو بس وہ ہر کام میں حضرت حق کی طرف متوجہ  
ہوتی تھیں۔

تا بجاہ مرگ حصنہ باشدش کہ نیابد خصم راہ مقصدش  
یعنی وقت موت تک اُس نے ایک حصنہ ہو گا کہ کوئی خصم اُسے مقصد پر نہ آوے گا۔ مطلب یہ کہ یہ  
وہ حصنہ ہو کہ اُس حصنہ میں اُسے مقصد تک کسی دشمن کی رسائی ہو ہی نہیں سکتی۔

از پناہ حق حصارے بہ نہ دید یورنگہ نزدیک آں دژ برگزید  
یعنی پناہ حق سے کوئی حصار بہتر نہ دیکھا تو گہر اُس قلعہ کے نزدیک اختیار کر لیا یعنی انہوں نے

حق تعالیٰ سے پناہ مانگی اور کہا کہ اے خداوندِ رحمن! منک۔

چوں بدید آن غم نہائے عقل سوز کہ از وی شد جگر ہا تیسر دوز  
یعنی جب کہ اُن غم نہائے عقل سوز کو دیکھا جس سے کہ جگر تیسر دوز ہوتے تھے (دو اُن ہی کی پناہ میں چلی گئیں اور غمروں سے مراد افعال ہیں) یعنی جب انہوں نے حق تعالیٰ کے افعال و قدرت کو ایسا دیکھا کہ وہ تمام عقول پر غالب ہیں اور اُن پر کسی کا بس نہیں چلتا۔ تو بس وہ اُن ہی کی پناہ میں آگئیں اور اُن کی تویہ قدرت اور وہ شان ہے کہ۔

شاہ و لشکر حلقہ در گوشتش شدہ خسرواں ہوش بہوشش شدہ  
یعنی شاہ اور لشکر سب اُسکے حلقہ بگوش ہیں اور خسرواں ہوش اُسکے بے ہوش ہیں یعنی تمام شاہان و نیا اور اُنکے لشکر اور بڑے بڑے عقلاء سب اُسکے سامنے زبون ہیں اُسکے آگے کسی کی نہیں چلتی لہذا اُس ہی کی پناہ ایسی ہے کہ جہاں کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔

صد ہزاراں شاہ ملوکش برق صد ہزاراں بدر را دادہ بدق  
یعنی لاکھوں بادشاہ غلامی کی وجہ سے اُسکے ملوک اور لاکھوں بدر کو وہ گھٹنے میں دے رہے ہیں یعنی اُسکے سامنے سب زبون اور کم ہیں کوئی اُسکی برابر کا نہیں۔

زہرہ نے مرزہ را دوم زند عقل گلش چوں بہ میند گم زند  
یعنی زہرہ کو طاقت نہیں ہے کہ دم مارے اور عقل کل اُسکو جب دیکھ لے تو پوشیدہ ہو جاوے یعنی اُسکی قدرت اور اُسکے جمال کے آگے سب ہیچ ہیں اسلئے حضرت مریمؑ اپنی پناہ میں آگئیں۔ آگے مولانا فرماتے ہیں۔

من چہ گویم چوں مرا برد وخت است دگم را دگم او سوخت است  
یعنی میں کیا بیان کروں جبکہ مجھے اسنے سی دیا ہے اور میرے لطف کو اُسکے لطف نے جلا دیا ہے یعنی میں حق تعالیٰ کی شان کیا بیان کر سکتا ہوں مجھے تو حق تعالیٰ کے جلال نے چپ کر دیا ہے اور میں اُس میں فنا ہو چکا ہوں۔

دوداں نامہ دیلم من برو دور از ان شہ باطل ماعبروا  
یعنی میں اُسی آگ کا دھواں ہوں اور میں اُسپر دلیل ہیں اُس شاہ سے دور اور باطل ہے جو لوگ

تعبیر کرتے ہیں یعنی میں تو اس کا نکل ہوں اور اس پر وال ہوں تو میری ہستی ہی اس کے وجود پر دلیل ہو سکتی ہے اس لیے کہ مصنوع سے صانع پر استدلال ہوتا ہے باقی جو صفات کہ لوگ بیان کرتے ہیں وہ بالکل باطل ہیں اور اس کی شان سے سیدہ بعید ہیں۔

خود نباشد آفتاباے رادلیل جز کہ نور آفتاب مستطیل

یعنی خود آفتاب کی کوئی دلیل سوائے نور آفتاب کے جو کہ مستطیل ہو نہیں سکتی یعنی آفتاب کے وجود کی دلیل خود اس کا وہ نور ہی ہے اس پر کسی دوسری دلیل کے قائم کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ تو اسی طرح حق تعالیٰ کے وجود پر کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ خود ہی دلیل ہے۔

سایہ کہ بود تا دلیل او بود این بستش کہ ذلیل او بود

یعنی سایہ کون ہے کہ اس کی دلیل ہو گا یہی کافی ہے کہ وہ اس کا ذلیل ہو جاوے۔ یعنی سایہ بجز اصل کی دلیل کیا بن سکتا ہے وہ اگر اس کا عاجز اور اس کا ذلیل رہے یہی کافی ہے ورنہ کہاں سایہ اور کہاں اصل تو ہمارا وجود وجود حق پر کیا دلیل ہو سکتا ہے کہاں ہم اور کہاں وہ

## شرح حمیدی

جملہ ادراکات پس او سابق است  
او سوار باد پر ایں چوں خدنگ  
ورگریز داو نجیر پیش رہ  
وقت می دانست وقت جام نے  
واں یکے چوں تیغ مغفر می درد  
واں دگر اندر ترا جع ہر زماں  
جملہ حملہ می نمایند آن طیور

ایں جلالت در ولایت صادق است  
جملہ ادراکات بر خرمائے لنگ  
گرگریز کس نیابد گردش  
جملہ ادراکات را آرام نے  
آں یکے و سیمے چو باز می پرد  
واں دگر چوں کشتے بابا دباں  
چوں شکارے می نمایند شان دور

چونکہ ناپیدا شود حیراں شوند  
 منتظر چشمی بہم یک چشم باز  
 چوں بماند ویرگویند از ملام  
 مصلحت آنست تا یک ساعت  
 گریں و دے شب ہمہ خلقال ز آرز  
 از ہوس و ز حرص سود اند و ختن  
 شب پدید آید چو گنج رحمت  
 چونکہ قبضے آیدت اسے را ہر و  
 زانکہ در خرجی از اں بسط و کشاد  
 گریہ ہمارہ فصل تابستان بدے  
 منبتش را سوختے از بیخ و بن  
 گر تر شروے ست آں وے شفق است  
 چونکہ قبض آمد تو در وے بسط ہیں  
 کو دکاں خنداں و دانا یاں ترش  
 چشم کو دک ہجو خرد آخر است  
 او در آخر چرب می بیند ز لطف  
 آں علف تلخ است کاں قصاب داد

ہجو چنداں سوئے ہر دیراں روند  
 تا کہ پیدا گردد آں صید نیاز  
 صید بود آں خود عجب یا بد خیال  
 قوتے گیرند و زور از راستے  
 نویشتن را سوختندے ز بہتر از  
 ہر کسے دادے بدن را سوختن  
 تار بند از حرص خود یک ساعت  
 آں صلاح تست آیس دل مشو  
 خراج را دخلے بساید زاعت داد  
 سوزش خورشید در بستان زدے  
 کہ دگر تازہ نہ گشتے آں کہ سن  
 صیف خندانست اما محرق است  
 تازہ باش و چیں میفکن جربیں  
 غم جگر را باشد و شادی ز شش  
 چشم مائل در حساب آخر است  
 وین ز قصاب آخرش بیند تلف  
 بہر لحم او ترازوئے نہاد

روز حکمت خور علف کال را خور  
 فهم نمان کردی نه حکمت ای روی  
 رزق حق حکمت بود در مرتبت  
 این دهاں بستی دهاں باز شد  
 گرز شیر دیوتن را و ابرے  
 ترک جو شے کرده ام من نیم خام  
 در الهی نامه گوید شرح این  
 غم خور و نان غم افزایان خور  
 قند شادی میوه باغ غم است  
 غم چو بینی در کنارش کش عشق  
 عاقل از انکوری بسند می  
 جنگ می کردند حمالاں پیر  
 زانکه در آن رخ میدیدند سود  
 مزد حق کو مزد آن بیسایه کو  
 گنج زرے که چو سپی زیر ریگ  
 پیش پیش آن جنازه تیرود  
 بهر روز مرگ ایندم مرده باش

بے عوض دادست از محض عطا  
 چونکه حق گفتت کلو من رزق  
 کال گلو گیت نگر دود عاقبت  
 کو خورنده لقمه اے راز شد  
 در فطام او بے حلو خوری  
 از حکیم غزنوی بشنو تمام  
 آن حکیم غیب فخر العارفین  
 زانکه عاقل غم خور و دودک شکر  
 این فرح زخم است آن غم مرهم است  
 از سر بر بوه نظر کن در دمشق  
 عاشق از معدوم شے بین روی  
 تو مکش تا من کتم حملش چو شیر  
 حمل را هر یک زد دیگرے ربود  
 این دهد گنجیت مزد و آن تسو  
 با تو باشد آن نماند مرده ریگ  
 مونس گور و غریبی مے شود  
 تاشوی با عشق سرمد خواجه تاش

صبر می بیند ز پرده اجتهاد غم چو آئینه است پیش مجتهد بعد ضرر رخ آں ضرر دیگر ایں دو وصف از پنج دستن بین پنج را اگر قبض باشد دائم زین دو وصفش کار و کسب نظم	روئے چوں گلزار و زلفیں ملو کاند راں ضدینماید روئے ضد رو دہد یعنی کشاد و کروفر بعد قبض مشقت ببطایقین یا ہمہ ببط او بود چوں مبتلا چوں پر مرغ ایں دو حال ادراهم
-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

پس اسکی عظمت ہی اسکی سچی دلیل ہے رہے اوراکات و مددکات سوان میں سے اُس تک کسی کی بھی رسائی نہیں لہذا وہ پیچھے ہیں اور حق سبحانہ وراء بلکہ وراہ اللوراء تمام اوراکات اُس تک پہنچنے سے یوں عاجز ہیں جس طرح کہ کوئی گنگڑے گدھے پر سوار ہو اور حق سبحانہ اُن سے یوں وراہ اللوراء ہیں جیسے کوئی تیر کی طرح ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو اور سوار خرننگ سے آگے ہو اگر حق سبحانہ چاہیں کہ کسی اوراک کی رسائی ان تک نہ ہو تو کسی کو بھی ان کی معرفت نہیں ہو سکتی۔ اور اگر ملکات چاہیں کہ حق سبحانہ کے علم و قدرت وغیرہ کی رسائے ہم تک نہ ہو۔ تو ناممکن ہے جس طرح کہ سوار خرننگ تو سوار باد کو نہیں پکڑ سکتا۔ لیکن اگر سوار خرننگ بھاگے تو سوار باد اُسکا اٹکاروک سکتا ہے جبکہ سلسلہ گنگو اوراکات کی حالت تک پہنچا تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے مناسب ایک اور مضمون بھی بیان کر دیا جاوے وہ یہ کہ تمام اوراکات کچھ نہ کچھ کام کرتے رہتے ہیں۔ وقت اُن کیلئے وقت میدان یعنی دوڑ و دوپ کا وقت ہے وقت جام یعنی وقت راحت و آرام نہیں اسلئے ایک ادراک تو باز کی طرح تیز جاتا ہے اور بہت جلد مقصد تک پہنچ جاتا ہے اور دوسرا تلوار کی طرح خود کو توڑتا اور عقد ہائے لائیل کو مل کر تباہ دان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اول سے سرعت انتقال ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے سے دقیقہ رسی و مینہا فرق) تیسرا ابدیان والی کشی کی طرح ہے۔ یعنی اسکی رفتار اول کی رفتار کو کم ہے۔ چوتھا ان تینوں کے خلاف آگے سے پیچھے کو ہٹتا ہے علی ہذا القیاس علی حسب مراتب تمام اوراکات اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں اور جب کسی مقصد کی جھلک

اُنکو نظر آتی ہے تو اُس تک پہنچنے کے لئے شکاری جانوروں کی طرح اُسپر حملہ کرتے ہیں اور جب کہ وہ اُنکی نظر سے غائب ہو جاتا ہے تو حیران رہ جاتے ہیں اور الوؤں کی طرح ہر طرف ٹلک ڈالتے مارتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کہاں گیا۔ اور سب ایک اُنکھ کھولے شکاری کی طرح منتظر ہوتے ہیں کہ کسی طرح وہ پھر نظر آجائے۔ جب دیر تک اسی حالت میں رہتے ہیں اور اُنکو کچھ پتہ نہیں چلتا تو تہک کر کہتے ہیں کہ ارے وہ کوئی واقعی شکار تھا یا کوئی خیال اور بے اصل تھے تھا اچھا اسوقت یہی بہتر ہے کہ کچھ دیر آرام کریں اور دم لیں نئے سرے سے قوت حاصل کر کے پھر دھونڈیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حواس پر کمال و دلال طاری ہوتا ہے اور اُنکو آرام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے پس اس مقصد کیلئے قی سبحانہ نے رات بنائی۔ کیونکہ اگر رات نہ ہوتی تو تمام مخلوق اپنی حرص کے سبب حرکات جسمانیہ و دماغیہ میں مصروف رہ کر اپنے کو فنا کر ڈالتے اور منفعت حاصل کر نیکی ہوس اور حرص سے ہر شخص اپنے جسم کو فنا کر ڈالتا۔ اسلئے رات نواز نہ رحمت کی طرح مخلوق پر طاری ہوتی ہے تاکہ وہ کچھ دیر کیلئے اپنی حرص سے چوٹ جا دیں۔ اس سے تم کو ایک ضروری نتیجہ بھی نکالنا چاہئے وہ یہ کہ جب تم کو قبض پیش آوے تو اُس سے تمکو نا اُمید نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ بسط و کشادہ میں قوی وادراکات وغیرہ کا صرف ہوتا ہے۔ اور خرچ کیلئے معتد بہ آمدنی کی ضرورت ہے۔ پس اس آمدنی کیلئے قبض طاری کیا گیا۔ دیکھو گرمی کا زمانہ درختوں کیلئے بہار کا زمانہ ہے لیکن اگر یہی زمانہ ہمیشہ رہے و فتاب کی تابش درختوں کو پہونک ڈالے اور اُنکی جڑ تک کو یوں ہون ڈلے کہ پھر وہ کبھی تازہ ہی نہ ہو سکے اور سردی کا زمانہ گودرختوں کیلئے ناکوار ہے لیکن ایک اعتبار سے وہ مشفق بھی ہے کیونکہ اُنکو ہلاک عارضی میں مبتلا کر کے ہلاک ابدی سے بچاتا ہے اور گرمی گوبہار کا زمانہ ہے لیکن بہ صورت دوام چھونک دینے والی ہے پس نہ گرمی سردی مفید ہے اور نہ سردی سردی مضر بلکہ دونوں میں منفعتیں ہیں پس قبض کو بھی تم سردی ہی کی مثل سمجھو اور جبکہ تم کو قبض پیش آئے تو تمہیں بسط مآلی کو دیکھ کر خوش رہو اور پیشانی پر بل نہ ڈالو۔ اب ہم اسکے مناسب ایک اور مضمون سناتے ہیں وہ یہ کہ خوشی لڑکوں کا کام ہے۔ اور حزن و غم کا۔ نیز غم کا تعلق جگر سے ہے جو ایک عضو ریس ہے اور خوشی کا پھیپڑے سے جو اُسکا خادم ہے۔ پس اس سے بھی تم کو قبض و بسط کا تفاوت معلوم ہو سکتا ہے۔



اجباب یہ سنو کہ لڑکوں کو خوشی اور عقلا کو حزن کیوں ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ لڑکے کی نظر تو گندھے کی طرح صرف کہانے اور کہیلیں میں ہے اور عاقل کی نظر حساب آخرت میں ہے اسکو یہ ہنسکا لگا ہوتا ہے کہ ہمارا مقدمہ حق سبحانہ کی عدالت میں پیش ہو گا دیکھئے اُس کا کیا نتیجہ ہوا سوائے لڑکا خوش رہتا ہے اور عاقل محزون۔ کیونکہ لڑکے کو تو صرف اپنے سامنے مزیدار کہانے ہی دکھائی دیتے ہیں پھر اسکو رنجیدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے اور عاقل کو تو نفس و شیطان کے ہلاک کر نیک خطرہ ہوتا ہے پھر وہ کیونکر مطمئن ہو سکتا ہے۔ اب سمجھو کہ جو غذا میں نفس و شیطان دیتے ہیں وہ حقیقت میں تلخ ہیں گو تمکو فساد مزاج کے باعث تلخ نہیں معلوم ہوتیں۔ کیونکہ ان کا نتیجہ نہایت تلخ ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہکویہ غذا میں کہلا کر مارنا چاہتا ہے۔ اور اسپر وہ یون تیار ہے جیسے کہ قصائی نے گوشت تو لےنے کیلئے ترازو بھی تیار کر رکھی ہو۔ پس اس غذا کو چھوڑو۔ اور غذائے حکمت کھاؤ جو خدا تکو بلا محاضہ اور محض عنایت سے دیتا ہے۔ اور اُس میں اُس کی کوئی ذاتی غرض نہیں ہوتی بلکہ صرف تمہارا نفع مد نظر ہوتا ہے۔ اس مقام پر ایک غلطی کا ازالہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ جب حق سبحانہ نے کلوامن رزق فرمایا تو تم اُس سے یہ سمجھ بیٹھے کہ صرف یہ ہی روٹیاں مراد ہیں نہ کہ حکمت۔ حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ ان روٹیوں کے کہانیکی اجازت بھی محض غذائے حکمت ہی کیلئے ہے۔ کیونکہ وہ لقا کا سبب عادی ہیں۔ اور اصل مقصود غذائے حکمت ہے۔ پس اجازت کو صرف روٹیوں تک محدود کرنا سخت غلطی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ رزق حکمت روٹیوں سے بہتر ہے اور وجہ بہتری یہ کہ رزق حکمت تمہارے گلے کا پھندا بنکر تکو ہلاک نہیں کر سکتا۔ اور متعارف روٹیاں جس طرح من وجہ مفید ہیں (جبکہ اُنکو عبادت کا ذریعہ بنایا جاوے) یوں ہی ہنسک بھی ہیں (جبکہ اُنکو خواہشات نفسانیہ کا آلہ بنایا جاوے) پس جبکہ ایک ایسی شے کا حکم کیا گیا جو من وجہ مفید اور من وجہ مضر ہے گو بنائے حکمت جہت افادہ ہی ہے تو ایک ایسی شے جو سراسر مفید ہے اور جس میں مضرت ہے ہی نہیں کیونکہ مامور بہ نہ ہوگی۔ جب یہ ثابت ہوا کہ غذائے حکمت اصالتہ مامور بہ ہے اور غذائے نمان بوجہ اُس کا وسیلہ ہونیکے تو اسی سے معلوم ہوا کہ تکو بقدر ضرورت غذائے جسامتی پر اکتفا کرتا لازم ہے لان الضاروری یتقدس بقدر الضارورۃ۔ پس جبکہ تم غذائے ضروری

پر اتفاق کر کے زیادہ سے منہ بند کر لو گے اُسوقت ایک دوسرا منہ غذائے روحانی کیلئے کھلیگا جو کہ اسرار الہیہ کا لقمہ کہا نیوالہ ہے۔ اور اگر شیطان کے دودھ سے تم جسم کو علیحدہ کر دو گے تو اُس دودھ چڑانے کی صورت میں تمکو بہت سی مٹھائیاں کہانے کو ملین گی۔ اب مولانا اس مضمون کو ختم کر کے پھر مضمون سابق کو شروع کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ مجھ ناقص نے خوشی و غم کے مضمون کو ناقص بیان کیا ہے اور ایسا کر دیا ہے جیسا کچھ کچا اور کچھ بچا گوشت مگر حکیم ستانی غزنوی سے اسکو پورا سنو۔ وہ قطب العارفین اور حکیم غیب اپنے الہی نامہ میں اس کی یوں شرح فرماتے ہیں کہ تم غم کہاؤ اور غم افزاؤں کی روٹیاں نہ کہاؤ اسلئے کہ عاقل کی غذا تو غم ہے۔ اور نادانوں کی غذا لذت۔ یاد رکھو کہ باغ غم کا میوہ قدر خوشی ہے اور خوشی اکیس غم ہے اور غم اُسکا مرہم (اور راز اُس کا یہ ہے کہ یہ تو مسلم ہے کہ آدمی کیلئے نفع و نقصان دونوں ہیں چونکہ خوشی میں صرف منافع پر نظر ہوتی ہے اور مضر توں سے غفلت ہوتی ہے اسلئے اسکو ان کا تمییزہ بھگتنا پڑتا ہے اور غم میں مضر توں پر نظر ہوتی ہے۔ لہذا وہ ان سے بچنے کی امکانی کوشش کرتا ہے اور بچنے کے بعد وہ خوشی حاصل کرتا ہے واللہ اعلم)

پس جب تم غم کو دیکھو تو اسکو نہایت محبت سے آغوش میں لیلو۔ اور ٹیلوں پر سے دمشق کو دیکھو یعنی غم میں خوشی کو دیکھو۔ کیونکہ مال اس کا خوشی ہے۔ عقلاؤ کی نظر مال پر ہوتی ہے چنانچہ وہ انگور میں شراب دیکھتے ہیں۔ نیز عاشق شے معدوم میں اپنے مطلوب کو دیکھتا ہے۔ دیکھو پرسوں پلہ دار بوجھ کیلئے لڑ رہے تھے ایک کہتا تھا کہ اس کا بوجھ میں لیجاؤں گا دوسرا کہتا تھا کہ میں لیجاؤں گا اس کی وجہ کیا تھی وہ یہی کہ اُکو تکلیف میں منفعت دکھلائی دیتی تھی اور اسی مالی منفعت کیلئے ایک دوسرے سے بوجھ چھینتا تھا۔ اب تم خیال کرو کہ کہاں حق سبحانہ کی مزدوری اور کہاں اُس مفلس بوجھ والے کی مزدوری حق سبحانہ تمکو اس تکلیف کے معاوضہ میں خزانہ دینگا اور وہ مالک یار چند بیسے۔ اور خزانہ بھی ایسا نہیں جیسا کہ دنیا کا خزانہ ہوتا ہے بلکہ وہ خزانہ زر جو اُسوقت جبکہ تم مر جاؤ تمہارے ساتھ رہے اور وارثوں کی ملک ہو جاوے۔ اور تمہارے خزانہ کے آگے آگے چلے۔ اور قرور سیکسی کی حالت میں تمہارا مولیٰ اور تمہارا سود گار ہو پس جبکہ معمولی منفعت کیلئے تم خوشی اور رغبت کیساتھ نکالیف برداشت کرتے ہو تو ایسے غظیم الشان نفع کیلئے تو

بالاولیٰ تمکو تکالیف برطانت کرنی چاہئیں جبکہ یہ امر محقق ہو گیا تو تمکو چاہئے کہ موت کے دن کی حالت کیلئے ابھی مر جاؤ۔ تاکہ عشق ابدی تمکو حاصل ہو۔ یاد رکھو کہ تمہارا صبر مجاہدہ کی آرٹ میں مقصود کا چہرہ لگلوں اور اُس کی زلفیں دیکھ رہا ہے صاحب مجاہدہ کے سامنے غم ایک آئینہ کی مثل ہے کہ اُسی میں اُسکو خوشی نظر آتی ہے۔ جب غم کا زمانہ گزر جاتا ہے اسوقت انبساط اور شان و شوکت حاصل ہوتی ہے۔ اگر آیت بھی تشکین نہونی ہو تو اپنے ہاتھ کے قبض و بسط کو دیکھو اور دیکھو کہ قبض کے بعد بسط یقیناً ہوتا ہے اور اُسکے لئے ان دونوں وصفوں کی ضرورت ہے کیونکہ ہاتھ کیلئے ہمیشہ قبض ہو یا ہمیشہ بسط تو وہ بیمار ہوگا اور اُسکے کاموں میں خلل آجائیکا۔ اُسکی کمائی اور اُسکے کام ان ہی دونوں صفتوں سے باقاعدہ ہیں اور اُسکے لئے دونوں وصف یوں ہی ضروری ہیں جس طرح جانور کے بازو کیلئے ان کی ضرورت ہے۔ اچھا اس مضمون کو ختم کر کے اب اصل قصہ کو پورا کرنا چاہئے۔

## شرح شبیری

این جلالت در دالت صادق است جملہ دراکات پس و سابق است  
یعنی یہ جلیل ہونا دالت کرنے میں صادق ہے۔ تمام قویٰ مدر کہ پیچھے ہیں اور وہ سابق ہے  
یعنی اُس کا جلیل و عظیم ہونا یہی اُسکے وجود پر دلیل کافی ہے ورنہ جقدر قویٰ مدر کہ ہیں سارے  
اُسکے کنہ کے دریافت کرنے میں پس ہیں اور وہ سب سے سابق ہے۔

جملہ دراکات بر ضرہائے تنگ اوسوار باد پیران چون خدنگ  
یعنی تمام قویٰ مدر کہ خرمائے تنگ پر (سوار) ہیں اور وہ باد پیران پر جو مثل خدنگ کے ہے سوار ہر  
گر گر نیز دس نیاید گرد مشہ در گر نیز د او بگرد پیش رہ  
یعنی اگر یہاں گئے تو کوئی شخص گرد مشاہ کو پا نہیں سکتا۔ اور وہ بھاگے تو راستہ کا آگاہ روکے  
یعنی اور قویٰ مدر کہ اگر اُس کا ادراک کرنا چاہیں تو اُس تک کیا اُس کی گرد تک رسائی نہیں ہو سکتی۔  
اور اگر وہ ادراک کرنا چاہے تو کوئی نکل کر چاہئیں سکتا۔ قرآن شریف میں موجود ہے ولا یحیطون  
بشیء من علم الا بما شاء۔ توحید تمام قویٰ مدر کہ اُسکے آئے عاجز ہیں تو پھر اُس کی کنہ کو کیا بیان  
کر سکتے ہیں آگے قویٰ کے افعال کو کہ یہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتے ہیں اور کسی وقت بیکار

ہیں رہتے مگر بعض مرتبہ بعض اشیاء کے ادراک میں ٹھک جاتے ہیں تو میں جب اس دنیاوی مدرکات کے ادراک میں اُن کا یہ حال ہے تو پھر ادراک حق میں تو کیوں نہ تھکیں گے۔ فرماتے ہیں کہ  
 جملہ ادراکات را آرام نے وقت میدانست وقت جام نے  
 یعنی تمام قوی مدرک کو آرام نہیں ہے (بلکہ اُنکے لئے) وقت میدان ہے وقت جام نہیں ہے۔ یعنی  
 جس طرح کہ میدان میں ہر وقت کام میں رہتے ہیں اسی طرح یہ بھی کام میں لگے رہتے ہیں اور جام نوشی  
 بیکاری میں ہوتی ہے تو یہ بیکاری نہیں ہیں کہ جو جام نوشی کر میں بلکہ یہ حالت ہے کہ۔

آن یکے دہے چو بازے می پردہ وان یکے چون تیر مغفر می درد  
 یعنی وہ ایک دہم تو باز کی طرح اُڑتا ہے اور وہ ایک (نگاہ) تیر کی طرح مغفر کو پہاڑی ہے یعنی  
 جس طرح کہ تیر خود کو پہاڑ دیتا ہے اسی طرح نگاہ اجسام کو چیرتی ہوئی نکل جاتی ہے  
 وان دگر چون کشتے بادیان وان دگر اندر تراج ہر زمان  
 یعنی اور وہ دوسرا (شامہ و سامہ) مثل کشتی کے مع بادیان کے ہے اور وہ دوسرا (عقلیہ)  
 تراج میں ہے ہر وقت۔ یعنی ایک بات کو سوچا پھر اُسکو سوچتا ہے تو یہ ہر وقت تراج میں ہے  
 کہ اُلٹ پھیر کرتی رہتی ہے۔

چون شکارے می نماید شان زدور جملہ حملہ می فراہیند آن طیور  
 یعنی انکو جب دور سے کوئی شکار دکھائی دیتا ہے تو یہ سارے طیور حملہ کرتے ہیں یعنی جب کوئی  
 مدرک انکو معلوم ہوتا ہے تو یہ سارے اُس طرف کو اُسکے ادراک کیلئے چلتے ہیں  
 چونکہ ناپیدا شود حیران شوند ہمچو چندان سولے ہر ویران روند  
 یعنی جب وہ مدرک غائب ہو جاتا ہے تو سارے حیران رہ جاتے ہیں اور چند دن کی طرح دیراً  
 کی طرف جاتے ہیں یعنی بس پھر ان کی کچھ نہیں چلتی اور حیران رہ جاتے ہیں  
 منتظر چشمے ہم یک چشم باز تاکہ پیدا گرد آن صید نیاز  
 یعنی منتظر ہیں ایک آنکھ اُکھائی ہوئی اور ایک بند تاکہ وہ صید نیاز ظاہر ہو جاوے (چشمے ہم یک  
 چشم باز کنایہ ہے غایت انتظار سے) یعنی بے انتہا اُسکے ظہور کے منتظر رہتے ہیں۔  
 چنان باند دیہ کو صید از لال صید بود آن خود عجب خود خیال

یعنی جب وہ دیر تک (غائب) رہتا ہے تو مال کی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ صید تھا یا کوئی خیال تھا  
یعنی اُنکا کہہتے ہیں کہ میان یہ مدرک صرف وہم ہی تھا یا کوئی واقعہ میں شکی بھی اب مولانا فرماتے  
ہیں کہ

مصلحت آنست تا یک ساعتے قوتے گیرند و زور از راحتے  
یعنی مصلحت وہ ہے کہ ایک گہڑی کیلئے قوت اور زور راحت سے لیلین۔ یعنی وہ تھک جائیں  
اور آگے کام نہیں دیتے اس میں بھی مصلحت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس ادراک سے اُن میں جو  
ملاں پیدا ہو گیا ہے اوروہ تھک گئے ہیں اس راحت سے سب زائل ہو جاوے اور وہ پرتازہ  
دم ہو کر ادراک میں مشغول ہوں۔ لہذا اُنکو ایک حد پر بھونچا کر بیکار کر دیتے ہیں کہ جس سے  
وہ راحت حاصل کرتے ہیں۔ اس مضمون سے مولانا کورات کی مصلحت کی طرف انتقال ہوا کہ  
جیسے اُنکو راحت دیجانی ہے اسی طرح رات سے بھی سب اعضا کو راحت ملتی ہے لہذا  
آگے رات کے مصالح ہی کو بیان فرمانا شروع کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ۔

گزیندے شب ہم خلقان ز آرز  
خویش تن را سوختند ز آہتر از  
یعنی اگر رات ہوتی تو تمام مخلوق حرص کی وجہ سے اپنے کو جلنے سے جلا لیتے۔ یعنی اگر رات  
نہ آیا کرتی تو حرص مال کی وجہ سے جو پیش گنہہ کمانے ہی میں لگے رہتے تو آخر ہلاک ہو جاتے  
تورات کے ہونے میں یہ مصلحت ہے کہ دن بھر کے کام کے ختم ہونے آرام کرتے ہیں  
اور پھر کام کیلئے تازہ دم ہو جاتے ہیں۔

از ہوس و ز حرص سود اندوختن ہر کسے دادی بدن را سوختن  
یعنی نفع کی جمع کرنے کی ہوس اور حرص کی وجہ سے ہر شخص بدن کو جلا لیتا۔ یعنی اپنے کو  
ہلاک کر لیتا اور کسی وقت آرام نہ کرتا۔ مگر اب یہ ہوتا ہے کہ۔

شب پدید آید چو گنج رحمتے تار ہند از حرص خود یک ساعتے  
یعنی رات ایک گنج رحمت کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے تاکہ یہ اپنی حرص سے ایک گہڑی کیلئے چھوٹ  
جاوین۔ اب رات کے مصالح کو بیان کرنے سے مولانا کا ذہن قبض باطن کی طرف منتقل ہوا  
کہ جس طرح کہ را۔ میں ایک قسم کی بے نوری اور ظلمت ہوتی ہے اسی طرح قبض میں بھی حوال

وغیرہ نہیں ہوتے۔ اور واردات بند ہو جاتے ہیں جو مشابہ ظلمت کے ہے لیکن جس طرح کہ رات کے بعد دن ہوتا ہے اور رات دن کے کام کو نیکے لئے نہیں ہوتی ہے اور دن میں جو کسل ہو گیا تھا اُس کی منزل ہوتی ہے۔ اسی طرح بسط میں جو بعض مرتبہ کسل ہو جاتا ہے اور انسان حقائق و معارف کے بیان سے ہٹک جاتا ہے تو قبض سے وہ کسل دور ہو جاتا ہے اور علوم و معارف و واردات نمود کرتے ہیں بلکہ اور زیاتی کی ساتھ نمود کرتے ہیں۔ لہذا آگے قبض کے فوائد بیان فرماتے ہیں کہ

چونکہ قبضے آید تا دی راہرو آن صلاح تست آیس دل مشو  
یعنی اے سالک جبکہ تجھے قبض ہو تو وہ تیری صلاح ہے تو نا امید مت ہو یعنی اُس میں تیرے لئے بہت سے منافع ہیں۔ تو اس قبض سے محرومی مت سمجھ اور نا امید مت ہو بلکہ کام میں لگا رہو زانکہ در خرچے دران بسط و کشا<sup>۱</sup> خراج را دخلے بیا بد را عند او  
یعنی اس لئے کہ تو بسط و کشادگی میں تو خرچ میں ہے اور خرچ کیلئے ایک معتبر آمدنی کی ضرورت ہو مطلب یہ کہ سالک کو جب بسط ہوتا ہے تو قاعدہ ہے کہ علوم و معارف کو زیادہ بیان کرتا ہے تو فرماتے ہیں بسط میں تو معارف و حقائق کا خرچ ہی خرچ ہے آمدنی نہیں ہے تو اگر آمدنی نہ ہو تو سب فنا ہو جاوے۔ لہذا بعد بسط کے قبض ہوتا ہے تاکہ اُس خرچ کی جگہ اب آمدنی ہو۔ اور پھر آمدنی اور خرچ سب برابر ہو جاوے اور یکسان حالت رہنے میں نقصان ہے آگے یکسان حالت سے نقصان ہونیکلی نظیر فرماتے ہیں کہ۔

گر ہمارہ فصل تابستان دیدے سوزش خورشید در بستان زدے  
یعنی اگر تمام فصل گرمی کی ہوتی تو خورشید کی سوزش باغ میں اثر کرتی۔  
منبتش را سوختے از بیخ و بطن کہ دگر تازہ نہ گشتے آن کہن  
یعنی اُس (باغ) کی نسبت کو بیخ و بطن سے جلادیتی کہ وہ پُرانا پھر تازہ نہ ہوتا۔

گر ترش و نیست آن دے مشفق است صیف خدا نیست و اما محرق است  
یعنی خزان اگرچہ ترش و ہے لیکن مشفق ہے اور گرمی خدا ان ہے مگر جلانے والی ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو اگر تمام فصلوں میں گرمی رہا کرتی جو کہ موسم بہار ہے تو نتیجہ ہوتا کہ تمام درخت اور

اور تمام پودے جل رہے خاک ہو جاتے لیکن اب سردی آ جاتی ہے اور وہ سسری اور وہ موسم بہار نہیں رہتا جو کہ ظاہر ناگو اور معلوم ہوتا ہے مگر یہ تو دیکھو کہ یہ خزان اور یہ سردی ان تمام چیزوں کو سسری کے قابل بنارہی ہے کہ ان اشیاء میں جو حرارت آفتاب سے ملتی تھی سردی نے اُن کو مقلد کر دیا تو اس طرح لبط کے بعد جو قبض ہوتا ہے وہ بھی تلو علوم و معارف کے قابل بنارہا ہے اور تمہارے اندر ایک طال اور سل ہو گیا ہے اس کو دور کر کے تازہ بنانا ہے کہ پھر جو لبط ہو تو پہلے سے زیادہ علوم و معارف حاصل ہوں گے خود فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ قبض آمد تو دور و لبط میں تازہ باش و چین میفکن بر چین

یعنی جبکہ قبض آیا تم اُس میں لبط دیکھو اور تازہ رہو چین پر شکست ڈالو۔ یعنی قبض ہو پریشان مت ہو بلکہ اُس کے اندر بھی تم لبط کو دیکھو اور یہی سمجھو کہ انشاء اللہ یہ قبض خود آئے ہے لبط کا تو اس سے تغافل مت ہوا سئلے کہ۔

کو دکان خندان و دانایان ترش غم جگر را باشد و شادی ترشش

یعنی بچے جو خوش ہوتے ہیں اور دانالوگ ترش ہوتے ہیں اور غم جگر میں ہوتا ہے اور خوشی بہیڑے میں مطلب یہ کہ دیکھو بچے تو ہمیشہ خوش رہتے ہیں اُن کو کوئی غم ہی نہیں ہے اسلئے کہ نادان ہیں اور جو دانائین وہ ہمیشہ متفکر اور غلین رہتے ہیں اور دیکھو جگر جو ایک عضو رئیس ہے اُس سے تو تعلق غم کو ہے اور بہیڑہ جو ایک عضو مروس ہے اُس کا تعلق خوشی سے ہے تو اس طرح تلو اگر قبض کا غم ہو تو یہ خوش ہو نیکی بات ہے کہ معلوم ہو کہ تم دانا اور رئیس ہو۔

چشم کو دک بھی خرد را آخر است چشم عاقل در حساب آخر است

یعنی ابرو کی نگاہ تو گد ہے کی طرح آخر میں ہے اور عاقل کی نگاہ حساب آخر میں ہے یعنی بچہ کا تو صرف یہ کام ہے کہ کہا لیا اور کہل لیا اُسے کچھ بھی غم نہیں اور جو عاقل و دانائین وہ سیکڑوں تفکرات میں رہتے ہیں تو ہمارا رنج اور قبض کی حالت میں رہنا بتا رہا ہے کہ تم عاقل ہو پھر پریشان ہو نیکی کو نسی بات ہے۔

اور در آخر چرب می بیند علف دین از قصاب خرس بیند تلف

یعنی وہ (بچہ) تو آخر میں غذا کو چرب دیکھ رہا ہے اور یہ آخر کار قصاب اُس کا تلف ہونا

دیکھ رہا ہے۔ یعنی نادان تو عمدہ غذا میں دیکھ کر خوب کہا کرتا ہے اور عاقل سمجھتا ہے کہ انکو کہا کر قصائی کے ہاتھوں ذبح ہونا ہے تو وہ انکو جین کہا کرتا۔ اس طبع بسط میں نادان تو خوش رہتا ہے اور جو نادان ہیں وہ جانتے ہیں کہ صرف بسط کا انجام بہتر نہیں ہے لہذا وہ قبض سے بھی خوش ہو تو ہیں ان علف تلخ است کین قصابیاد بہر حکم مائرازوئے نہاد

یعنی وہ غذا تلخ ہے جو کہ اس قصاب نے دی اُس نے ہمارے گوشت کیلئے ترازو دیکھی ہے یعنی چونکہ اس غذا سے اُسکو ہمارا گوشت کہنا مقصود ہے کہ وہ موٹا کر کے کاٹے لہذا اُسکی یہ غذا عاقل کیلئے تو تلخ اور ناگوار ہوگی اور جو نادان ہے وہ خوب مزہ اڑاویگا تو اس طبع بسط کو جو ضرر میں عاقل تو انکو سمجھ کر قبض سے خوش ہوگا اور جو نادان ہے وہ اس بسط ہی میں رہ کر اپنے اوقات ضائع کرے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

روزِ حکمت خور علف کانرا خدا بے عوض دادست وار محض عطا

یعنی جا حکمت کی غذا کہا کہ اُسکو خوار نے بے عوض کے دیا ہے اور محض عطا سے (دیا ہے تو میں غذائے حکمت کو حاصل کرو کہ وہی اصل غذا ہے) آگے فرماتے ہیں کہ

چونکہ حق گفت کلو امن رزقہ فہم نان کردی نہ حکمت لے رہی

یعنی جبکہ حق فرماتے ہیں کلو امن رزقہ تو ضروری ہے مگر حکمت اور آداب بھی ملنا چاہیے جو کلو امن رزقہ فرمایا تو تم سمجھ کر روٹی کے کہنا یا حکم ہو مولانا فرماتے ہیں کہ روٹی ہی کے کہانے کا صرف کم نہیں ہو بلکہ اس سے اکل حکمت بھی مراد ہے اور اسی بنا پر بیضاوی نے ومما سرتناھم ینفقون کی تفسیر میں کہا ہے کہ من انوار المعرفة لعیضون تو دیکھو اکیسیر کی بنا پر رزق میں انوار معرفت بھی داخل ہیں تو اُنکے حصول اور اکل کا بھی حکم ہے

رزق حق حکمت بود در مرتبت تا کلو گیرت نباشد عاقبت

یعنی مرتبہ میں رزق حق حکمت ہے کہ وہ انجام میں تمہاری گلو گیر نہ ہوگی مطلب یہ کہ رزق و میناوی تو بعض مرتبہ گلو گیر ہو جاتا ہے مگر حکمت وہ رزق حق ہے کہ یہ کبھی تمہاری گلو گیر نہ ہوگی۔

این دہان بستی دہانے باز شد کہ خوردہ لقمہائے راز شد

یعنی تم نے اس سُنہ کو بند کر لیا تو ایک (اور) منہ کھل گیا کہ وہ لقمہائے راز کا کہنا بنیاد لاہو گیا مطلب یہ کہ اگر تم نے اس سُنہ کو راز نہ کیا تو ایک اور سُنہ جو کہ غذا و روحانی اور حکمت کا کہا نہوا لہذا وہ کمال اور بیحد حاصل ہوگا



گزر شیریں دیوتن را دوبری در نظام او بسے نعمت خوری  
یعنی اگر دودھ سے اس دیوتن کو تم قطع کر دو تو اس دودھ چھڑائیے تم بہت نعمتیں کھاؤ گے شیریں  
مراد لذات دنیاوی یعنی اگر تم لذت دنیاوی کو ترک کر دو تو اس ترک سے تم کو آخرت کی نعمتیں میسر  
ہونگی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

شترک جو شے کردہ ام من نیم خام از حکیم غزنوی بشنو تمام  
یعنی مجھ نیم خام نے تو ادھ کچر بیان کیا ہے حکیم غزنوی سے تم پوری طرح شنو (شترک لوگوں کا  
قاعدہ ہے کہ وہ گوشت کو پوری طرح نہیں پکاتے بلکہ نیم پخت کر کے کھاتے ہیں لہذا ادھ کچری  
بات کو شترک جو ش کہنے لگتے ہیں) مطلب یہ ہو کہ میں نے تو اس مضمون بالا کو ادھ و بیان کیا ہے  
پوری طرح بیان نہ کر سکا تم حکیم غزنوی (یعنی حکیم سنائی) سے سنو وہ پوری طرح سے بیان کرتے ہیں۔

در الہی نامہ گوید شرح این آل حکیم غیب فخر العارفین  
یعنی الہی نامہ میں اسکی شرح وہ حکیم غیب فخر العارفین فرماتے ہیں (الہی نامہ حکیم سنائی کی ایک کتاب  
کا نام ہوا اسمیں انہوں نے اس مضمون کو پوری طرح بیان کیا ہو جس کو مولانا نقل فرماتے ہیں کہ  
غم خورد و نان غم افزایاں مخور زانکہ عاقل غم خورد و دودک شکر  
یعنی غم کھاؤ اور غم افزائیوں کی روٹی مت کھاؤ۔ اسنے کہ عاقل غم کھاتا ہے اور بچہ شکر۔ یعنی غم دین  
کھاؤ اور دنیا کی فرحت کو حقیر و ذلیل سمجھو اسنے کہ جو دانا ہیں وہ تو ہمیشہ تغلرات و غموں ہی میں رہتے  
ہیں اور جو نادان ہیں وہ بیشک اسمیں پتھر ہیں کہ ہر وقت خوشی ہی رہے مگر یاد رکھو کہ۔

قند شادی میوہ باغ غم ست این فرح ز خم ست آل غم مرہم ست  
یعنی قند شادی باغ غم کا میوہ ہے اور یہ فرح ز خم ہوا اور وہ غم مرہم ہے یعنی اول غم ہوتا ہے تب  
سرور و فرحت دائمی میسر ہوتی ہے یاد رکھو کہ باغ غم کا میوہ خوشی ہی ہے اور یہاں غم سے مراد  
قبض اور خوشی سے مراد بسط ہے تو مطلب یہ ہو کہ بعد قبض کے بسط ہوتا ہے اور اس بسط میں جو بعد  
قبض کے ہو زیادہ سرور اور فرحت ہوتی ہے لہذا فرماتے ہیں کہ

غم جوینی در کثرت اشک و عشق از سر ربوہ نظر کن در دمشق  
یعنی جب غم کو دیکھو تو اسکو محبت سے کنار میں لیلو اور ٹیبلہ سے دمشق میں نظر کرو (جو کہ دمشق اونچائی

پر ہے اسلئے کہا کہ از سر بروہ نظر کن) مطلب یہ ہے کہ جب قبض وارد ہو تو اس سے منتظریت ہو بلکہ اسکو شوق محبت سے قبول کرو۔ اور پھر اس مجاہدہ سے جو محکو اسکے قبول کرنے میں ہوگا علوم و معارف حاصل کرو۔ جیسا کہ دمشق میں علوم و فنون بہت زیادہ ہیں مگر چونکہ بلد دی پر ہے تھوڑی تکلیف کر کے اوپر چڑھنے کی ضرورت ہے پھر جب چڑھ جاؤ گے تو انشاء اللہ علوم و معارف کے دروازے کھل جاویں گے۔

عاقل از انگوڑی بیند رہے عاشق از معدوم شے بیند ہے

یعنی عاقل انگوڑی میں شراب کو دیکھتا ہے اور عاشق معدوم میں سے شے کو دیکھتا ہے مطلب یہ کہ جو عاقل ہیں وہ تو انجام کو سوچ لیتے ہیں تو جس امر کا انجام اچھا ہوتا ہے اگرچہ آئیں بال فعل کلفت ہو اسکو اختیار کرتے ہیں اور جو عاشق ہیں وہ معدوم میں سے شے کو دیکھ رہے ہیں کہ ابھی تک محبوب کی طرف سے بظاہر کچھ ملنا نہیں ہے مگر وہ اس نہ ملنے کو بھی ملنا کہہ رہے ہیں تو بس جب قبض ہو تو عقل و عشق دونوں کا مقتضا اسکو قبول کرنا اور اس سے متوحش نہ ہونا ہے کیونکہ اسکا انجام بخیر ہے اور اگرچہ بظاہر سلب علوم ہے مگر اس عدم میں اشیاء کا مشاہدہ کرنا چاہئے اسلئے کہ اسکا انجام بہتر ہوگا۔ انشاء اللہ آگے اس پر مثال کے طور ایک چھوٹی سی حکایت لاتے ہیں کہ۔

جنگ میگردند حمالاں پرہر تو کمش تا من کشم حملش پوشیر

یعنی پرسوں حمال لڑ رہے تھے کہ تو مت کیجیج تاکہ میں اسکا بوجھ مثل شیر کے کھینچوں۔ یعنی حمال کسی اسباب پر لڑ رہے تھے کہ تو مت اٹھا اسکو تو میں اٹھاؤنگا۔ تو دیکھو باد بودیکہ اس بوجھ کا اٹھانا ایک مشقت تھی مگر ہر ایک اس مشقت کے برداشت کر نیکیو جو دھتا اسلئے کہ

زانکہ زان بخش ہے دیدند سود حمل راہریک ز دیگر می ربود

یعنی اسلئے کہ اس تکلیف سے وہ نفع دیکھ رہے تھے تو ہر ایک بوجھ کو دوسرے سے اچکاتا تھا یعنی چونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ اسوقت مشقت ہے مگر انجام میں پیسے ملیں گے لہذا ہر شخص متنی تھا کہ اس بوجھ کو میں اٹھاؤں اور اس مشقت کو میں برداشت کروں اب فرماتے ہیں کہ۔

مزدوق کو مزداں بے مایہ کو ایں دہد گنجیت مزد و آں تسو

یعنی مزدوری حق کہاں اور اس بے مایہ کی مزدوری کہاں یہ (حق تعالیٰ) تجھے مزدوری ایک خطرنا

دیں گے اور وہ ایک تسو مطلب یہ کہ جبکہ حتمال ایک انسان بے مایہ کی مزدوری پر اس قدر بوجھ کے تحمل ہو نیکو گوارا کرتے ہیں حالانکہ پیسہ دو پیسہ ہی ملیں گے تو بھلا جہاں کہ موقوف تعالیٰ کی امید ہو جو کہ ذرا سے کام پر ایک عظیم الشان خزانہ عطا فرما دیں گے وہاں تو کیوں طلب نہ کرنا چاہئے تو جب قبض میں علوم و معارف حاصل ہوتے ہیں تو اس تھوڑی سی مشقت کو گوارا کر لینا کیا مشکل ہے۔

گنج زرے کہ خوشی زیر ریگ با تو باشد آں نماں مردہ ریگ  
یعنی ایسا گنج زر کہ جب تو زیر خاک سوویگا تو وہ تیری ساتھ ہوگا۔ وہ میراث میں نہ رہے گا۔ یعنی جو خزانہ کہ مزدوری میں خدا تعالیٰ کی طرف سے طے گا وہ وہ خزانہ ہوگا کہ قبر میں بھی تمہاری ساتھ ہوگا اور دوسری چیزوں کی طرح دنیا میں الٰہی میراثی ہو کر نہ رہیگا۔

پیش پیش آں جنازت می رود مونس گور غیبی سے شود  
یعنی تمہارے جنازہ کے آگے آگے چلے گا اور مونس گور اور مسافت کا ہوگا یعنی جنازہ کی ساتھ ساتھ بھی وہی چلے گا قبر میں اور اس جہاں سے سفر کرتے بھی وہی ساتھ ہوگا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ انسان کے ساتھ نیکے اعمال ہی جاویں گے۔ اور اعمال ہی پر جزا ملتی ہے تو بس انسان کیساتھ اصل میں تو وہ انعامات حق ہی ہیں لہذا چاہئے کہ اس نعمت کو حاصل کرو اور اس قبض سے دل پریشان نہ ہو کہ اس سے انعامات حق تمہارے فائز ہونگے آگے فرماتے ہیں کہ۔

بہر روز مرگ ایسدم مردہ باش تا شوی با عشق سرمد خواجہ تاش  
یعنی روز مرگ کی واسطے اسدم مردہ ہو جانا کہ عشق دائمی کیساتھ تو خواجہ تاش ہو۔ یعنی موت سے پہلے فنا حاصل کرو تاکہ پھر وہ عشق دائمی اور حیات دائمی تمکو نصیب ہو۔

صبری بیند ز پرودہ اجتہاد و روتے چوں گلزار زلفیں مراد  
یعنی صبر پورہ مجاہد سے دیکھ رہا ہے۔ روض گلزار کے ہے اور زلفیں مراد ہیں مطلب یہ کہ صبر مجاہدہ و ریاضت سے حاصل ہوتا ہے اور پھر اسکے پھل بے حد شیریں اور لذیذ ہوتے ہیں لہذا اگر کوئی مشکل یا مجاہدہ ہو تو اس سے غمگین مت ہوا سنے کہ

غم چو آئینہ است پیش مجتہد کا ندران ضدی نماید روتے ضد  
یعنی غم مجاہدہ کی نیلے کے آگے مثل آئینہ کے ہے کہ اُس میں ایک ضد روتے ضد کو دکھا دیتی ہے یعنی

جس طرح کہ آئینہ میں جیسی شے ہوتی ہے ویسی نظر آجاتی ہے اور اخلاص و سب ممتاز ہو جاتے ہیں لہذا اسی طرح غم سے بھی پوری حالت و کیفیت معلوم ہو جاتی ہے۔

بعد ضد رنج آں ضد دگر رو دہد یعنی کشادہ و کروفہ

یعنی ضد رنج کے بعد وہ دوسری ضد منہ دکھاتی ہے یعنی کشادگی اور کروفہ یعنی اس رنج اور غم کے بعد کشادگی اور کروفہ سامنے ہوتا ہے۔ اور اس قبض کے بعد بسط نصیب ہوتا ہے آگے اس قبض و بسط کے مفید ہونے کی اور صرف قبض یا صرف بسط رہنے کی مضرت بیان فرماتے ہیں کہ

ایں دو وصف از پنجہ دوست ہیں بعد قبض مشقت بسط آید نقیص

یعنی ان دونوں وصف (قبض و بسط) کو اپنے پنجہ اور ہاتھ سے دیکھ لو کہ بعد مٹھی بند کرنے کے یقیناً بسط آتا ہے یعنی جب مٹھی بند کر لیتے ہو تو اُسکے بعد پھر مٹھی کھلتی ہے۔

پنجہ را گر قبض باشد دائمی یا ہمہ بسط او بود چوں مبتلا

یعنی مٹھی کو اگر قبض دائمی ہو جائے یا بالکل اُسکو بسط ہو جاوے تو وہ مثل مبتلا کے ہو جاوے یعنی اگر ہمیشہ مٹھی بند ہی رہے یا کھلی ہی رہے تو دیکھو علامت مرض ہے یا نہیں اُسکے لئے بسط و قبض دونوں ہوتے رہیں جب ہی صحت معلوم ہوتی ہے۔

ایں دو وصف کار و کسب تنظیم چوں پر مرغ ایں دو حال اور اہم

یعنی یہ اسکے دونوں وصف کام اور کسب تنظیم کیلئے مثل جانور کے پروں کے دونوں حال ضروری ہیں یعنی کار و بار کرنے کیلئے ان دونوں حالتوں کی ضرورت ہے کہ کبھی کھلیں اور کبھی بند ہوں جیسا کہ جانور کہ اگر اُسکے بازو کھلے رہیں تو وہ کسی جگہ بیٹھ کر آرام نہیں کر سکتا۔ ہر وقت اڑا کرے اور اگر بند رہیں تو اڑ نہیں سکتا ایک جگہ پڑا پڑا سڑ جاوے۔ تو دونوں حالتیں ضروری ہیں تو پس پرواز باطنی اور کار و بار باطن کیلئے بھی دونوں حالتوں کی ضرورت ہے کہ کبھی بسط ہے تو کبھی قبض ہے اور جب دونوں حالتیں ضروری ہیں تو جس طرح کہ بسط سے خوش ہوتے ہو قبض سے بھی خوش ہونا ضروری ہے۔ اور اُس سے دل تنگ ہونا سخت غلطی ہے لیکن طبعی تنگی تو یقیناً ہوگی کہ دل گھبراوگا مگر تنگی نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اُس سے پریشان ہو کر شکایت و حکایت نہ شروع کر دے یا اُسکی وجہ سے کام نہ چھوڑ بیٹھے کہ جب حالات و واردات ہی نہیں تو پھر کام ہی چھوڑ دے اگر طبعی تنگی بھی

نہ ہوتی تو بجلادہ قبض ہی کیا ہوا لہذا اگر طبعی تنگی ہو اسکا مضائقہ نہیں اس سے پریشان نہ ہو۔  
بلکہ کام میں لگا رہے کہ ہی مطلوب ہے۔ انشاء اللہ یہ سب حالات موصل الی المقصود ہونگے قبض ہو  
یا بسط سبب اسی طرف سے ہو یا در کھوکہ اسمیں لاکھوں مصلحتیں ہیں جن میں سے کچھ بیان کی گئی ہیں  
اور باقی بعض معلوم ہیں اور بعض معلوم بھی نہیں ہیں۔ پس تم اپنا شعار تقویٰ کر لو جس حال میں  
رکھیں رہو۔ خوب کہا ہے ۵

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب کہ حیف باشد از دو غیر او تمنائے  
بس اصل مقصود قرب ہے وہ جس حال میں بھی میسر ہو اور جس طرح بھی حاصل ہو اسی میں لگے  
رہو انشاء اللہ کامیاب ہو گے۔ آگے پھر قصہ مریم کی طرف نمود ہو۔

### شرح جیلی

چونکہ مریم مضطرب شد یک نماں	ہچنانکہ بر زمین آں ماہیاں
بانگ بروے زدنمودار کرم	کہ امین حضرتم از من مرم
از سر افران عزت سرکش	از چنین خوش مہربان دم درکش
ایں ہی گفت و ذبالہ نور پاک	از لبش می شد پیالے بر سماک
از وجودم می گریزی در عدم	در عدم من شاہم و صاحب علم
خود بنہ و بنگاہ من در نیستی است	یک سوارہ نقش من پیش سستی است
مریباست مگر کہ نقش مشکلم	ہم ہلام ہم خیال اندر دلم
چوں خیالے در دلت آمد نشست	ہر کجا کہ میگریزی باتو ہست
جنہ خیال عارضے باطلے	کہ بود چوں صبح کاذب آفے
من چو صبح صادقم از نور رب	کہ نگر و گرد و زم ہر سچ شب

ہیں گولا حول عمران زادہ ام من زلا حول این طرف افتادہ ام  
مرمر اصل و غدا حول بود نور لا حولے کہ پیش از قول بود

تو ہی گیری پناہ از من بحق من نگاریدہ پناہم در سبق  
آن پناہم من کہ مخلصہات بود تو اعوذ آری و من خود آں اعوذ

جب مریم علیہا السلام کچھ دیر تک یوں مضطرب رہیں جس طرح زمین پر پھیلیاں بے قرار رہتی ہیں تو اس نمونہ کرم حق سبحانہ نے آواز دی کہ آپ پریشان نہ ہوں اور مجھ سے بھاگیں نہیں میں امین خدا جبریل ہوں آپ مجھ سے بھاگ کر عالم غیب میں پناہ لیتی ہیں حالانکہ عالم غیب میں تو میری سلطنت ہے اور میں وہاں نہایت شان و شوکت رکھتا ہوں۔ آپ کے سامنے تو صرف میرا وجود ہی ہے باقی سارا ساز و سامان تو میرا عالم غیب ہی میں ہے۔ آپ خیال رکھیں کہ میں ایک نقش مشک ہوں اور میری مثال ایسی ہے جیسے چاند یا دل کا خیال یعنی جس طرح چاند آدمی کیساتھ ساتھ رہتا ہے اور اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ اور جس طرح خیال کا قاعدہ ہے کہ جب دل میں آتا ہے تو بس گھروں کی لیتا ہے۔ اور جہاں تم جاتے ہو تمہاری ساتھ جاتا ہے یوں ہی میں بھی تم سے لگ

نہیں ہو سکتا۔ یہ جو ہمنے کہا ہے کہ خیال جدا نہیں ہوتا اس سے وہ خیال مستثنیٰ ہو جو عارضی اور باطل ہو اور جو صبح کا ذب کی طرح فنا ہو جائے والا ہو۔ مگر میں صبح کا ذب کی طرح آفل نہیں ہوں بلکہ حق سبحانہ کے نور سے صبح صادق کی طرح ہوں کہ کوئی تاریکی میرے پاس نہیں پھٹک سکتی پس اے عمران زادی آپ مجھ پر لا حول نہ پڑھیں کیونکہ میں آپ کی لا حول ہی کی بدولت یہاں آیا ہوں

کیونکہ جب آپ نے خدا پر بھروسہ کیا تو مجھے حق سبحانہ نے آپ کے پاس بھیجا نیز لا حول اور اعتماد برحق تو میری اصل غذا ہے اور تکلم لا حول سے پہلے سے میں نور لا حول کھا رہا ہوں۔ آپ اعوذ بالقرآن منک فرماتی ہیں اور مجھ سے بھاگ کر پناہ حق میں جانا چاہتی ہیں لیکن میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ میں پیشتر ہی سے حق سبحانہ کی پناہ کی زندہ تصویر ہوں اور میں وہی پناہ ہوں جس کو آپ رہائی کا ذریعہ بنا چاہتی ہیں۔ آپ اعوذ بالرحمن منک کہتی ہیں حالانکہ میں خود اعوذ بپناہ

ہوں۔

# شرح شبیری

جبریل علیہ السلام کا مریم علیہا السلام سے کہنا کہ میں رسول حق

ہوں مجھ سے پریشان اور پوشیدہ مت ہو

چونکہ مریم مضطرب و شکیلاں پہنچنا کہ بر زمین آں ماہیاں

یعنی مریم علیہا السلام جبکہ کچھ دیر اس طرح مضطرب ہوئیں جیسا کہ خشکی پر مچھلیاں۔

بانگ بروے زرد نمودار کرم کہ امین حضرت م از من سرم

یعنی انکو نمودار کرم نے آواز دی کہ میں امین حضرت حق ہوں مجھ سے بھاگو مت یعنی ہوا کہ کریم تھے انہوں نے

کہا کہ میں امین اللہ یعنی جبریل ہوں مجھ سے بھاگو مت اور پریشان مت ہوا در کہا کہ

از سر افران عزت سرکش از چہیں خوش محرم دم درکش

یعنی حضرت حق کے سر بلندوں سے سرکشی مت کہ وادرا ایسے اچھے محرموں سے دم مت کھینچو۔

مطلب یہ ہے کہ میں تو اس عالم سے ہوں اور درگاہ الہی کا مقرب ہوں تو مجھ سے فساد و فتنہ کا خوف نہیں

نہیں ہے لہذا تم ڈرو مت اب یہاں شبہ ہوتا ہے کہ جب مریم علیہا السلام کو شبہ ہوا اور اس کے بعد

حضرت جبریل علیہ السلام نے خود ہی یہ کہا کہ میں فرشتہ ہوں تو انکو صرف سننے کہنے سے کیسے

یقین آیا انکو یہ شبہ کیوں نہ ہوا کہ ممکن ہے غلط کہتے ہوں اور کوئی مفسد ہو مولانا لکھے اُن کے اس قول کے

صدق پر ایک علامت بیان فرماتے ہیں کہ

ایں بھی گفت و ذبال نور پاک از لبش می شد سپا پے بر سماک

یعنی وہ (جبریل) یہ فرما رہے تھے اور نور پاک کی لوائے لب سے برابر سماک پر جا رہی تھی مطلب

یہ کہ وہ جو یہ گفتگو کر رہے تھے تو اُن کے ان الفاظ کیساتھ برابر ایک نور اُن کے منہ سے ظاہر ہوتا تھا جس سے

صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیشک ملکتے ہیں ماسوائے اور مفسد نہیں ہیں اور بات یہ ہے کہ مریم کو انکو دیکھ کر

درجہ علم ضروری میں تو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ کوئی مفسد وغیرہ نہیں ہیں باقی جب انہوں نے کہا اور بتایا کہ

میں فرشتہ ہوں اسوقت انکو پوری طرح معلوم ہو گیا اور یہ سمجھ گئیں کہ بیشک یہ فرشتہ ہیں اور کوئی مفسد

نہیں ہیں آگے پھر حضرت جبریل کا قول ہے فرماتے ہیں کہ

از وجودمے گریزی در عدم در عدم من شاہم و صاحب علم

یعنی میرے وجود سے تم عدم میں بھاگتی ہو اور عدم میں تو میں بادشاہ اور صاحب علم ہوں (عدم سے مراد عدم اضافی یعنی عالم غیب ہے) مطلب یہ کہ تم مجھے پناہ مانگتی ہو اور عالم غیب کی طرف متوجہ ہوتی ہو تو وہاں تو میری اور خوب سلطنت ہے وہاں تو تم مجھ سے بچ ہی نہیں سکتیں۔

خود بنہ و بنگاہ من در نیستی است یک سوارہ نقش من پیش سستی است۔

یعنی خود سامان اور خیمہ میرا نیستی میں ہے اور ایک تنہا نقش میرا لونی کی کے سامنے ہو۔ مطلب یہ کہ یہاں تو میں صرف ایک تنہا ہوں باقی عالم غیب میں تو میری سلطنت ہے فوج پلٹیں ہے لہذا تمہارا مجھ سے پناہ مانگ کر اُس طرف متوجہ ہونا فضول ہے کہ وہاں تو میں موجود ہوں۔

مرہا بسنگر کہ نقش مشکلم ہم ہلام ہم خیال اندر دم

یعنی اے مریم دیکھ کہ میں نقش مشکل ہوں میں ہلال ہوں اور دلیں خیال بھی ہوں مطلب یہ کہ میں ایک عجیب نقش ہوں۔ کہ دو جگہ اور دو طرح میرا وجود ہو سکتا ہے کہ میں ظاہر میں بھی موجود ہوں کہ مجھ تمہارے سامنے کھڑا ہوا ہوں اور تمہارے دل میں بھی موجود ہوں کیونکہ ناسوتے نہیں ہوں بلکہ ملکوتی ہوں کہ جسکا ادراک خیال سے ہوتا ہو۔

چوں خیالے در دولت آمد نشست مہر کجا کہ میگریزی باتو ہست

یعنی جیسے کہ کوئی خیال تمہارے دل میں آیا اور بیٹھ گیا تو تم جہاں کہیں جاؤ گی وہ تمہارے ساتھ ہو گا اسی طرح میں بھی چونکہ خیال میں ہوں لہذا جہاں تم ہو گی وہیں میں بھی ہوں گا اگر عالم غیب میں جاؤ گی تو وہاں موجود ہوں گا اور اگر دنیا میں رہو گی تو یہاں ساتھ ہوں۔

جز خیالے عارضی باطلے کو بود چوں صبح کاذب آفٹے

یعنی سوائے اُس خیال کے کہ جو عارضی اور باطل ہو کہ وہ مثل صبح کاذب کے آفل ہوتا ہے (مگر)

من چو صبح صادق از نور رب کہ نگر دو گرد روزم ہر سچ شب

یعنی میں نور رب سے مثل صبح صادق کے ہوں کہ میرے دن کے گرد کوئی شب نہیں پھرتی۔ یعنی میں ان لوگوں کی طرح نہیں ہوں جو کاذب موعیے ہیں اور جن کا خیال کاذب ہے بلکہ میں مثل صبح صادق کے ہوں کہ میری پاس کسی کی نقصان پہنچنے کا



ہین مگو لاول عمران زادہ ام کہ ز لاول نیرف اقادہ ام  
یعنی لے عمران زادی مجھ سے لاول مت کہو کہ لاول سے میں اس طرف پڑا ہوا ہوں۔  
مر مر اصل غذا لاول بود نور لاولے کہ پیش از قول بود  
یعنی میری اصل اور غذا لاول ہی تھی۔ نور اُس لاول کا جو پہلے قول کے تھی مطلب یہ ہے کہ تم جو  
لاول پڑتی ہو اور تو خود کرتی ہو تو یہ چیزیں تو میری غذا اور اصل ہے اسلئے کہ فرشتوں کی غذا تو  
نسیج و قید ہی ہے تو پھر جب ہماری غذا ہے تو ہکوا اُس سے کیا خوف ہو گا۔ تم شوق سے تو خود وغیرہ  
کرو۔ ہکوا اس سے کوئی گزند وغیرہ نہیں ہے

تو بھی گیری پناہ از من محق من نگاریدہ پناہ ہم از سبق  
یعنی تم مجھے حق تو تالی سے پناہ مانگتی ہو اور میں سابق سے نگاریدہ پناہ کا ہوں۔ یعنی جس سے کہ تم پناہ  
مانگ رہی ہو میں تو خود وہ پناہ ہوں اور جس سے کہ پناہ مانگ رہی ہو اُسی کا بنایا ہوا ہوں پھر مجھے  
کہاں پناہ مانگتی ہو۔

آن پناہ ہم من کہ مخلصات بود تو اعوذ آری و من خود آن اعوذ  
یعنی میں وہ پناہ ہوں جو تیری مخلص تھی تو اعوذ لاتی ہے اور میں خود وہ اعوذ ہوں۔ مطلب یہ کہ تم جو مجھ  
سے پناہ مانگتی ہو اور اعوذ پڑھ رہی ہو تو میں خود وہ اعوذ ہوں جو کہ مکوشر شیطاں اللہ والجن سے  
بچاتا تھا اسلئے کہ حق تعالیٰ جو کام لیتے ہیں وہ فرشتوں ہی کے ذریعے سے لیتے ہیں تو وہ بولے کہ تم جن چیزوں  
سے پناہ مانگا کرتی ہو اُن سے نجات دینے والا تو میں ہی ہوں پھر مجھے کیا پناہ مانگتی ہو۔ غرض کہ جبریل علیہ  
نے فرمایا کہ تمہارا پناہ مانگنا بیسو د ہے اسلئے کہ میں کوئی مفسد وغیرہ تو ہوں نہیں جس سے کہ تم خوف  
ہے میں تو ایک ملک ہوں۔ اب آگے مولانا ایک عام مضمون فرماتے ہیں کہ۔

## شرح حبیبی

آفتہ نبود بتر از نا شناخت	تو بر یار و ندانے عشق بہت
یار را غیار پنداری ہے	شاوی را نام بہنہ سادہ غمی

تو گر یزانی از دای بی وفا  
چونکہ مادر دیم نخلش دارا است  
چونکہ بے عقلم آن زنجیر است  
چونکہ فرعونیم بر ما خون شود  
یوسفم گرگ از تو ام لے پرستین  
چونکہ با او ضد شوی گرد و چو مار  
بر قرار اول ست انسان کہ بد  
کہ بخارامی رود آن سوختہ

این چنین لطفے کہ دارد یار ما  
این چنین نخلے کہ دست یار ما است  
این چنین مشکین کہ زلف میر ما است  
این چنین لطفے کہ نیلے می رود  
خون ہی گوید من آبم ہین مریر  
تو نمی بینی کہ یار برود بار  
لحم او و لحم او دیگر نہ شد  
شمع مریم را بہل فروختہ

ابک مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عرم علیہا السلام کو جتدر پریشانی لاحق ہوئی وہ جبریل  
علیہ السلام کو نہ پہچانتے سے پس سمجھ لو کہ کوئی آفت اپنے دوست کو نہ پہچانتے سے بڑا ہر نہیں ہے  
غضب کی بات ہے کہ تم اپنے محبوب کے پاس ہو اور اُس سے عاشقانہ برتاؤ نہیں کر سکتے بلکہ یار کو غیر  
سمجھتے ہو اور تنے اُس شے کا نام جو حقیقت میں خوشی ہے غم رکھ چھوڑا ہے محبوب حقیقی اس قدر توقعات  
کرتے ہیں جو بھی تم اُس سے یو فایا نہ پہلگتے ہو خلاصہ یہ کہ مولانا لاں لوگوں کی شکایت اور اُن کی حالت  
سے تعجب کرتے ہیں جن کا تعلق حق سبحانہ کیساتھ اچھا نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ فریر اور مہربان  
اور محبوب حقیقی ہیں مگر تم اُس سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ اُس کے ساتھ غیروں کا سامنا کرتے ہو اُس کے  
ایک شبہ کا جواب دیتے ہیں فقرہ رشہ یہ ہے کہ تم تو حق سبحانہ کو مہربان کہتے ہو مگر ہم تو دیکھتے ہیں کہ  
وہ تکلیفیں دیتا ہے اور حاصل جواب یہ کہ وہ تو مہربان ہی ہے مگر ہماری نالافتی سے ہلکو نقصان پھونچ رہا ہے  
چنانچہ حق سبحانہ خود فرماتے ہیں ما اصابکم من مصیبة فمنا کسبت ایدیکم ولنعفون کثیر جب یہ امر معلوم  
ہو گیا تو اب حل شمار سنو فرماتے ہیں کہ باوجودیکہ ہمارے محبوب کا قداسیا اعلیٰ اور رب کا درخت خراہی  
عشاق کو بہت کچھ نفع پہونچاؤا ہے لیکن چونکہ ہم لوگ چورون کی طرح مجرم ہیں اسلئے وہ بھائے اس کے

کہ ہمارے لئے نافع ہو تا سولی کی طرح ہماری ہلاکی کا ذریعہ بن گیا ہے۔ اور باوجودیکہ ہمارے محبوب کی زلف اس قدر مشکین اور شام عشاق کو معطر کرنے والی ہے مگر ہماری بے عقلی کے سبب ہمارے لئے زخمیر ہو گئی ہے اور باوجودیکہ اُس کا دیار یا ئے لطف نیل کی طرح بہرہا ہے مگر چونکہ ہم فرعون ہیں اس لئے وہ ہمارا لئے دیا ئے خون ہو گیا ہے وہ خون کہتا ہے کہ میں حقیقت میں خون نہیں بلکہ پانی ہوں تیرے لئے خون ہو گیا ہوں۔ پس تو مجھے مت گرا اور مجھے نفرت مت کر دیکھ اپنی حالت کو بدل دے اور میں واقع میں یوسف کی طرح مرغوب ہوں۔ تیری نالافتی سے تیرے لئے ہیٹھ کی طرح قابل نفرت ہو گیا ہوں پس تو مجھے مت بہاگ بلکہ اپنی اصلاح کر۔ اب اگر کوئی شبہ کرے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک شے واقع میں پانی یا یوسف ہو اور دوسرے کیلئے وہ خون یا ہیٹھ یا ہو جاوے۔ تو یہ شبہ یوں دور ہو سکتا ہے کہ دیکھو ایک دوست ہوتا ہے لیکن جبکہ تم اُس سے مخالفت کر لیتے ہو تو وہ تمہاری نظر میں سانپ ہو جاتا ہے۔ اب دیکھو کہ باوجودیکہ نہ اُس کا گوشت بدلا ہے نہ چربی اور وہی آدمی ہے جو پہلے تھا مگر تمہاری نسبت سے بدل گیا ہے۔ پس طرح خون اور ہیٹھ کے کو سمجھ لو۔ اچھا اب مریم علیہا السلام کی شمع کو تو روشن چھوڑ دو اور یہ بیان کرو کہ وہ جلائےا عاشق بخار دار و اندہ ہوتا ہے۔

## شرح شبیری

آفتہ نبود بتر از ناشناخت تو بر یار و ندانے عشق باخت

یعنی ناشناسی سے زیادہ کوئی آفت نہیں ہوتی۔ کہ تم یار کے نزدیک ہو اور عشق یازی کرنا نہیں جانتے یعنی تم دوست کے پاس ہو اور وہ تمہارے پاس موجود ہے مگر چونکہ پہچانتے نہیں ہو لہذا اُس سے بالکل الگ ہو۔ تم لوں سے محبت کرنا جانتے ہو نہ کچھ جانتے ہو تو پھر پہلانا ناشناسی سے زیادہ بہتر اور کیا شے ہوگی اور طرح مرنے پناہ وغیرہ مانگی یہ بھی سب ناشناسی کی وجہ سے تھا اور ناشناسی کے وقت یہ حالت ہوتی تھی

یار را اغیار پنداری ہے شادے را نام نہیادی غمی

یعنی یار کو اغیار سمجھتا ہے اور خوشی کا نام غم رکھتا ہے (اس لئے کہ ٹکویہ خبر ہی نہیں ہوتی کہ یہ خوشی ہے لہذا اُس کو غم سمجھتے ہو اور یار کو بوجہ ناشناسی کے غم سمجھ کر اُس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے)

این چنین لطفے کہ دار و یار ما تو گریزانی از ولے بی وفا

یعنی ایسا لطف کہ جو ہمارا یار کہتا ہے تو اُس سے پہاگتا ہے لے بیوفا۔ یعنی ہمارا یار تو ایسے ایسے الطاف کرتا ہے اور تو بوجہ شناسی کے اُس سے پہاگ رہا ہے اور اُن الطاف کی قدر نہیں کرتا۔

این چنین نخلے کہ لطف یار ماست چونکہ ما در ذم غلش دار ماست

یعنی ایسا نخل کہ ہمارے یار کا لطف ہے جبکہ ہم جوین تو اُس کا نخل ہماری دار ہے مطلب یہ کہ لطف دوست جو مثل نخل کے ہے کہ اُس سے سب پہل کہاتے ہیں مگر چونکہ ہم جوین تو سب کو اُس میں پہانسی نہ جاتی ہے تو اس طرح وہ لطف ہمارے لئے عذاب جان ہو جاتا ہے

این چنین مشکین کہ زلف میر ماست چونکہ بے عقلم آں زنجیر ماست

یعنی ایسی مشکین کہ ہمارے میر کی زلف ہے جبکہ ہم بی عقل ہیں تو وہ ہماری زنجیر ہے یعنی ایک یار کی زلف مشکین ہو مگر جبکہ انسان اُس کی قدر نہ جانے تو وہی اُس کے لئے زنجیر ہو جاتی ہے۔ یہ ساری باتیں اپنی ناشناسی اور ناقابلیت کی بدولت ہیں۔

این چنین لطفے چونیلے می رود چونکہ فرعونیم بر ما خون شود

یعنی ایسا لطف جو کہ مثل دریائے نیل کے چلتا ہے جبکہ ہم فرعون ہیں تو وہ ہم پر خون ہو جاتا ہے یعنی بوجہ ہماری بقدری اور ناشناسی کے وہی شے جو کہ بہت لطیف اور عمدہ تھی وہی ہمارے لئے خراب ہو جاتی ہے جیسا کہ فرعون یوں پر آب دریا نے نیل خون ہو جاتا تھا۔ تو یہ کہو وہ شے جو کہ ایسی لطیف اور پاک و صاف تھی وہی اُن پر آفت جان ہو گئی تو یہ خرابی اُس کی طرف سے نہیں ہے بلکہ یہ کمی اور خرابی خود ہماری طرف سے ہے۔

خون بھی گوید من آبم بین مرید یوسفم گرگ از تو ام ای پرستیز

یعنی خون کہتا ہے کہ ارے میں تو پانی ہوں گر امت + میں یوسف ہوں گرگ تو تیری وجہ سے ہو گیا ہوں لے پرستیز یعنی وہ چیز کہتی ہے کہ میرے اندر جو خرابی آگئی ہے یہ تو صرف تمہارے اندر خرابی ہونے کی وجہ سے ہے کہ میں نکو ایسی معلوم ہوتی ہوں ورنہ میں تو اچھی خاصی ہوں تو یہ بھی اُسی ناشناسی کی وجہ سے ہے بلکہ ناشناسی میں یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

تو نمی بینی کہ یار برود بار چونکہ با او ضد شدی گرد چو مار

یعنی کیا تو دیکھتا نہیں ہے کہ یار برود بار جبکہ اُس کی ساتھ تو ضد ہوا تو وہ سانپ کی طرح ہو جاتا ہے

لحم او و شحم او دیکر نشد او چنان بد جز کہ از منظر نشد  
یعنی اُس کا لحم و شحم تو دوسرا نہیں ہوا وہ تو اُسی طرح ہے (مگر اُس کا مثل مار ہو جانا) بجز تمہاری نظر کا  
کے نہیں ہوا۔ یعنی وہ جو تمہارے لئے مثل مار کے ہو گیا ہے یہ صرف اسلئے کہ تم اُس کی ضد ہو گئے ہو اور  
تمہاری نظر میں ایسا ہو گیا ہے ورنہ اُس کی طرف سے کسی قسم کی کوئی بات نہیں ہے تو دیکھو یہ بھی اُسی  
ناشناہی کی وجہ سے کہ تم نے اُس کی قدر نہ جانی۔ آگے اُسی نو کہ عاشق بخاری اور صدر جہان کے  
قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

اُس وکیل کا عشق کی وجہ سے قصہ کرنا کہ بخارا کو رجوع ہو

شمع مریم را بہل افروختہ کہ بخارا می رود آن سوختہ  
یعنی شمع مریم کو جلتی ہوئی چھوڑ دوا سلئے کہ وہ سوختہ بخارا کی طرف جا رہا ہے (شمع را افروختہ  
گذاشتن کنایہ از چیزے را ناقام گذاشتن) مطلب یہ کہ مریم کے قصہ کو یہیں تک پہنچے دو  
اسکو ناقام ہی رہے دو چونکہ وہ جلا بہنا عاشق بخارا کو جاتا ہے تو اُس کا قبضہ ان کرو اُس کی  
یہ حالت تھی کہ

## شرح جیبی

سخت بزم و درآتش دان تیز	رو سوئے صدر جہان کن می گیر
ایں بخارا منبع دانش بود	پس بخارا نیست ہر کانش بود
پیش شیخے در بخارا اندرے	تا بخاری در بخارا انگرے
لے خنک آنرا کہ ذلت لفسہ	وائے آنکس را کہ میردی رفسہ
فرقت صدر جہان در جان او	پارہ پارہ کردہ بود ارکان او
گفت بر خیزم ہما نجا واروم	کافر اگشتم دگر رہ بگوم

عہ ہر کانش بود کہ ہر کانش اور لے دانش بود ای عالم ہر کانش نہیں فرماتے کہ راج

واردم آنجا بقیتم پیش او  
گویم آنگندم بہ پیش جان خویش  
کشتہ و مردہ بہ پیش ای قمر  
آرمودم صدر از ان بار پیش  
غن لی یا منیتی لحن النشور  
ابلی یا ارض و معی قد کفی  
عدت یا عیدی الینام حبا  
گفت ای یاران روان گشتم وداع  
و مہم در سوز بریان می شوم  
گر چہ دل چون سنگ خارامی کند  
مسکن یارست و شہر شاہ من

پیش آن صدر نکو اندیش و  
زندہ کن با سر بہر مارا چو پیش  
بہ کہ شاہ زندگان جائے دگر  
بے تو شیرین می نہ بینم کار خویش  
ابر کے یا ناقہ قتی تم السرود  
اشرب یا نفس وردا قد صفا  
نغم مار وحت یا سبج الصبا  
سو آن صکر کہ میرست مطاع  
ہر چہ بادا بادا آنجا می روم  
جان من غم بحارامی کند  
پیش عاشق این بود حبل طن

اچھا اے عاشق تم نہایت بے بصری اور اضطراب کیساتھ بھاگو اور صدر جہان کے پاس چلو۔ یہ فرما کر  
مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو بخارا علم کا چشمہ ہے پس جو شخص صاحب علم ہوگا  
وہ بھی بخارا ہی ہے لہذا جبکہ تم اپنے شیخ کے پاس ہو تو بخارا ہی میں ہو پس دیکھو اس بخارا کی نہایت  
وقت کرنا اور اسکو نظر حقارت نہ دیکھنا اور اپنے کو اُسکے سامنے ذلیل کرنا کیونکہ اُس کی شکل جزر  
وہ تمکو اُسکے بخارائے دل میں نہ چھوچنے دیگی اور بدولت ذلت کے تم اُسکے دل میں گہر نہ کر سکو گے وہ  
شخص نہایت مزہ مین ہے جبکہ نفس اپنے شیخ کے سامنے ذلیل ہو۔ اور اُس کی حالت نہایت قابل  
افسوس ہے جو ٹھوکر مار کر یعنی گستاخی کر کے ہلاک ہو جاوے۔ یہاں تک اس مضمون کو بیان کر کے  
بہر مضمون سابق کی طرف مٹو دگرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اُسکی جان میں جو صدر جہان کی فرقت کا  
رنج جاگزین تھا اُسنے اُسکے ارکان جسم کو پارہ پارہ کر رہا تھا اُسنے کہا کہ میں تو اٹھک رہا ہوں حالانکہ

اور اگر میں اُس سے بہاگ کر کا فر عشق ہو گیا ہوں تو پھر نئے سرے سے مسلمان ہوتا ہوں۔ اب تو میں وہیں جاتا ہوں اور اُسکے سامنے پڑھتا ہوں یعنی اپنے نیک خیال صدر جہان کے سامنے اور وہاں طائر کہو نکا کہ میں نے تو اپنے کو حضور کے قدموں میں لا ڈالا ہے اب حضور کو اختیار ہے خواہ مجھے زندہ کرے یا ذبح کر ڈالیں میرا آپکے سامنے مرجانا اور مارا جانا اس سے بہتر ہے کہ کہیں اور کہیں زندوں کا بادشاہ ہوں۔ میں اس سے قبل لاکھوں مرتبہ تجربہ کر چکا ہوں کہ آپکی بجز کسی کام میں لطف نہیں۔ پس اے میری آرزو میرے لئے زندہ کن گیت گا اور اے میری ناقہ خوشی تمام ہو چکی اور میں منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ اب تو بیٹھ جا۔ اور اے زمین رونا ہو چکا اب تو آنسو پی لے۔ اور اے نفس اک پن گہٹ صاف ہے تو پی لے۔ اور اے عیدم جہا کہ تو واپس آئی اور اے باد صبا تو مجھے نہایت ہی خوش کیا۔ اُسے اپنے دل سے یہ گفتگو کی اور کہا کہ اے دوستو! جہا اور صفت میں تو اُس صدر جہان کی طرف جلد یا جو میرا آقا اور واجب اطاعت ہے کیونکہ میں ہر وقت سوز و قراق سے کباب ہوتا ہوں مجھ سے یہ تکلیف برداشت نہیں ہوتی پس کچھ بھی ہو میں تو دین جاتا ہوں اگرچہ میری طبیعت مجھے پتھر بنائے دیتی اور جانے سے مانع ہوتی ہے مگر میری جان بخارا ہی کا عزم کرتی ہے کیونکہ وہ میرے یار کی رہنے کی جگہ اور میرے بادشاہ کا شہر ہے اور عاشق کیلئے جہنم ہی ہے کہ وہ وطن محبوب سے محبت کرے۔

## شرح شبیری

سخت بیصبر و درآتش دلان تیز  
رو سوئے صدر جہان کن میگہ نر  
یعنی سخت بیصبر تھا اور آتش دلان تیز میں صدر جہان کی طرف سُنہ کئے ہوئے بہاگ رہا تھا مطلب یہ کہ وہ بیحد بیصبری کیساتھ تیزی سے صدر جہان کی طرف کو جا رہا تھا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ  
این بخارا منبع دانش بود  
پس بخارا اُلیست ہر گانش بود  
یعنی یہ بخارا منبع دانش ہوتا ہے جس بخارا کی چو کوہ (یعنی صاحب دانش) ہو مطلب یہ ہے کہ بخارا سے مراد شیخ کامل ہے جو کہ منبع دانش ہوتا ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ یہ شخص بخارا کی طلب میں تھا تو جس طرح کہ بخارا منبع علوم و فنون تھا اسی طرح اصل بخارا وہ ہے جو کہ منبع علوم و فنون ہوتا ہے

یعنی شیخ کامل تو مستفیدین اُسکو اسی طرح تلاش کرتے اور اُس کی طرف اسی طرح دوڑتے ہیں بخارا سے شیخ کو صرف اسلئے تشبیہ دی ہے کہ جی طرح کہ بخارا میں علوم و فنون کا زور ہے اسی طرح شیخ کامل بھی منبع علوم و فنون ہوتا ہے تو بس جو اُس کا متلاشی ہے وہی بخاری ہے یعنی وہی طالب صادق ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

بیش شیخ در بخارا اندرے تا بخواری در بخارا ننکرے

یعنی تم بخارا میں ایک شیخ کے آگے ہو تو بخارا میں خواری سے ہرگز نگاہ مت کرنا۔ یعنی بخارا جو کہ منبع علوم ہے ایسی جگہ پر تم کسی شیخ کامل کے پاس ہو تو اُسکے بخارائے دل میں خواری سے نظرت کرو اور اُسکو حقیر و ذلیل مت سمجھو اسلئے کہ یہ علامت خیران کی ہے۔

جز بخواری در بخارا ئے دلش راہ نہد جز رو مد مشکش

یعنی جزو خواری کے اُسکے بخارائے دل میں اُس کی مشکل کا جزو و مد راہ نہیں دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب تک کہ تم خواری اور واضح اور عجز اختیار نہ کرو گے اُسوقت تک تکو شیخ کے دل میں راہ نہو گی اور اُس کا جو آثار جزو باؤ ہے اُس سے کبھی بھی واقف نہو گے تو بس اُسکو حقیر نہ سمجھو اور اپنے کو حقیر بناو تب اُسکے قلب کے اسرار تک رسائی ہو سکتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے خنک آنرا کہ ذلت نفس وائے آنکس را کہ یردی و فشر

یعنی خوش ہے وہ کہ ذلیل ہو گیا نفس اُس کا اور افسوس ہے اُس شخص پر کہ اُسکے قدم رکھنے نے اُسکو ہلاک کیا (یہاں قدم رکھنے سے مراد بے ادبی کرنا ہے) مطلب یہ ہے کہ جس نے کہ اپنے نفس کو ذلیل بنالیا اور شیخ کامل کی قدر کی وہ تو فاضل المرام ہو گیا اور جس نے کہ شیخ کی بے ادبی کی اور اُس کی قدر نہ جانی اُس نے اپنے کو ہلاک کر لیا تو بس شیخ کامل کی تلاش اور اُسکے بعد اُس کی قدر اور اُس کا ادب ضروری ہے کہ اُس سے فلاح و تارین میسر ہوگی۔ اب آگے پھر اسی غلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

فرقت صدر جهان در جان او پارہ پارہ کردہ بودار کان او

یعنی صدرِ جهان کی فرقت نے اُس کی جان میں اُسکے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا یعنی اُسکی اعضاء ظاہر و باطن دونوں خراب ہو چکے تھے اور قریب بہ ہلاک تھے۔



گفت بر خیزم ہما نجا داروم کا فر گشتم دگر رہ بگروم  
یعنی کہنے لگا کہ میں اٹھتا ہوں اور وہیں جاتا ہوں اگرچہ نافرمان ہو گیا ہوں (مگر) دوبارہ مجھے مطلع ہوتا ہوں  
داروم انجا بیفتم پیش او پیش آن صدر نکو اندیش او  
یعنی میں جاتا ہوں اور اُس کے سامنے جا پڑتا ہوں۔ سامنے اُس صدر نکو اندیش کے یعنی بس جا کر  
اُس کے سامنے جا پڑوں گا جو کچھ بھی کرے

گویم افگندم بہ پیشت جان خویش زندہ کن یا سر بر مارا جو پیش  
یعنی کہوں گا کہ میں نے اپنی جان کو تیرے سامنے ڈال دیا (اب تو) زندہ کر یا ہیڑ کی طرح سر کاٹ  
دے یعنی وہ غلام بولا کہ بس اُس کے سامنے جا کر کہہ دوں گا کہ قتل کر ڈالو یہیں یا حرم الفت بخشدو۔  
لو کہڑے ہیں ہاتھ باندھ ہم تہاے سامنے۔ اور بولا یوں کہو نکا کہ۔

گشتہ و مردہ بہ پیشت لے قمر بہ کہ شاہ زندگان جلتے دگر  
یعنی لے قمر تیرے اُسے مردہ اور مقتول بہتر ہے کہ دوسری جگہ زندوں کا بادشاہ ہوں۔ (اور بولا کہو نکا کہ)

آزوموم من ہزاران بار پیش بے تو شیرین می نہ نیم عیش خویش  
یعنی میں نے پہلے ہزاروں بار آزمایا ہے کہ بے تیرے اپنی زندگی شیرین نہیں دیکھتا اب آگے  
جو خوش ہیں آکر کہتا ہے کہ)

غن لی یا میتی لمن النشور ابر کے یا ناقی تم السور  
یعنی اے میری آرزو میرے لئے لمن نشور کو گا + اور لے میری ناقہ بیٹھ جا کہ سرور کامل ہو گیا  
مطلب یہ کہ وہ کہتا ہے کہ جب میں وہاں پہنچوں گا تو اس وقت کہو نکا کہ لے میری آرزو جاگ اٹھ  
اور ایسے لمن کا جس سے حیات ابدی حاصل ہو اور لے میری ناقہ اب بیٹھ جا اسلئے کہ سرور حاصل  
محبوب کا تو پورا ہو چکا ہے۔ لہذا اب تلاش سے بیٹھ جا اسلئے کہ اب تلاش کی ضرورت نہیں ہے  
اور کہتا ہے کہ۔

البعی یا ارض دمی قد کفی اشتری یا نفس دو اقد صفا  
یعنی لے زمین میرے اشک کو پی لے کہ وہ سو کہہ گیا اور اے نفس محبت کو پی لے کہ وہ صاف ہو گیا

یعنی اب جو جسے دور کے میکے آنسو بھی بند ہو گئے ہیں تو اب لے زمین تو ان آنسوؤں کو خشک کر لے  
اور لے نفس اس دوستی مصفا کو پی لے اس لئے کہ اتو اس کے اندر سے تمام کدورات ختم ہو چکی ہیں۔

عدت یا عید الیت امر جبا نعم مار دخت یا ریح الصب

یعنی لے میری عید تو ہماری طرف لوٹ آئی ہے مر جا ہے اور اچھی ہے وہ شے کہ جو لے ریح صبا تو نے  
چلائی ہے مطلب یہ کہ وہ جو شے میں تاک رہا ہے کہ میں وہاں جا کر اس طرح عرض کروں گا پھر ان  
عاذ لون سے مخاطب ہوتا ہے کہ۔

گفت لے یا ران روان گشتم وواع سوئے آن صکر کہ میر مست و مطاع

یعنی کہنے لگا لے یا رو میں روانہ ہوتا ہوں رخصت طرف اس صکر جو کہ میر ہے اور مطاع ہے یعنی  
لوگوں سے کہا کہ لو اب رخصت میں تو وہاں صبر جہاں کے پاس جاتا ہوں۔

دبدم در سوزہ بیان می شوم ہرچہ بادا باد آنجائی روم

یعنی میں دمدم سوز میں مل رہا ہوں اب جو چہ بھی ہو میں تو وہاں جاتا ہوں۔

گرچہ دل چون سنگ خارا می کند جان من عزم بخار می کند

یعنی اگرچہ دل چون سنگ خارا کی طرح کرتا ہے (لیکن) میری جان بخارا کا ارادہ کرتی ہے  
مطلب یہ کہ اگرچہ وہ میری طرف مائل نہیں ہے بلکہ اُسے مجھے مردود کر رہا ہے مگر میں تو اب بخارا کا  
ارادہ کرتا ہوں اور وہاں جاتا ہوں میرا تو دل نہیں مانتا اس لئے کہ۔

مسکن مار ست و شہر یار من پیش عاشق این بود حب الوطن

یعنی (وہ بخارا) میکے یار کا مسکن ہے اور میرے دوست کا شہر ہے۔ اور عاشق کے لئے یہی  
حب الوطن ہوتی ہے مطلب یہ کہ اُسے کہا کہ میں بخارا جاؤں گا اس لئے کہ وہ میرے محبوب کا مسکن  
اور شہر ہے اور عاشق کے نزدیک حب الوطن یہی ہوتی ہے کہ جہاں اُس کا محبوب ہو۔ پس جہاں کہیں  
وہ ہو گا اسی جگہ سے اُس کو محبت ہوگی آگے ایک عاشق و مشوق کی حکایت لاتے ہیں کہ معشوق نے  
پوچھا کہ کونسا شہر سب میں اچھا ہے تو عاشق بولا کہ وہ شہر حرمین کہ تو موجود ہو تو دیکھو عاشق کیلئے  
حب الوطن یہی ہے کہ اُس کا محبوب وہاں رہتا ہو۔ ایک حکایت نو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

<p>گفت معشوقے بے عاشق کائے فقی پس کہ این شهر از اینا خوشتر است ہر کجا باشد شہ مارا بساط ہر کجا یوسف رخنے باشد چو ماہ باتو دوزخ جنت است ای جانفرا شد جہنم با تو رضوان و نعیم ہر کجا تو با منے من خوشدل خوشتر از ہر دو جہان آنجا بود پس در از ست این سخن در انتظار</p>	<p>تو بغیبت دیدہ بسش ہر ما گفت آن شہر کہ در دوزخ دلبر است ہست صحر اگر بود سم الحیاط جنت است آن گر چہ باشد قعر چاہ باتو زندان گلشن است اے طربا بے تو شد ریحان و گل ناز جمیم در بود در قعر گورے منزل کہ مرا با تو سر و سودا بود عاشق صبر در جہان شد اشکبار</p>
------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

کسی معشوق نے اپنے عاشق سے کہا کہ آپے سفر میں بہت سے شہر دیکھے ہیں ان میں کوئی نہ شہر سب سے  
اچھا ہے اُسے جواب دیا کہ وہ شہر سب سے اچھا ہے کہ جہیں دلبر ہے۔ جہاں کس ہمارے بادشاہ کی  
بساط ہو وہ اگر سوئی کا ناکا بھی ہو تب بھی وہ صحرا ہی ہے اور جہاں کہیں یوسف رخ اور ماہ تابان کی  
مثل حسین ہو وہ اگر قمر چاہ بھی ہو تب بھی وہ جنت ہے (یہ مقولہ یا تو اسی عاشق کا ہے اور مراد  
معشوق مجازی ہے اور یا مولانا کا مقولہ ہے اور مراد معشوق حقیقی ہے علیہ السلام آئندہ میں بھی ہر  
دو احتمال ہیں) تیرے ہوتے دوزخ بھی جنت ہے اور قید خانہ بھی گلشن ہے اور جہنم بھی مرغوب اور  
نعمت ہے اور تیرے بغیر گل و ریحان بھی آتش دوزخ ہے۔ جہاں تو میرے ساتھ ہو میں نہایت  
خوش ہوں خواہ گورسی میں میرا مسکن ہو۔ دونوں عالم سے میرے لئے وہ جگہ بہتر ہے جہاں مجھے  
تجسس واسطہ ہو۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ گفتگو تو بہت طویل ہے اسکو چھوڑو کیونکہ صدر جہان کا  
عاشق انتظار کرتے کرتے رونے لگا ہے اُسے اُسکے معشوق تک پہنچنا چاہئے۔

## شرح شیری

ایک معشوق کا عاشق سے دریافت کرنا کہ شہر و قریں کو کونسا شہر بہتر ہے

گفت محنتِ عاشق کاے فتنی تو بغیر بت دیدہ بس شہر ہا

یعنی ایک محنت نے عاشق سے کہا کہ ارے میان تھے سزین بہت سے شہر دیکھے ہیں۔

پس کد این شہر زانہا خوشتر است گفت آن شہر کہ درو دلبر است

یعنی پس کونسا شہر ان میں زیادہ عمدہ ہے اُس عاشق نے کہا کہ وہ شہر جہین کہ دلبر ہو۔

ہر کجا باشد شہر مار البساط بہست صحر اگر بود سم الحیاط

یعنی جس جگہ کہ ہمارے بادشاہ کی درو دیاش ہو وہ صحرا ہے اگرچہ سوئی کا نا کہ ہو یعنی اگرچہ وہ کتنی ہی تنگ و تاریک جگہ ہو مگر جب وہاں محبوب ہو وہ بھی کشادہ و فراخ صحرا معلوم ہو گا۔

ہر کجا یوسف نے خجہ باشد چو ماہ جنت است آن ارچہ باشد قمر چاہ

یعنی جہاں کہیں ایک یوسف رُخ مثل ماہ کے ہو وہ جنت ہے اگرچہ قمر چاہ ہو مطلب یہ کہ اگرچہ کسی ہی تکلیف دہ شے ہو مگر جب محبوب وہاں ہو گا تو اُس کی معیت کی وجہ سے ساری کلفت خوشی سے مبدل ہو جاوے گی اور وہ ہی عاشق کہتا ہے کہ۔

باتو درخ جنت است ای جانفزا باتو زندان گلشن است اے دلبر ہا

یعنی اے جانفزا تیری ساتھ تو درخ جنت ہے اور اے دلبر با تیری ساتھ زندان گلشن ہے۔

شہو جنم باتو رضوان و نعیم بے تو شد ریحان دگل نارحمیم

یعنی تیری ساتھ تو جہنم رضوان اور نعیم ہو گیا اور بے تیرے ریحان دگل نارحمیم ہو گیا ہے۔

ہر کجا تو با منی من خوشتر لم در بود در قمر گورے منتر لم

یعنی تو جہاں کہیں میری ساتھ ہو میں خوشتر ہوں۔ اگرچہ قمر گورے میں میری منزل ہو۔

خوشتر از ہر دو جہاں آنجا بود کہ مرا باتو سرو سودا بود

یعنی وہ جگہ دونوں جہان سے خوشتر ہوتی ہے کہ مجھے تیری ساتھ رازداری اور خیال ہو حاصل

یہ کہ عاشق نے کہا کہ اے محبوب اگر تو ساتھ ہے تو ساری کلفتیں راحتیں ہیں ماد اگر تیری جڑائی ہی

تو ساری راحتیں کلفتیں ہیں تو اسی طرح وہ غلام کہتا ہے کہ مجھے تو بس بخااری پسند ہے اگرچہ

مجھے وہاں جان کا خطرہ ہے مگر محبوب کی معیت تو حاصل ہوگی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

پس درازست این سخن از انتظار عاشق صدر جہاں شد بمقرار

یعنی یہ بات تو بہت دراز ہے اور انتظار کی وجہ سے مجھ میں کماحقہ بغیر اور ہوا ہے مطلب یہ کہ اب وہ عاشق چونکہ مقرر ہو رہا ہے لہذا ان باتوں کو ترک کر کے اس کا منصب بیان کر دو۔ آگے لوگوں کا اسکو سمجھانے کا مقصد بیان فرماتے ہیں کہ۔

## شرح حبیبی

گفت اور انا صحیح کائے بخیر	عاقبت اندیش اگر داری ہنر
در نگریں را بعقل و پیش را	ہمچو پیر و نامہ مسوزاں خویش را
چوں بخارامی روی دیوانہ	لا اثن زنجیر و زندان خانہ
اوز تو آہن ہی خایہ زخمش	او بھی جوید ترا با بیست چشم
می کند او تیز از ہر تو کار د	او سگ قحط است و تو انبان رود
چون رہیدی و خدایت راہ داد	سوئے زنداں می روی چونت فدا د
بر تو گردہ گوں موکل آمدے	عقل بالیستہ کنر ایشان کم زدے
چوں موکل نیست بر تو بھیچکس	از چہ بستہ گشت بر تو پیش و پس
عشق پنہان کردہ بود اورا اسیر	آن موکل را نمی دید آن نذیر
ہر موکل را موکل مختفے است	ورنہ او در بند سگ طبعی ز چست
خشم شاہ عشق بر جانش نشست	بر عوانے وسیہ و پیش لبست
می زند آنرا کہ ہیں این را بن	زان عوانان نہان افغان من
ہر کہ بینی در زیا نے مے رود	گر چہ نہ با عوانے مے رود
اگر از واقف مدے افغان زدے	پیش آن سلطان سلطاناں شد

<p>ریختی بر سر بہ پیش شاہ خاک میر دیدے خویش را لے کم ز مود غہ گشتی زمین دروغین پر وبال پر سبک دار درہ بالا کند بہد کن پیر ارگل آلودہ مکن</p>	<p>تا امان دیدے ز دیو بہمناک زان ندیدے آن موکل را تو کور پرو بالے کو شد سوتے وبال چون گل آلود گرد اینہا کند لیک گوشت کر شد رویند ہم کن</p>
--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

ایک نصیحت کرنے اُس سے کہا کہ بیوقوف اگر تجھ میں کچھ بھی بلیاقت ہے تو نتیجہ کو سوچ اور عقل سے آگاہی چھا دیکھ پروانہ کی طرح دیدہ و دلالتہ اپنے کو مت جلا۔ ارے تو بخار کیون جاتاہے تو پاگل بہا ہے اور اس قابل ہے کہ تجھے پاگل خانہ پہنچا جاوے۔ وہ تجھ پر نہایت ہی غضبناک ہے اور بہت پوشیداری سے تیرا متلاشی ہے۔ وہ تیرے لئے چہری تیز کر رہا ہے اور تیری ضرر رسائی پر اس وجہ جریص ہے کہ اُس کی مثال بھوکے کتے کی ہے اور تو اُسکے لئے اُٹے کا تھیلہ ہے جبکہ خدا نے تجھے اُسکے پنجے رہائی دی ہے تو تجھ پر کیا مصیبت پڑی کہ تو اپنے پانون جیلمخانہ جاتا ہا اگر دوس طرح کے پیرہ تجھ پر مسلط ہوتے تو بھی عقل کا یہ مقصد تھا کہ اُن سے بچتا۔ پھر جبکہ کوئی پیرہ بھی نہیں ہے تو پھر تیری اگاڑی پچھاڑی کیون بندھ گئی۔ اور تو کیونکر صدر جہان کے پاس حاضری کیلئے مجبور ہو گیا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ دھمکیاں دینے والا اُس پیرہ دار کو نہیں دیکھتا اسلئے اسے ملامت کر رہا ہے ورنہ واقع میں اس پیرہ دار مسلط ہے اور وہ عشق ہے پیرہ دار کو یہ ظاہری ہی نہیں بلکہ خفیہ بھی ہیں۔ اور ہر ظاہری پیرہ دار پر ایک خفیہ پیرہ دار مقرر ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ ظاہری پیرہ دار حرص اور ابداء خلق میں کیون مجبوس ہوتے۔ اصل بات یہ ہے کہ اُس حاکم کا غضب اُس کی جان پر مسلط ہے جو عشق پر بھی حکومت کرتا ہے اور اُس نے اُسکو پیرہ داری اور دن رات اپنا منہ کالا کرنے میں مجبوس کر رکھا ہے جب پانی کیسیکو ملتا ہے تو وجہ یہی ہے کہ وہ خفیہ پیرہ دار اُسے مار رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اُسے مار۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ خفیہ پیرہ دار بڑے سخت ہیں ان سے خدا کی پناہ۔ یہ مضمون بطور جملہ معترف کے بیان کر کے پھر اصل مقصد کی

طرف نکو کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حکومت دیکھو کہ نقصان کی طرف جارہا ہے گو لفظ ہر تنہا معلوم ہو مگر حقیقت میں کوئی خفیہ پیرہ دار اُس پر مسلط ہے اور وہ اسے لئے جارہا ہے مگر یہ جانے والا اس سے واقف نہیں ہے کیونکہ اگر واقف ہوتا تو زیادہ کرنا اور شہنشاہ حقیقی کے دربار میں فریاد کرتا کہ اے الشریعہ اس پیرہ دار سے چھڑ اور خدا کے سامنے سر پر خاک ڈالتا جسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ اس خوفناک دیو کے پنجے سے چھوٹ جاتا اب ہم یہ دکھلاتے ہیں کہ تم اُس خفیہ پیرہ دار کو کیوں نہیں دیکھتے اسکی وجہ یہ ہے کہ تم نے باوجود نہایت ضعیف ہونیکے اپنے کو خود مختار سمجھ رکھا ہے اور تم اس جھوٹے پر دیوار یعنی قدرت و اختیار ضعیف سے جو کہ تمکو مصیبت میں پھنسانے والے ہیں دبوکہ کھاؤ ہوئے ہو۔ قاعن ہر کہ جب کسی جانور کے بازو ہٹکے ہوتے ہیں تو وہ اوپر اُڑتا ہے اور جب گارے میں لتھر جاتے ہیں اُس وقت وہ بہاری ہو کر کابل ہو جاتا ہے اور اوپر نہیں اڑ سکتا پس اس طرح تم نے اپنے اُن ضعیف پر دیوار کو علائق ناسوتی میں پھنسا رکھا ہے اسلئے عروج روحانی سے محروم ہو پس اگر عروج روحانی چاہتے ہو تو کوشش کرو اور اپنے پردن کو گارے میں نہ سونو۔ مگر کیجئے کہ تمہارے کان بہرے ہو گئے اور میری نصیحت پرانی ہو گئی ہے۔

## شرح شبیری

دوستوں کا اسکو بخارا میں لوٹنے سے منع کرتا

۱۔ گفت اور انا صبحے کائے بخیر عاقبت اندیش اگر داری ہنر  
یعنی ایک ناصح نے اُس سے کہا کہ اے بخیر اگر تو کچھ ہنر رکھتا ہے تو انجام کو سوچ۔

درنگر پس را بعقل و پیش را ہنر چو روانہ مسوزاں خویش را

یعنی عقل سے پس و پیش کو دیکھ لے اور پر دانہ کی طرح اپنے کو جلات۔ یعنی بے سوچے  
سمجھ جانا ہیک نہیں ذرا سوچ سمجھ لو کہ وہاں جانیکیا انجام ہوگا۔

چوں بخارا می روی دیوانہ لایق زنجیر و زنداں خانہ

یعنی تو بخارا کیوں جاتا ہے کیا دیوانہ ہے تو خود زنجیر اور جیل خانہ کے لائق ہے یعنی تو بخارا جارہا ہو  
تو معلوم ہوتا ہے کہ عقل میں کچھ غور آگیا ہے۔ لہذا ضرور ہے کہ تجھے بند کر کے رکھیں اسلئے کہ وہاں

جاگر بجز اسکے کہ تو اپنی جان بہو دیگا اور کیا ہوگا کیونکہ اُس کی یہ حالت ہے کہ۔

اور تو آہن ہی خایہ زخشم اور بھی جوید تر با بستی چشم  
یعنی وہ تیری وجہ سے غصے سے لپکا جاتا ہے اور وہ تجھے بیس آنکھوں سے ڈھونڈ رہا ہے مطلب  
یہ کہ بس وہ تیرا منتظر ہی بیٹھا ہے اور مائے غصہ کے دانت پیستتا ہے تو گیا اور اُسے مروایا۔  
می کند او نیز از ہر تو کار و او سنگ قحط است و تو انبان آرد  
یعنی وہ تیرے لئے پھر تیر کر رہا ہے اور وہ قحط کا (ہو کا) کتا ہے اور تو اُسے کا ڈھیر ہے یعنی تم  
دونوں کی ایسی مثال ہے ہذا وہ تجھے دیکھتے ہی کہا جا دیگا۔

چوں رہیدی و خدایت راہ دار سوئے زندان می روی چونت فتاو  
یعنی جبکہ تو چھوٹ گیا اور خدا نے تجھے راہ دیدی تو (اب) زندان کی طرف جاتا ہے۔ تجھے کیا پڑا ہے  
یعنی سب نے کہا کہ تو بھاگ آیا اُسے بند گران سے چھوٹ گیا اب خود دیاں پھنسنے کو جا رہا ہے۔ تو بھلا  
تجھے ہو کیا گیا ہے۔ کیون پیر جاتا ہے بلکہ تیری تو یہ حالت ہوئی چاہئے تھی کہ۔  
بر تو گردہ گون مؤکل آمدے عقل ایستے کہ ایشان کم زدے  
یعنی تجھ پر اگر دق قسم کے سپاہی آتے تو عقل بگاڑتے کہ تو اُن سے کم مارتا مطلب یہ کہ اگر تجھے  
پکڑا نیکو سپاہی بھی آتے تب بھی عقل کا مقتضا تو یہ تھا کہ اُنکو بھی پتہ نہ دیتا اور اُن سے بھی الگ نہ ہوتا  
اور اب جبکہ کوئی سپاہی بھی نہیں ہے پھر کیا ہو گیا کہ موت کے منہ میں جاتا ہے۔

چوں مؤکل نیست بر تو ہیج کس از چہ تہ گشتہ بر تو پیش و پس  
یعنی جبکہ تجھ پر کوئی مؤکل نہیں ہے تو تجھ پر پیش و پس کیوں بستہ ہو گیا یعنی تجھے انجام کیوں نہیں سوچتا تجھ پر آخر کو  
زیر دستی کر رہا ہے کہ تو دیاں چل رہا ہے انجام کو سوچ کہ دیاں جانکا خطرہ ہی ہذا دیاں مت جا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ  
عشق پنہان کردہ بود اور اسیر آن مؤکل را نمی دید آن نذیر  
یعنی عشق پوشیدہ نہ اسکو حقد کر رہا تھا تو وہ ڈرا نیو الا اُس مؤکل کو نہ دیکھتا تھا یعنی وہ ملامت گرجو کہتا تھا کہ  
تجھ پر کوئی مؤکل وغیرہ بھی مسلط نہیں ہے پھر تو کیوں اپنے کو ملامت میں ڈالتا ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ اُسے اوپر  
عشق نہفتہ مسلط تھا کہ وہ اسکو کشان کشان دیا ر محبوب کی طرف لے جا رہا تھا اگر اُس ملامت گرجو اُس مؤکل کی  
خبر نہ تھی وہ تو صحت ظاہر کو دیکھ رہا تھا کہ ظاہر اُس پر کوئی سپاہی وغیرہ مسلط نہیں ہے آگے مولانا اور ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔



ہر موکل را موکل محتفی است ورنہ اور در بند سگ طبعی ز حیثیت  
یعنی سپاہی کیلئے ایک پوشیدہ سپاہی ہے ورنہ وہ سگ طبعی کی قید میں کسلے ہے یعنی سپاہی  
وغیرہ جو ظلم کرتے ہیں تو یہ اسلئے ظلم کے اندر پھنسے ہوئے ہیں کہ انہر ایک اور پوشیدہ  
سپاہی ہے جو کہ ان سے یہ کام لے رہا ہے ورنہ کون شخص اس خیانت کو اپنے لئے گوارا  
کرتا ہے یہ سارے اُس موکل ہفتہ کے تقاضے ہیں۔

خشم شاہ عشق بر جانفش نشست بر عوانی و سیہ رویش بست  
یعنی شاہ عشق کا غصہ اُس کی جان پر بیٹھ گیا تو اُس کو ظلم و سیہ روئی پر باندھ دیا یعنی خشم  
ظالم پر مسلط ہے پس اُس نے اُس سے ظلم کر رکھا ہے اور اس نے اُس کو اس ظلم و سیہ روئی میں  
لگا رکھا ہے ورنہ اور کون شے ہے کہ جو اس کو اس طرح پہنچ رہی ہے۔

می ز نرد آ نرا کہ مین اور ابن زن ان عوانان نہان افغان مین  
یعنی وہ اُس (ظالم) کو مارتا ہے کہ ہاں اُس (مظلوم) کو مارتا تو ان پوشیدہ سپاہیوں سے  
میرا افغان ہے۔ مطلب یہ کہ وہ پوشیدہ سپاہی تقاضا کرتا ہے کہ اس پر ظلم کر اس کو مار  
تب یہ ظالم کچھ کام کرتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ اس پوشیدہ سپاہی سے اللہ بچاوے  
اور خدا اینا مین رکھے اسلئے کہ یہ ایک ایسی شے ہے کہ جو چاہے کر لے۔ اگر فرماتے ہیں کہ  
بہر کہ مینی در زیانے می رود گر چہ تنہا با عوانے می رود

یعنی تم جس کو دیکھو کہ کسی نقصان میں چل رہا ہے تو اگر چہ وہ تنہا ہے (مگر) ایک سپاہی  
کیساتھ جا رہا ہو یعنی اُس کی ساتھ ایک سپاہی ہے کہ جو اُس کے اندر تقاضا پیدا کر رہا ہو کہ اس  
کام کو کر ورنہ کون ایسا ہو کہ جو اپنے نقصان کا طالب ہو گا لہذا جب دیکھو کہ وہ اپنے نقصان  
کام کا مرتکب ہوتا ہے تو سمجھو کہ اس پر ایک سپاہی پوشیدہ مسلط ہے کہ اُس کو کشاں  
کشاں اس طرف لارہا ہے

گر از واقف شدے افغان زد پیش آن سلطان سلطانان شدے  
یعنی اگر یہ شخص اُس سے واقف ہوتا تو افغان کرتا اور اُس سلطان سلطانان کے پاس جاتا  
یعنی اگر اُس ظالم کو یا نقصان کر نہو الیکو یہ خبر ہو جاتی کہ ایک سپاہی پوشیدہ مجاہد مسلط ہے

وہ مجھے لے جا رہا ہے تو اُس سے پناہ مانگتا اور حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اُس سے بچتا مگر اُسکو تو خبر ہی نہیں اور وہ اُسپر مسلط ہے اور سوار ہے اور اگر اُسکو خبر ہوتی تو اُسکی یہ حالت ہو جاتی کہ

سینچے بیر سر پہ پیش شاہ خاک تا اماں دیدے ز دیو سہمناک

یعنی بادشاہ (حق تعالیٰ) کے سامنے سر پر خاک ڈالتا تاکہ اُس دیو سہمناک سے امن دیکھتا یعنی حق تعالیٰ کے سامنے تضرع و زاری کرتا تاکہ حق تعالیٰ اُس عوان مسلط و اُسکو امن بخیز

میر دیدے خویش را ای کم ز مور زان ندریدے آن موکل را تو کوہ  
یعنی لے بیونٹی سے کم تو نے اپنے کو امیر دیکھا اسلئے تجھ اندر ہے نے اُس موکل کو نہ دیکھا  
یعنی تو نے چونکہ اپنے کو بڑا سمجھا ہے اور سمجھتا ہے کہ جب ہم لٹنے بڑے ہیں تو ہم پر کون مسلط ہوگا  
اسلئے تو نے اُس موکل کو نہیں دیکھا ورنہ اگر تو اپنی حقیقت اور اُس کی حالت کو دیکھتا تو ضرور تجھے معلوم ہو جاتا کہ تیرے اوپر بھی کوئی ہے مگر تیری تو یہ حالت ہے کہ۔

غہ گشتی زین دروغین پروبال پرو بانے کو کشد سو و وبال

یعنی تو ان جھوٹے پروبال پر مغرور ہو گیا ہے ایسے پروبال جو کہ وبال کی طرف کھینچے ہیں یعنی جھوکو جو قدرت حاصل ہو گئی ہے اور تھوڑا سا کام چل جاتا ہے بس اس پر مغرور ہو رہا ہے حالانکہ یہ جھوٹے پروبال ایسے ہیں کہ جو تجھے وبال میں ڈال دیں گے اور جان میں پھنسا دیں گے یہ تیری قدرت تیرے کچھ کام نہ آویگی بلکہ اور مقید کر دیگی اسلئے کہ۔

پرو سبک دار درہ بالا کند چون گل آلود گر اینہا کند

یعنی جو پروں کو ہلکا کر کہتا ہے وہ راستہ اوپر کی طرف کو کرتا ہے اور جب (وہ پر) گل آلود ہو گئے تو گر انیان کرتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو جب تک پر ہلکے رہیں اُس وقت تک تو جانور اوپر کو اُڑتا ہی مگر جبکہ اُسکے پروں میں مٹی لگ جاتی ہے تو اُسکے پر ہاری ہو جاتے ہیں اور وہ اوپر کی جانب کو اُڑ نہیں سکتا تو اسی طرح جب تک انسان دنیا میں ملیوث نہیں ہوتا اُس وقت تک تو وہ عالم بالا کی طرف عروج کرتا ہے لیکن جب دنیا میں پھنس جاتا ہے تو پھر عالم بالا کی طرف عروج نہیں کر سکتا ہے تو ہمارے قوی اور ہمارے پروبال تو دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں اور اس میں آلودہ ہو گئے ہیں اسلئے ہمارے یہ پروبال تو سوائے اسکے کہ ہمیں قنذلت میں لچا ڈالیں اور کیا ہو گا اب آگے

اگر شاد فرماتے ہیں کہ

جہد کن پر را گل آلودہ مکن  
لیک گوشت کر شد و پندم کہن  
یعنی گوشش کر اور پر گل آلودہ مت کر لیکن تیرے کان تو بہرے ہو گئے ہیں اور میری نصیحت  
پُرانی ہو گئی ہے یعنی اول تو فرماتے ہیں کہ گوشش کر و اور اس دنیا کے تعلقات سے الگ ہو کر  
اپنے قوی باطنیہ کو بریاد مت کرو لیکن پھر فرماتے ہیں کہ تو نصیحت کو کیلئے کا جبکہ تیری یہ حالت ہو  
کہ تیرے کان تو بہرے ہیں اور میری نصیحت پرانی ہو چکی ہے تو تو کیا سنے گا آگے پھر اُس  
غلام کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

پند داد القصۃ عاشق را بسے  
عاقول بے درد ہچون قفسے  
یعنی القصہ وہ بے درد قفس جسبیا ملامت گر عاشق کو بہت نصیحت کرتا تھا یعنی اُس عاقول نے  
بہت سمجھایا کہ اب صدر جہان کے پاس جانا ہرگز مناسب نہیں ہے اپنے کو خطرہ میں مت ڈالو آگے  
اُس عاشق کا جواب نقل فرماتے ہیں کہ اُس نے اُس ملامت گر کی باتوں کو سن کر یہ کہا کہ۔

## شرح حبیبی

گفت اے ناصح خمخش کن چند پیدا	پند کم دہ را نکلہ بس سخت است بند
سخت تر شد بند من از پند تو	عشق را شناخت و دشمن تو
آن طرف کہ عشق می افروزد درد	بوحیفہ شافعی در سے نکر د
تو مکن تہدیدم از کشتن کہ من	تشنہ زارم بخون خویش تن
عاشقان را ہر زمانے مرد نیست	مردن عشاق خود یک نوع نیست
او دو صد جان دارد از نور ہدی	دان دو صد رامی کند مردم فدا
ہر یکے جانرا استاندہ بہا	از نبے خوان عشرۃ امثالہا
گر بریزد خون من آن است رو	پائے کو بان جان بر افشانم برو

از مودم مرگ من در زندگی است  
 اقلونی اقلونی یا ثقات  
 یا منیر الخد یا روح البقا  
 لی حبیب حبیب شوی الحشا  
 پاریسی گوگر چه تازی خوشتر است  
 بوی آن دلبر چو پیراں می شود  
 بس کنم دلبر در آمد در خطاب  
 چون که عاشق تو به کرد اکنون ترس  
 گر چه آن عاشق بحرامی رود  
 عاشقانرا شد بدر حسن دوست  
 خامش اند و نعره تکرارشان  
 در شان آشوب و چرخ و لوله  
 سلسله این قوم جعد مشکبار  
 مسئله کیس از پیر کس ترا  
 گرم خلع و مبادرامی رود  
 ذکر هر چه کنزد بد خاصیت  
 در رخ اراده هنر با بخت

چون از هم زمین زندگی پائینی است  
 ان فی قتل حیاة فی حیات  
 اجذب قلبی و جدلی باللقا  
 بولیا ایمنی علی عینی مشا  
 عشق را خود صد زبان دیگر است  
 این زبانها جمله حیران می شود  
 گوشش شود و الله اعلم بالصواب  
 کو چو عیاران کند بر دارد رس  
 نه بد رس و نه باستانی رود  
 فقر و در کسب شان رواوست  
 می رود و تا عرش تخت یارشان  
 نه زیادات ست و باب و سلسله  
 مسئله دورست اما دور یار  
 گو نگنجد گنج حق در کیسهها  
 بد بین ذکر بحرامی رود  
 زانکه دارد هر عرض با هیئت  
 چون نخواری رو نهی زو فارغ

آن بخاری غصہ شش نداشت  
ہر کہ مظلومیت بہ شرافت راہ  
با جمال جاں چو شد ہم کا سہ  
دید برداشش بود غالب فزا  
ز آنکہ دنیا را ہی بیند عین  
باز و سوئے حدیث آنخوان

چشم بر غور شید بینش برکاشت  
اوز دانشہا بخوید و ستگاہ  
باشدش ز اخبار دانش تاسہ  
زمین ہی دنیا بچر بد عامہ را  
وان جہانے را ہی دانند دین  
کز غم چہ دل شد ناتوان

عاشق نے جواب دیا کہ اے ناصح آخر تو نصیحت کب تک کرتا رہے گا۔ تو مجھے نصیحت مت کر  
کیونکہ میں بہت بُری طرح مقید ہوں مجھے نصیحت فائدہ نہیں دے سکتی۔ بلکہ میری بندش  
تیری نصیحت سے اور سخت ہو گئی۔ یہ ساری نصیحت اسلئے ہے کہ تو عشق کو نہیں جانتا۔  
اور تو تو کیا چیز ہے عشق کو تو تیرے فقہاء بھی نہیں جانتے جس طرف کہ عشق در در بڑاتا ہے  
تیرے بڑے بڑے فقہاء نے جو اپنے وقت کے ابو حنیفہ اور شافعی ہیں سبق نہیں پڑا۔  
تو مجھے مارے جانے سے نہ ڈرا کیونکہ میں خود اپنے خون کا بیا سا ہوں۔ اب مولانا فرماتے  
ہیں کہ عشاق مرنے سے کیا ڈرتے۔ وہ تو ہر وقت مرتے رہتے ہیں تم اس سے تعجب نہ کرنا  
کہ ہر وقت کیونکہ مرتے ہیں اسلئے کہ عاشقوں کی موت ایک قسم کی نہیں ہے وہ نور ہدایت  
کے سبب دوسو جانیں رکھتے ہیں اور دوسو کی دوسو ہر وقت قربان کرتے رہتے ہیں لیکن یہ  
موتیں ان کی بیفائدہ نہیں ہیں بلکہ ایک ایک جان کی دس دس گنی قیمت ملتی ہے چنانچہ  
قرآن شریف میں آیا ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها اور حق سبحانہ پر جان قربان  
کرنے سے زیادہ کون سی نیکی ہو گی۔ اے ملامت گر تو جا اپنا کام کر۔ میرا محبوب حقیقی اگر مجھے  
مار بھی ڈالے تو بھی کچھ پرواہ نہیں۔ میں نہایت خوشی سے اُس پر جان قربان کر نیکیو تیار  
ہوں کیونکہ میں تجھ پر کر چکا ہوں کہ میرا زندہ رہنا میرے لئے موت ہے اور جبکہ میں اس  
زندگی سے چھوٹ جاؤں گا تو یہ میرے لئے بعتائے دائم ہے پس اے معتمد لوگو تم

مجھے مار ڈالو۔ مجھے مار ڈالو کیونکہ میرے مارے جانے میں حیات در حیات یعنی حیات تام ہے  
اب مولانا گفتگو کا رخ بدل کر محبوب حقیقی کو خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے روشن  
رخسار اور روح البقاء تو میرے دل کو اپنی طرف جذب کر اور اپنا دیدار دکھا۔ اب پھر عنوان بدل  
ہیں اور کہتے ہیں کہ میرا ایک محبوب جو میرا دل و جگر بھرنے دیتا ہے اور وہ مجھے اس قدر محبوب ہے  
کہ اگر میری آنکھوں پر چلنا چاہے تو چل سکتا ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ گو عربی نہایت  
نفیس زبان ہو مگر اسکو چھوڑ کر فارسی ہی زبان میں کلام کر دیکہ نہ عربی کے سمجھنے والے بہت  
کم ہیں اور اگر مخاطبین کی رعایت مد نظر نہ ہوتی تو فارسی بھی ضروری نہ تھی کیونکہ عشق کی اور  
بھی سیکڑوں زبانیں ہیں جبکہ محبوب حقیقی کی خوشبو مہکتی ہے تو ساری زبانیں حیران بخاتی  
ہیں کیونکہ اس وقت عاشق و معشوق میں راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں اور الفاظ کو دخل نہیں  
ہوتا اچھا اب محبوب حقیقی خطاب فرماتے ہیں اس گفتگو کو ختم کر کے اُسکو سننا چاہیئے واللہ اعلم  
بالغیب۔ اب مولانا پھر عاشق صمد جہان کی طرف رخ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لوگ  
اُسکو مرنے سے ڈراتے تھے لیکن اُسکو یاد رکھنا چاہیئے کہ جب عاشق نے دُرنے سے توبہ کر لی  
اور اُسکو چھوڑ دیا تو پھر وہ سولی پر سبق پڑھتا ہے اور کسی کی بھی نہیں سنتا چنانچہ یہ ہی عاشق  
گو بخار جاتا ہے مگر سبق پڑھنے یا استاد کے پاس نہیں جاتا۔ بلکہ وہ تو اپنی جان دینا جاتا ہی  
اسکے بعد مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عاشقوں کو حسن یا رسبق پڑھانا ہے  
اور ان کی کتاب اور اُن کا سبق تو اُس کا چہرہ اور اُس کا دیدار ہے وہ زبان سے کچھ نہیں کہتے  
ہیں مگر اس سبق کے شکر اُر کی آواز عرش الہی و تحت ربانی تک جاتی ہے یعنی وہ دل ہی دل میں  
اپنے محبوب اور اس کی خوبیوں کو یاد کرتے ہیں جبکہ عالم خدا کو ہوتا ہے نیز ان کا سبق پریشانی  
اور چکر اور جو شش و خروش ہے نہ کہ زیادات و باب و سلسلہ (یہ تینوں کتابوں کے  
نام ہیں) اُن کا سلسلہ تو زلف کشین ہوا اور ان کے یہاں بھی سلسلہ دور ہے مگر کچھ محبوب کا  
چکر۔ اگر تم عاشق حق سبحانہ ہو اور تم سے کوئی مسئلہ کیس پوچھے تو جواب دیدو کہ ہمارے یہاں  
یہ صورت ہی ناممکن ہے کیونکہ یہاں آخرانہ تو خدا کا خزانہ ہے اہلی میں سما ہی نہیں سکتا لہذا ہمیں  
نامس مسئلہ کی ضرورت ہے اور نہ ہم جانتے ہیں (مسئلہ کیس یہ ہے کہ کوئی شخص دوسروں کی

ایک تھیلی کسی کے سپرد کرے اور سپرد کرتے وقت روپے گنوائے نہیں۔ اور جو وقت کہ وہ امانت واپس ہو تو اس وقت نزع ہو۔ مودع کہے کہ روپیہ زیادہ تھے مستودع کہے کہ صرف اتنے ہی تھے اس وقت اس کا فیصلہ کیونکر ہو گا۔ اب مولانا اصطلاحات علمیہ کو بیان کرنے کی وجہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر قطع اور بار بار یعنی اصطلاحات علمیہ کا ذکر آگیا تو اسکو برا سمجھو کیونکہ غار کا ذکر یہ میرا ہے اور یہ چیز کے ذکر میں ایک خاص اثر ہوتا ہے کیونکہ ہر شے کی ایک جہد امانت ہر جب مامیت جداگانہ ہے تو اثر بھی جداگانہ ہو گا پس غار کے ذکر میں یہ اثر ہے کہ اُس سے اصطلاحات علمیہ کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے مولانا اس مضمون کو ختم کر کے دوسرے مضمون شروع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر بخاری میں جا کر تم علوم کے ماہر ہو گئے ہو تو جب زلت عشق کی طرف رُخ کرو گے تو سب علوم کو بھول جاؤ گے اسی لئے اس بخاری کو علم کا خیال نہ تھا بلکہ اُس کی نظر تو آفتاب نظر پر تھی یعنی اُسکو تو صدر جہان کا خیال تھا جو کہ اُس کی نظر میں آفتاب معلوم ہوتا تھا اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جسکو غلوت میں دیدار حق سبحانہ میسر ہو گیا وہ علوم ربیبہ میں ماہر ہونا نہیں چاہتا اور جو حال محبوب یا حال روح ہم پیالہ ہوا اُسکو علمی مضامین سے وشت ہوتی ہے۔ کیونکہ لبس الخبر کالمعائنة یعنی دیکھنا خبر سے بڑیا ہوا ہے پھر اعلیٰ کے ہوتے ہوئے ادنیٰ کی کیا ضرورت ہے اور وہی وجہ ہے کہ عوام پر دنیا غالب ہے کیونکہ دنیا کا تو وہ مشاہدہ کرتے ہیں اور اُس عالم کو قرض کی طرح سمجھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ نقد ادھار سے بڑھ کر ہے۔ لہذا اُن کی نظر میں دنیا آخرت سے بڑھ کر ہے اچھا اُس جوان کے قصہ کی طرف منتقل ہونا چاہئے جو کہ صدر جہان کے غم میں کمزور ہو گیا ہے

## شرح شبیری

مرد عاشق کا ملامت گروں اور نصیحت کرنے والوں کے جواباً

گفت لے ناصح خمخش کن چند غنیدہ پند کم دہ زانکہ لب سخت ست بند  
یعنی اُس (عاشق) نے کہا کہ لے ناصح خمخش رہ کہا نیک نصیحت کم کرو واسطے

قید سخت ہو مطلب یہ کہ اُس نے کہا کہ کہا تک نصیحت کرو گے اب نصیحت مت کرو  
اُس نے قید عشق سخت لگی ہوئی ہے اب اس کا چھوٹنا اور اس خیل کا جاتا رہنا نامکن ہو  
بلکہ

سخت تر شد بندین از بند تو عشق را شناخت و دشمنند تو  
یعنی میری قید تمہاری نصیحت سے زیادہ ہو گئی اور تیرے دشمنی نے عشق کو بچا پانا نہیں  
ہے یعنی اُس عاشق نے کہا کہ اے عاذل تو عشق کو کیا جانے کہ اُسکی قید کیسی سخت ہوتی  
ہے تیرے کہنے سے میری اور زیادہ ہوتی ہے لہذا اپنی نصیحت کو بند کر کیونکہ  
آن طرف کہ عشق می افزود درد ابو حنیفہ و شافعی در سے مکرور  
یعنی جس طرف کہ عشق در کو بڑھاتا ہے (اُس طرف) ابو حنیفہ اور شافعی نے درس نہیں کیا  
مطلب یہ ہے کہ عشق کی مقتضیات کی طرف تو ابو حنیفہ اور شافعی رحمہ کو بھی توبہ نہیں ہوئی  
اور وہ بھی نہیں جانتے کہ عشق کیا شے ہے پھر بھلا اے عاذل تو تو کیا جانے گا اور اُن کے  
عشق کو نہ جاننے سے مراد یہ ہے کہ انہیں عشق کا غلبہ نہ تھا اور مغلوبیت کی یہ حالت اُن پر  
نہ تھی جو کہ کچھیر ہے لہذا اُنکو بھی اس مغلوبیت کی خبر نہیں ہے تو جب یہ بات ہے تو اے  
عاذل سن لے کہ۔

تو مکن تہدیدم از کشتن کہ من تشنہ دارم بخون خوشتن  
یعنی مجھے مار ڈالنے جلانے سے ڈرا مت اُس نے کہ میں تو اپنے خون کا سخت پیاسا ہوں  
یعنی اُس نے کہا کہ میں تو مرنے کو پھر تا ہی ہوں تو مجھے کیا ڈراتا ہے  
عاشقانرا ہر زملے مرد نیست مردن عشاق خود یک نوع نیست  
یعنی عاشقوں کے لئے تو ہر دم ایک مرنا ہے اور عشاق کا مرنا ایک طرح کا نہیں ہے (بلکہ)  
اور دو صد جان دارد از جان ہری دان دو صد را می کند ہر دم فدا  
یعنی وہ (عاشق) جان ہرے سے دو سو جانیں رکھتا ہے اور اُن دو سو کو ہر دم فدا کرتا ہے  
(جان ہری سے مراد حق تعالیٰ) مطلب یہ کہ عاشق کیلئے تو ہر دم مرنا کپینا ہی ہے اُس کے  
لئے تو سیکڑوں جانیں ہوتی ہیں کوئی عشوہ پر فدا کرتا ہے کیسکو ناز و انداز پر غرض



مع ہر زمان از غیب جانے دیگرست۔ تو جب یہ حالت ہو تو اسکو موت سے کیا ڈر ہوگا  
 ہر ایک جانور استاندہ بہا از بنے بر خوان تو عشر امتثالہا  
 یعنی ہر ایک جان کے دس بدلے لیتا ہے۔ قرآن سے تم عشر امتثالہا پڑھو مطلب  
 یہ کہ وہ عاشق ہر دم جان کے فدا کرنے کو تیار رہے اسلئے کہ وہ ایک جان کے بدلے میں  
 دس جانیں دیکھتا ہے کہ مل رہی ہیں لہذا وہ خوشی سے جان کو فدا کر نیکے لئے تیار رہو  
 گر ہر یزد خون من آن دوست رو پائے کو باں جان ہر افشاںم ہرو  
 یعنی وہ دوست را اگر میری خون ریزی کر دے تو میں پاؤں بجاتا ہوا اسپر جان نہ شار  
 کر دون کا مطلب یہ کہ اُسے کہا کہ اگر وہ مجھے مار ڈالے تو میں بخوشی مر نیکو تیار ہوں  
 آرزو ہر گمن در زندگی است چون رہم زین زندگی پائیدگی است  
 یعنی میں نے آرزو مالیا ہے کہ میری موت زندگی میں ہے اور جب میں اس زندگی سے  
 چھوٹ جاؤں گا تو بقا ہے۔ یعنی اُسے کہا کہ میں اگر زندہ رہتا ہوں تو اس میں تو میری  
 موت ہے کہ محبوب کی جدائی سے بڑ بکھر اور کیا موت ہوگی اور اگر محبوب مجھے مار ڈالے تو  
 میرے لئے زندگی جاودانی اور بقا حاصل ہو جاوے گی۔ لہذا میں مر نیکو موجود ہوں اگر خوش  
 میں کہتا ہے کہ

اقتلونی یا ثقات ان فی قتل حیاۃ فی حیات

یعنی اے ثقات مجھے قتل کر دو قتل کر دو کہ میرے قتل کر دینے میں حیات در حیات ہو  
 (اصل میں یہ مقولہ منصور رح کا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے اقتلونی یا ثقاتی۔ ان فی قتل حیات)  
 مولانا نے اسکو دوسری طرح میں کر لیا ہے۔ غرض کہ اُسے کہا کہ میری زندگی تو قتل ہو جانے میں  
 ہی ہے اور کہتا ہے کہ۔

یا منیر الخد یا روح البقا اجتذب روحی و جدلی باللقا

یعنی اے روشن چہرہ والے اور اے روح باقی میری روح کو جذب کر لے اور وصل کو بخشش  
 فرما یعنی میری روح کو اپنی طرف جذب کر کے اپنے وصل سے مجھے بہرہ یاب فرما۔

لی حبیب جبہ لیشوی الحشا لولشا و میشی علی عینی مشا

یعنی میرا ایک حبیب ہے کہ اسکی محبت باطن کو بھونے دیتی ہے وہ اگر میری آنکھوں پر چلنا چاہے تو چلے (غرض وہ جو شش و خروش میں اس طرح بیان کر رہا ہے اور مرنے کو موجود ہے اور بخار کو واپس مانا چاہتا ہے) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

پاری گو کر چہ تازی خوشترست عشق را خود صد زبان دیگر است  
یعنی فارسی کہہ اگر چہ عربی اچھی ہے کہ عشق کو خود موز با نین دوسری ہیں (دو تین اشعار جو عربی میں کہے تو فرماتے ہیں کہ عربی کو ترک کر واسلے کہ عشق کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ کوئی خاص زبان ہو بلکہ جس زبان میں بھی اسکے دل کی حالت ادا ہو سکے وہی اسکے لئے سب اچھی ہے تو عربی اگرچہ اچھی زبان ہے مگر چونکہ ہمیشہ لوگ سمجھ نہ سکیں گے اسلئے اسکو ترک کر دینا چاہئے) آگے فرماتے ہیں کہ۔

بوئے آن دلبر جو سراں می شود این زبانها جملہ حیران می شود  
یعنی اس دلبر کی بوجہ اڑتی ہے یہ ساری زبانیں حیران رہ جاتی ہیں۔ مطلب یہ کہ جب حق تعالیٰ کی عظمت اور شان کا ظہور ہوتا ہے اسوقت تمام زبانیں بند ہو جاتی ہیں اور کوئی زبان بھی نہیں چلتی اسلئے کہ وہ جو سلطان عزت علم پر کشد جہاں سے مجیب علم در کشد آگے فرماتے ہیں کہ

بس کم دلبر در آمد در خطاب گوش شود و اللہ اعلم بالصواب  
یعنی میں بس کرتا ہوں کہ دلبر خطاب میں آیا ہے۔ کان ہو جا و اللہ اعلم بالصواب مطلب یہ کہ اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اب حق تعالیٰ کلام فرماتے ہیں لہذا ان باتوں سے خاموشی اختیار کر کے ان کی باتوں کو سنو۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیان کرتے کرتے مولانا پر کچھ واردات ہونے لگے ہیں اور کچھ مکشوف ہوا ہے اسلئے فرماتے ہیں کہ اب وہ کلام فرماتے ہیں تو ہم تن گوش ہو کر سنو۔ اب یہاں ایک طرح ہر بولی سے توبہ کی ہے کہ اب نہ بولیں گے۔ ہند آگے فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ عاشق توبہ کر داکنون تریں کو چہ عیاران کند ہر دار دریں  
یعنی جبکہ عاشق نے توبہ کر لی تو اب ڈرو کہ وہ عیاروں کی طرح دار پر درس کرے گا

مطلب یہ کہ اب جو وہ کلام سے تو بہ کر چکا ہے اور ہمہ تن اُس طرف سننے میں مشغول ہوا ہے تو اُسکو ایک گونہ اتحاد حاصل ہو گیا ہے۔ لہذا اب وہ منصور کی طرح دعویٰ اتحاد کرے گا اور اپنی جان دینے کو تیار ہوگا آگے پھر اُس عاشق بخاری کی کچھ حالت بیان فرماتے ہیں کہ

گرچہ این عاشق بخارامی رود  
نے بدرس و نے باستانی رود

یعنی اگرچہ یہ عاشق بخارا جا رہا ہے (مگر) نہ درس کیلئے اور نہ کسی اُستاد کے پاس جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ بخارا جو کہ دارالعلم ہے اگرچہ یہ عاشق وہاں جا رہا ہے لیکن کسی سبق پڑھنے کو یا کسی اُستاد کے پاس نہیں جاتا بلکہ وہ تو وصل محبوب اور زیارت معشوق کے لئے چلا ہے اسلئے کہ۔

عاشقانراشد مدرس حسن دوست  
دُفتر و درس و بقی شان روداوست

یعنی عاشقوں کا مدرسہ تو روئے دوست ہے۔ اور اُن کا دفتر اور درس اور سبق اُس محبوب کا پہرہ ہے (تو پھر اُنکو کتابوں کے درس کی کیا ضرورت ہے اُن کی تو یہ حالت ہو کہ)

خاموش اند و نغہ تنکراشان  
می رود تا عیش و تخت یارشان

یعنی (یہ لوگ) خاموش ہیں اور اُن کی تنکرا کی آواز اُنکے یار کے عرش و تخت تک جا رہی ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ سبق کے بعد تنکرا کرتے ہیں اسی طرح بعد دیدار یا رکھ اُن کا جوش و خروش ترقی پکڑتا ہے اور لظاہر خاموش رہتے ہیں مگر اُس جوش و خروش کا نغہ اور اُس کا اثر عرش و تخت حق تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔

درس شان آشوب چرخ و زلزلہ  
لے زیادات است و باب سلسلہ

یعنی اُن کا درس آشوب ہے۔ اور رقص ہے اور زلزلہ ہے نہ کہ زیادات اور باب و سلسلہ ہے (زیادات باب و سلسلہ کتابوں کے نام ہیں) مطلب یہ کہ اُن کا درس یہ ہے کہ یہ رقص کر لیں ناچ لیں کو دلیں۔ باقی ظاہر میں کوئی کتاب وغیرہ ان کے درس میں نہیں ہے۔

سلسلہ این قوم جعد مشکبار  
مسئلہ دورست اما دوریار

یعنی اس قوم کا سلسلہ زلف مشکبار ہے اور مسئلہ دورست ہے لیکن دوریار ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ علم ظاہری میں ایک کتاب سلسلہ ہے اسی طرح ان عشاق کے یہاں بھی

ایک سلسلہ ہے مگر وہ سلسلہ علوم ظاہر میں تو کتاب ہوا اور یہاں زلف سلسل ہوا اور جیسا کہ علم ظاہر میں مسئلہ دور ہے۔ اسی طرح ان کے یہاں بھی ہے مگر اُس دور سے مراد دور یار ہوا

وہ دور منطقی نہیں ہے۔ کس تہا  
گو نگیز گنج حق در کیسہا

یعنی اگر تم سے کوئی مسئلہ کہیں پوچھے تو کہدو کہ اسراحق کیسوں میں نہیں سماتے۔  
(مسئلہ کہیں یہ ہے کہ کسی شخص نے کسی کے پاس ایک تھیلی میں بند کر کے کچھ روپے بغیر گنے  
اور مہر وغیرہ کئے ودلیت رکھے اور واپسی پر جب وہ تھیلی واپس لے تو کہا کہ اس میں سے  
روپے کم ہو گئے تو اب اُس امانت دار پر نہ ضمان آتا ہے اور نہ قسم (مطلب یہاں یہ ہے  
کہ اگر تم سے علم ظاہری میں سے کوئی مسائل وغیرہ پوچھے تو کہدو کہ ہم نہیں جانتے ہمیں  
ان مسائل کے جاننے کی فرصت نہیں ہے اور مسئلہ کہیں کو صرف اس مناسبت سے  
لانے ہیں کہ کہیں اسراحق کیسوں میں نہیں سماتے اب یہاں کوئی شبہ کہ تاہم کہ جناب  
اور لوگوں کو تو علوم ظاہر و اصطلاحات وغیرہ کے جاننے سے منع کرتے ہیں اور خود ان اصطلاحات  
کو بیان کر رہے ہیں مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

گرم خلع و مبارامی رود بد میں ذکر بخارا می رود  
یعنی اگر ذکر خلع و مبارا کا چلتا ہے تو اعتراض مت کر و کیونکہ ذکر بخارا کا چل رہا ہے (خلع و مبارا اصطلاحات میں فقہ میں)

ذکر هر چیزی دهد خاصیت  
ز آنکه دارد هر صفت مایه

یعنی ہر شے کا ذکر ایک خاصیت دیتا ہے اسلئے کہ ہر صفت ایک ماہیت کہتی ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ ہم اصطلاحات علمیہ کا ذکر کر رہے ہیں مگر اس کی وجہ سے ہم پر اعتراض مت کر واسلئے کہ ہم بخارا کا ذکر کر رہے ہیں اور ہر شے کے ذکر میں کچھ خصوصیات ہوا کرتی ہیں تو چونکہ بخارا معدن علوم ہے اسلئے اُسکے ذکر کے وقت اصطلاحات علمیہ کا ذکر کرنا کچھ مستبعد نہیں ہے یہ ہمارے اُس قول کے منافی نہیں ہے کہ عاشق کو بجز وصل یا راور روئے محبوب کے دیدار کے اور کوئی کام نہیں ہوتا اسلئے کہ کام تو اسی سے ہے مگر صرف اُسکے

ذکر کی خصوصیت کی وجہ سے ان کا ذکر آگیا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

در بخارا در ہنر با بالغہ چوں بخواری رو نہی زو فارغ  
یعنی بخارا میں تم ہنروں میں منتہی ہو تو جب خواری میں منہ رکھو اُس سے فارغ ہو۔  
مطلب یہ کہ اگرچہ علوم ظاہر میں تم لائق فائق اور ماہر ہو گئے مگر عبیدیت حاصل کرنے میں  
تم اُس سے فارغ ہو جاؤ گے اور پھر تم کو علوم ظاہر کے حاصل کرنے کی حاجت نہ ہوگی اور  
فرماتے ہیں کہ۔

آن بخاری غصہ دانش داشت چشم بر خورشید بینش می گماشت  
یعنی وہ بخاری فکر علم کی نہ رکھتا تھا (بلکہ) خورشید بینش پر آنکھ کو مقرر کرتا تھا۔ یعنی وہ جو  
بخارا کی طرف جارہا تھا اس سے اُس کا مقصود کوئی تحصیل علوم ظاہرہ نہ تھا بلکہ صرف  
روئے محبوب کے دیکھنے کے لئے وہ جارہا تھا اور اُسے اپنے کو اسی لئے مقرر کر دیا تھا۔  
ہر کہ در خلوت بہ بینش یافت راہ اور دانش ہما بخوید دستگاہ  
یعنی جس نے کہ خلوت میں بینش کی طرف راہ پائی وہ دانشوں سے دستگاہ نہ ڈھونڈے گا  
یعنی جس کو کہ مشاہدہ محبوب میسر ہو گیا اُس کو ان علوم کی کیا حاجت ہوگی  
باجمال جان چو شد ہم کاسہ باشدش راخبار دانش تاسہ  
یعنی جمال جان کیساتھ جب وہ ہم کاسہ ہوا تو اُس کو علوم کی خبر دن سے تاسہ ہوگا  
یعنی وہ شخص جس کو کہ دیدار نصیب ہو گیا ہو اُس کو ان علوم ظاہرہ سے یقیناً گہرا ہٹ  
پیدا ہوگا۔ اور وہ اُن سے اُن کا ویگا اس لئے کہ اُس کے سامنے تو حقائق اشیاء منکشف ہوئی  
پھر اُس کو ان چیزوں کی کیا ضرورت ہوگی۔

دید بر دانش بود غالب فرا زان ہی دنیا بچر بد عامہ را  
یعنی دید دانش پر غالب ہوتی ہے ایسے دنیا عوام پر غالب آجاتی ہے۔  
زانکہ دنیا را ہی بینندین دان جہانے را ہی دانندین  
یعنی اس لئے کہ دنیا کو تو آنکھ سے دیکھتے ہیں اور اس جہان کو قرض جانتے ہیں مطلب  
یہ کہ فرماتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ مشاہدہ علم سے زیادہ یقین دلانے والا ہوتا ہے اور

اُس کی مثال ایسی سمجھو جیسے کہ مثلاً دنیا عوام پر آخرت کے مقابلہ میں باوجود اس علم کے کہ دنیا بُری ہے اور آخرت اچھی ہے غالب آتی ہے تو اُسکی وجہ صرف یہی ہے کہ دنیا کو اور اُسکے عیش و آرام کو تو آنکھ سے دیکھا ہے اور آخرت کے خوب ہونیکا صرف علم ہے اُسکے خوب ہونیکو دیکھا نہیں ہے لہذا دنیا آخرت پر غالب ہو جاتی ہے تو اسیطرح حبکو مشاہدہ جمال حق ہو گیا ہو اُسکو ان علوم ظاہری کی کیا ضرورت رہیگی آگے پھر اُس عاشق بخاری کی حکایت کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ -

باز رو سوئے حدیث آن جوان کز غم صدر جہان شد ناتوان  
یعنی پھر اُس جوان کے قصہ کی طرف چلو کہ وہ صدر جہان کے غم سے ناتوان ہو گیا ہے  
(اُس کے قصہ بیان فرماتے ہیں کہ)

## شرح حبیبی

دل تپاں سوئے بخارا گرم و تیز	رو نہاد آن عاشق خونناہ ریز
آب جیحوں پیش او چوں آب گیر	ریگ یاموں پیش او پتھچوں حیر
می فتاد از خندہ او چوں گلستان	آن بیابان پیش او چوں گلستان
از بخارا یافت دان شد مدد پیش	در سمرقند است قند انالنبش
لیکن از من عقل دیں بر بودہ	لے بخارا عقل افزا بودہ
صدر می جویم درین صف نعال	بدر می جویم از انم چوں ہلال
در سواد غم بیل خے شد پدید	چوں سواد آن بخارا را بدید
عقل و پدید در بستاں راز	ساعتی افتاد بیہوش و راز
از گلاب عشق او غافل بُدند	بر سر و ریش گلابے می زدند

غار عشقش ز خود بریدہ بود  
باشکر مقرون نی گریہ نہ  
کز جنودالم ترو با غافل  
تار و دسوئے بخارا آن جوان

او گلستانہ نے دیدہ بود  
تو فسرده در خور انیم نہ  
زخت عقلت با تو ہست و عاقل  
ایں سخن پایاں نہ در دین زان

وہ خون رونے والا عاشق بقرار نہ تیز رفتاری کیساتھ بخارا کی طرف چلا۔ صحرا کا ریت اُسکو یوں آرام دہ معلوم ہوتا تھا جیسے حریر۔ اور آبِ حجون اُس کی نظر میں یوں ہی بے حقیقت تھا جیسے ایک تالاب کا پانی پھنکل میں اُسے ایسا ہی لطف آتا تھا جیسے اور دن کو باغ میں۔ اور مارے ہنسی کے لوٹا جاتا تھا اور پھول کی طرح ہنستا ہنستا چٹ کر پڑتا تھا۔ اصل میں تو قند سمرقند میں ہے لیکن اُس کا لب اُسکو بخارا میں پاتا تھا۔ اور اسی لئے بخارا ہی اس کا مقصد ہو گیا تھا۔ اور وہ کہتا جاتا تھا کہ لے بخارا تو عقل افزا ہے مگر میرے لئے تو عقل و دین رُبا ہو گیا۔ یعنی میری عقل بھی ٹیلی۔ اور میرا دین بھی لے لیا۔ چونکہ میں ایک چودہویں رات کے چاند کو تلاش کرتا ہوں اسلئے میری کمر فرط غم سے ٹیڑھی ہو گئی ہے اور میں ہلال کی شکل بن گیا ہوں۔ اور میں اس ذلت و خواری کی حالت میں صدر کا متلاشی ہوں خیر جبکہ اُس نے بخارا کی مضافات کو دیکھا تو سیاہی غم میں سپیدی سرور نمودار ہوئی کچھ دیر تک بیہوش اور حیرت لیٹا رہا اور عقل اُس کی عالم غیب کو روانہ ہو گئی۔ اس حالت میں لوگ اُسکے سر اور منہ پر گلاب کے چھینٹے دیتے تھے۔ لیکن یہ لوگ اُسکے گلابِ عشق سے غافل تھے اور وہ نہ سمجھتے تھے کہ اس گلاب کی بو اُس گلاب پر غالب نہیں آسکتی اُس نے ایک مٹھی گلستان دیکھا تھا۔ یعنی روئی جانان کا تصور کیا تھا اور عشق کی غارت گری نے اس کا خود اپنے سے بھی تعلیق منقطع کر دیا تھا۔ پھر وہ اس گلاب سے کیا ہوش میں آتا۔ اب مولانا مضمون ارشاد کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے مخاطب تو سر وہاں اسلئے اس قابل نہیں کہ احوالِ عشاق تیرے سامنے بیان کئے جائیں۔ تیرے سامنے ان کا

بیان کرنا، عینس کے آگے میں بجانا ہے۔ تو اگرچہ صورت انسان ہے مگر وصف انسانی یعنی عشق الہی تجھ میں نہیں ہے اور چونکہ سامان عقل تیرے پاس ہے اور تو عاقل ہے ہی وجہ ہے کہ تو مشاہدہ عالم غیب سے محروم ہے۔ اگر تجھے یہ دولت حاصل کرنی ہے تو عقل کو خیر باد کہہ اور عشق حاصل کر خیر یہ گفتگو تو ختم نہیں ہو سکتی اسلئے اسکو چھوڑو اور جلدی کرو تا کہ وہ جو ان بخارا بھونچ جاوے

# شرح شیری

اُس عاشق کا بخت را کی طرف متوجہ ہونا

رو نہاد آن عاشق خونناہ ریزہ دل تپاں سوئے بخارا گرم و تیز  
یعنی اُس عاشق اشک ریز نے دل تپان بخارا کی طرف گرم و تیز توجہ کی یعنی خوب تیزی کیساتھ وہ بخارا کی طرف چلا۔

لیک ہامون پیش او بچھول حریر آب جیچون پیش او چون آب گیر  
یعنی جنگل کا ریت اُسکے آگے مثل حریر کے اور دریا کا پانی اُسکے آگے مثل تالاب کا پانی کے تھا  
اں بیابان پیش او چون گلستان می فتاد از خندہ او چون گلستان  
یعنی وہ بیابان اُسکے سامنے مثل گلستان کے تھا اور خندہ کی وجہ سے مثل بھول لینے والے کے گرتا تھا یعنی جس طرح کہ بھول لینے والا شوق کی وجہ سے آگے کو گرتا ہے اور بھول کو توڑتا ہے اسی طرح یہ عاشق بخاری شوق وصل میں آگے کو گرا پڑتا تھا غرض کہ شوق میں تمام تکلیف وہ اشیاء اُسکے لئے مفرح اور آرام دہ ہو گئی تھیں

در سمر قند است قند اتا لبش از بخارا یافت وان شدند پیش

یعنی قند سمر قند میں ہے لیکن اُسکے لئے بخارا سے پائی اور وہ اُس کا ندیب ہو گیا یعنی اگرچہ قند سمر قند میں ہوتی ہے مگر اُسکو قند لب محبوب بخارا سے ملی تھی اور وہ اُس کا دین و ایمان بن گیا تھا آگے فرط شوق میں جو وہ بخارا کو خطاب کر کے کہہ رہا ہے اُسکے مقولہ کو نقل فرماتے ہیں کہ  
لے بخارا عقل فزا بودہ لیک از من عقل و دین بر بودہ



یعنی اے بخارا تو عقل کا بڑا بیوقوف تھا لیکن مجھے تو عقل و دین کو لے گیا ہے (چونکہ بخارا میں علوم کا چرچا تھا اسلئے کہتا ہے کہ لے بخارا تو عقل فراغتاً مگر تو نے میری عقل کو تو بیکار اور نکما کر دیا۔ مجھے تو کسی کام کا نہ چھوڑا اور کہتا ہے کہ۔

بدر می جویم از انم چون ہلال صدر می جویم درین صفت نعال

یعنی میں بدر کی تلاش میں ہوں اسلئے ہلال کی طرح ہو رہا ہوں اور صدر کو میں اس صفت نعال میں تلاش کرتا ہوں (غرض کہ وہ اسی طرح جوش و خروش میں افتان خیران بخارا کی طرف جا رہا تھا)

چوں سوار آن بخت را را بدید در سواد غم بیلے شد پدید

یعنی جب اُس بخارا کو نشان کو دیکھا تو غم کی سما ہی میں (خوشی کی) ایک سپیدی ظاہر ہوئی۔

مطلب یہ کہ اُسکو دیکھ کر ایک فرحت و سرور زیادہ ہوا۔ اُس فرط خوشی کی وجہ سے یہ حالت ہوئی کہ

ساعتے افتاد بے ہوش دراز عقل او پدید در بستان راز

یعنی ایک گہری کیلے بیہوش و دراز گر پڑا اور اُس کی عقل بستان راز میں اُڑ گئی۔ یعنی بیہوش ہو گیا

اور اُس کی عقل اور بیہوش و حواس سب رُوں ہو گئے اور اُس کی عقل راز و نیاز میں مشغول ہو گئی

یعنی وہ بیہوش ہو کر عالم غیب کی طرف متوجہ ہو گیا۔

بر سر و رویش گلابے می زدند از گلاب عشق او غافل بُدند

یعنی اُسکے سر اور منہ پر گلاب چھڑکتے تھے اور گلاب عشق سے وہ غافل تھے۔ یعنی اُسکو بیہوش

دیکھ کر لوگ اُسکے سر پر گلاب چھڑکتے تھے اور گلاب عشق سے کہ وہ دیدار محبوب تھا غافل تھے

وہ صرف ظاہری گلاب پاشی کرتے تھے مگر ظاہر ہے کہ اُس سے اُسکو کیا نفع ہوتا اسلئے کہ

او گلستانے نہانے دیدہ بود غارت عشقش ز خود بر مید بود

یعنی اُس نے ایک گلستان نہانی دیکھ لیا تھا۔ اور غارت عشق نے اُسکو اپنے سے قطع کر دیا تھا۔

مطلب یہ کہ اُس نے عالم غیب کی طرف توجہ کی تو عشق نے اُسکو اس قدر غافل کیا تھا کہ اُسے اپنی بھی

خبر نہ رہی تھی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

تو فسرده در خور انسیدم نہ با شکر مقرون نہ گر خود نہ

یعنی تو افسردہ در خور انسیدم نہ۔ شکر کیساتھ تو مقرون نہیں ہے اگرچہ خود نے ہے

یعنی تو اس دم عشق کے لائق نہیں ہے اگرچہ انسان۔ مگر انسان کامل نہیں ہے۔

رخت عقلت با تو ہست عاقلی در جنود الم تر و با غافلے

یعنی رخت عقل تیرا تیری ہمراہ ہے اور تو عاقل ہے اور جنود الم تر وہا سے تو غافل ہے مطلب کہ جب عقل تیری ساتھ ہے اور تو عاقل ہے تو تجھے اُس شکر کی کیا خبر تو اُس سے محض غافل اور بے خبر ہے۔ ہاں اپنے کو فاکر اور اپنے سے بے خبر ہو تب تجھے اُس شکر عشق کی خبر ہو سکتی ہے۔ اے پھر اُس عاشق کا قصہ شروع فرماتے ہیں کہ۔

این سخن پایاں ندارد تیراں تار و دوسوئے بخارا آن خواں

یعنی یہ سخن (عشق) تو انتہاء نہیں رکھتی تو تیر چلے تاکہ بخارا کی طرف وہ جوان جاوے۔ یعنی ان باتوں کو چھوڑ کر اُسی کا قصہ بیان کرو۔ آگے اُسی کا قصہ ہے کہ

شہر حبیبی

شہر معشوق خود و دارالامان  
مہ کنارش گیر دو گوید کہ گیر  
پیش از پیدا شدن منشین گریز  
تا کشد از جان تو دہ سالہ کیں  
تکیہ کم کن بردم و افسون خویش  
معمد بودے مہندس اوستاد  
گشتی از بہ گنہ ہے متہم

اندرا آمد در بخت را شادمان  
ہچو آن مستی کہ پیدہ براتیر  
ہر کہ دیدش در بخارا گفت خیر  
کہ ترامی جوید آن شہ خشکیں  
اللہ اللہ در میا در خون خویش  
شخصہ صدر جهان بودے دراد  
ہم مشیرش بودی و ہم محترم

<p>رستہ بودی باز چون آوختی ابلیہی آوردت اینجا یا اجل عقل عاقل را قضا احمق کند زیر کی و عقل و جلال کیت کو گفت اذا جاء القضاء ضاق الفضا از قضا بستہ شود گر از دہاست</p>	<p>عذر کردی وز جزا بگرتختی از بلا بگمختی با صد جیل ایکہ عقلت بر عطار دوق کند خس خرگوشے کہ باشت شیر جو ہست صد چندین فسو نہای قضا صدرہ و مخلص بود در چرپاست</p>
-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

جب اُسے ہوش آیا تو وہ خوش خوش بخارا میں آیا۔ جو کہ اُسکے معشوق کا شہر اور اُسکے لئے دارالامان تھا اُس کی خوشی کی یہ حالت تھی جیسے کہ عاشق ابھی عروج روحانی سے فلک معنوی پر پھونچے۔ اور مطلوب حقیقی اُسکو آغوش رحمت میں لیکر کہے کہ ہاں مجھے خوب آغوش میں لے۔ (یہ ہے توجہِ خیمہ رستی) کی اور میرے نزدیک نسخہ دہم نے "سہو ناسخ ہے اور جو توجہ اس کی کیگئی ہے یعنی عاشق چہرہ ان خود را اور معروض ہلاکت انداخت و بدار الامان محبوب رسید مانند مرغی کہ بسوئے کرہ ناری پرواز کند تا خود را بسور دنیا گاہ ماہش در کنار کشد و گوید کہ مراد برگیر۔ انتہی + بے مزہ ہے کیونکہ بہت اول میں اول تو معروض ہلاکت میں پڑنے کا ذکر نہیں۔ دوسرے جانور کا کرہ ناریں ہلاکت کیلئے جانا بے معنی ہے۔ پھر کرہ ناریں چاند کا اسکو آغوش میں لینا بے معنی۔ کیونکہ وہ فلک پر ہے نہ کہ کرہ ناریں نیز ماہ کے اسکو آغوش میں لینے سے اسکو مسرت ہونا کیا معنی۔ مگر یہ کہ مرغ سے خاص چکوری ادلیا جاوے۔ ان سب علاوہ تشبیہ اسلئے بھی مناسب نہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشق فریضے لئے گیا تھا مگر یہ دولت اُسکو خلاف توقع حاصل ہوگئی حالانکہ اُس کا مقصد وصل محبوب تھا نہ کہ ہلاک ہونا۔ ہاں اتنی بات ضرور تھی کہ وہ اُسپر تیار تھا اور سمجھتا تھا کہ اگر کسے مجھے مار بھی ڈالے تو بھی میرے لئے اس زندگی سے اچھا ہے و این ہذا من ذلک۔ علاوہ ازیں ابھی تو وہ بخارا میں پھونچا ہے

وصال تو ہوا بھی نہیں۔ پھر ابھی سے یہ تشبیہ کیسے ٹھیک ہے۔ غرض کہ یہ توجیہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتی  
 علامۃ العلوم نے بھی اس پر اعتراض کیا ہے مگر ان کا اعتراض اس بنا پر ہے کہ اشیر کا اطلاق  
 کرہ نادر پر نہیں آتا لیکن یہ ان کا سہو ہے خود مولانا ہی نے اسکو بمعنی کرہ نار استعمال کیا ہے  
 چنانچہ فرماتے ہیں کہ گری تن را ہی خواند اشیر + کہ ز ناری راہ اصل خویش گیر۔  
 واللہ اعلم جس کسی نے کہ اُسے بخارا میں دیکھا یہی کہا کہ اُٹھو اور قیل سکے کہ صدر جہاں کو  
 اطلاع ہو بہاگ جا۔ اسلئے کہ وہ تجھ کو بہت غصہ سے ڈھونڈ رہا ہے اور مقصود یہ ہے  
 کہ دس برس کی عدالت نکالے پس خدا سے ڈر اور ہلاکت میں نہ پڑ اور تیرے دل نے جو  
 تجھے اطمینان ربائی دلایا ہے وہ محض افسوں اور فریب ہے۔ اس پر بہرہ رسد مگر تو صدر جہاں کا  
 کو تو ال تھا اور اُسکے نزدیک بہت بڑا دانا اور معتد اور مہندس کامل تھا۔ نیز تو اُس کا مشیر  
 بھی تھا وہ تیری عزت بھی بہت کرتا تھا مگر تو نے ان باتوں کی قدر نہ کی اور گاہ میں متہم ہو گیا  
 اول تو تو نے یہ حماقت کی کہ بیوفائی کی اسکے بعد یہ ہوشیاری کی کہ تو بہاگ گیا اور سزا سے  
 بچ گیا۔ اب دوبارہ یہ حماقت کیوں کرتا ہے کہ چھوٹ کر پھر بھندے میں پھنستا ہے سیکڑوں  
 تدبیروں سے تو تو نے بلا سے نجات پائی تھی اب پھر بلا میں آ پھنسا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یا  
 تو تو احمق ہے یا تیرے سر پر کجوت کھیل رہی ہے جو تو دوبارہ یہاں آیا۔ ارے تیری عقل  
 تو عطار پر اعتراض کرتی ہے جو کہ منشی نلک ہے پھر تجھے کیا ہو گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ تقدیر  
 الہی عقل اور عاقل دونوں کو احمق کر دیتی ہے پس تیری تقدیر تجھے یہاں لائی ہے۔ ارے  
 کبخت دیکھ کہ سر تو ہی وہ خرگوش نہایت مخوس ہے جو شیر کو تلاش کرے اور اپنے  
 پاؤں حرکت کے منہ میں جائے۔ پس تو صدر جہاں کے پنجہ میں مرنے کیلئے کیوں پھنسا  
 تیری دانائی اور عقل اور ہوشیاری کیا ہوئی تو اپنا بدیہی نقصان کیوں نہیں سمجھتا۔ اب کہ  
 مولانا فرماتے ہیں کہ یاد رکھو تقدیر الہی کو ایسے سیکڑوں منترا دیں جن سے کہ وہ عقلا کی عقل  
 کو معطل کر دیتی ہے اور اُنکے حواس پر قبضہ کر لیتی ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے اذاجاء  
 القضا ضائق القضا۔ توجب تقدیر الہی آتی ہے تو میدان کو سب آدمی پر تنگ ہو جاتا ہے اور  
 بچنے کیلئے اُسکے سامنے دائیں بائیں جانب سیکڑوں ذرائع نجات اور رستے ہوتے ہیں

لیکن اگر وہ اڑ رہا بھی ہے تب بھی وہ حرکت نہیں کر سکتا اور وہیں ہلاک ہو جاتا ہے۔

# شہر شہری

اُس عاشق لا اُبالی کا بخارا میں آنا اور دوستوں

کا اُس کو ظاہر ہو نیسے ڈرانا

اندر آمد ربح ارشاد مان شہر معشوق خود و دارالامان  
یعنی وہ بخارا میں خوش خوش آیا۔ اپنے معشوق کے شہر اور دارالامان میں آیا  
ہمچو آں مستی کہ پیرد براتیر مہ کنار کش گیرد و گوید کہ گیر  
یعنی مثل اُس مست کے کہ وہ گڑا آسمان پر اڑے اور ماہ اُس کی کنار پکڑے۔ اور کہے  
کہ بے مطلب یہ ہے کہ وہ عاشق دیا ر محبوب میں پھونچ کر اُس شخص کی طرح خوش ہوا کہ  
جیسے کوئی شخص آسمان پر اڑے اور وہاں پھونچنے کے بعد اُس کی یہ قدر دانی کی جاوے کہ  
چاند اُس سے کہے کہ تیرا جو مقصد ہے تو اُس کو لیلے تو بھلا وہ کس قدر خوش ہو گا۔ بس بطرح  
بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ وہ عاشق خوش تھا۔

ہر کہ دیدش در بخارا گفت خیز پیش از میدان نشین گرینہ  
یعنی اُس کو بخارا میں جو کوئی دیکھتا کہتا کہ اُٹھا اور ظاہر ہو نیسے پہلے بیٹھ مت بھاگ جا یعنی  
ہر شخص یہ صلاح دیتا کہ دیکھ ظاہر مت ہو پہلے ہی بھاگ جا یہاں مت ٹھہرا سنے کہ  
کہ تیرا می جوید آن شہر خشمگین تاکشد از جان تو دہ سالہ کنین  
یعنی کیونکہ وہ بادشاہ خشمگین تھے تلاش کر رہا ہے تاکہ تیری جان سے دس برس کا کینہ  
نکالے یعنی وہ بہت ہی غصہ میں ہو رہا ہے تو سامنے گیا اُس نے تجھے ہلاک کیا۔  
اللہ اللہ در میا در خون خویش تکیہ کم کن بروم و افسون خویش  
یعنی اللہ سے ڈر اور اپنے خون میں موت آ اور اپنے دم و افسون پر ہر وہ کم کر مطلب

یہ کہ اپنا خون خود مت کر۔ اور اُس پر ہر وسعت کر کہ میں اُس کو پر جانوں گا۔ وہ بید غصہ ہیں ہی  
ہندیا ہی مناسب ہے کہ تو بھاگ جاوے

شخصہ صدرِ جہان بودی و راد معتمد بودی مہندس استاد  
یعنی تو صدرِ جہان کا کو تو ال تھا اور غفلت تھا معتمد تھا اور انجیر اور استاد تھا  
ہم مشیرش بودی و ہم خرم گشتی از بہت گناہ ہے متہم  
یعنی تو اُس کا مشیر بھی اور خرم بھی۔ اور تو ایک گناہ میں ہم ہو گیا۔

غدر کردی و ز حبسہ الگ بختی رستہ بودی باز چون آوختی  
یعنی تو نے غدر کیا اور توجہ اسے بھاگ گیا تو تو چھوٹ گیا تھا تو پھر کیوں لٹکتا ہے۔  
از بلا بگریختی با صد حیل ابلیہ آوردت اینجا یا اجل  
یعنی تو بلا سے سو حیلوں کیساتھ بھاگا اب اس جگہ تجھے ابلیہ لائی ہے یا موت لائی ہے۔

مطلب یہ کہ سب سے کہا کہ تیرے اس قدر ہے کچھ ایسا تو معتمد تھا معتمد تھا پھر تجھی  
ایک خطا ہو گئی تو تو اُس کے بدلے سے بھاگ گیا کہ کہیں تجھے وہ بدلہ لیلے تو نے بڑی  
سخت بے وفائی کی کہ اگر وہ بدلہ لے ہی لیتا تو کیا ہو جاتا۔ اور اگر بھاگ گیا تھا تو اب تجھے  
آنا نہ چاہئے تھا۔ بس اب روپوش ہو تو ہوا اپنا کام کر اور چلے۔ آگے مولانا  
فرماتے ہیں کہ۔

ایک عقلت بر عطار دوق کند عقل و عاقل را قضا احق کند

یعنی لے وہ شخص کہ عقل تیری عطار پر اعتراض کرے تو عقل و عاقل کو قضا احق کر دیتی ہے  
یعنی لے شخص جو کہ استقر عاقل ہے کہ عطار پر اعتراض کرتا ہے مگر جب قضا آتی ہے تو وہ  
سکوند ہا کر دیتی ہے اور کچھ بھی نہیں سو جھتا۔ تو اس بی طرح تو اگرچہ عاقل تھا مگر اب جو قضا آئی ہے  
تو ساری عقل رن جو چکر ہو گئی اور اب مرنے کو آیا ہے۔

نخس خرم گوشے کہ باشد شیر جو زیر کی و عقل و جلالیت کو

یعنی منجوس ہے وہ خرگوش جو کہ شیر کا متلاشی ہو۔ تیری زیر کی اور عقل اور جلال کی کہاں ہے یعنی سب  
لوگوں نے کہا کہ تجھ کو کیا ہو گیا کہ کسی طرح مانتا ہی نہیں اور اپنی موت کے درپے ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

ہست صد حیدرین فہمنا و قضا گفت اذا جاء القضاء فاق القضاء  
یعنی ایسے سیکڑوں قضا کے افسوس ہیں اور فرمایا ہے کہ جب قضا آئی تو قضا تنگ  
ہوئی ہے یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب قضا آتی ہے تو ایک  
میدان وسیع بھی تنگ معلوم ہونے لگتا ہے تو اسی طرح جب قضا آتی ہے عقل وغیرہ  
سب بیکار ہو جاتی ہیں۔

صدرہ و مخلص بود از چہ راست از قضا بستہ شود گر از رہاست  
یعنی سورا ستے اور مخلص دائیں دایین سے ہوتے ہیں (مگر) قضا سے بستہ ہو جاتا ہے  
اگر چہ از رہا ہے۔ یعنی اگر چہ کتنی ہی مخلص ہوں مگر جب قضا آتی ہے تو سارے راستے  
بند ہو جاتے ہیں اور کہیں بچنے تک کو جگہ نہیں ملتی۔ تو اسی طرح عاشق بخاری بھی ہے  
کہ اُس کی قضا آگئی ہے لہذا یہ مرنے کو پھر تا ہے۔ اگر چہ اُس کے پہاگنے کے سوجیلے ہیں اور  
راستے ہیں جب لوگوں نے اُس کو ظاہر ہونے سے ملامت کی اور منع کیا تو وہ جواب دیتا ہے کہ

## شرح حبیبی

گفت من مستقیم آہم کشد	گر چہ میدا نم کہ ہم آہم کشد
بیچ مستقی نہ بگر نزد آب	گر دو صد بارش کند ماٹ خراب
گر بیا ما سدر دست و شکم	عشق آب از من نخواہد گشت کم
گویم انگہ کہ بہر سندان لبطون	کاشکے محرم روان بود دروں
خیاک شکم گو بدر از موج آب	گنہ میرم ہست مرگم مستطاب
من بہر جائے کہ بینم آب جو	ر شکم آید بودے من جاؤ او
دست چون دف و شکم ہیچوں ہل	طلب عشق آب میکویم چو گل

گر بریزد خونم آن روح الامین  
چون زمین و چوں جنین خونخوارم  
شب ہی جو شمع در آتش مجو دیگ  
عن پشیمانم که مکرانیکم ختم  
گو بران بر جان مستم خشم خویش  
گاؤ اگر خسید و گر چیزے خورد  
گاؤ موسیٰ دال مرا جان داده  
گاؤ موسیٰ بود قربان کشته  
بر جہید آن کشته ز آسیدش زجا  
یا کرامی اذ نکحوا هذا البقر  
از جمادے مردم و نامی شدم  
مردم از حیوانے و آدم شدم  
حمله و یکیز بمیرم از بشر  
وز ملک ہم بایدم جستن ز جو  
یار دیگر از ملک قربان شوم  
پس عدم کردم چون از غنوں  
مرگ دال آن کاتفاق امت است

جرعه جرعه خون خورم، پچون میں  
تا کہ عاشق گشته ام این کار دارم  
روز تا شب خون خورم مانند ریگ  
از مراد و خشم او بجز بختم  
عید قربان اوست عاشق گاؤ میش  
بہر عید و ذبح او می پرورد  
جز و جز دم حشر ہر آزاده  
کمترین جز و دش حیات کشته  
در خطاب اضربوہ بعضہا  
ان اردتم حشر ارواح نظر  
وز نام مردم بحیوان سز زدم  
پس چہ ترسم کے ز مردن کم شدم  
تا بر آرم از ملایک بال و پر  
کل شی ہا لک الا و جہ  
انچہ اندر وہم ناید آن شوم  
گویدم کا نا الیہ را چون  
کتاب حیوانے نہال مظلمت است



ہمچو نیلو فربر وزیر طرف جو  
مرگ اوالت و او جو یائے آب  
لے فسرده عاشق ننگیں مند  
سوئی تیغ عشقش ای ننگ زمان  
جوئے دیدے کوزہ اندر جو دیز  
آب کوزہ چون در آب جو شود  
وصف اوفانی شود ذاتش بقا  
ہمچو مستقی حریص مرگ جو  
می خورد و التدا علم بالصواب  
کوزہ بیم جان ز جانان می رمد  
صد ہزاراں جان نگر دستک زان  
آب را از جوئے کے باشد گریز  
محو گردد دروے او چون او شود  
زمین سپیس نے کم شود نے بدلقا

عاشق نے ان کو جواب دیا کہ صاحبو میں تو مستقی ہوں۔ پانی مجھے کینچتا ہے اگرچہ میں  
جانتا ہوں کہ وہ پانی مجھے مار ڈالے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ مستقی پانی سے نہیں بھگتا  
اگرچہ وہ دو سو مرتبہ اسکو شکست دیکھا اور بر باد کر چکا ہو۔ اگر میرے ہاتھ اور میرا پیٹ  
درم کر جائے تو بلا سے مجھے تو پانی کا عشق کم نہ ہو گا۔ جب کوئی میری اندرونی حالت دریا  
کر لگا تو میں ہی کہوں گا کہ کاش میرے اندر دریا بہتا ہو اور پانی کی موج سے اگر میرا پیٹ  
پیٹ جائے تو بلا سے اور اگر میں مر جاؤں تو یہ مرنا میرے لئے نہایت پسند ہے میں جہاں  
کہیں ندی کا پانی دیکھتا ہوں مجھے رشک آتا ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ کاش ندی میں ہوتا اور  
یہ پانی سارا میرے اندر ہوتا۔ میرا ہاتھ سوچ کر ڈبیرا ہو گیا ہے اور میرا پیٹ پھول کر  
ڈھول ہو گیا ہے لیکن میں ہنوز عشق آب کا ڈھول بجا رہا ہوں۔ اور میں پانی پر یوں  
عاشق ہوں جیسے اسپر پھول عاشق ہوتا ہے۔ تم یہ کہتے ہو کہ صدر جہاں نیچے مار ڈالے گا  
موسو اگر وہ روح الامیں میرا خون گرائے تو میں زمین کی طرح ہوں گے گھونٹ پینے پر آمادہ  
ہوں اور میں زمین پر پڑا ہوں اور جن کی طرح ہوں گے گھونٹ پینے کا عادی ہوں۔ اور جب سے عاشق ہوا  
ہوں میرا یہی کام ہے۔ رات بھر سوئے عشق سے ہانڈی کی طرح پکتا ہوں اور دن سیرات

۵۰

تک ریت کی طرح اپنا خون پیتا ہوں میں تو اسی سے نام ہوں کہ میں نے دہو کا کیوں کیا  
 اور اُسکے مقصد اور غصے سے کیوں بہا گا۔ وہ اگر میری جان پر اپنا غصہ نکالے تو نکالنے دو  
 کیونکہ وہ عید قربان ہے اور عاشق بہتر اُس کا کام فریح ہی ہونا ہے۔ نیز عاشق گاؤ  
 ہوتا ہے۔ اور گائے کا کہنا نا اور سونا سب عید قربان ہی کیلئے ہے اور فریح ہی کیلئے  
 وہ پالی جاتی ہے + اب مولانا فرماتے ہیں کہ میں جو حکم موت و اقبال انت موت و اجیتہ جی  
 ہی مر چکا ہوں تو اس سے تم مجھے مردہ نہ سمجھنا بلکہ میں ایسا مردہ ہوں کہ جیسے گاؤ موسیٰ  
 جسکے اجزا میں خاصیت احیاء تھی پس میرا ایک ایک جزو ایسے لوگوں کو زندہ کرنے کی  
 خاصیت رکھتا ہے جو شرف سعادت سے بہرہ ور ہیں جس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام کی گاؤ  
 قربان ہو گئی تھی اور اُسکے ادنیٰ جزو میں یہ خاصیت پیدا ہو گئی تھی کہ اسے مردہ کو زندہ کر دیا  
 تھا اور اضر بوہ بعضہا کا خطاب ہوتے ہی اور مارتے ہی اُسکے صدمہ سے مردہ اپنی جگہ  
 سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا پس اے معزز حضرات تم اپنے گاؤ تن کو ضرور قربان کرو اگر تم چاہتے  
 ہو کہ حق میں روحین زندہ ہوں تم ڈرو نہیں کیونکہ مرنے پر مضر نہیں بلکہ سراسر مفید ہے  
 دیکھو میں اول جاد تھا جاد ہی ہے مرا تو نامی ہوا اور نامے فقط سے مرا تو حیوان ہوا اور حیوان  
 صرف سے مرا تو انسان ہوا۔ ایسی حالت میں مجھے مرنے کا کیا خوف ہو سکتا ہے پس تم کو  
 بھی نہ ڈرنا چاہئے اُسکے بعد انسانیت بختہ سے مروں گا تو فرستہ ہو کر پرو باز و کلاوٹنگا  
 مگر ملکیت پر بھی مجھے قناعت نہ چاہئے بلکہ اُس ندی کو بھی طے کرنا چاہئے کیونکہ کل شئی  
 ہالاک الا وجهہ قرآن میں موجود ہے پس میں ملک ہو کر بھی ہلاک سے نہیں بچ سکتا  
 لہذا میں ملکیت سے بھی مروں گا اور وہ ہو جاؤ نگا جو وہم سے بھی باہر ہے یعنی میں فانی  
 محض ہو جاؤں گا۔ عدم بزبان حال از غنون باجے کی طرح مجھ سے کہہ رہا ہے اور مجھے  
 سنا رہا ہے کہ انا الیہ راجعون یعنی تم معدوم اور بالکل فنا ہو کر واصل تھی ہو جاؤ گے پس  
 میں مٹ کر واصل ہو باقی تھی ہو جاؤں گا اور اس طرح ہلاکت سے بچ جاؤ نگا پس تم  
 موت کو جسیر کہ عالم کا اتفاق ہے مضر نہ سمجھو بلکہ اُسکو ایک چشمہ آب حیات سمجھو جو ظلمت  
 میں مخفی ہے۔ یعنی گو اُس سے وحشت ہوتی ہے مگر اُس میں خاصیت احیاء کی ہے۔ لہذا تم

موت کو اختیار کر دے۔ اور اُس میں ڈوب کر یوں پیدا ہو جیسے پانی سے نیلوفر اور اُس کے یوں طالب ہو جیسے کہ مستقی اُس کا شائق اور طالب ہوتا ہے کیونکہ پانی اُس کی موت ہی اور وہ پانی کا طالب ہے لہذا وہ فی الحقیقہ موت ہی کا طالب ہے۔ اور نہایت رغبت و شوق سے اُس کو پی جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اب مولانا مدعی عشق اُلکی کو خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے جھوٹے عاشق جو کہ جان کے خوف سے محبوب حقیقی سے بھاگتا ہے اور جس کا وجود قابل ننگ ہے تو دیکھ تو سہی کس قدر جانیں اُس کے تیغ عشق کے سامنے خوشی خوشی تالیان بجارہی ہیں۔ پس تیری جان کیا انوکھی ہے کہ وہ اس سے بچتی ہے۔ ارے کبخت نہر سامنے ہے اپنا لوٹا بھی اُسی میں ذالذہ۔ بہلا کہیں پانی بھی نہر سے بھاگتا ہے۔ یعنی حق سبحانہ قریب ہیں تو اُن سے اصال معنوی پیدا کر کیونکہ پانی کی طرح فرع ہے اور حق سبحانہ ندی کی طرح اصل بہلا کہیں فرع اصل سے بھاگتی ہے۔ پس تو حق سبحانہ سے کیوں بھاگتا ہے۔ یاد رکھ کہ جب لوٹے کا پانی ندی کے پانی میں شامل ہو جاتا ہے تو اُس میں فنا ہو جاتا ہے اور اسی کی صفات اختیار کر لیتا ہے اور گواہات باقی رہتی ہیں مگر وصف فنا ہو جاتا ہے اور اُس کے بعد نہ اُس کی ذات میں کمی آتی ہے نہ کسی صفت میں پس تو بھی جب حق سبحانہ سے اصال معنوی پیدا کر لیگا تیری بھی یہی حالت ہو جاوے گی کہ بقا ذات کے ساتھ متعلق باخلاق ہو جاوے گی اور فنا ذات و استحالہ صفات سے مصون و محفوظ ہو جاوے گی۔

## شرح شبیری

عاشق کا ملامت گروں اور ڈرانے والوں کو جواب دینا

گفت من مستقیم آیم کشد گر چہ می دانم کہ ہم آیم کشد

یعنی اُس نے کہا کہ میں مستقی ہوں اور پانی مجھے کینچ رہا ہے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ پانی ہی مجھے مار دے گا مطلب یہ کہ اُس نے کہا کہ اُس طرف ہی سے کشش ہو رہی ہے جب تو میں جا رہا ہوں جس طرح کہ مستقی جانتا ہے کہ پانی پیئے ہی میں اس کی موت ہی

لیکن پھر پانی ہی بیتا ہے اور پانی اُسکو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اس طرح مجھے صد جہان  
کھینچ رہا ہے اگرچہ وہ مجھے مار ہی ڈالے مگر میں جاؤنگا اسلئے کہ۔

یہ سچ مستقی دہ بجز زور آب گرو صد بارش کند مات خراب  
یعنی کوئی مستقی پانی سے بہاگتا نہیں ہے اگرچہ دو سو مرتبہ اُسکو مات و خراب کرے  
مطلب یہ کہ اُسکو پانی کتنا ہی خراب کرے اور کتنا ہی اُسکو نقصان دے مگر مستقی  
پانی سے ہرگز بہاگ نہیں سکتا۔ تو اس طرح میں بھی صد جہان سے بہاگ نہیں سکتا۔

گویم اماند مرادست و شکم عشق آب از من غواہ گشت کم  
یعنی اگرچہ میرے دست و شکم آس کر آوین (مگر) پانی کا عشق مجھ سے کم نہ ہوگا  
گویم امانکہ کہ بے سندان از بطون کا خشکے محرم رواں بود درون

یعنی میں اُس وقت کہوں گا جبکہ بطون سے پوچھیں گے کہ کاش کہ میرے اندر بحر رواں ہوتا  
یعنی مستقی کی تو یہ حالت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ دریا اُسکے اندر جاری ہو تو جب یہ  
حالت ہے تو وہ پانی سے کس طرح بہاگ سکتا ہے اور میں مثل مستقی کے ہوں تو  
میں بھی نہیں بہاگ سکتا۔

نحیک اشکم گوید از موج آب گزیرم بہت مرگم مستطاب  
یعنی میرے پیٹ کی خشک کو کہہ دو کہ موج آب سے بہت جا۔ اگر میں مر جاؤں تو میری موت  
مبارک ہے یعنی مستقی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ پانی کے عشق میں اپنی موت  
کی بھی پرواہ نہیں کرتا تو مجھے بھی کیا پرواہ ہوگی اور وہی مستقی کہتا ہے کہ۔

من بہر جائے کہ بنیم آب جو شکم آید بوزے من جاؤاد  
یعنی میں جس جگہ کہ بندی دیکھتا ہوں مجھ پر رشک آتا ہے کہ میں اس کی جگہ ہوتا یعنی مستقی  
کو بندی کو دیکھ کر رشک ہوتا ہے کہ کاش میں اس کی جگہ ہوتا تو پانی تو میرے اندر چلا کرتا  
اگرچہ اُس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ

دست چون دف و شکم چون بل طبل عشق آب می کو کم چو گل  
یعنی ہاتھ مثل دف کے اور شکم مثل ڈبل کے میں عشق آب کا طبل گل کی طرح بجاتا ہوں

یعنی ہاتھ پیٹ وغیرہ سوچ گئے ہیں مگر عشق آب میں جوش ہے اُسے اپنی مصرت کی کچھ خبر نہیں ہے  
تو اسی طرح یہ عاشق کہتا ہے کہ مجھے بھی اُسکے مار ڈالنے کی پرواہ نہیں ہے اور کہتا ہے کہ۔

گر بریزد خورم آن روح الامین جرمہ جرمہ خون خورم بچون زمین

یعنی اگر وہ روح الامین میرا خون گرا دے تو میں زمین کی طرح گبونٹ گبونٹ کر کے خون پی لوں  
(روح الامین سے مراد وہی صمد جہاں ہے) مطلب یہ کہ اگر وہ میرا خون کر دے تو میں اُسکو  
اس طرح گوارا کروں جس طرح کہ زمین خون کو اپنے اندر لے لیتی ہے یعنی مجھے مطلق ناگواری نہ ہو۔

چون زمین و چون جنین خون خوارہ ام تاکہ عاشق گشتہ ام این کارہ ام

یعنی زمین اور جنین کی طرح میں خون کھانے والا ہوں اور جبکہ میں عاشق ہوا ہوں اسی کام میں  
ہوں یعنی جس طرح کہ جنین اور زمین خون کے کھانے والے اور خون کے پیاسے ہوتے ہیں بی طرح  
میں ہوں کہ میں اپنے خون کا پیاسا ہوں تو پھر مجھ مرنے سے کیا ڈر اور کہتا ہے کہ۔

شب ہی جو خشم در آتش بچو دیگ روز تا شب خون خورم مانند ریگ

یعنی میں رات کو آگ میں دیگ کی طرح جوش کرتا ہوں اور دن سے رات تک میں ریگ کی طرح  
خون کھاتا ہوں یعنی جس طرح ریت ہو تلہ ہے کہ اُس پر خون پڑا اور اُسے جذب کیا بس یہ حالت  
میری ہے کہ رات دن خون جگر کھاتا ہوں اور راتوں کو دیگ کی طرح تپ بھر سے جلتا ہوں۔

من پشیمانم کہ مکر این خشم از مراد خشم او بگر خشم

یعنی میں پشیمان ہوں کہ میں نے مکر کیا اور اُسکے خشم کی مراد سے میں بھاگا یعنی اُسکے عصہ کی جو  
مراد تھی کہ مجھے قتل کر دیں اُس سے بہا گا۔ سنے میں سخت پشیمان ہوں۔

گو بران بر جان مستم خشم خویش عید قربان اوست عاشق گاؤش

یعنی کہدو کہ میری جان مست پر اپنا عصہ چلا وہ عید قربان ہے اور عاشق گاؤش ہے یعنی  
وہ عید قربان کی طرح ہے اور میں گاؤش ہوں تو اُس سے کہدو کہ مجھے شوق سے قتل کر ڈالو  
کچھ پرواہ نہیں ہے اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ تو کہتا ہے کہ میں اپنے خون کا پیاسا ہوں وہ  
شوق سے مار دے اسلئے کہ میں اُسکے بھر میں بقرار ہوں حالانکہ دیکھتے ہیں کہ تو کہا تا بھی ہے  
بتیا بھی ہے پھر یہ کیسی بقراری ہے وہ اس کا جواب دیتا ہے کہ۔

گاؤ اگر خسید و گر چیزے خورد  
بہشت و ذبح او ہے پرورد  
یعنی گائے اگر سووے اور اگر کوئی شے کھاوے عید اور ذبح کے واسطے اُسکو پالتا ہے۔  
مطلب یہ کہ وہ جو کچھ کھاتا پیتا ہے سوتا ہے سب اسلئے تاکہ خوب موٹا ہو اور قربانی میں کام  
آوے۔ تو بس اس طرح میں بھی تیار ہو گیا ہوں۔ اب اُس سے کہہ دو کہ مجھے قتل کر ڈالے اور کہتا ہے کہ  
گاؤ موسیٰ دان مرا جان دادہ  
جز و جز و دم حشر ہر آزادہ  
یعنی مجھے گاؤ موسیٰ جانو کہ جو جان دادہ ہے اور میرا جز و جز و ہر آزادی کی حیات ہے (آزاد  
سے مراد خود یہ متکلم ہے) مطلب یہ کہ وہ عاشق کہہ رہا ہے کہ میں گاؤ موسیٰ کی طرح ہوں کہ جو جان  
دینے والی تھی۔ اسی طرح اگر میں مر جاؤں گا تو میرا ایک ایک جز و حیات ابدی بخشے گا اور اس کی  
موت سے حیات جاودانی نصیب ہوگی۔

گاؤ موسیٰ بود قربان کشتہ  
کترین جز و دش حیات کشتہ  
یعنی گاؤ موسیٰ قربان ہوئی ہوئی تھی اور کترین جز و اُس کا ایک کشتہ کی حیات تھی۔  
بر جہد آن کشتہ ز سبیش زجا  
در خطاب اضر بوجہ بعضہا  
یعنی وہ کشتہ اُس کی آسیب کی وجہ سے جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا خطاب اضر بوجہ بعضہا  
مطلب یہ کہ جب حکم اضر بوجہ بعضہا کا ہوا ہے تو اُسکے اثر کی وجہ سے وہ کشتہ اپنی جگہ  
سے اٹھ کھڑا ہوا تو جب اُسکے قربان ہونے میں یہ اثر تھا کہ اُس کا ایک جز و حیات مردہ ہو گیا تھا  
تو اگر میں مروں گا تو کیوں نہ حیات نصیب ہوگی۔ آگے کہتا ہے کہ۔

یا کر امی اذ کھا ہذا البعتر  
ان اردم حشر ارواح النظر  
یعنی اے میرے کرام تم اس بقر کو ذبح کر دو۔ اگر تم ارواح نظر کی حیات چاہتے ہو کہ ارواح  
نظر سے بھی خود یہ عاشق ہی مراد ہے) مطلب یہ کہ اگر تم میری حیات اصل چاہتے ہو اور چاہتے  
ہو کہ میں زندہ ہو جاؤں تو تم اس بقر تن کو ذبح کر دو کہ حیات جاودانی نصیب ہوگا کہ کہتا ہے  
کہ مرنے میں میرا کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ اور فائدہ اور ترقی ہے اس طرح کہ۔

از جمادی مردم و نامی شدم  
وز نام مردم بحیوان سرزدم  
یعنی میں جمادی سے مرا تو نامی ہو گیا اور نام سے مرا تو حیوانیت میں سر مارا۔

مردم از حیوانے و آدم شدیم پس چه ترسم کے زمرہ میں کم شدیم  
یعنی میں حیوانیت سے مرا اور آدمی ہو گیا۔ تو میں کیا ڈرول مرنے سے میں کم کب ہوا۔  
حملہ و دیگر نمبرم از بشر حملہ و دیگر نمبرم از بشر  
یعنی میں دوسری مرتبہ بشریت سے مردن یہاں تک کہ میں ملائک سے بال و پر نہ نکالوں  
وز ملک ہم بایدیم جستن ز جو کل شئی ہالک الا وجہہ  
یعنی اور ملکیت سے بھی مجھے طلب کی وجہ سے نکلنا چاہئے کہ کل چیزیں سوائے اُس کی ذات کے  
ہالک ہیں

بار دیگر از ملک قربان شوم انچہ اندر وہم ناید آن شوم  
یعنی پھر ملکیت سے میں فنا ہوں گا تو جو شے کہ دہم میں نہیں آتی وہ ہو جاؤنگا۔ مطلب ان  
پانچ اشعار بالا کا یہ ہے کہ اول خاک جاد ہوتی ہے اُسکے بعد اُس سے نباتات وغیرہ  
بنتے ہیں تو حالت جادیت سے حالت نمون آئے اور حالت نمو سے پھر انکو حیوانات  
کہا یا تو وہ حالت نمو سے حیوانیت میں آئے اور حیوان کو فنا کر کے انسان بنے کہا یا تو  
حیوانیت سے انسانیت میں آئے پھر انسانیت سے فنا حاصل ہوئی تو درجہ ملکوتی حاصل  
ہوا۔ اب جب اُس سے بھی فنا ہوں گے تو پھر وہ اتحاد اصطلاحی حق تعالیٰ کیساتھ مسمیہ  
ہو گا تو دیگر جادیت سے مرتبہ اتحاد اصطلاحی تک پھونچے اور ہر پہلی تہ سے فنا ہوتے گئے  
اور اُسکے بعد کی اُس سے یہی حالت ملتی رہی اور برابر ترقی کرتے رہے ہیں تو جب فنا میں ہمیشہ  
ترقی ہوتی ہے تو اب فنا اور مرنے سے کیا ڈر ہو سکتا ہے اسکو کہتے ہیں کہ

پس عدم گرددم چوں ارغنون گویدم کا نالیہ راجون  
یعنی پھر میں عدم ہوں گا اور عدم ارغنون کی طرح مجھ سے کہہ رہا ہے کہ انا الیہ راجون -  
ارغنون ایک باجے کا نام ہے مطلب یہ کہ میں فنا اور معدوم ہو گیا اور عدم مجھے باجے  
کی طرح انا الیہ راجون کہہ رہا ہے تو بس میں اُسی طرف جو رخ ہوتا ہوں اور کہتے ہیں کہ  
مرگ دان کاں اتفاق امت است کا پ حیوانے نہان در ظلمت است  
یعنی مرگ (اُسکو) جان جو کہ اتفاق امت کا ہے کہ اب حیوانی ظلمت میں ہے مطلب یہ کہ

لوگ جو کہتے ہیں آب حیات کی قلت میں ہے تو اس قلت سے مراد موت ہی ہے کہ موت کے بعد حیات ابدی اور حیات جاوداتی حاصل ہوتی ہے۔

بہچو نیلو فر بر وزین طرف جو بہچو مستقی حریص و مرگ جو  
یعنی مثل نیلو فر کے ندی کے اُس طرف سے اُگ اور مثل مستقی کے حریص (مرگ) اور مرگ کا متلاشی رہ (مشہور ہے کہ نیلو فر کا پھول سطح آب کا عاشق ہوتا ہے اور ہمیشہ پانی کے اوپر ہی رہتا ہے) مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ وہ سطح آب کا عاشق ہے کہ اُس سے الگ نہیں ہوتا بلکہ سطح ہی کے اوپر رہتا ہے اسی طرح تمکو بھی چاہئے کہ پس طلب حق میں لگے رہو اور وہ بعد فنا نفس کے ملتا ہے تو پس اپنے کو فنا کر دو اور فنا پر عاشق ہو جاؤ۔

مرگ اور آلبست داو جو یائے آب می خورد و اللہ اعلم بالصواب  
یعنی اُس (مستقی) کی موت پانی ہے اور وہ پانی ہی کا متلاشی ہے بیتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ دیکھو مستقی پانی ہی پر مر رہتا ہے اور پھر پانی ہی کی دُہن میں لگا رہتا ہے اسی طرح تم بھی عاشق حق ہو جاؤ اور اپنے کو فنا کر کے اس طرف متوجہ ہو جاؤ کہ اسی میں کچھ ملیگا اور یہی مقصود اصل حیات اور زندگی دنیا سے ہے آگے فرماتے ہیں کہ

اے فسرده عاشقِ ننگیں نرد کو ز بیم جان ز جانان می رود  
یعنی اے فسرده اور اے عاشقِ ننگیں نرد کہ وہ خوفِ جان کی وجہ سے جانان سے بھاگتا ہے (ننگیں نرد سے مراد تنِ انسانی ہے) مطلب یہ کہ اے وہ شخص کہ اپنے اس تنِ ظاہری پر عاشق ہو رہا ہے اور اسکے فنا ہونے کے ڈر کے مارے حق تعالیٰ کی طلب سے بھاگتا ہے تو اس کو سن لے کہ۔

سوئے تیغِ عشقش از ننگِ زمان صد ہزاراں جان نگر دستکِ نان  
یعنی اے ننگِ زمان اُس کی تیغِ عشق کی طرف لاکھوں جانینِ تالیان بجاتی ہوئی دیکھ لی اگر اُسکے عشق میں تو فنا بھی ہو گیا تو کوئی جرم نہیں ہے اس لئے کہ اس ایک جان کے بدلے میں لاکھوں جانینِ ملین کی بہستی حق کے آگے اس اپنی بہستی کو فنا کر دو تو تمکو حیات ابدی اور مستی جاوداتی میسر ہو گی۔



جئے دیدے کو زہ اندر جو دُرینہ آب را از جہتے کے باشند گریز  
یعنی تو نے ندی کو دیکھ لیا تو کو زہ کو ندی میں ڈال دے اور پانی کو ندی سے کب گریز نہتا  
(جو سے مراد ہستی حق اور کو زہ سے مراد ہستی انسانی) مطلب یہ کہ جب اُس کا وجود اور اُس  
کی ہستی پیش نظر ہوگئی تو اب اُس کی ہستی کے سامنے اپنی ہستی کو خاک کر دے اور وہی اتحاد  
اصطلاحی حاصل کر لے اپنی ہستی کو بالکل مٹا دے اسلئے کہ جس طرح کہ پانی کو ندی سے گریز  
نہیں ہے بلکہ آخر الامر وہیں جاویگا اسی طرح اس ہستی کو ہستی حق سے کہیں گریز نہیں ہے تو  
پھر بچانے سے فائدہ کیا ہے۔

آب کو زہ چون در آب جو شود محو گردد دروے و چون او شود  
یعنی کو زہ کا پانی جب ندی کے پانی میں جاوے تو وہ اس میں محو ہو جاوے اور اُسی کی طرح  
ہو جاوے۔

وصف افانی شود ذاتش بقا زیں سپس نے کم شود نے بدقا  
یعنی اُس کا وصف تو فانی ہو جاتا ہے اور ذات باقی ہوتی ہے اُسکے بعد نہ وہ کم ہوتا ہے اور  
نہ بدقا ہوتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو اگر کو زہ کے پانی کو دریا میں ملا دو تو وہ اُس میں ملکر بالکل  
یکساں ہو جاتا ہے اور اُسکے تمام اوصاف فانی ہو جاتے ہیں لیکن اُس کی ذات باقی رہتی ہے  
کہ مثلاً اگر پہلے اُس میں دس کروڑ من پانی تھا تو اب ایک کو زہ اور دس کروڑ من پانی ہو پس اسی  
طرح حق تعالیٰ کے وجود اور ذات کے سامنے ہستی انسانی کے تمام اوصاف فنا ہو جاتے ہیں  
کوئی وصف اُس کا باقی نہیں رہتا لیکن اُس کی ذات باقی ہوتی ہے اور جب وہ پانی دریا میں  
ملا جاتا ہے تو پھر نہ کہی سڑتا ہے نہ بگڑتا ہے ہمیشہ عمدہ رہتا ہے اسی طرح انسان کو جب مرتبہ  
فنا کا حاصل ہو گیا تو اب وہ کہی مردہ نہیں ہوتا اُس پر ہلاکت نہیں آتی بلکہ باعتبار اُس اتحاد  
کے وہ ہمیشہ موجود ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حق تعالیٰ سے اُسکو تعلق ہے خواہ اُس کی یہ ہستی  
... موجود ہو یا فنا ہو چکی ہو تو جب فنا میں یہ فوائد ہیں کہ اُسکے بعد حیات ابدی حاصل ہوتی ہے  
تو کیوں نہ فنا اختیار کیجاوے۔ یہاں تک تو کچھ اُس عاشق کی زبان سے اور کچھ خود مولانا نے  
فنا کے فوائد بیان فرمائے اور اُس سے ثابت کر دیا کہ اگر صدر جہان اُس غلام کو مار بھی ڈالی

تو کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے مین اور اسی کے ضمن میں مرتبہ فنا کے حصول کی ترغیب دی کہ انسان کو چاہئے کہ فنا اختیار کرے اور حیات ابدی حاصل کرے آگے پھر اسی عاشق کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

## شرح حبیبی

غوش را بر نخل او آویختم	عذر آنرا کہ از و بگریختم
ہچو گوئے سجدہ کن بر روی و سر	جانب آل صدر شد با چشم تر
بر رخ چون زعفران شک وال	رفت آن بیدل سوئے صدر جہاں
ہم کفن ہم تیغ اندر دست او	چونکہ بود او عاشق و مرست او
جملہ خلاقان منظر سرور ہوا	کش بسوز و یا بر آویزد و را
این زمان این احمق یک لخت را	آن نماید کہ زمان بد بخت را
ہچو پروانہ شرر را نور دید	احقانہ درفت او از جان برید
لیک شمع عشق چون آن شمع نیست	روشن اندر روشن اندر رو نیست
او بجس شمعہائے آتشی است	می نماید آتش و جملہ خوشی است

یہاں سے پھر مولانا جواب عاشق کی طرف مٹو کر تے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اس عذر میں کہ اُس سے بہا کا تھا اپنے کو اُس کی سولی پر لٹکا چکا ہوں یعنی مرنیک لئے تیار ہو گیا ہوں اُن کو کہ یہ جواب دیکر گیند کی طرح منہ اور سر سے سجدے کرتا ہوا اور روتا ہوا صدر جہاں کی جانب روانہ ہوا اسکے زعفران کی طرح زرد رخساروں پر آنسو بہ رہے تھے اس حالت سے وہ عاشق صدر جہاں کے پاس گیا۔ نیز چونکہ اُس کا عاشق اُس کی محبت کے نشہ میں چور تھا اس لئے

ہاتھ میں کفن بھی تھا اور تلوار بھی تمام لوگ منتظر کھڑے ہوئے تھے کہ دیکھیں اسکو جلاتا ہے یا سولی دیتا ہے اور دل میں کہہ رہے تھے کہ اس وقت صدر جہان اس الگو کیساتھ وہ کرے گا جو زمانہ ایک بدنصیب کیساتھ کیا کرے گا ہے یعنی اسکو ملیا میٹ کرے گا۔ اس آفتی نے پروانہ کی طرح آتش شعلہ کو نور سمجھا اور دشمن کو دوست جانا لہذا اپنی حماقت سے اوندھے منہ گرہ اور جان کہوئی۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ اُن کی غلطی ہے کہ اُنہوں نے اس کی حالت کو پروانہ کی حالت پر قیاس کیا شمع عشق وہ شمع نہیں ہے جو پروانوں کو جلاتی ہے بلکہ یہ نور درو نور غرغہ سراسر نور ہے وہ آتش شمعوں کے بالکل برعکس ہے یہ صرف دیکھنے میں آگ ہے اور حقیقت میں سراپا خوشی اور راحت ہے۔

## شرح شبیری

اُس عاشق کا معشوق کے پاس پھونچ جانا جبکہ اُس جہان سے ہاتھ دھولے

غلیس را بر نخل او آویختم عذر آنرا کہ از و بگریختم  
یعنی (اُس نے عاذ لون سے کہا کہ) میں نے اپنے کو اُس کے نخل پر ٹکادیا ہے اُس کے عذر میں کہ میں اُس سے بہاگا۔ مطلب یہ کہ اُس نے کہا کہ میں چونکہ اُس کے پاس سے بہاگا گیا تھا لہذا اب اُس کی تلافی کیواسطے میں اُس کی دار پر لٹکنے کو تیار ہوں۔

بہچو گوئے سجدہ کن پر رو و ہوسر جانب آن صدر شد با چشم تر  
یعنی گیند کی طرح رو اور سر پر سجدہ کرتا ہوا اُس صدر کی طرف با چشم تر چلا۔  
بر رخ چوں زعفران اشک روان رفت آن بیدل سو و صدر جہان

یعنی زعفران جیسے چہرہ پر اشک روان وہ بیدل صدر جہان کی طرف چلا یعنی زعفران جیسے چہرہ پر آنسو بہ رہے تھے اور وہ صدر جہان کے پاس جا رہا تھا۔

ہم کفن ہم تیغ اندر دست او چونکہ بود او عاشق و سر مست او

یعنی کفن بھی اور تیغ بھی اُسکے ہاتھ میں تھی کیونکہ وہ اُس کا عاشق اور سر مست تھا پہلے قاعدہ تھا کہ جب کوئی بھاگا ہوا مجرم حاضر ہوتا تھا تو مع کفن اور تیغ کے حاضر ہوتا تھا جسکے یہ معنی ہوتے تھے کہ ہم حاضر ہیں قتل کر ڈالو۔ اسی طرح یہ بھی معترف قصود مع کفن اور شمشیر کے حاضر ہو گیا۔

جملہ خلقان منتظر سر در ہوا کش بسوز دریا بر آویردورا

یعنی تمام مخلوق منتظر سر در ہوا تھی کہ اُسکو جلا تا ہے یا اُسکو (درا پر ہما) لٹکا تا ہے (سر در ہوا سے مراد غایت انتظار ہے) یعنی سب منتظر تھے کہ دیکھئے اب اس کی ساتھ کیا کر تا ہے اور یہ کہہ رہے تھے کہ

ایں زمان این احمق یک نخت را آن نماید کہ زمان بد نخت را  
یعنی اس وقت اس پورے احمق کو وہ دکھلا دے گا جو کہ زمانہ بد نخت کو یعنی زمانہ بد نخت کو سختی دکھا تا ہے  
پس اسی طرح یہ صدر جہان اس احمق کی ساتھ سختی کرے گا اور احمق اسلئے کہا کہ با وجود اس کے کہ اُسکے پاس سے بھاگ چکا تھا اور پھر مرنے کیلئے آگیا۔

ہیچو پروانہ شمر ر التور دید احمقانہ درفت از جان برید  
یعنی پروانہ کی طرح شرر کو نور دیکھا اور احمقوں کی طرح جا پڑا اور جان سے قطع کر دیا۔  
یعنی اُس عاشق نے صدر جہان کے پاس حاضر ہو نیکو جو مثل شرر کے تھا نور سمجھا اور نور سمجھ کر اُسکے اندر احمقوں کی طرح جا پڑا مولانا فرماتے ہیں کہ

لیک شمع عشق جو آن شمع نیست روشن اندر روشن اندر شنیست  
یعنی لیکن شمع عشق اُس شمع کی طرح نہیں ہے (وہ تو) روشن اندر روشن اندر روشن ہے  
اور بعکس شمع ہوائے آتشی است می نماید آتش و جملہ خوشی است

یعنی برعکس شمع ہوائے آتشی کے ہے کہ دکھلائی آتش دیتی ہے اور بالکل خوشی ہی مطلب یہ کہ لوگ کہہ رہے تھے کہ پروانہ کی طرح اُس نے شرر کو نور سمجھا اور اُس میں آ پڑا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ارے عشق کی شمع وہ شمع نہیں ہے کہ جو جلادے بلکہ یہ ظاہر میں تو آگ ہے لیکن باطن میں نور ہی نور ہے فصیح ظاہری تو آتش ہوتی ہے مگر یہ آتش نہیں ہے بلکہ یہ نور ہے اور یہ روشن در روشن ہے اس میں آ کر اُس شمع جیسا جلنا نہیں ہے اس کا جلنا

اور طرح کا ہو کہ اس میں جو جل گیا وہ ہمیشہ ٹھنڈا رہا۔ آگے اسپر ایک حکایت لاتے ہیں خلاصہ  
 جن کا یہ ہے کہ ایک مسجد میں کوئی طلسم تھا اور جو شخص رات کو اُس مسجد میں رہتا تھا اس کو  
 خوفناک آوازیں اس قدر سنائی دیتی تھیں کہ وہ مرجاتا تھا تو لوگ رات کو اس میں رہتے نہ  
 تھے ایک شخص آیا اور رات کو اُس نے اُس میں رہنے کا قصد کیا لوگوں نے منع کیا اُس نے کہا کہ میں  
 تو مرنے کو پھر تا ہوں اور میں تو موت پر عاشق ہوں مر جاؤں گا تو کچھ پرواہ نہیں ہے اور اُس نے  
 کسی کی نہ مافی اور وہیں سویا حسب معمول رات کو وہی آوازیں سنائی دین اور معلوم ہوا کہ ٹہرا  
 شور و غل ہے اور کوئی کہہ رہا ہے کہ آتا ہوں آتا ہوں اُس نے فوراً کہا کہ آجا میں بھی تیار ہوں  
 چونکہ اُس طلسم کے ٹوٹنے کی یہی سبیل تھی کہ کوئی یہ کہہ دے آجا میں تیار ہوں لہذا اُس نے کہنے  
 سے وہ طلسم ٹوٹ گیا اور بیشمار خزانہ اُس کے اندر سے نکلا تو دیکھو چونکہ یہ عاشق تھا اور درنیکو  
 تیار ہو گیا تو اُس کو مقدار خزانہ ملا حالانکہ ظاہر میں تو اُس کی ہلاکت معلوم ہوتی تھی مگر اصل میں  
 وہ اُس کی ہلاکت نہ تھی بلکہ اُس کے لئے مفید اور نافع تھا۔ اسی طرح اس عاشق صدر جہاں کا  
 آنا بھی مضر نہ تھا بلکہ نافع ہی تھا اب حکایت سنو۔

## شرح حبیبی

مسجدے بدبر کنارے شہرے	ایک حکایت گوش کن از نیک بے
کہ نہ فرزندش شد و آتشب یتیم	ہیچکس دروے نختے شب بیم
صبحی دم چوں اختران در گرفت	ہر کہ دروے بنجر چوں کو گرفت
صبح آمد خواب را کو تاہ کن	خویشتن را نیک ازین آگاہ کن
اندران مہمان کشان باتیغ کند	ہر کسے گفتے کہ پر یانند تند
کہ رصد باشد عدد و جان و جسم	آن دگر گفتے کہ سحر ست و طلسم

آن دگر گفتے کہ بر نہ نقش فاش  
شب محسب اینجا اگر جاں بایست  
برودش کا ئے میہماں اینجا مباش  
ورنہ مرگ اینجا کمین بکشایدت  
واں دگر گفتے کہ شب قفلے نہید  
غافلے آید شمارہ کم دہید

ایہا ایک حکایت جو جس سے تھو مضمون بالا کی تصدیق ہو۔ شہر رے کے کنارہ پر ایک مسجد تھی رات کو اس میں کوئی شخص ایسا نہ سوتا تھا جو ڈر کر نہ جاتا ہو اور اُس رات کو اس کے بچے یتیم نہ ہو جاتے ہوں جو شخص اُس میں ناواقفی سے اور اندھا دہند چلا جاتا ستاروں کی طرح وہ بھی صبح کو قبر میں چلا جاتا تھا اب مولا فاضلنا ایک نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم کس غفلت میں ہو دیکھو ہوشیار ہو صبح پیری آجھو نچی ہے اور قبر میں جانے والے ہو اس غفلت کو چھوڑ دو خواب سے بیدار ہو اور قبر میں جانے کے لئے تیار ہو جاؤ اس مضمون کو ختم کر کے بچہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں لوگ چہ میگوئیاں کیا کرتے تھے کوئی کہتا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بڑی غضبناک پر بیان رہتی ہیں جو کہ مہمان کو کندہ تلوار سے یعنی بڑی درجی سے مارتی ہیں دوسرا کہتا کہ یہاں کوئی سحر اور طلسم ہے جو کہ اس کمینگاہ میں رہ کر لوگوں کو ضرر پہنچاتا ہے کیونکہ گہات میں رہنے والے جان و جسم کے دشمن ہوتے ہیں تیسرا کہتا کہ جی کچھ بھی ہو اب مناسب یہ ہے کہ دروازہ پر ایک صاف صاف اعلان اس مضمون کا لگا دیا جاوے کہ لے مسافر یہاں نہ پھیرنا اور اگر تجھے جان درکار ہے تو رات کو یہاں نہ سونا ورنہ موت کمینگاہ سے نکل کر تجھ پر واقع ہوگی چوتھا کہتا کہ یہ بھی کافی نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی جاہل ہو یا اُس کی طرف التفات نہ کرے اس لئے اس میں قفل ڈال دو اور راستہ ہی بند کر دو۔

## شرح شبیری

اُس مسجد کی حالت کو بیان کرنا جو کہ مہمان کش تھی اور اُس عاشق اُبلالی موت کے شائق کا بیان جو کہ اُس مسجد میں رات کو مہمان ہوا

ایک حکایت گوش کن اونیک پے مسجد بے بر کنارے شہر رے  
یعنی لے نیک پے ایک حکایت نو کہ ایک ..... مسجد شہر رے کے کنارہ پر تھی۔  
بیمچکس دروے خفہ مشتبہ بیم کہ نہ فرزندش شدہ آتشب یتیم  
یعنی کوئی شخص اس میں رات کو خوف سے نہ سوتا کہ اس کا طر کا اس رات کو یتیم نہ ہو جاتا یعنی اس میں  
رات کو سوتا ہی مر جاتا تھا۔

ہر کہ دروے بیخیر چون کو رفت صبحم چون اختران در کو رفت  
یعنی جو کوئی اس میں اندھے کی طرح بیخیر چلا گیا صبح ہی کو ستاروں کی طرح گور میں گیا۔ یعنی ج طرح کہ ستارے  
صبح کو چھپ جاتے ہیں اس طرح وہ بھی صبح کو مر کر گور میں پوشیدہ ہو جاتا تھا آگے ایک شعر میں مولانا مضمون  
ارشادی فرماتے ہیں کہ۔

خویشترن را لیک ازین آگاہ کن صبح آمد خواب را کو تاہ کن  
یعنی اپنے کو اس سے اچھی طرح آگاہ کر دیجی گئی ہے نیند کو کہ کہ یعنی اس حکایت میں آیا کہ صبح کے وقت  
وہ گور میں جاتا تھا اسی طرح تیری بھی صبح پیری آگئی ہے۔ اب ذرا پوش سنہال کہ گور میں جانو آگے  
غفلت کو ایک طرف کر اور پوشیار ہو جا۔ آگے پھر وہی حکایت ہے کہ۔

ہر کہے گفتے کہ پیر یا نند ترند اندرون ہماں کشان با تیغ کند  
یعنی ہر شخص کہتا کہ جنات سخت ہماں کو کند تلوار سے مار ڈالنے والے ہیں۔  
وان در گفتم کہ سحرست و طلسم کہ رصد باشد عدو جان و جسم  
یعنی وہ دوسرا کہتا کہ سحر و طلسم ہے کہ رجا ایسا کیس گاہ ہو جاتا ہے (جو کہ) جان و جسم کا عدو ہو یعنی  
کسی کا خیال تھا کہ اس میں جن رہتے ہیں اور کوئی کہتا کہ طلسم اور جادو ہے

آن در گفتم کہ بر نہ نقش فاش بر فرش کا ئی میہماں اینجا امباش  
یعنی وہ دوسرا کہتا کہ ایک اطلاع ظاہر اس کے دروازہ پر کہدو کہ لے ہماں اس جگہ مت رہ یعنی کوئی کہتا کہ  
یہاں ایک جلی قلم سے اطلاع لکھ کر لگا دو کہ یہاں بیہماں کوئی مت نہ ہو اور کہدو کہ۔

شب محسب اینجا اگر جان بایرت و نہ مرگ اینجا کمین بکشایدت  
یعنی رات کو اس جگہ مت سو اگر تجھے جان چاہئے ہے و نہ موت اس جگہ تیری کمین ہو لیگی یعنی کیس گاہ ہے

نکل کر تجھے لیجاو گی۔

والن دگر گفتے کہ شب قفل نہید غافلے کا یہ شمارہ کم دہید

یعنی وہ دوسرا کہتا کہ رات کو ایک قفل لگا دو اور جو غافل کہ آوے تم اسکو راہ مت دو۔ یعنی کوئی کہتا کہ یہاں ایک اعلان لگا دو تاکہ کسی کو دھوکا نہ ہو۔ اور کوئی کہتا کہ قفل لگا دو اور اگر کوئی غافل آجاوے تو تم اسکو جانے مت دو بلکہ روک دو۔

## شرح حبیبی

کوشنیدہ بود آن صیت عجب  
ز آنکہ بس مردانہ و جانباز بود  
رفت گیر از گنج جان یک حبس  
نقش کم ناید چو من باقیم  
نقح حق باشم ز نائے تن جدا  
تار ہد آں گوہر از تنگیں صدف  
صداقم جان را بر افشاںم برین

تا یکے مہمان در آمد وقت شب  
از برائے آزمون مے آزمود  
گفت کم گیرم سر و شکنہ  
صورت تن گو بر و من یک ستم  
چون نفخت بودم از لطف خدا  
تا یافتہ بانگ نفخشاں بن طرف  
چون تمنوا الموت گفت ای صافین

خبر بہت باہنجا رسید کہ ایک مہمان جیسے کہ یہ عجیب افواہ سنی تھی رات کے وقت آیا چونکہ وہ نہایت مرد اور جانباز تھا اسلئے اس کی واقعیت کا امتحان کرنا چاہتا تھا اسلئے سوچا کہ میں سر اور او جہم وغیرہ اعضائے جسمانی کی کچھ پر واد نہیں کرتا اگر جائیں بلا سے جائیں زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ خزانہ جان میں سے ایک معمولی مقدار جاتی رہیگی سو اس کی کچھ پر واد نہیں صحت تن جائیگی بلا جملے میں کیا چیز ہوں کچھ صورت سم نہیں ہوں کہ اسکے خا ہونے سے میں بھی خواہوں جاؤں بلکہ



میں باقی رہوں گا۔ اگر یہ نقش چلا جاوے بلا سے جاوے اگر میں سلامت ہوں تو صورتیں بہت چونک  
میری نسبت نفیخت فیہ من روحی فرمایا گیا ہے اسلئے اس وقت میں خدا کی وہ چھونک ہوں گا جسکو اسے  
اپنی جہر باقی سے اس قسم کی بانسری میں بہر اپے اور جو کہ اجسہم کی بانسری سے الگ ہو گئی ہے  
پس میں اس بانسری سے جدائی چاہتا ہوں تاکہ اُس کی نفیخت کی آواز اس طرف یعنی اس بانسری میں  
نہ واقع ہو۔ اور تاکہ یہ موتی اس تنگ سیب چھوٹ جاوے چونکہ جو سبحانہ نے فرمایا ہے کہ اگر  
تم سچے ہو تو موت کی آرزو کرو۔ اگر یہ خطاب یہود کو ہے مگر منشا کے لحاظ سے ہر مدعی محبت کو  
عام ہے اور میں صادق ہوں اسلئے اس حکم کی بنا پر جان دینے پر آمادہ ہوں۔

## شرح شبیری

ایک جہان کا اُس مہمان کش مسجد میں آنا

تلیکے جہان در آمد وقت شب کہ شنیدہ بود آن صیت عجب

یعنی یہاں تک کہ رات کے وقت ایک جہان آیا کہ اُس نے اُس عجیب ہر ت کو سنا تھا۔ یعنی وہ لوگ  
یہ رائیں بگا رہے تھے کہ ایک جہان صاحب اُسی مسجد میں اُس کا یہ عجیب قصہ شکر شب باشی کیلئے  
تشریف لائے

از برائے آرموئے آزمود زانکہ بس مردانہ و جانب از بود

یعنی آزمائش کیلئے وہ آزماتا تھا اسلئے کہ بہت مردانہ اور جانباز تھا۔ یعنی چونکہ وہ جانباز اور مرد تھا  
اسلئے وہ آزمائش کیلئے اُس مسجد کی اس بات کو آزمائے آیا تھا۔

گفت کم گیرم سرواشکنبہ رفتہ گیر از گنج جان یک جبہ

یعنی اُس جہان نے کہا کہ میں سراہہ ادبہ کو کم لیتا ہوں تو گنج جان سے ایک جبہ گیا ہوا فرض کر لے  
(سرو اشکنبہ سے مراد تن) مطلب یہ کہ اُس نے کہا کہ مجھے اس تن کی ہلاکت کی پرواہ نہیں ہے  
اگر میرے گنج میں سے ایک جبہ یعنی تن کم ہی ہو گیا تو کیا ہوا دیکھا میرا کوئی حرج نہیں۔

صورت تن کو برو من کیستم نقش کم نابد جو من راقیستم

یعنی صورت تن کو کہہ دو کہ جاوے (کیونکہ) میں کون ہوں نقش کم نہیں آتا ہے جبکہ میں باقی ہوں

۱۱۱ کان

یعنی اُسے کہا کہ اگر یہ صورت تن جاتی رہے اور یہ ہلاک ہو گئی تو کوئی غم نہیں ہے اسلئے کہ میں یہ تن  
خود راہی ہوں میں تو وہ جان اور روح ہوں تو اگر میں یعنی روح باقی ہے تو نفخ کی کیا کمی ہے اصل  
تو روح ہے اور وہ باقی رہے گی تو پھر مرنے سے کیا ڈر۔

چوں نفخت بودم از لطف خدا نفخ حق باشد ز نائے تن جدا  
یعنی جبکہ میں لطف خدا سے نفخت تھا تو نفخ حق نائے تن سے جدا ہوتا ہے۔

تا نیفتد بانگ نفخش این طرت تار ہد آن گوہر از تنگیں صدف  
یعنی تاکہ اُس کی نفخ کی آواز اس طرف نہ پڑے اور تاکہ وہ گوہر تنگ صدف سے چھوٹ جاویں مطلب  
یہ ہے کہ میری اصل تو روح ہے اور اُس کی بابت حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نفخت فیہ من روحی  
تو یہ تن اسلئے جدا ہوتا ہے تاکہ حق تعالیٰ کا ارشاد نفخت الحق احسن من ناسوتی پر واقع نہ ہو بلکہ روح  
پر واقع ہو لہذا اس تن سے یہ روح الگ ہوتی ہے اور دوسری مصلحت یہ ہے کہ یہ روح اس  
تن تنگ میں تنگ ہے اسلئے یہاں سے چھوٹ کر یہ آرام سے بھی ہو جاوے گی۔

چوں تمنوا الموت گفت اصداقین صادق جان را بر افشام برین  
یعنی جبکہ فرمایا ہے کہ اے صادقو موت کی تمنا کرو تو میں صادق ہوں اور جان کو اُس پر افشان کرتا ہوں  
مطلب یہ کہ اُسے کہا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے تمنوا الموت ان کنتم صادقین تو بس میں صادق  
ہوں اور تم نائے موت کرتا ہوں اور مرنا ہوں مجھے کچھ پرواہ نہیں ہے

## شرح حبیبی

تا نکو بد جانستانت پہچو کسپ  
کا ندریں جاہر کہ خفت آمد زوال  
دیدہ ایم و جلاہ اصحاب ہنہ  
نیم شب مرگ ہلاہل آمدش

قوم گفتندش کہ ہیں اینجا مخسپ  
کہ غریبی و نمیدانی تو حال  
اتفاقے نیست این ما با رہا  
ہر کہ آن مسجد شبے مسکن شدش

ازیکے تا پانصد این را دیدہ ام	لے بتقلید از کسے بشنیدہ ام
گفت الدین نصیحتہ آن رسول	آن نصیحت در لغت ضد غلول
این نصیحت راستے در دوستی	در غلول خائن و سگ پوستی
بے خیانت این نصیحت از و داد	می نہایت مگر در عقل داد

لوگوں نے اُس سے کہا کہ آپ یہاں نہ سوئیں ایسا نہ ہو کہ وہ جان لیوا آپ کو کھل کی طرح کوٹ ڈالے ہم یہ اسلئے کہتے ہیں کہ آپ پر دہلیسی ہیں یہاں کی حالت آپ کو معلوم نہیں اور آپ نہیں جانتے کہ جو یہاں سویا آپس پر تباہی ضرور آئی اور یہ امر کوئی اتفاقی نہیں ہے بلکہ ہمنے اور تمام عقلا نے یہ واقعات بار بار دیکھے ہیں اور یہ نہیں کہ تقلید کسی سے سن لیا ہو بلکہ چشم خود ایک سے لیکر پانچ سو مرتبہ تک یہ واقعات دیکھے ہیں اور اصل منشا ہماری اس گفتگو کا یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مقتضائے دین خیر خواہی ہے اور خیر خواہی اپنے معنی لغوی کے لحاظ سے مخالف ہے خیانت کے اور ہمارا اطلاع نہ کرنا خیانت ہے لہذا اطلاع خیر خواہی ہوگی اور خیر خواہی ضروری ہے لہذا اطلاع ضروری ہوئی خیر خواہی یہ ہی ہے کہ کسیکے ساتھ سچی دوستی اور ہمدردی کیجاوے اور اگر وہ ہو کا کیا جاوے تو ایسا کرنے والا خائن اور سگ پوست ہوگا نہ کہ دوست اور خیر خواہ پس ہم یہ نصیحت تم کو محض دوستی سے اور بدوٹن کسی خیانت کے کرتے ہیں لہذا تم کو ماننا چاہئے اور مقتضائے عقل والصفات سے نہ پہرنا چاہئے۔

## شرح شبیری

اہل مسجد کا مہمان عاشق کو رات کو وہاں سوئے ملامت کرنا  
 قوم گفتندش کہ بین اینجا تحسب - تا نکو بد جانستانت ہمچو کسب  
 یعنی قوم نے اُس سے کہا کہ ارے اس جگہ مت سونا کہ تیرا جان لینے والا تجھے کھل کی طرح کوٹ  
 نہ دے۔

کہ غریبی و نمدانی تو حال کا ندرین جاہر کہ خفت آمد زوال

یعنی کہ تو مسافر ہے اور حالت کو جانتا نہیں ہے کہ اس جگہ جو کوئی سویا زوال آیا یعنی لوگوں نے کہا کہ بھائی تجھے خبر نہیں ہے یہاں جو سویا ہے اُس کی جان بچی نہیں ہے یہاں تو ہرگز مت سو

اتفاقی نیست این ما بار ہا دیدہ ایم و جملہ اصحاب نہی

یعنی یہ بات اتفاقی نہیں ہے (بلکہ) ہم نے بار بار دیکھا ہے اور سب اصحاب عقول نے (دیکھا ہے)

ہر کہ این مسجد شبے مسکن شدش نیم شب مرگ ہلاہل آمدش

یعنی یہ مسجد جس کی ایک رات کو مسکن ہو گئی ہے آدھی رات کو اُسے مرگ ہلاہل آیا ہے۔

ازیکے تا پانصد این را دیدہ ایم نے بہ تقلید از کسے بشنیدہ ایم

یعنی ایک سے پانچ تک ہم نے اُسکو دیکھا ہے نہ کہ تقلید کسی سے سنا ہے یعنی سب نے کہا کہ میان ہمارا

خود بچ رہے کہ جو یہاں رات کو رہا وہ مارا گیا کسی سے سنی سنائی نہیں کہتے۔

گفت الدین النصیحة ان سول آن نصیحت در لغت ضد غلول

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الدین النصیحة اور وہ نصیحت لغت میں خیانت کی ضد ہے

این نصیحت راستی در دوستی در غلولی خائن و سگ پوستی

یعنی یہ نصیحت راستی ہے دوستی میں اور غلولی میں خائن اور سگ پوستی ہے مطلب یہ کہ حدیث میں

جو الدین النصیحة آیا ہے تو وہ خیانت کی ضد ہے یعنی خیانت نکرو بلکہ نصیحت کرو تو وہ نصیحت تو

دوستی اور راستی ہے اور خیانت میں خائن ہونا اور سگ پوست ہونا ہے۔

بے خیانت این نصیحت از دودا می نہایت مگر از عقل و داد

یعنی بے خیانت کی یہ نصیحت دوستی کی وجہ سے ہم تجھے کہہ رہے ہیں تو عقل و انصاف سے مت پہر

یعنی سب نے کہا کہ دیکھ تجھے سمجھا رہے ہیں سمجھ جا اور عقل کے خلاف کام مت کر کہ ایسی جگہ کہ جہاں

یقینی موت ہے تو جاتا ہے اُسکو سنکر اُسے جواب دیا کہ

شرح حبیبی

گفت اولے ناصحاں من شدم از جہان زندگی سیر آمد

منبلے ام زخم جو زخم خواہ  
 منبلے نے کو بود خود برگ جو  
 منبلے بے زخم ناساید نغم  
 منبلے نے کو بکف پول آورد  
 آن نہ کو بر ہر دکانے می زند  
 مرگ شیرین گشت و قلم زین ہرا  
 آن قفص گوہست عین باغ در  
 جوق مرغال از بروں گرد قفص  
 مرغ را اندر قفص زان سبزہ زار  
 سبز ہر سوراخ بیرون می کند  
 چون دل جانش چنیں بیرون بود  
 نے چنان مرغ قفص در اندہان  
 کے بود اورا درین خوف و حزن  
 اوہمی خواہد گزین ناخوش قفص

عافیت کم جوئے از منبل ہراہ  
 منبلے ام لا ابالی مرگ جو  
 عاشق بے زخم ہا بے تم  
 منبلے چستے گزین پل بگزد  
 بر جہاد از کون و کانے بر زند  
 چون قفص ہشتن پریدن مرغ را  
 مرغ می ہست گلستان و شجر  
 خوش ہی خوانند از آزادی قفص  
 نے خورش ماندست نے صبر و قرار  
 تا بود کاین بند از پا بر کند  
 آن قفص را اور کشائی چون بود  
 گرد بر گردش حلقہ گر بگان  
 آرزوئے از قفص بیرون شدن  
 صد قفص باشد بگرد این قفص

اُسے کہا کہ اے نامحسین عالم زندگی سے سیر ہو چکا ہوں اور اب مجھے نہ جینے کی ہوس ہے نہ آرزوئے مرگ سے پشیمان ہوں میں اُس کا بل کی مثل ہوں جو کہ اپنی کابل سے زخم کہا



# شرح شبیری

عاشق کا ناصحون اور ملامت گو لون کو جواب دینا

گفت اواز ناصحان من بے ندم از جہان زندگی سیر آدم

یعنی اُس نے کہا کہ اے ناصحوں بغیر کسی ملامت کے جہان زندگی سے سیر آگیا ہوں یعنی مجھ کو  
زندگی کی ضرورت نہیں ہے اور اب تو میرا دل جینے کو نہیں چاہتا۔

منبل بے زخم ناساید تنم عاشقم بر زخمہا برمی تخم

یعنی میں کابل ہوں بے زخم کے میرا بدن آرام نہیں پاتا۔ میں زخموں پر عاشق ہوں اور اُن پر  
تنتا ہوں مطلب یہ کہ قاعدہ ہے کہ جو کابل ہوتے ہیں وہ اکثر بدن دبو اتے ہیں اور کٹواتے ہیں  
تب اُنکو آرام ملتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تو کابل ہوں میرے بدن کو تو بے زخموں کے  
آرام نہیں ملتا لہذا میں مرے کو اور اپنے بدن کو زخم بھونچانے کو حاضر ہوں۔

منبل ام زخم جو زخم خواہ عافیت کم جبے از منبل براہ

یعنی میں کابل ہوں زخم جو اور زخم خواہ کابل سے راہ میں عافیت کم ڈھونڈھو یعنی جو کابل  
ہو گا چلنے میں اُس کی عافیت اور خیریت سمجھو اسلئے کہ کابل ہے وہ اپنے بچاؤ وغیرہ کی کوئی تدبیر نہ  
کرے گا اور کہتا ہے کہ

منبلے کو بوجہ خود برگ جو منبلے ام لا ابالی مرگ جو

یعنی وہ کابل نہیں کہ جو خود برگ جو ہو بلکہ میں ایک کابل ہوں بے پرواہ موت کا متلاشی  
یعنی میں ایسا کابل نہیں ہوں کہ جو دوسروں سے میں یہ کہوں کہ مجھے کچھ دو اور خود کچھ نہ کروں بلکہ  
میں ایسا کابل ہوں کہ اس دنیا سے بے پرواہ ہوں اور موت کی تلاش میں ہوں۔

منبلے کو بکف پول آورد منبلے چستے کزین پل بگذرد

یعنی وہ کابل نہیں کہ جو ہاتھ میں پیسہ لاوے (بلکہ) وہ کابل چست کہ اس پل سے گذر جاوے  
یعنی میں وہ کابل ہوں کہ جو اس ہستی دنیا سے گذرنے کو اور یہاں سے جانے کو ہر گز  
اور ہر وقت تیار ہوں۔

آن نہ کو ہر ہر دو کانے می زند بل جہد از کون و پر کانے زند  
یعنی وہ نہیں کہ جو ہر دو کان پر مارے بلکہ کون سے کوہ کر معدن پر مارے مطلب یہ کہ  
میں وہ نہیں ہوں کہ ہر دو کان پر گداگری کروں اور بھیگ مانگوں بلکہ میں ایسا کابل ہوں کہ اس  
ہستی سے گذر کر معدن حیات ابدی پر بھونچوں گا۔

مرغ شیرین گشت و نظم زین ہرا چون قفس مشتق پریدن مرغ را  
یعنی موت اور اس سرا سے منتقل ہونا مجھے شیرین ہو گیا ہے جیسے کہ قفس چھوڑنا اور اڑنا  
جانور کو یعنی حسی طرح کہ قفس کو چھوڑ کر جانور اڑنے کا شائق ہوتا ہے اور اڑ جانا اُس کے لگو  
جیسا شیرین ہوتا ہے اسی طرح میرے لئے اس جہان سے چلا جانا شیرین اور لذت مند ہو گیا ہے  
آن قفس کو نہشت عین باغ در مرغ می بیند گلستان و شجر  
یعنی وہ قفس جو کہ عین باغ میں ہو اور جانور باغ اور درخت دیکھ رہا ہے۔

جوق مرغان از برون گرد قفس چون بھی خوانند ز آزادی قفس  
یعنی جانوروں کے گروہ قفس کے باہر گرداگرد جب آزادی سے قفس پڑھیں۔

مرغ را اندر قفس زان سبزه نادر نے خورش ماند است ذصبر و قرار  
یعنی اُس (جانور) کو قفس میں اُس سبزه زار کی وجہ سے نہ کہا نا رہا ہے اور نہ صبر و قرار رہا ہے  
(بلکہ اُس کی یہ حالت ہے کہ)

سر زہر سوراخ بیرون می کنند تا بود کاین بند از پاہر کنند

یعنی (قفس کے) اہر سوراخ سے سر باہر کر تا ہے تاکہ شاید کہ اس قید کو پاؤں سے نکال دے۔

چون دل و جانش چنین بیرون بود آن قفس را در کشائی چون بود

یعنی جب اُس کا دل و جان اس طرح باہر ہوئے تو (اگر) تو اُس قفس کا دروازہ کھول دے تو کیا ہوگا  
مطلب "آن قفس کو نہشت الخ" سے یہاں تک کہ یہ ہے کہ اُس نے جو کہا تھا کہ مجھے موت اور اس دنیا  
سے جانا ایسا شیرین ہے جیسے کہ جانور کو قفس سے چھوڑنا شیرین ہو اگر تا ہے اہل ان اشعار  
میں جانور کے قفس سے چھوڑنے کا شیرین ہونا بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو جو جانور کہ اُس کا پیغمبر  
باغ میں رکھا ہو اور چاروں طرف سے جانور بول رہے ہوں تو وہ بے صبر ہو جاوے گا۔ اور نہ اُس سے



دانہ اچھا لگے گا نہ بانی بلکہ وہ بیخبرہ کے ہر سوراخ سے سر باہر نکائے گا کہ کوئی تدبیر ایسی ہو کہ جس سے میں اس سے باہر نکل جاؤں اُس وقت اگر اُس کا بیخبرہ کوئی کہو لڑے تو دیکھو اُس کو کس قدر مسرت ہوگی کس طرح میں ہوں کہ میں اپنے چاروں طرف سے رحمت حق کو دیکھ رہا ہوں جنت ہے، اُس میں مسکے بے محض موجود ہیں لہذا مجھے اس جہان سے جانیگا بہت ہی شوق ہے تو اس حالت میں اگر کوئی مجھے مار کر اس نفس حیات کے پھڑا دے تو اس سے زیادہ اور کیا بات مسرت اور خوشی کی ہو سکتی ہے اسی لئے میں موت کا سختی سے شائق ہوں

نے چنان مرغ نفس در اندہان گرو بر گروشن مخلقہ گر بگان  
یعنی نہ ناب مرغ نفس کہ اندوہوں میں (ہو) اور اُس کے گردا گرد حلقہ کئے ہوئے ملیاں ہوں  
کے بود اور اوران خوف و حزن آرزوئے از نفس بیرون شدن  
یعنی اُس کو اُس خوف و حزن میں نفس سے نکلنے کی کب آرزو ہوگی (بلکہ)

ادبی خواہر کہ زین ناخوش حص صد قفص باشد بگردہین قفص  
..... یعنی وہ یہ چاہتا ہے کہ اس ناخوش زنبیل سے سو نفس اس نفس کے گرد ہوں  
مطلب یہ کہ اُسے کہا کہ میں اُس مرغ کی طرح نہیں ہوں کہ جسکے بیخبرہ کے گرد ملیاں جمع ہوں کہ ذرا سا اگر اُس کا بیخبرہ بھی باہر نکلا تو انہوں نے پکڑ لیا تو بیشک اُس کو نفس سے نکلنے کی تمنا نہ ہوگی بلکہ وہ تو یہ چاہے گا کہ اس بیخبرہ کے گرد اور بہت سے بیخبرے ہو جاؤں تو اُسے کہا کہ چونکہ میں ایسا نہیں ہوں بلکہ اُس مرغ کی طرح ہوں جس کا ذکر اوپر آیا لہذا میں موت کا شائق ہوں اور ان دونوں مثالوں میں مومنین اور کافرین کی حالت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ مومنین تو موت کے شائق ہوتے ہیں اسلئے کہ جنت کو اپنے چاروں طرف دیکھتے ہیں اور اپنے بھجنسوں کو دیکھتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ موت سے متفر ہوتے ہیں اسلئے کہ اپنے چاروں طرف عذاب ہی عذاب دیکھتے ہیں (غور باللہ منہ) آگے بولانا جالینوس کی حکایت لاتے ہیں کہ وہ کہا کرتا تھا کہ بعد موت میرے اندر کچھ ذرا ذہور سی حیات ہے تاکہ میں اس جہان کو دیکھتا رہوں تو وہ اسلئے کہتا تھا کہ اُس کو اُس جہان میں تو کچھ ملنے کی امید تھی نہیں جو کچھ تھا وہ اُسی کو مایہ حیات سمجھتا تھا لہذا اتنا کرتا تھا کہ میری یہ حیات باقی رہے تو اُس کی مثال اُس جائز کی سی ہوئی کہ جسکے نفس کے گرد ملیاں ہوں اور وہ نکلنا نہ چاہتا ہو۔ ایک حکایت سنو :-

## شرح حبیبی

آینچنانکه گفت جالینوس را در  
 را ضمیمه کز من بماند نیم جان  
 اگر به می بیند بگرد خود قطار  
 یا عدم دیده است غیر این جهان  
 چون چنین کش میکشد بیرون کرم  
 لطف رویش سوئے مصدر می کند  
 که اگر بیرون نهد زین شهر گام  
 یا در بیرون درین شهر و خم  
 یا چو چشم سوزنی را هم بدی  
 این چنین هم غافلست از عالم  
 او نداند کان رطوباتی که هست  
 آینه نماند که چار عنصر در جهان  
 آب و دانه در قفس گیر یافته است  
 جانهای انبیا بیندند باغ  
 پس نجالینوس و عالم فارغ اند  
 و ز جالینوس این گفت افریست

از بهوائی این جهان و از مراد  
 که ز کون استرے بینم جهان  
 مرغش آیس گشته بود دست از مدار  
 در عدم نادیده او حشر نهان  
 می گیرند او پیش سوئے شکم  
 او مقرر در پشت مادر می کند  
 اے عجب دیگر نه بینم این مقام  
 که نظاره کرده اند در جسم  
 که زیر و خم جسم دیده شد  
 همچو جالینوس او نامحسوس  
 آن مدد از عالم بیرون است  
 صدمه دارد در شهر لامکان  
 آن ز باغ و عرصه در تافته است  
 زمین قفص در وقت نقلان فراغ  
 همچو مه اندر فلکها بازغ اند  
 پس جوابم بهر جالینوس نیست

این جواب آنکس آمد کاین بگفت  
 مرغ جانش موش شد سوراخ جوا  
 زین سبب جانش وطن دید و قرار  
 هم‌دین سوراخ نبائی گرفت  
 پیش‌هله که مرا و را در مزید  
 زانکه دل بر کند از بیرون شدن  
 عنکبوت از طبع عنقا داشته  
 گر به کرده چنگ خود اندر قفس  
 حصیه و قونج و مالخولیا  
 گر به مرگست و مرض چنگالی او  
 گوشه گوشه می دود سوئے دوا  
 چون پیاده قلعه آمد این گواه  
 مهلت خواهی تو از و در گیر  
 جستن مهلت دوا و چاره یا  
 عاقبت آید صبا حه خصم وار  
 غدر خود از شنه نخواه ای پیر  
 دانکه در ظلمت پیر اندر بار گ

که نبود تش و دله با نور حفت  
 چون شنید از گر بگان او عر خوا  
 اندرین سوراخ خود نیا موش وار  
 در خور سوراخ دانائی گرفت  
 اندرین سوراخ کار آید گزید  
 بسته شد راه ره‌میدن از بدن  
 از لعاب نجیب که افشیده  
 نام چنگش صر و کرم و مغص  
 سکنه و سده جذام و ماسرا  
 می زند بر مرغ و پیر و بال او  
 مرگ چون قاضی در بخورد گو  
 که همی خواند ترا تا حکم گاه  
 گر پذیرد شد و گرنه گفت خیز  
 که تنی بر خفته بر تن پاره با  
 چند باشد مهلت آخر شرم دار  
 پیش از آنکه آچنان روزی رسد  
 بر کند زان نور دل یکبار گ

می گیرند از گواه و مقصدش  
تا گمان گیرند او را خوار و زار  
نہن گذرکن جانب آن شخص را

کان گوا سوئے قضای خواندش  
کش کشان تا پیش قاضی شہر سار  
کو بسجرا آمد آن شب میہمان

اُس کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے جیسے کہ حکیم جالینوس نے اس جہان کی محبت اور اُس کے مقصد  
ہونے کی سبب کہا تھا کہ میں اس پر بھی راضی ہوں کہ میری ذرا سی ہی جان اس میں رہ جاوے  
یابہ کہ ایک چھوٹا سا سوراخ میرے لئے ہو جس سے کہ میں مرنے کے بعد اس عالم کو دیکھ سکوں  
بات کیا تھی جو وہ یہ کہتا تھا دجریہ تھی کہ وہ اپنے گرد ملیوں کی قطار دیکھ رہا تھا یعنی عذاب الہی  
اُس کے پیش نظر تھا اور اُس کی روح جو ایک پرندہ کی مثل تھی اڑنے اور اس عذاب سے  
بچات پائے سے ناامید ہو چکی تھی یا یہ وجہ تھی کہ اس عالم کے علاوہ دوسرے عالم کو یا کل  
معلوم سمجھتا تھا اور عدم میں اُس کو مخفی حشر نظر نہ آتا تھا لہذا اُس کی ایسی حالت تھی جیسے کہ  
جنین کہ گرم حق اُس کو قید خانہ سے چھوڑا کہ ایک وسیع عالم میں لانا چاہتا ہے مگر وہ اُس کو معلوم  
سمجھتا ہے کی جانب شکم کی طرف بھاگتا ہے عنایت حق اُس کو باہر لانا چاہتی ہے اور وہ پشت  
مادر ہی کو اپنا مستقر بنانا چاہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اگر اس شہر سے باہر میں نے قدم رکھا  
تو پھر مجھے یہ دلکش مقام دوبارہ نظر نہ آئیگا۔ پس یا تو میں اس شہر سے نکلوں نہیں اور اگر  
مجبوراً نکلنا ہو تو اس شہر میں کوئی دروازہ ہونا چاہئے جس سے کہ میں اس رحم کو دیکھ سکی ہوں  
کہ لیا کر دن اور اگر دروازہ بھی نہ ہو تو سوئی کے ناکہ ہی کی برابر کوئی راستہ ہو جس سے میں باہر سی  
رحم کو دیکھ سکوں۔ پس یہ ناخرم جنین بھی یوں ہی عالم دنیا سے ناواقف ہے جس طرح کہ جالینوس  
عالم آخرت سے وہ نہیں جانتا کہ یہ رطوبات رحم جو اُس کے لئے مایہ حیات ہیں یہ بھی عالم بیرونی ہی سے  
حاصل ہوتی ہیں جس کا وہ منکر ہے یا جس کو وہ ناپسند کرتا ہے جس طرح عالم دنیا میں چاروں طرف ضرور  
کو شہر لامکان و عالم غیب سے جس کا جالینوس منکر تھا یا جس کو وہ ناپسند کرتا تھا سیکر دن  
امدادین چھو جیتی ہیں اب وہانہ جو اس جالینوس کو اس عالم میں ملتا ہے یہ اُسی باغ و میدان

غیب سے ظہور پذیر ہوا ہے پس رحم میں جنین کو یا دنیا میں جالینوس کو جو حیات حاصل ہے یہ  
 آئینہ عالموں کا صدقہ ہے جسکے وہ منکر یا کارہ ہیں۔ اگر وہ معدوم ہوتے جیسا کہ اُن کا خیال ہے تو  
 خود یہ بھی نہ ہوتے۔ اور اوج انبیاء چونکہ اُس باغ اور اس طمانینت کا جو کہ اُنکو وہاں حاصل ہوگی  
 اس بنجرہ کو چھوڑنے اور اس سے انتقال کے وقت مشاہدہ کرتے ہیں اسلئے وہ نہ جالینوس کی  
 پرواہ کرتے ہیں اور نہ اس عالم کی بلکہ چاند کی طرح عالم بالا پر چمکتے ہیں یہ گفتگو تو اُس وقت ہو جبکہ  
 واقع میں جالینوس نے ایسا کہا ہو جیسا کہ اُس کی طرف منسوب ہے اور اگر یہ قول اُس پر افترا ہے تو  
 میرا جواب جالینوس کو نہیں ہے بلکہ اُسکو ہے جس نے ایسا کہا کیونکہ اُس کا دل بوز معرفت سے منور  
 بنیں ہے اور اُس کی جانکام پرنڈہ ایک چوہا ہے جو کہ بلی کی آواز سنکر سوراخ دھونڈتا ہے اور  
 اسی سبب اُس کی جان نے چوہے کی طرح اس دنیا کو جو سوراخ کی طرح تنگ ہے وطن اور مستقر  
 بنا رکھا ہے اسی لئے وہ اس سوراخ میں عاتقین بناتا ہے اور اُسکے موافق دانا لی حاصل کرتا ہے  
 اور اسلئے اُس نے اُن کاموں کو اختیار کیا ہے جو اس سوراخ کے اندر ترقی حاصل کرنے میں کام  
 آئیں کہ وہ سمجھ بیٹھا ہے کہ مجھے اس سوراخ سے باہر جانا نہیں ہے اور بدن سے جذائی کو ذوالع  
 مسدود ہیں کیونکہ اگر وہ ایسا نہ سمجھتا اور عالم غیب کو اپنا وطن مسمیٰ سمجھتا تو یہ سامان نہ کرتا۔ اور  
 مگر یہ یعنی اہل دنیا میں اگر عقائد اہل الشریک خاصیت ہوتی ہے تو وہ کسی لعاب یعنی ناپائیدار اور  
 کمزور اشیاء سے خمیہ نہ بناتے۔ کیونکہ بلی بنجرہ میں اپنے پنجے ڈال رہی ہے اور اسپر قابو پانے  
 کی کوشش کر رہی ہے پنجے سے کیا مراد ہے۔ مگر کی۔ سلام۔ مژدرا۔ چمچک۔ تو لہجہ۔ مالینولیا  
 سکتہ۔ سہ۔ جذام۔ ماسٹر وغیرہ خلاصہ یہ کہ بلی موت ہے اور امراض اُسکے پنجے جسکو وہ  
 اُسکے پرو بازو پر مارتی ہے اور اُسکو پکڑنے کی کوشش کرتی ہے اور یہ کونہ کونہ دوا کیلئے  
 دوڑتا ہے اور اُس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے یا یوں کہو کہ مرض ایک قاضی ہے اور امر  
 گواہ۔ اور یہ گواہ قاضی کے سپاہی کا کام دیتا ہے اور کہتا ہے کہ چلو قاضی صاحب تمکو  
 اپنے اجلاس میں طلب کرتے ہیں۔ اب تم جان چرکاتے ہو اور مہلت مانگتے ہو اگر اُس نے  
 مہلت دیدی تو وہ چلے گیا۔ اور اگر مہلت نہ دی تو کہتا ہے کہ نہیں تمکو ابھی حاضر ہونا پڑے گا۔ اور  
 زبردستی پکڑ لیا جاتا ہے۔ مہلت مانگنے سے کیا مطلب ہے۔ دوائیں تلاش کرنا اور خرقہ رتن

مین پیوند لگانے کی کوشش کرتا پس جبکہ تم پے در پے مہلتیں مانگتے ہو تو ایک روز وہ مخاصمانہ  
آتا ہے اور کہتا ہے کہ پہلے اس تجھے شرم نہیں آتی آخر مہلت کی کوئی حد بھی ہے اب  
مہلت نہیں دیجا سکتی۔ میرے ساتھ چلو اور کپڑے لیجا تا ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اسے  
گہخت قبل اسکے کہ الی ادن آئے کہ تجھے جان چورانی پڑے اور بالآخر تجھے مجبوراً حاضر ہونا  
پڑے۔ حق سبحانہ سے معذرت کر کے اپنا قصور معاف کر آئے اور اُسکے ساتھ تعلق پیدا کر لے  
اور ہمدی ہو جا۔ کیونکہ جو شخص نور ہدایت حاصل کر لیتا ہے اُسکو قاضی موت سے کچھ خوف  
نہیں ہوتا۔ اور نہ وہ جان چراتا ہے بلکہ بلانیس کے ساتھ ہی اُسکے ساتھ ہو لیتا ہے اور جو شخص  
ظلمت فسادت ہی میں گمراہ چلاتا ہے اور ہدایت سے بالکل قطع تعلق کر لیتا ہے وہ اُس  
سپاہی اور اُسکے ارادہ سے بھاگتا ہے جو کہ اُسکو محکمہ قاضی میں لیجانا چاہتا ہے مگر وہ اُس  
بچ نہیں سکتا بلکہ اُسکو نہایت ذلت کے ساتھ کھینچتے ہوئے قاضی کے پاس لیجاتے ہیں اور  
وہ وہاں نہایت شرمندگی کیساتھ جاتا ہے۔ اچھا اب اس قصہ کو تو چھوڑو اور اُس شخص کی  
طرف رخ کر دو جو مسجد میں مہمان ہو کر آیا تھا۔

## شرح شبیری

بیان اُس کا کہ جالینوس کا عشق حیات دنیا پر اسلئے تھا  
تاکہ وہ اسی عالم میں کام آوے اور اُسنے کوئی بہر السیاق قبول  
نکیا تھا کہ اُس بازار میں کام آتا اور عوام  
سے ممتاز رہتا

آنچنانکہ گفت جالینوس راو از ہوائے این جہان دازم راو  
یعنی جیسا کہ جالینوس دانائے اس جہان کی خواہش اور مراد کی وجہ سے کہا کہ  
راضمیم کمز من باندہ بیشیم جان کہ ز کون اسے تیر بیشیم جہان  
یعنی میں راضی ہوں کہ مجھے آدھی جان رہ جاوے کہ میں خچر کی کون سے جہان کو دیکھوں۔

یعنی وہ کہتا تھا کہ اول تو میں یہ چاہتا ہوں کہ میں مروں ہی نہیں ادا اگر مروں تو غیر اسی پر راضی ہوں کہ  
اس جہان کی طرف ذرا سا سوراخ مثل گولی ستر کے رہ جاوے کہ میں اُسکو دیکھ لیا کروں اور یہ میری  
پیش نظر ہے مولانا فرماتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے تمنا کرتا تھا کہ

گر یہ می بیند بگر و خود قطار  
مرغش آلیس گشتہ بود از قطار

یعنی وہ اپنے گرد بلیوں کی قطار دیکھ رہا ہے اور اُس کا مرغ (روح) اُڑنے سے ناامید  
ہو گیا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ اُسکو ترقی اور عروج مرتبہ عالیہ سے ناامیدی ہو چکی تھی اسلئے وہ  
تمنا کرتا تھا کہ اس جہان کو کچھ بڑی بین دل خوش کر لیا کروں اسلئے کہ وہاں تو عذاب ہی عذاب ہے  
کیونکہ کوئی عمل الیا نہیں ہے کہ کام آسکے لہذا اُس کی یہ تمنا تھی

یا عدم دیدست غیر این جہان در عدم ناویدہ او حشر نہان

یعنی یا اُسے اس جہان کے علاوہ (سب کو) معدوم سمجھا ہے اور عدم میں اُسے حشر نہان کو  
نہیں دیکھا (مصرعہ ثانی میں عدم اضافی یعنی عالم غیب مراد ہے) مطلب یہ کہ یا تو اس تمنیٰ کو جبر  
ہے کہ اپنے چاروں طرف عذاب کو دیکھتا ہے اور یا یہ بات ہے کہ وہ بعد مر نیکی حیات کا اور  
ثمرات حصول کا قائل نہیں ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہے بس یہ حیات دنیاوی ہی ہے اس میں  
جول ہے گا وہی ملیگا۔ لہذا تمنا کرتا ہے کہ اس میں سے کچھ باقی رہے تاکہ بعد موت بھی اس سے  
مسرور ہو کر دن بالکل بیکار اور معدوم نہ ہو جاؤں آگے مولانا جالینوس کی اس تمنیٰ کی ایک مثال  
فرماتے ہیں کہ وہ جو اس جہان سے نکلنا نہ چاہتا تھا اور اُس جہان میں جاننا نہ چاہتا تھا اُسکی ایسی  
مثال ہے

چون جنین کش میکشد بیرون کم می گریزد او پس سوئے شکم

یعنی جیسے کہ جنین کہ اُسکو گرم باہر کھینچتا ہے اور وہ پیٹ کی طرف پیچے کو بہا گتا ہے۔

لطف رویش سوئی مصدر سکند او مقدر لپشت مادر می کند

یعنی لطف (حق) اُس کا منہ نکلنے کی طرف کرتلے اور وہ پشت مادر میں ٹھکانا کرتا ہے (اور سمجھتا ہے کہ)

کہ اگر بیرون ہم زین شہر گام لے عجب دیگر نہ بینم این مقام

یعنی کہ اگر میں اس شہر سے قدم باہر کہوں گا تو اے پھر میں اس مقام کو نہ دیکھوں گا (اور کہتا ہے کہ)

یاد رہے پورے درین شہر و خم تا نظارہ کر دے اندر رحم  
یعنی اس شہر و خم میں کوئی مدد نہ ہوتا تاکہ میں رحم کے اندر نظارہ کیا کرتا (اور تمنا کرتا ہے کہ)  
یا جو چشم سوزنے والا ہے کہ زیر و ن رحم دیدہ شدہ  
یعنی ماسوی کے ناکہ کی برابر مجھے راستہ ہوتا کہ رحم کے باہر سے دیکھا جاتا مطلب یہ کہ دیکھو  
جنین کو جب حق تعالیٰ رحم سے باہر نکالتا چاہتے ہیں تو وہ نکلتا نہیں ہے بلکہ اسی میں رہنا چاہتا ہے  
اور جب نکلنے ہی لگتا ہے تو تمنا کرتا ہے کہ افسوس ایسا شہر خوش بھر کہاں دیکھنے کو ملیگا۔  
پس کوئی تدبیر ہوتی کہ میں اُسکے اندر دیکھ لیا کرتا خواہ کوئی ذرا سا سوراخ ہوتا کہ اُسکے اندر سے جہانک  
لیا کرتا لیکن ہر عالم اس جنین کی اس حرکت کو اور اُس کی عقل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے گا تو اسی طرح  
جالیئوس یا جو اُسکے مثل ہو جب دنیا میں رہنا چاہتا ہے اور آخرت میں جانے سے گہرا تپا ہے۔  
اب عقل و اولیاء کے نزدیک وہ بھی ایسا ہی قابل نفرت اور لائق مضحکہ ہے۔ اگے اس جنین کی اس تمنا  
کی وجہ فرماتے ہیں کہ۔

این جنین ہم غافلست از عالمے پانچو جالیئوس او نامحرمے

یعنی یہ جنین بھی ایک عالم سے غافل ہے اور مثل جالیئوس کے وہ نامحرم ہے یعنی بطرح کہ جالیئوس  
عالم غیب سے غافل ہو کر اس عالم دنیا میں رہنے کی تمنا کرتا تھا اسی طرح وہ بچہ بھی اس عالم دنیا سے غافل  
ہو کر رحم میں رہنے کی تمنا کرتا ہے۔

اونداندگان بر طوبائے کہ ہست آن مرد از عالم بیرونی است

یعنی وہ نہیں جانتا کہ جو طریقے میں وہ عالم بیرونی سے مدد ہے یعنی جن چیزوں پر رحم کی کہ یہ عاشق  
ہو رہا ہے اُنکو اپنا مایہ حیات سمجھ ہوئے ہے اسے یہ خبر نہیں کہ یہ اس عالم دنیا ہی سے مدد  
سمجھ کر کیا ہوتی ہے اور اگر اُس عالم میں آگیا تو اس سے لاکھوں درہاچی غذا میں اسکو ملین گی

آنچنان کہ چار عنصر در جہان صد مدد دار در شہر لامکان

یعنی جیسا کہ چار عنصر جہان میں کہ شہر لامکان سے سو مدد دہکتے ہیں۔

آب و دانہ و رقص گریافتہ است آن ز باغ و عرصہ دریافتہ است

یعنی نفس میں اگر آپ ودانہ پالیا ہے تو وہ باغ اور میدان سے پایا ہے مطلب یہ کہ دنیا میں جو چار



عناصر ہیں انکو عالم غیب کہہ دیجو بچ رہی ہے اسلئے یہ خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ ورنہ اگر اُس طرف سے مدد نہ ہو تو سب غارت ہو جاوین تو اس سے قیاس کرو کہ اُس جہان میں کیسی کچھ خوبیاں اور خوشنما چیزیں ہوں گی۔ لیکن جس طرح کہ زمین کو اُن خوبوں کی خبر نہیں ہے اسی طرح اُس شخص کو جو دنیا میں مہمک ہے اُس عالم کی خبر نہیں ہے تو وہ ان جاتا ہوا گہرا تلسیہ۔

جاہلماۓ انبیاء بیتند باغ زمین قفس در وقت انقلاب فراغ  
یعنی انبیاء علیہم السلام کی ارواح اس قفس (دنیا) میں سے منتقل اور فارغ ہونیکے وقت ہاغ دیکھتے ہیں۔ پس ز جالینوس و عالم فارغ اند ہنجو ماہ اندر فلکما با ز غ اند  
یعنی پس وہ حضرات جالینوس اور عالم سے فارغ ہیں اور چاند کی طرح افلاک میں با ز غ ہیں۔

(جالینوس سے فارغ ہونا اُسکے مشربے فارغ ہونا) مطلب یہ کہ چونکہ ان حضرات انبیاء و اولیاء کی ارواح کو اس دنیا سے وہ عالم نظر آتا ہے جیسے کہ وہ جانور قفس میں سے باغ کو دیکھ رہا تھا تو یہ حضرات اُس عالم میں جانیکی آرزو کرتے ہیں اور جالینوس کی طرح اس عالم میں رہنے کے متمنی نہیں ہوتے اسلئے کہ یہ تو اُنکے نزدیک قفس ہے پھر اُس میں اُن کا دل کس طرح رہنے کو چاہے گا۔ حاصل یہ کہ جسکو اُس عالم میں جانے سے اُمید یہودی اور فلاح کی ہوگی وہ تو اس عالم کو قفس سمجھ کر یہاں سے نکلنا چاہے گا اور جو اسکو ملجا و ماوا جانے گا وہ اسی میں لگا رہے گا اب چونکہ مولانا نے جالینوس کی یہ حکایت صرف بتی ہے کوئی تقریر نہیں ہے لہذا اگے احتیاط کی وجہ سے فرماتے ہیں کہ

در ز جالینوس این قول فرست  
پس جوابم بہر جالینوس نیست  
یعنی اور اگر جالینوس سے یہ قول فرما ہے تو میرا جواب جالینوس کو نہیں ہے۔ یعنی اگر کسی نے جالینوس کی طرف اس قول کو غلط منسوب کر دیا ہے تو پھر میرا روئے سخن اُس کی طرف نہ ہوگا (بلکہ)  
این جواب آنکس آمد کا این بکفت کہ نہ بود شش دلی با نور حفت  
یعنی یہ اس شخص کا جواب ہوگا جس نے کہ یہ کہا کہ اُس کا دل نور کیساتھ قرین نہ تھا یعنی ہم یہ کہیں گے کہ اُسکو نور قلب حاصل ہی نہ تھا لہذا ہم اُسی شخص کو خطاب کریں گے اور کہیں گے کہ۔

میرغ جانش روشن شد سوراخ جو چون شنید از گر لگان او عروا  
یعنی مرغ جان اُس کا موش ہو گیا ہے سوراخ کا دھوڑنے والا تو جب اُس نے بیہوش سے غرغریا

(عرخو- تغییر ہے بلی کی آواز کی جیسو اردو میں غرغہ کہتے ہیں) مطلب یہ کہ جس کا یہ قول ہے اس کا عرغ جان نے جب وہاں کے عذاب دیکھے تو چوہے کی طرح دیکھ رہا۔

زنانِ مہربانِ وطن دید و قرار اندرین سوراخ دنیا موش دار  
یعنی اسی سبب اُس کی جان نے وطن اور قرار چوہے کی طرح اس سوراخ دنیا میں دیکھا  
ہم درین سوراخ بنائے گرفت درخور سوراخ دانائے گرفت  
یعنی اسی سوراخ میں معاری اختیار کی اور سوراخ ہی کے لائق دانائی اختیار کر لی۔

پیشہائے کمر اورا درمزد اندرین سوراخ کار آید گزید  
یعنی وہ پیشے کہ اُسکو زندگی بسر کرنے میں اس سوراخ میں کام آدین قبول کر لئے۔ مطلب یہ کہ  
چونکہ اُس قائل کا عرغ جان موش کی طرح ہو گیا ہے لہذا اس سوراخ دنیا میں اُسے بود و باش  
اختیار کر لی ہے اسی کے لائق اُسکو عقل ہے اسی کے مناسب اُسے گہر بنایا اور ایسے ہی پیشے اختیار کئے  
کہ جن سے اس دنیا میں راحت مل سکے اور یہ سب اسلئے ہے کہ

زانکہ دل بر کند از بیرون شدن بشیراہ رسیدن از بدن  
یعنی اسلئے کہ اُسے باہر جانے سے دل اکھاڑ لیا ہے اور بدن چھوٹے کی راہ بند ہو گئی ہے یعنی ملازم  
عالیہ پر چھوٹنے کی اصلاحیت نہیں رہی ہے۔ سارے در بند ہو گئے اور اُسے سمجھ لیا ہے کہ بس  
یہیں رہنا ہے لہذا اُسکو ماوا و بجا بنا لیا ہے آگے پست ہمتی کی وجہ سے ذلیل شیا کو اختیار کرنے کی  
نظر بیان فرماتے ہیں کہ۔

عقلیوت از طبع عقداشتی از لعابِ خمیہ کے افراشتی

یعنی مگر طبع اگر طبیعت عقدا کی کہتی تو ایک لعابِ خمیہ کیوں بلند کرتی۔ یعنی لعاب جیسی مکر و رشے سے  
مگر کیوں بناتی اُس کا لیسے کمر و مقام کو اختیار کرنا صاف اُس کی پست ہمتی کی دلیل ہے۔ اس طرح  
دنیا دار کی چونکہ بہت پست ہے اور عالی مراتب سے پاکوس ہو چکا ہے لہذا اس ذلیل و خوار دنیا کا  
غلام بنا ہوا ہے اور جو کہا تھا کہ اُس قائل کا عرغ جان مثل موش کے ہو گیا ہے اور اُسکے چاروں  
طرف بلب جان قرار ہی ہیں۔ آگے پھر اُسی مضمون کی طرف رجوع ہے کہ۔

گر بہ کردہ جنگ خود اندر قفص نام چنگش در دو سہم و منصف

یعنی بلی اپنا بچہ نفس میں ڈالے ہوئے ہے اور اُسکے بچہ کا نام در دسر اور سکرم اور پش ہی  
 حصہ و قورنج و مالخولیا سکتہ و سل و جذام و ماسرا  
 یعنی چپک ہے اور قورنج اور مالخولیا ہے۔ سکتہ اور سل اور جذام اور ماسرا ہے  
 و ماسرا ایک ورم ہوتا ہے جو کہ صفر کی جیسے پیدا ہو جاتا ہے۔

گر بہ مرگست و مرض چنگال او می زند بر مرغ و پر و بال و  
 یعنی بلی تو مکت ہے اور مرض اُسکے بچے میں وہ مرغ (جان) اور اُسکے پر و بال پر پڑتی  
 گوشہ گوشہ می دود پیردوا مرگ چون قاضی ورنجوری گوا

یعنی وہ (مرغ جان) علاج کیلئے گونہ گونہ دوڑتا ہے موت تو قاضی کی طرح ہے اور مرض  
 گواہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ جس جاتو رکے بچہ کے چار طرف بلیان ہوں اور  
 وہ بچہ مکتی ہوں تو وہ جاتو رکھا لٹا پھرتا ہے اس طرح مکت جو بلی کی طرح ہے وہ مرض کو  
 تپہ مسلط کرتی ہے جو کہ اُس بلی کے بچہ کی طرح ہے تو جب مرض آتا ہے تو دنیا دار علاج  
 کیلئے بھلے گھمٹتے ہیں مگر مکت اور مرض کی ایسی مثال ہے کہ جیسے قاضی اور اُس کا بیادہ ہوتا  
 کہ جب قاضی نے بیادہ کو بھیجا تو وہ ٹکڑ ٹکڑ کر لے ہی جا دیگا اگر تھے اُس سے کہا سنا اور آج  
 چھوڑ بھی دیا تو کل کو ضرور پکڑ کر لیجا دیگا۔ اسی طرح اگر مرض سے آج بچے اور قاضی موت  
 کی خدمت میں آج حاضر نہ ہوئے تو اُسکے بعد وہ پکڑ کر لیجا دیگا اور ٹکڑ چھوڑنے والا نہیں ہے۔  
 تو جب اُس سے مفر نہیں ہے تو بہتر ہے کہ قبل اسکے کہ پکڑ کر جاؤ خود ہی حاضر ہو جاؤ اور محذرت  
 کرو اُسکے خود اُسکو بیان فرماتے ہیں کہ۔

چون پیادہ قاضی آ مر این گواہ کہ ہی خواند تر اتاحکم گاہ

یعنی یہ گواہ مثل پیادہ قاضی کے ہے کہ وہ ٹکڑ عدالت تک بلاتا ہے یعنی یہ گواہ مکت یعنی مرض  
 صرف گواہ ہی نہیں ہے بلکہ سپاہی ہی ہے یہ ضرور ٹکڑ لیجا دیگا۔

چلتے خواہی تو از دے در گریز گر پذیر و شد و گرد گفت خیز

یعنی تم اُس سے بھاگنے کیلئے چلتے چلتے ہو اگر قبول کر لیا تو چلا گیا ورنہ نہ سنے کہا کہ اٹھ یعنی تم  
 اُس سپاہی سے ہلکتے ہو تو اگر اُس سے ہلکتے ہو قبول کر لیا تو خیر چھوڑ گیا ورنہ پھرا سنے کہا کہ اٹھو

اور یہ کہ لیکر روانہ ہو گیا۔

جب تن مہلت دو او چار ہا کہ زنی برخسرتن چار ہا

یعنی مہلت کا تلاش کرنا دوا اور علاج ہیں کہ تم خرقہ تن پر پیوند لگا ہے ہو۔ یعنی تم جو علاج کرتے ہو یہ سب کے سب ہے کہ جیسے سپاہی سے مہلت مانگی تو غیر کبھی مہلت دیدیتا ہے مگر

عاقبت آید صحتی اخصم وار چند باشند مہلت باخسرتن دار

یعنی آخر کار ایک صبح کو دشمن کی طرح آتا ہے (اور کہتا ہے کہ) آخر مہلت کہاں تک ہوگی شرم کر  
یعنی وہ مہلت نہیں دیتا اور تم جو مہلت مانگتے ہو یعنی علاج بات کرتے ہو تو وہ کہتا ہے کہ اے اب  
کتک مہلت دین کچھ شرم کر کہ کتنی مرتبہ مہلتیں لے چکا ہے بس اب تو صل۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

عذر خود از شہ مخواهہ ہر چند پیش از آنکہ آچنان روزی رسد

یعنی اے پر خدا بادشاہ سے اپنا عذر اُس سے پہلے چاہ لے کہ ایسا دن بھونچے یعنی اس  
سے پہلے کہ تیری یہ گت بنے اور بچے کشان کشان عدالت میں لیجاوین تو خود عذر خواہی کرے  
کہ معاف ہو جاوے گا۔ اور پھر ساری بلائیں دور ہو جاوے گی۔

وانگہ در ظلمت بر اند بارگی بر کند زان نور دل یکبارگی

یعنی اور جو شخص کہ گہوڑے کو ظلمت میں چلاتا ہے اور اُس نور سے ایک بارگی دل اکھاڑ لیتا ہے یعنی  
اُسکو وہ نور تو میسر نہیں ہوتا اور وہ تو بہ نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ ظلمت مصیبت ہی میں رہتا ہے نور ناکش

میکزیر داز گواہ و مقصدش کان گوا سوئے قضا میں خواندش

یعنی وہ گواہ اور اُس کے مقصد سے بہاگتا ہے کہ وہ گواہ اُسکو قضا کی طرف بلاتا ہے۔ یعنی جو کہ وہ گواہ  
اور زیادہ اُسکو فیصلہ کرنے کے واسطے بلاتا ہے تو یہ اُس سے بھاگتا ہے کیونکہ اُس میں اسکی ساری  
قلعی کہلتی ہے آخر یہ انجام ہوتا ہے کہ

ناگہان گیرند اہا خوار و زار کش نشان تا پیش قاضی ہرشار

یعنی ناگاہ اُسکو خوار و زار کر کے پکڑ لیتے ہیں کھینچتے ہوئے قاضی کے سامنے ہرشار یعنی جیج  
کہ خود اپنی خوشی سے نہیں جاتا تو آخر کشان کشان لیجاتے ہیں اور قاضی یعنی موت کے پاس لیجا کر  
کرتے ہیں اُس وقت سخت شرمندگی ہوتی ہے اسلئے کہ اُن جگہ بھاگتا ہی پھر نا تھا اب مولانا اس سے

انتقال فرما کر اُس جہان کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

زین گذر کن جانبِ لَشْتَخْصِ ران کو مسجد آمد آن شب میہمان  
یعنی اس سے گذر کر اُس شخص کی طرف چلو جو کہ اُس رات کو مسجد میں جہان آیا ہے۔ (اب آگے اُسی کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ)

## شرح حلیبی

<p>تو گفتندش مکن جلدی برو آن زدو بر آسان نماید بہ نگر بس کسا کا و نخت خود را از نخت پیشتر از واقع آسان بود چون در آید اندرون کارزار چون شیرے ہیں منہ پائے تو پیش وز ابدالے و مِشت شیر شد کیست ابدال آنکہ او مبدل شود ایک مست شیر گیرے فدگمان گفت حق ز اہل نقاق ناسدید در میان ہمدگر مردانہ اند گفت بیغمبر سپہدار غیوب</p>	<p>تا نگر دو جامہ جانت گرو کہ با خر سخت باشد رہ گذر وقت پچا پچ دستاویز جُست در دل مردم خیال نیک و بد آن زمان گرو دو بر آن کس کارزار کان اجل گر گشت جان تست میش ایمن آ کہ مرگ تو سر زیر شد خمرش از تبدیل نردان خل شود شیر پنداری تو خود را ہیں مران باسہم مابینہم باس شدید در غزا چون عورتان خانہ اند لا شجاعہ یافتی قل الحروب</p>
-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

وقت لاغری و غمستان کف زنند  
 وقت ذکر غم و شمشیرش دراز  
 وقت اندیشہ دل او غم و جو  
 من عجب دارم ز جو یلے صفا  
 عشق چون دعوی جفا دید گواه  
 چون گواہت خواہد این قاضی مرغ  
 آن جفا با تو نباشد اے لیسر  
 بر نہ چوبے کہ آنرا مرد زرد  
 گر بزد مرا سپر را آن کینہ کش  
 تاز سسک کش از بد خوش پے شود  
 آن یکے میزد یتیم را بقہر  
 و دید مرے آنچنانش زار زار  
 گفت چند آن آن یتیم را زدی  
 گفت اورا کے زدم اے جان دوست  
 مادر را گوید ترا مرگ تو باد  
 آن گردے کنز ادب بگر بختند  
 عازلان شان ازوغاوارانند  
 وقت جوش جنگ چون کفی فکند  
 وقت کرد و فریتش چون پیاز  
 پس بیک سوزن تہی شد خیک او  
 کور مدد در وقت صیقل از جفا  
 چون گواہت نیست شد دعوی تباہ  
 بوسہ بر مارتا یا بی تو گنج  
 بلکہ با وصف بدے اندر تو در  
 بر نہ آنرا نزد بر گرد زد  
 آن نزد بر اسپ و بر سسک کش  
 شیرہ را زندان کنی تامل شود  
 قند بود آن لیک بنمودہ چو زہر  
 آند و بگرفت ز روش در کنار  
 چون نہ تر سید ز قہر انیدی  
 من بر آن دیو زوم کو اندر دست  
 مرگ آن خو خواہد مرگ فساد  
 آب مرے و آب مردان ریختند  
 تا چنین حیز و محنت ماندند

لاف و غرہ تراثر خوار کم شنو  
ز آنکہ زاد و کم خیال گفت حق  
کہ گراشتان با شما ہمرہ شوند  
نخوشتن را با شما ہم صف کنند  
پس سپاہی اند کہ بے این غر  
ہست بادام کم خوش بخت  
تلخ و شیرین گر بصورت یک شی  
بگرترسان دل بود کوارگمان  
می رود درہ نہ اند منز لے  
چون نہ اند رہ مسافر چون رود  
ہر کہ گوید ہائے این سوراہ نیست  
وربد اندرہ دل با ہوش او  
پس مشو ہمرہ این اشتر دلاں  
پس گر نیز نہ و ترا تنہا ہند  
توز رعنا یان مجوہین کارزار  
طبع طاووسیت و سواست کند

با جنبہا در صف ہیجا مرو  
کز رفاق سست برگردان ہن  
غازیان بے مغز ہمچون کہ شوند  
پس گر نیز نہ و دل صف بشکنند  
بہ کہ باہل نفاق آید حشر  
بہ ز بسیاری بتلخ آیمخت  
نقص از ان افتاد کہ ہمل و اند  
می زیدہ رشک ز حال بچمان  
گام ترسان می نہ داعی دے  
باترود ہا و دل پر خون رود  
او کند از بیم آنجا وقف و سیت  
کے روز ہر ہا و ہودر گوشا و  
ز آنکہ وقت ضیق و بیم اندا فلان  
گر چہ اندر لاف سحر بابل اند  
توز طاووسان مجوہید و شکار  
دم دہد تا از مقامت برگند

نو کہن ے کہا میان جاؤ اور مسجد میں جانے میں جلدی نکرو تا کہ تمہارے جان کے کپڑے ریعنی  
تمہاری جان جو کہ مثل کپڑوں کے ہے (مجبوس نہ ہو جائیں اس میں قیام کرنا دوسری سے آسان

معلوم ہوتا ہے مگر خوب سمجھ لو کہ آخر میں یہ راستہ بہت دشوار گزار ہو گا بہت سے ایسے لوگ  
ہین جو اپنے کو پہلے پھنسا دیتی ہیں اور جب کمش میں پڑتے ہیں تو سہارا ڈھونڈتے ہیں اور  
چاہتے ہیں کہ کوئی سہکواس بلا سے نکالے۔ واقعہ سے پہلے اس کا خیال خواہ اچھا ہو خواہ بُرا  
نہایت آسان معلوم ہوتا ہے اور جب محرکہ کا سامنا ہوتا ہے اُس وقت اُن پر مصیبت پڑتی ہے  
جبکہ تم شیر نہیں ہو تو خبردار جنگ میں قدم نہ رکھو کیونکہ موت ایک بھیڑیا ہے اور تمہاری  
جان بھیڑ پس موت کا اُسیر قابو پالینا کچھ دشوار نہیں ہاں اگر تم کوئی ابدال ہو اور تمہاری  
جان جو پیشتر بھیڑ کے مانند کمزور تھی اب شیر کی مانند قوی ہو گئی ہے تو اب تم کو کچل دینا نہیں ہر  
آب آجاؤ کیونکہ اب موت مغلوب ہے جانتے ہو کہ ابدال کون لوگ ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی  
کایا پٹ ہو چکی ہے اور قلب ہامیت ہو کر شراب سے سر کر گئے ہیں۔ یعنی خدا نے اُن کو فیض العین  
سے محروم کر دیا ہے لیکن ہکو قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تم ابھی نیم مست یعنی ناقص ہو گے  
تم اپنے زعمِ باطل میں اپنے کو شیر اور کامل سمجھتے ہو پس دیکھو تم وہاں نہ جاؤ۔ دیکھو حق سبحانہ  
نے بد اطوار منافقین کی نسبت فرمایا ہے اُ۔ بینہو شدید۔ یعنی آپس میں تو خوب بہادر

ہیں اور جب لڑائی میں آتے ہیں تو ایسے بزدل ہو جاتے ہیں جیسے گہروں کی مستوات۔ نیز  
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنگ سے پہلے شجاعت ہرگز قابلِ اعتماد  
نہیں۔ لوگ لڑائی سے پہلے تو مستوں کی طرح خوش ہوتے اور تالیان بجاتے ہیں مگر جب جوش  
اور لڑائی کا وقت آتا ہے اُس وقت چھاگ کی طرح بیٹھ جاتے ہیں جب لڑائی کا تذکرہ ہوتا ہے اُس  
وقت تو ان کی تلواریں پٹخنی ہوتی ہیں اور جب کدو کا وقت ہوتا ہے اُس وقت وہ تلواروں کو لپیٹ کر  
پیاز کی مانند کر لیتے ہیں خیال جنگ کے وقت تو اُنکے دل میں لڑائی کی آرزو ہوتی ہے مگر جب  
کوئی ذرا سا بھی زخم لگتا ہے اُس وقت اُن کا سا راجوش نکلتا ہے اور شک کی طرح خالی ہو جاتا  
ہے۔ پس اس سے تم اپنے جوش و خروش کا اندازہ کر لو اور سمجھ لو کہ یہ جب ہی تک ہے جب تک  
کہ بلا کا سامنا نہیں ہوا اور جب سامنا ہو گا سارے نشے ہرن ہو جائیں گے اب ایک مضمون ارشادی  
کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے سالکین خام پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ صفا جانتے ہیں اور  
جب صقل ہوتی ہے اور اُنکے لئے انور یافتہ جہادات کرنے پڑتے ہیں تو تکلیف ہو سکتی ہے



اُن کو یاد رکھنا چاہئے کہ اُن کا عشق ایک دعویٰ ہے اور تحمل شاق اس کا ثبوت پس جب تمہارے پاس ثبوت نہ ہو گا تو لا محالہ دعویٰ خارج ہو گا پس جبکہ محبوب تمہارے دعوے عشق کا ثبوت مانگے تو محکومہ جز نہ ہونا چاہئے بلکہ ماز کالیف کو چوم چاٹ کر قبول کرنا چاہئے تاکہ گنج وصل حاصل کر سکو اور یہ بھی واضح رہے کہ ان کالیف سے مقصود محکومہ تکلیف بھوپنا نہیں ہے بلکہ اُن سے اُن اوصاف کہ ذمہ کا ازالہ مقصود ہے جو تمہارے اندر ہیں مثلاً جب کوئی شخص غم پر لکڑی مارتا ہے تو اُس سے اس غم کو مارنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ گرد کو مارنا مقصود ہوتا ہے یوں ہی اگر کوئی جلے تن گہوڑے کو مارتا ہے تو وہ حقیقت میں گہوڑے کو نہیں مارتا بلکہ اُس کی شرارت کو مارنا مقصود ہوتا ہے تاکہ وہ شرارت کو چوڑ کر خوش قدم ہو جاوے نیز دیکھو تم شہیرہ کو قید خانہ خم میں قید کرتے ہو اس سے محکومہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ اُس کی صفت شہیرہ بدل جاوے اور وہ صفت مے اختیار کر لے ورنہ اُس کی ذات سے خصوصیت نہیں ہوتی۔ علیٰ ہذا ایک شخص یا یک تیم کو مار رہا تھا بیمار اگرچہ قند تھی مگر وہ اسکو اور نیز دوسرے دیکھنے والوں کو زہر معلوم ہوتی تھی چنانچہ ایک شخص نے اُسکو اس خستہ حالت میں دیکھا تو آیا اور فوراً اُسکو گود میں اٹھالیا اور مارنے والے سے کہا کہ میان تمہارے اس بیچارہ تیم کو اس قدر مارا تمہیں خدا کا بھی خوف نہ آیا۔ اُس نے کہا جناب میں نے اسے نہیں مارا بلکہ اس شخص بیان کو مارا ہے جو اسکے اندر حلول کئے ہوئے ہے اور دیکھو مان اگر تمہارے کہتی ہے کہ تو مر جاوے تو وہ تمہارا مرنا نہیں چاہتی بلکہ اُس خلعت بد کا مرنا چاہتی ہے جسے اُسکو تکلیف ہوتی ہے اور اُس خرابی کا دفع ہونا چاہتی ہے جو تمہارا اندر ہے پس یاد رکھو کہ جو لوگ ادب سے بہا گئے ہیں وہ جماعت کو دھبہ لگاتے ہیں اور بہادرون کو بھی بدنام کرتے ہیں لوگ کہی تو ادب سے خود اپنی کمزوری کے سبب بہا گئے ہیں اور کہی یہ ہوتا ہے کہ لامت گراؤ کو میدان جنگ بالنفس و شیطان سے بہکا دیتے ہیں اور وہ ویسے کے ویسے ہی حیز اور محنت رہا کرتے ہیں جیسے کہ لوگ اُس جہان کو بہکانا چاہتے ہیں پس جبکہ نفس شیطان سے لڑنیکے لئے محکومہ تو ایسے سپرد وہ لوگوں کی شہینان اور بہادری کے جھوٹے بے چوڑے دعوے دسنو اور نامردوں کی ساتھ جگ میں نہ جاؤ کیونکہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے لوخر جو افیکو ما من ادوکوا (آخیا لا یعنی اگر بزدل منافقین تمہارے ساتھ جہاد میں جاتے تو اُن سے سوائے

نقصان کے نفع کچھ نہ ہو گا۔ اور مقصود یہ ہے کہ بزدل ہمارے یوں سے بچو کیونکہ اگر یہ لوگ تمہارا  
 ساتھ جائینگے تو غارتخانہ خراج بھی ان کی سبب کاہ کی طرح بے حقیقت ہو جائینگے۔ یہ لوگ  
 تمہارے ساتھ صف جنگ میں شریک ہونگے تو خود بھی بہا لگیں گے اور تمہاری صف کو  
 بھی ہریم ہریم کر دینگے لہذا تھوڑی سی فوج جس میں یہ لوگ شامل ہوں اس سے بہتر ہے کہ  
 منافقین کے شامل ہونے سے جماعت کثیر ہو جاوے و کچھ عمدہ اور حمیدہ بادام اگر  
 تھوڑے ہوں تو وہ ان زیادہ باداموں سے اچھے ہیں جن میں کڑوے باداموں کی آمیزش  
 ہو۔ اب یہ دیکھو کہ بادام شیرین و تلخ باوجود یکہ صورت میں کیساں ہیں پھر ان میں تفاوت  
 کیوں ہے سو وجہ اس کی یہ ہے کہ صورت کے اتحاد کیسا تھ میرت کیساں نہیں ہیں یہی فرق  
 بہادروں اور بزدلوں میں ہے اب اس کی وجہ سمجھو کہ اہل باطل کمر اور بزدل کیوں ہوتے ہیں  
 جب اس کی یہ ہے کہ چونکہ وہ مبتلائے گمان آئے انکو عالم آخرت میں شک ہے اور وہ اسی  
 شک میں زندگی بسر کرتے ہیں وہ رستہ تو چلتے ہیں مگر انکو منزل مقصود معلوم نہیں ہیں  
 انکو صحیح کج کر اور ڈرتے ڈرتے قدم رکھنا ضروری ہے کیونکہ جس طرح آنکھوں کے اندر ہے  
 پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں یوں ہی دل کے اندر ہے اور ناواقف بھی ڈرتے ڈرتے قدم  
 رکھیں گے دیکھو اگر کوئی مسافر رستہ نہ جانتا ہو تو وہ کیسے چلتا ہے اس کی حالت یہ ہوتی ہے  
 کہ طرح طرح کے ترددات اسکو لاحق ہوتے ہیں اور نہایت طول ہوتا ہے اور جو شخص  
 اس سے کہتا ہے اسے ادھر رستہ نہیں ہے وہ ڈر کر وہیں ہٹ جاتا ہے اور اگر اس کا  
 پیشیاد دل رستہ سے واقف ہو تو وہ کیسے شور و شر پر بھی کان نہ دہرے گا پس تم  
 ان کمر اور بزدل لوگوں کے ہمراہ نہ ہو کیونکہ یہ لوگ تنگی اور خوف کے وقت غائب ہو جائے  
 وائے ہیں۔ پس یہ تو بھاگ جائیں گے اور تمہیں تنہا چھوڑ دینگے گو اس وقت یہ جادو  
 بہری تقریروں سے اپنی بہادری کا یقین دلاتے ہیں مگر نازنینوں سے لڑائی کی توقع نہ  
 رکھنی چاہئے اور موروں سے حدود شکار کا متوقع نہ رہنا چاہئے دیکھو تمہاری طاؤس سنا  
 طبیعت تمہارے اندر طرح طرح کے خیال پیدا کرتی ہے اور تمہارے قدم اٹھانے کیلئے قریب  
 دیتی ہے پس تم اس کے دھوکے میں نہ آنا اور مگر کہ سے نہ بہانا۔

# شرح شبیری

اہل مسجد کا مہمان کو ملامت کرنا تاکہ اُس مسجد میں نہ سوو  
 قوم گفتندے مکن جلدی برو تا نگر دو جامہ و جاننت گرد  
 یعنی لوگ کہتے کہ جلدی مت کر جا۔ تاکہ تیرا جان اور کپڑے گرو نہ ہو جاوین یعنی کہین تو یہی  
 نہ ہو رہے اور تیری جان بہین جاوے تو یہاں سے چلا جا۔

آن زدو را آسان نماید بہ مگر کہ با خر سخت باشد رہ گذر  
 یعنی دور سے آسان دکھائی دیتا ہے اچھی طرح دیکھ لے۔ کہ آخر میں راستہ سخت ہو جاوے  
 یعنی پھر نکلنا نہ ملیگا اور پھنس جاوے گا۔ لہذا ذرا اچھی طرح سوچ سمجھ لو اور سب سے کہا کہ۔  
 بس کسا کا وخت خود را از خست وقت سیاہی و دستاویز حبست  
 یعنی بہت سے آدمیوں نے کہ اپنے کو پہلے تو ٹسکا دیا اور سیاہی بیچ کے وقت پناہ ڈھونڈی  
 یعنی اول تو بے سوچے سمجھے ہنس پڑے اور جب انہی بڑی تو بگبر کر پناہ گزین ہوئے

پیشتر از واقعات آسان بود در دل مردم خیال نیک و بد  
 یعنی واقعہ سے پہلے تو آدمی کو دل میں نیک و بد کا خیال آسان ہوتا ہے (مگر)  
 چون در آید اندرون کارزار آن زمان گرد و ہوا نکس کارزار  
 یعنی جب لڑائی میں آتا ہے تو اُس وقت اُس شخص پر کام خراب ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ کام  
 پڑنے سے پہلے تو انسان اُسکو آسان سمجھتا ہے اور اُس میں گھس پڑتا ہے لیکن جب موقعہ  
 آکر پڑتا ہے تو مصیبت پڑتی ہے لہذا اس مسجد میں سورہنا اچھی تو آسان معلوم ہوتا ہے لیکن جب  
 مصیبت پڑے گی اُس وقت حقیقت معلوم ہوگی لہذا ذرا سنبھل کر قدم رکھو تاکہ پھر پچھانا  
 نہ پڑے۔ مولا نا فرماتے ہیں کہ۔

چون نہ شیریں منہ تو پای پیش کان اجل گر گشت و جان تست میش  
 یعنی جب تو شیریں نہیں ہے تو تو قدم آگے مت رکھو کیونکہ وہ اجل تو بہتر ہے اور تیری جان میش ہو

مطلب یہ کہ جب تم انسان کامل نہیں ہو اور تمہارے اندر قوت اس قدر نہیں ہے کہ معائب کو برداشت کر سکو تو پھر قدم آگے مت بڑھاؤ۔ اور بہت محنت کی تمامت کرو اس لئے کہ وہاں جا کر کچھ کہتی آؤ گی۔

وزرا بدالے و میشت شیر شد  
ایمن آگے گرگ تو سر زبیر شد  
یعنی اگر تو ابدال ہے اور تیرا میشت شیر ہو گیا ہے تو تو خوف آگے تیرا ہیڑ یا مغلوب ہو گیا  
مطلب یہ کہ اگر تیرے اخلاق ذمیدار اخلاق حمیدہ سے بدل گئے ہیں اور تو ابدال میں ہو گیا ہے  
تو اتنو خوف ہو کر رہ اس لئے کہ تیرا گزند چھو پچانے والا جو تھا اب وہ مغلوب ہو گیا ہے۔ آگے  
فرماتے ہیں کہ -

کیست ابدال آنکہ او مبدل شود  
خمرش از تبدیل یزدان غل شود  
یعنی ابدال کون ہے جو کہ مبدل ہو جاوے اور اُس کی خمر حق تعالیٰ کے بدل دینے سے سرکہ  
ہو جاوے مطلب یہی کہ اُس کے اخلاق و میس بدل بہ اخلاق حمیدہ ہو جاوین وہی ابدال  
میں سے ہے۔

لیک مست شیر گیری وزرگمن  
شیر منڈاری تو خود راہین مان  
یعنی لیکن تو نیم مست ہے اور رگمن سے اپنے کو شیر سمجھ ہوئے ہے تو ہاں جہالت -  
مطلب یہ کہ تو صاحب حال ہے صاحب مقام نہیں ہے یہ جو خوش و خروش غلبہ حال کی وجہ سے  
ہے اور غلبہ حال کی کیفیت معتبر نہیں بلکہ کیفیت وہ معتبر ہے جو کہ صاحب مقام کی ہو لہذا تیرا  
یہ جو خوش قابل اعتبار نہیں ہے اور تیرے اندر قوت ابھی پوری نہیں آئی ہے لہذا ذرا سنبھل کے  
قدم رکھو کہ ہمیں قدم پھسل نہ جاوے۔

گفت حق ز اہل نفاق ناسدید  
باسمہ ماسینہم باس شدید  
یعنی منافقین ناموافق کے حق میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اُن کی لڑائی آپس میں سخت لڑائی  
ہے مطلب یہ کہ دیکھو جو اُن شیر لیف میں ہے باسہم بینہم شدید تحتہم جمیعاً و قلوبہم  
شقی۔ یعنی اُن کی آپس کی لڑائی تو بڑی سخت ہے اور آپ اُن کو متفق گمان فرما دینے اور  
اُن کے قلوب پر اگندہ ہیں تو دیکھو منافقین میں جو نہ قوت نہ ہمتی اس لئے وہ ویسے تو بڑے

قوی معلوم ہوتے تھے لیکن جب موقعہ پڑتا تھا تو رہ جاتے تھے۔

در میان ہمد گردانہ اندہ در غر اچون عورتان خانہ اندہ  
یعنی آپس میں تو مردانہ ہیں اور لڑائی میں گہری عورتوں کی طرح ہیں۔

گفت بیغمبر سپہدار غیوب لاشجاعت یافتی قبل الخروب

یعنی بیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سپہدار غیب نے فرمایا ہے کہ اے جوان لڑائی سے پہلے شجاعت نہ نہیں ہے  
یعنی قبل اس کے کہ موقعہ پڑے کوئی شجاعت کرے تو وہ قابل اعتبار نہیں ہے اور منافقین کی یہ حالت ہے کہ

وقت لاوت غر وستان گفت نند وقت جوش و جنگ چون کف منفتد

یعنی لڑائی کی شیخی کے وقت تنوں کی طرح تالیاں بجاتے ہیں اور جوش و جنگ کی وقت  
کف کی طرح گر پڑتے ہیں مطلب یہ کہ جب لڑائی کی شیخی آتا ہے تب تو خوب  
جوش و خروش کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے بڑے مرد ہیں اور جب لڑائی کا وقت آتا ہو  
تو بس جہاگ کی طرح گر پڑتے ہیں گویا سارا ست مکل گیا۔

وقت ذکر غر و مشیرش دراز وقت کرد و فریغش چون بیاز

یعنی لڑائی کے ذکر کے وقت تو اس کی شمشیر دراز ہوتی ہے اور خود لڑائی کے وقت اس کی تیغ  
بیاز کی طرح (اگر شدہ) ہوتی ہے مطلب یہ کہ جب لڑائی کا ذکر ہو تب تو معلوم ہوتا ہے کہ بہت  
بڑے بہادر ہیں کہ تلوار انیام سے باہر ہوئی جاتی ہے لیکن موقعہ پر میان کی تلوار لپٹی کی  
رہی رہ جاتی ہے۔

وقت اندیشہ دل اور خم جو بس بیک سوزن تہی شد خیک او

یعنی سوچنے کے وقت تو اس کا دل زخم جو ہے اور بس ایک سوئی سے اس کی  
مشک خالی ہو گئی یعنی جب لڑائی کے سوچنے کا وقت آدے تب تو بہت زیادہ بہادر  
معلوم ہوتے ہیں اور خوب خیالات پکاتے ہیں کہ جو کہ خیالات بہادر ہی کر ہوتے ہیں  
لیکن جب موقعہ آتا ہے تو ایک سوئی کے لگنے ہی سے کام تمام ہو جاتا ہے اور ساری  
مشک خالی ہو جاتی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

من عجب دارم ز جو یا جو صفا کو رمد در وقت صیقل از جفا  
یعنی میں صفا کے متلاشی سے تعجب کرتا ہوں کہ وہ صیقل کے وقت جفا سے بہاگتا ہے۔  
مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ جو شخص طالب صفا فی قلب ہو اور وہ مجاہدات  
بجائے

عشق چون دعویٰ جفا دیدن گواہ چون گواہیت نیست شد دعویٰ تباہ  
یعنی عشق تو مثل دعوے کے ہے اور جفا دیکھنا گواہ ہے توجہ بہتہا سے پاس  
گواہ نہیں ہے تو دعوے خراب ہو گیا۔ مطلب یہ کہ عشق تو ایک دعویٰ ہے اور اُس پر  
گواہ تحمل اور صبر علی الشدائد ہے کہ جو مصیبت ہو اور جو بات اس راہ میں پیش آدے  
اسکو برداشت کرے پھر اگر تم صبر نہ کر سکے اور برداشت نہ کر سکے تو سارا دعوے وغیرہ  
ختم ہو گیا۔ اب کچھ بھی نہ رہا۔

چون گواہیت خواہد این قاضی رنج بوسہ دہ بر مارتا یا بی تو گنج  
یعنی یہ قاضی جب تجھے گواہ طلب کرے تو بخیرہ مت ہو (بلکہ) سانپ کو بوسہ دو تاکہ  
خزانہ ملے۔ مطلب یہ کہ اگر اس راہ میں مشکلات و مجاہدات پیش آویں تو انکو برداشت  
کرو اور بخیرہ مت ہو بلکہ انکو شوق سے برداشت کرو تاکہ تم کو خزانہ علوم و معارف حاصل  
ہو آگے لے آتی اور ہمت دلانے کیلئے ایک نیا مضمون فرماتے ہیں کہ

آن جفا با تو نباشد لے لیسر بلکہ با وصف بدی اندر تو دور  
یعنی اوصافِ آلودہ جفا تیری ساتھ نہیں رہے بلکہ (اُس) وصف کی کھیل ہے جو تیرے اندر ہے مطلب یہ کہ مجاہدات و ریاضات  
جو تجھے کرائے جاتے ہیں اور اسکی وجہ تمہارا اور ظاہر مشقت ہوتی ہے تو وہ مشقت ظہیر نہیں ہے بلکہ اصل میں وہ  
محنت مشقت تمہارے اُن اخلاقِ سیئہ پر ہے جو کہ تمہارے اندر ہے پڑے ہیں انکے اسکی مثالیں دیتی ہیں کہ  
بر نہ جو ہے کہ آنرا مرد زد بر نہ کلا آنرا نہ زد بر گرد زد

یعنی مذہ پر لکڑی جو کہ کسی مرد نے ماری تو وہ مذہ پر نہیں ماری بلکہ گرد پر ماری مطلب یہ کہ دیکھو مذہ  
کو جھاڑتے ہیں جو لکڑی اُس پر مارتے ہیں تو ظاہر تو وہ لکڑی اُس مذہ پر ماری مگر اصل میں اُس گرد پر  
ماری جو اُسکے اندر بہری پڑی ہے تاکہ وہ اُسکے اندر سے نکلا دے اسی طرح یہ مجاہدات و ریاضات

مجاہدات و ریاضات کے لئے گواہیت کی ضرورت ہے کہ جو شخص طالب صفا ہو اور وہ مجاہدات  
بجائے

گو بزجر اس بلکہ آن کینہ کش آن نزد بر اس پ زو بر سگ کش  
یعنی گھوڑے کو اس کینہ کش نے مارا تو اس نے گھوڑے پر نہیں مارا بلکہ اس کی بد رفتاری پر  
مارا ہے (اسلئے کہ)

تاز سگسک دار بد خوش پے شود شیرہ راز ندان کنی تامی شود  
یعنی تاکہ وہ بد رفتاری سے چھوٹ جاوے اور خوش قدم ہو جاوے اور شیرہ کو تم قید کر تم ہو  
تاکہ شراب بنجاوے مطلب یہ کہ تم نے جو گھوڑے کو مارا تو اسلئے تاکہ اس کی چال درست ہو جاوے  
تو وہ مارا سپر نہ تھی بلکہ اس کی اس بد رفتاری کی صفت پر تھی دو سکر مہرے میں دوسری مثال ہے  
کہ دیکھو تم شیرہ انگور کہ مشکون وغیرہ میں بند کرتے ہو تاکہ وہ پینے کے قابل شراب بنجاوے  
تو دیکھو اسکو جو بند کیا گیا صرف اسلئے کہ اس کے اندر جو خرابی تھی کہ وہ اس قابل نہ تھی کہ کوئی  
اسکو نہ لگاوے وہ خرابی جاتی رہی تو اسطرح انسان مجاہدات اور ایاضات کر کے خلاق  
ذمیمہ کو اپنے اندر سے دور کر دیتا ہے آگے ایک اور مثال ہے کہ۔

آن یکے میزدیتیے را القہر قند بود آن لیک بنمودہ جوزہر  
یعنی ایک شخص ایک شتم کو غصے مار رہا تھا تو (وہ مارنا) قند تھا (یعنی مفید تھا) لیکن لفظ ہم  
زہر معادوم ہوتا تھا۔

دیدمے آن چنانش زار زار آمد و بگرفت زد و دوش در کنار  
یعنی ایک شخص نے اسکو اس طرح زار زار دیکھا وہ آیا اور اسکو جلدی سے بغل میں لے لیا  
گفت چندان آن یتیمک رازدی چون نہ تر سیدی ز قہر ایزدی  
یعنی کہا کہ تو نے اتنا اس ذرا سے یتیم کو مارا تو قہر حق تعالیٰ سے کیوں نہ ڈرا (تو اس خداداد  
سکریہ جواب دیا کہ)۔

گفت اورا کے زدم ای جان دوست من بران دیوے زوم کو اندر دوست  
یعنی اس نے اسکو کہا کہ لے جان دوست میں نے اسکو کب مارا میں نے تو اس دیو کو مارا ہے جو  
اس کے اندر ہے۔ یعنی اسے کہا کہ اس کے اندر جو شیطان گھسا ہوا ہے میں تو اسکو مار رہا ہوں  
اس یتیم کو مار ہی کب رہا ہوں آگے اور مثال ہے کہ۔

مادر را گوید ترا مرگ تو باد مرگ آن خو خواهد مرگ فساد

یعنی مان اگر (بچہ کو) کہے کہ تیری موت آئے تو اس خصلت کی موت چاہتی ہے اور مرگ فساد کی یعنی وہ مر گیا کوہنی ہے تو اس مرنے سے اس خصلت بد کا زوال مراد ہوتا ہے تو جب یہ جفا میں اور یہ بلا میں خود انسان پر میں ہی نہیں بلکہ اس کے اخلاق سینہ پر ہیں تو بچہ وہ ان سے کیوں گبر لاتا ہے اور پر کہا تھا کہ من عجب دارم زو یائے جفا الم اُسکے پھر اُسی کی طرف رجوع ہے کہ ان کو رو ہے کہ ادب بگمختند آب مردی و آب مردان ریختند

یعنی وہ گروہ کہ جو ادب سے بہا گئے تو مردی کی اور مردوں کی آبرو انہوں نے گرائی مطلب یہ کہ جو لوگ کہ مجاہدات اور ریاضات سے بہا گئے تو آخر کار ایسے لوگوں نے مردانگی اور مردوں کی آبرو کھوئی ہے عاذ لان شان از دغا دارانند تا چنین حیز و خفت مانند

یعنی نا صمیمین نے انکو دغا سے باز کیا یہاں تک کہ وہ ایسے حیز اور خفت رہ گئے مطلب یہ کہ لوگوں نے انکو سمجھایا مجاہدات و ریاضات سے ڈرایا تو یہ انکے کہنے میں آ گئے اور مجاہدات و ریاضات سے باز رہے اور نفس و شیطان کا مقابلہ نہ کیا تو آخر نامور رہ گئے اور انسان کامل اور مدونہ ہو سکے آگے مضمون ارشاد دی فرماتے ہیں کہ۔

لاف وغرہ را از خار اکم شنو با جہنہا در صف ہیجا مرو

یعنی بیہودہ گوئی شیخی اور غرہ کو کم سے شن اور نامردیوں کی ساتھ لڑائی کی صف میں مت جا (جہنہا سے مراد اہل جہنہا) مطلب یہ کہ جو لوگ کہ ٹکو مجاہدات و ریاضات سے باز رہتے ہیں اور ڈراتے ہیں ان کی باتیں ہرگز درست نہ ہوں گی تو ہمیشہ ٹکو خرابی میں ڈالیں گے اور ان نامردوں کی ساتھ نفس و شیطان کے مقابلہ میں مت جاؤ اسلئے کہ اگر ان کی ہمراہ ہو گے اور یہ بہا گین گے تو تمہاری بھی بہت ٹوٹ جاو گی۔ آگے اُس کی ایک دلیل قرآن شریف سے لاتے ہیں کہ

ز انکہ زاد و کم خب لا گفت حق کز رفیق سست بر گردان ورق

یعنی اسلئے کہ حق تعالیٰ نے ما زاد و کم الاضلالاً (نہ زیادہ کہنے لگو مگر خرابی) فرمایا ہے (حق کا حاصل یہ ہے کہ) رفیق سست ورق لوٹ دے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے منافقین کی بابت فرمایا ہے کہ اگر وہ جنگ میں تمہاری ہمراہ ہوں گے تو چونکہ وہ خود نامرد ہیں ٹکو کم بہت کر دینگے



اور اپنی ساتھ تکیہ بھی ہے بہاگین کے لہذا ان کی ہمارے مت رہو۔ اسی طرح اگر تم ان نامردوں کی  
ساتھ رہو گے تو یہ تمکو نفسِ شیطان کے مقابلہ سے باز رکھیں گے اور نفس و شیطان تم پر غالب  
آجادیں گے۔ لہذا ایسے لوگوں سے الگ رہنا ہی بہتر ہے۔

کہ گریٹان باشما ہمراہ شوند غازیان بے مغز ہیچون کہ شوند  
یعنی کہ اگر وہ لوگ تمہاری ہمراہ ہونگے تو غازی لوگ کہاں کی طرح بے مغز ہو جائیں گے یعنی جو  
کام کرنے والے ہیں ان کی ساتھ ملکر وہ بھی بیکار ہو جادیں گے۔

خویشتر را باشما ہم صف کنند پس گریزند و دل صف بشکنند  
یعنی اپنے کو تمہاری ساتھ ہم صف کرتے ہیں پھر بہاگ جاتے ہیں اور صف کا دل توڑ دیتے  
ہیں اس طرح جو لوگ خود کم ہمت ہیں وہ تمہاری ساتھ ملین گے اور ملکر تکیہ بھی خراب کر دیں گے  
پس سپاہی اندک کے بے این نفر بہ کہ با اہل نفاق آید حشر  
یعنی بس تھوڑے سے سپاہی بدوں اس جماعت کے بہتر ہیں کہ اہل نفاق ساتھ ایک چمکھٹ  
آوے یعنی منافقین کے ساتھ ملکر جماعت کثیر ہو جانے سے بہتر ہے کہ تھوڑے ہوں مگر بہوں  
سارے باہمت اور مسلمان۔

ہست بادام کم خوش بخنتر بہ کہ بسیاری بستخ آمیختہ  
یعنی اچھے بادام کم بہتر ہیں زیادہ ہونے سے جو تلخی کیساتھ ملے ہوئے ہوں یعنی وہ بادام جو کم زیادہ  
ہوں اور جو تلخ بڑے ہیں اور جو شیریں ہوں اور ہوں تھوڑے وہ بہتر ہیں اس طرح جو لوگ  
کم ہمت ہوں اور ہوں بہت زیادہ وہ بڑے اور جو باہمت ہوں اور ہوں تھوڑے سے وہ اچھے  
ہیں کہ وہی کچھ کام کر سکیں گے۔

تلخ و شیریں گر بصورت یک شوند نقص ازان افتاد کہ بہل اند  
یعنی تلخ و شیریں اگر بصورت یک شوند نقص ازان افتاد کہ بہل اند  
یعنی تلخ و شیریں اگر بصورت میں ایک شے ہیں لیکن انھما اس وجہ سے پڑا ہے کہ  
بہل نہیں ہیں۔

گہر تر سان دل بود کہ از گمان می زید در شک ز حال پنہان  
یعنی کافر تر سان دل ہو تا ہے کیونکہ وہ گمان کی وجہ سے اُس جہان کے حال سے شک میں ہے

می رود در ره نراند منزلے گام ترسان می بندد اے دلے  
یعنی راستہ میں چلتا ہے اور منزل کو نہیں جانتا قدم کو اندھے دل والا ڈرتا ہوا کہتا ہے۔  
چون نراند رے مسافر چون رود با تر دو با دل پر خون شود  
یعنی جیسا فرستہ کو نہ جانے تو کس طرح چلے تر دو دن کی ساتھ اور دل پر خون ہوا جوے  
ہر کہ گویا بے اینسو را نیست او کنڈ از بیم آنجا وقف والیت  
یعنی جو کوئی کہدے کہ بے اس طرف کو راستہ نہیں ہے تو وہ خوف کی وجہ سے اُس جگہ توقف  
اور قیام کرتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو کافر جو راہ چلتا ہے اور اس سماہ دنیا کو طے کرتا ہے  
تو ڈرتا ہوا چلتا ہے اسلئے کہ اُس کو اُس جہان کے وجود ہی میں شک ہے اُس کی ایسی  
مثال ہے کہ جیسے کوئی مسافر راہ چلے اور راستہ جانتا نہ ہو تو جہان کیسے کہدے یا کہ  
ارے اُدھر راستہ نہیں ہے تو چونکہ جانتا نہیں ہے ڈر کے مارے وہیں ہر جاوے گا  
اور اگر راہ کو جانتا تو وہ کسی کہنے والے کی پرواہ نہ کرتا بلکہ وہ بے کھٹکے قدم بڑھائے  
جوئے چلا جاتا تو یہ ہر جگہ کہہ رہا ہوتا اور ہر جانا اس کی دلیل ہے کہ یہ راستہ سے  
ناواقف ہے اور رجاء الغیب ہی جا رہا ہے۔

درید اندر دل با ہوش او کے روو ہر پائے وہو در گوش و  
یعنی اگر راستہ کو اُس کا با ہوش دل جانتا ہوتا تو ہر پائے ہو پر کب اُس کا کان  
جاتا یعنی اگر وہ راستہ سے واقف ہوتا تو وہ اس پائے ہوئی کرنے کو اور اس غل چٹا  
کو کب نہتا اُس کو خود یقین ہوتا کہ میں راستہ درست چل رہا ہوں اب خواہ کوئی کتنا ہی  
ڈراوے وہ ڈرنے والا نہیں ہے بہت بے فکری سے راہ طے کر چکا اگے فرطے ہیں کہ  
پس مشو ہمراہ این اشتر دلاں زانکہ وقت ضیق بیم اند افلاں  
یعنی پس تم ان اشتر دلوں (کم سمیتوں) کیساتھ مت رہو اسلئے کہ خوف و ضیق کے وقت  
یہ لوگ چپ جانے والے ہیں یعنی جب موقع آوے لگاتو یہ تمہارا ساتھ نہ دینگے لہذا تم ان کی  
ساتھ مت جاؤ کہ تم کو بھی غارت کرینگے۔

پس گریر ندو تر اتہا بلند گریر اندر لاف سحر با مل اند

یعنی پس پہاگ چا دین گے اور مجھے تنہا چھوڑ دین گے اگرچہ شیخی میں سحر بابل ہیں۔  
مطلب یہ کہ اگرچہ شیخی بازی میں تو سحر بابل کی طرح مشہور ہیں لیکن حقیقت میں  
بالکل بزدل ہیں۔

توزر عنایان مجوہین کارزار      توز طاؤسان مجوہید و شکار  
یعنی تو نازکوں سے لڑائی کو مت تلاش کر اور تو موردوں سے صید و شکار کو مت ڈھنڈھ  
مطلب یہ کہ نازک دلوں سے اور نازک دلوں سے تم مقابلہ اور صید و شکار کی امید  
مت رکھو۔ اس لئے ان سے کچھ نہ ہوگا اور بلکہ تم کو بھی کھو دینگے۔

طبع طاؤسیت و سواست کند      دم دہد تا از مقامت بر کند  
یعنی تیری طبع طاؤسی تجھے سوکس کرتی ہے اور دم دیتی ہے تاکہ جگہ سے تجھے اکھاڑ دو  
مطلب یہ کہ تمہاری طبیعت جو کہ کم ہمت ہے اور جو صید معانی میں کمزور ہے وہ تجھے دوسرے  
ڈالتی ہے اور مجاہدات و ریاضات سے ذکی و جسے بچاتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا  
کہ تم کو تمہاری جگہ سے اکھاڑ دیگی اور تم اس قابل بھی نہ رہو گے جتنے اب ہو۔ آگے فرودہ بدر کا  
قصبہ ان فرماتے ہیں کہ دیکھو جس طرح شیطان نے اول تو سب کفار کو اکڑھکا یا اور  
سبے کہا کہ چل کر لڑو اور میں ضامن ہوں کہ تم کو فتح ہوگی اور جب میدان میں پہنچو تو اسکو  
مالٹو نظر آئے جو مدد کے لئے آئے تھے تو یہ وہاں سے پہاگ جب لوگوں نے اس سے کہا  
کہ اب بھاگتا کیوں ہے تو بولا کہ ائی اری مالاخوون کہ میں ایسی شے کو دیکھ رہا ہوں جو  
تم کو نظر نہیں آتی۔ تو فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ شیطان وقت پر پہاگ گیا اور پہلے سے  
بہت شیخی بچھا رہا تھا اسے طرح یاد رکھو کہ یہ لوگ جو کہ تم کو مجاہدات و ریاضات سے مانع  
ہیں یا خود کم ہمت ہیں تم کو نیچ میں ہی چھوڑ دینگے اور ہرگز ہرگز تمہارا ساتھ نہ دیں گے  
اب حکایت سنئے۔

## شرح حبیبی

ہیچو شیطان کز وساوس بر قریش      دم دمید و گفت گرداریدیش

تا که در احمد بن لمیت افت گینم  
چونکه شیطان در شب صدیم  
چون سپه گرد آمدند از گفت او  
که بیارم من قبیله خویش را  
من شما را عون و یار یساکم  
چون خویش از گفت او حاضر شدند  
دید شیطان از ملا یک اسپه  
آن جنود الم تر و با صفت زده  
پای خود و سپس شیدن می گرفت  
که اخاف الله مالی من عون  
گفت حارث اسرافه شکل بین  
گفت ایندم من همی بلینم حرب  
می نیینی غیر این لیک اسرافه خنک  
دے همی گفتی که پابندان شدم  
دے زعیم الجیش بودی و العین  
تا بخوردیم آن دم تو و آمدیم  
چونکه حارث باسرافه گفت این

سیح و بنیای و زمینش بر گینم  
خواند افسون کا بنی جابر کیم  
کرد و بالایشان محیلت گوی  
تا که در میجا بود پشت شما  
تا سپاه دشمنان تان بشکنم  
هر دو لشکر در ملاقات آمدند  
سوئے صف مودنان اندر ہے  
گشت جان او ز بیم آتش کدم  
که همی بینیم سپاه بس شگفت  
اذ هبوا فی اری مالا ترون  
دے چرا تو می نگفتی این چنین  
گفت می بینی جعاشیش عرب  
آن زمان لاف بود این وقت جنگ  
که بود تان فتح و نصرت و مبدم  
وین زمان نامرد و نا چیز و مهین  
تو بتون رفتی و ما میزم شدیم  
از عتابش خنک گین شد آن بعین

دست خود خستین زد دست او کشید  
 سینه اش را کوفت شیطان گریخت  
 چون که ویران کرد چندین عالم  
 کوفت اندر سینه و انداختش  
 نفس شیطان هر دو یک تن بوده اند  
 چون فرشته عقل کالیشان یک تن  
 دشمنی داری چنین در سر خویش  
 یک نفس حمله کند چون سوسمار  
 در دل و سوراخ دارد کتون  
 نام پنهان گشتن دیوار نفوس  
 که خوشش چون نفوس قنفذ است  
 که خدا آن دیوار خناس خواند  
 می نهان گرد و سر آن خار پشت  
 تا چو فرصت یافت سر آر و برون  
 اگر نفس از اندرون راهت زدی  
 زان عوان مقتضی که شهوت است  
 زان عوان شرمی دزد و تباہ

چون ز گفت او شش در دل رسید  
 خون آن بیچارگان زین مگر بخت  
 پس بگفت انی بری منم  
 پس گریزان شد جو بهیت تا خوش  
 در دو صورت خویش را بنموده اند  
 بهر حکمتهاش دو صورت شدند  
 مانع عقل ست و خصم جان ویش  
 پس بسوراخ گریزد و در فرار  
 سر ز سوراخ می آرد برون  
 و اندرون سوراخ رفتن شد نفوس  
 چون سر قنفذ را آمد شد است  
 گو سر آن خار پشتک را بماند  
 دمدم از بیم صیاد درشت  
 زین چنین مگری شدش مارش ز بون  
 ریزان را بر تو دست کعبه  
 دل سیر حرص و آرزوافت است  
 تا عوانا نرا بقر تست راه

در خبر بشنو تو این پسند نکو  
 طمطراق این عدو مشنو گریز  
 بر تو اواز بهر دنیا و نبرد  
 چه عجب گرم گرا آسان کند  
 سحر کا به را بصنعت که کند  
 هر شتبار لغز گرد اند بفن  
 آدمی را خسر نماید ساعت  
 کار سحر نیست کوه می زند  
 این چنین ساحر درون تست میر  
 اندران عالم که هست این سحر با  
 اندران صحر که رست این زیر تر  
 گوید تریاق از من جو سپر  
 گفت او سحرست و ویرانی تو  
 گفت پیغمبر که ان فی البیان  
 لیک سحرے دفع سحر ساحران  
 آن بیان اولیا و اصفیاست  
 حاصل آن کز زیر نفس دون گریز

بین جنبیم کم اعدی عدو  
 کو چو ابلیس است درج و ستیز  
 آن عذاب سردی را سهل کرد  
 اوز سحر خویش صد چندان کند  
 باز کو به را چو کا به می تند  
 لغز بار از شت گرد اند بطن  
 آدمی سازد خمرے را و آیت  
 هر نفس قلب حقائق می کند  
 ان فی الوسواس سحر سحر  
 ساحران هستند جاد و دوش  
 نیز روئید ست تریاق ای لیسر  
 که ز زیرم من بتو نزدیک تر  
 گفت من سحرست و دفع سحر او  
 سحر او حق گفت آن خوش پہلوان  
 مایه تریاک باشت در جهان  
 کز همه اغراض نفسانی جد است  
 نوش کن تریاق مرشد چیست نیز

این طلسم هر نفس اندر شکن  
سوی گنج پیر کامل لقب زن  
پس در از ست این سوی آغازان  
جانب مہمان و مسجد بازاران

اور پریشان کیا تھا کہ نامزدوں کی شہادت ہو کیونکہ یہ پہاگ جائیں گے اور ہمیں تنہا چھوڑ جائیں گے  
اسکو ایک واقعہ سے واضح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہاری حالت ایسی ہوگی جیسے کہ شیطان نے  
قریش پر دسواوس سے جادو کیا تھا اور کہا تھا کہ تم شکر جمع کرو تا کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو  
شکست دین اور ان کی سیخ و بنیاد صفحہ ہستی سے اٹھایا جائے جبکہ شیطان فوج میں سردار  
ہو گیا تو اُس نے یہ منتر پھونکا کہ میں تمہارا معین و مددگار ہوں تم ہرگز نہ گہراؤ اور نہایت اطمینان  
ساتھ تیاری کرو جب اُسکے کہنے سے فوجیں مجتمع ہوئیں تو اب اُس نے یہ جل بھلا کہ میں اپنے قبیلہ  
کو لاتا ہوں تاکہ لڑائی میں تمہارا مددگار ہو تم گہراؤ مت میں تمہاری خوب مدد کروں گا حتیٰ کہ تمہارا  
دشمنوں کی فوج کو کامل شکست دوں گا جبکہ اس دم دلا سے سے قریش میدان جنگ میں آئے اور دونوں  
لشکر مقابل ہوئے تو شیطان نے دیکھا کہ بلائیکہ کی فوج مسلمانوں کی صف کی طرف مدد کیلئے  
آ رہی ہے اور غیر مصر لشکر صف زدہ ہی یہ دیکھ کر ہمارے خوف کے اُس کی جان آتش کدہ ہو گئی اور  
یہ کہتا ہوا اُلٹے پاؤں لوٹا کہ میں ایک عجیب کردیکھ رہا ہوں اور میں خدا سے ڈرتا ہوں کیونکہ اُسکے مقابلہ  
میں میرا کوئی مددگار نہیں اور میں اُس سے نہیں بچ سکتا۔ بس جاؤ میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا  
کیونکہ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ اسپر حارث بن ہشام نے کہا کہ اے شبیبہ سراقہ  
تو یہ تو بتا کہ کل تو نے یہ کیوں نہ کہہ دیا تھا کہ ہم مصیبت میں نہ پڑتے اب تو بیکو بھنسا اگر الگ ہوتا ہی  
اُس نے کہا کہ کل وہ تنہا ہی میرے پیش نظر نہ تھی جواب دیکھ رہا ہوں اُس نے کہا کہ ابھی تیرے سامنے کوئی  
فوج جہا رہے صرف چند فقر اور عرب ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ وہ شیخی کا وقت تھا اسلئے ڈینگین  
مار رہا تھا اور اب لڑائی کا وقت ہے اسلئے بھاگتا ہے کل تو کہتا تھا کہ میں ذمہ دار ہوں کہ تمکو فتح  
و نصرت ہوگی اور آج یوں جان چراتا ہے۔ نیز کل تو تو سپہ سالار بنا ہوا تھا اور اب نامزد حقیر اور بودا  
بننا ہے۔ تیری شیخیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم دھوکہ میں آکر میدان جنگ میں آ گئے تو نے گواہ کیا یا  
اے شبیبہ سراقہ اُس نے کہا کہ شیطان دبو کا دینے کیلئے سراقہ کی شکل میں آیا تھا ۱۲۔

اور جھوٹے وعدے کئے اور ہمو اُس کا خیال رہ بہ گنتا پڑا۔ کہ ہم آتش جنگ کا امیندہ بن گئے (ہذا)  
 ہوا امر ارجو لا تلتفت إلحاقا قال ولی محمد یعنی چنانکہ کناس از گلشن سرگین آوارہ در آتش دان حمام می  
 و بازی رود بچین مارا آوردہ در آتش جنگ بسوقن دانے انتہی فائدہ لا یساعدا عنوان البیان  
 جب حارث نے سراق سے اقسہم کی گفتگو کو وہ بعین اُس کی سزائش سے غصہ ہو گیا اور غصہ سے  
 اپنا ہاتھ اُسکے ہاتھ سے چھڑا لیا کیونکہ اُس کی گفتگو سے اُسکو سخت صدمہ پہونچا تھا وہ آپ تو اُسکے  
 سینہ پر تہ پڑ مار کر بھاگ گیا اور فریب سے ان بیچاروں کا خون کر گیا۔ اور جبکہ اتنے عالم کو دیران  
 کر چکا تو کہا مجھے تم سے کچھ کام نہیں اور سینہ پر ہاتھ مار کر حارث کو گرا گیا اور جبکہ ہیبت ملا نک  
 غالب ہوئی تو خود بھاگ گیا۔ اب سمجھو کہ نفس و شیطان دونوں حقیقت کے لحاظ سے ایک ہیں اور  
 دو صورتوں میں جلوہ گر ہوئے ہیں اور ان کی حالت ایسی ہے جیسے کہ فرشتہ و عقل کہ وہ بھی حقیقت  
 ایک ہیں اور مقتضائے حکمت آپہم دو صورتوں میں نمودار ہوئے۔ پس جو حالت شیطان کی ہے وہی  
 نفس کی بھی ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ تمہارے اندر تھا ایک دشمن شیطان چھپا ہوا ہے  
 جو کہ عقل کو اُسکے مقتضائے سے روکتا ہے اور جان اور ایمان کا دشمن ہے کہی تو وہ گوہ کی طرح حکم کرتا  
 ہے اور کہی ڈر کر اور بھاگ کر سوراخ میں گھس جاتا ہے دل کے اندر اُسکے بہت سے سوراخ ہیں اور  
 وہ ہر سوراخ سے نمودار ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ وہ نہایت بزدل ہے جبکہ وہ حریف کو کمزور پاتا ہے تو حمل  
 کرتا ہے اور جبکہ اُسکو قوی پاتا ہے تو چھپ جاتا ہے اور بزدلی کیساتھ مکار بھی ہے کہ مختلف سوراخوں  
 سے مختلف رنگوں میں جلوہ نما ہوتا ہے کہ حریف کسی نہ کسی صورت سے دھوکہ کہا جاوے اسی بنا پر  
 شیطان کے آدمین سے چھپنے اور سوراخ میں گھس جانیکا نام خوس ہوا کیونکہ خوس کے معنی ہیں  
 چھپ جانا اور سوراخ میں گھس جانا پس چونکہ اُس کا سوراخ میں چلا جانا ایسا ہی ہے جیسکہ سابی  
 کے سر کا اند گھس جانا اور وہ بھی یوں ہی کہی اند جاتا ہے اور کہی باہر آتا ہے جس طرح کہ سابی کا  
 سر یہی وجہ ہے کہ خدا نے اُسکو خناس کہا کیونکہ اُس کا سر سابی کے سر مثا بہ ہے اسلئے  
 کہ سابی کا سر صیاد کے خوف سے اندر ہوتا ہے نا نک جب اُسکو موقع ملتا ہے تب وہ اپنا  
 سر باہر نکالتی ہے اور اُسکے اس مکہ سے سانپ بھی عاجز ہے پس یہی حالت شیطان کی ہے  
 اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ نفس و شیطان حقیقتہً دونوں ایک ہیں یعنی مصل نام کے دو فروہ ہیں تو



نفس کی بھی یہی حالت ہوگی اب سمجھو کہ اصل دشمن تمہارا نفس ہے جو کچھ فساد ہو سب اس کا ہی  
 کیونکہ اگر یہ اندر سے تمہارا راہ نہ مارتا تو رہز فون شیاطین الانس والجن کا قہر قافو نہ چلتا پس  
 تمہارے اندر جو خواہش انسانی ہے وہ ہی اصل پیرہ دار ہے جو برائیوں کو چاہتا ہے اور اسی کے  
 سبب دل حرص و طمع اور دیگر آفات میں تھکتا رہتا ہے اسی مخفی سپاہی کے سبب تم چوراہے و تباہ  
 ہوئے ہو جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ پلوایس کے لوگوں کو تمہاری سرکوبی کا موقع ملا ہے حدیث میں  
 کیا اچھی نصیحت آئی ہے ان اعدی عن ذلک نفسک التي بین جنبتک یعنی سب سے بڑا دشمن تمہارا  
 نفس ہے جو کہ تمہارے اندر موجود ہے پس تم اس سے بھاگنا اور اس کی ظاہری خوشنما باتوں کو  
 نہ سننا کیونکہ یہ بھی شیطان کی طرح لڑاکا اور جھگڑا لوبے۔ اسی کجیخت نے جب دنیا اور اپنی عداوت  
 کی وجہ سے تمہارے عذاب ابدی کو آسان کر دیا ہے اور تم بے تکلف اُن کاموں کو کرتے ہو جو تمہارے  
 لئے عذاب ابدی کا باعث ہیں اور یہ کجیخت کبھی حرام موت کو بھی آسان کر دیتا ہے اور اگر وہ ایسا  
 کرے تو کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ بڑا جادو گر ہے اور اپنے جادو سے ایسے ایسے سیکڑوں  
 شعبے رکھتا ہے کیونکہ جادو کو حق سبحانہ نے بڑی قوت عطا کی ہے وہ تنکے کو پہاڑ اور پہاڑ کو  
 تنکا بنا دیتا ہے یرون کو اچھا اچھوں کو بُرا کر دیتا ہے کسی آدمی کو گدھا بنا دیتا ہے اور کبھی گدھے  
 کو آدمی بنا دیتا ہے جو کہ اس کی قوت کی ایک بہت بڑی دلیل ہے غرضیکہ جادو کا کام یہ ہے کہ وہ  
 منتر پھونک کر ہر دم قلب حقائق کو تارہتا ہے۔ اب تم سمجھو کہ ایسا کامل جادو گر تمہارے اندر موجود ہے  
 اور وہ وہاں سے ہمیشہ جادو کو تارہتا ہے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ جہاں یہ عظیم الشان جادو  
 ہیں وہیں وہ جادو گر بھی ہیں جو ان کا توڑ کرتے ہیں اور جس جنگل میں یہ ترو تازہ زہر پیدا ہوا ہے  
 وہیں تریاق بھی پیدا ہوا ہے وہ تریاق ہوتا ہے کہ جب تہ زہر غلبہ کرنے تو عجیب سپر بناؤ کیونکہ  
 میں زہر کی نسبت تم سے زیادہ قریب ہوں نفس و شیطان کا منتر اگر جادو اور تمہاری برائی  
 کا سبب تو میرا منتر وہ جادو ہے جو اس جادو کا توڑ کرنے والا ہے اس کی تائید اس سے ہوتی ہے  
 کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان من البیان المسحر یعنی بعض بیان  
 جادو ہوتے ہیں اور واقعی آپ نے نہایت بجا فرمایا ہے مگر یہ بھی یاد رکھو کہ جو جادو جادو گروں  
 کے جادو کا توڑ ہو وہ حقیقت میں جادو نہیں بلکہ وہ اس زہر سحر کا تریاق ہے اب یہ سمجھو کہ وہ

بیان جو یاد کروں کے جادو کا توڑ ہو کون سا ہے سو وہ برگزیدہ اہل اللہ کا بیان ہے جس میں  
اغراض نفسانیہ کا ذرہ بہ ذرہ میل نہیں خلاصہ کلام یہ کہ تم نفس کے زہر سے بھاگو اور بہت جلد  
شیخ کا تریاق پیو اور نفس کے طلسم کو توڑو اور پیر کے خزانہ معارف میں سرنگ نقب  
لگا کر بھونچو۔ غیر یہ گفتگو تو بہت طویل ہے اب ابتداء کی طرف لوٹنا چاہئے اور مہمان  
اور مسجد کے رقتہ کی طرف چلنا چاہئے۔ اور اسکو یہیں چھوڑ کر مسجد کو چلنا چاہئے اور مہمان کا  
قصبہ اور واقعہ بیت اکرنا چاہئے۔

## شرح شیری

شیطان کا قریش سے کہنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو  
لڑو میں تمہاری مدد کروں گا اور اپنے قبیلہ کو مدد کیلئے بلاؤنگا  
پھر مقابلہ کے وقت اس کا بھاگنا

ہمچو شیطان کزو ساوس برقریش دم دمید و گفت گرد آرید جیش  
یعنی شیطان کی طرح کہ اُس نے دسا دس سے قریش پر دم بھونکا اور کہا کہ لشکر جمع کرلو  
تاکہ در احمد بن زینت انگیم بیخ و بنیاد از زمینش برکنیم  
یعنی تاکہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم شکست ڈالیں اور ان کی بیخ و بنیاد زمین سے  
اُکھاڑ دیں (غزوہ بادر) یعنی اُس نے کہا کہ لشکر جمع کرلو تاکہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شکست  
دیدیں اور (غزوہ بادر) ان کی بیخ و بنیاد کو دنیا سے اُجاڑ دیں۔

چونکہ شیطان در شپہ صدیکم خواند افسوس کہ انی جار لکم  
یعنی جب شیطان لشکر میں ہوا سو میں ایک تو اُس نے افسوس پڑھا کہ میں تمہارا مددگار ہوں  
یعنی جبکہ بمخلہ سپاہ کے شیطان بھی ہو گیا تو اُس نے سب کہا کہ میں تمہارا مددگار ہوں اور  
دافع ہے کہ مولانا خود بھی آگے فرما دینگے اور احادیث میں بھی ہے کہ شیطان سراقہ  
کی صورت میں نکلا آیا تھا اور اُس نے آکر ساری باتیں کہی تھیں لوگ سمجھے کہ سراقہ

ضامن ہوتا ہے اور یہ سراقہ خود بہت قوی تھا چہ اپنے قبیلہ کو بلا نیرکا مدد کیلئے وعدہ کیا تو لوگ دھوکہ میں آ گئے اور یہ نہ سمجھے کہ یہ بڑا شیطان ہے۔

چون سپہ گرد آمدند از گفت او کرد با ایشان محبت گفتگو

یعنی جب کہ اُس کے کہنے سے جمع ہو گیا تو اُس کی ساتھ حیلہ سے گفتگو کی (کہ)

کہ بیمار من قبیلہ خویش را تاکہ در یہاں شود پشت شما

یعنی کہ میں اپنے قبیلہ کو لاؤں گا تاکہ لڑائی میں وہ تمہارا مددگار ہو (اور کہا کہ)

من شما را عون و یار رہا کنم تا سپاہ دشمنان تان بشکنم

یعنی میں تمہاری مدد اور مدد کروں گا تاکہ تمہارے دشمن کی سپاہ کو شکست دیدوں۔

چون قریش از گفت او حاضر شدند ہر دو لشکر در ملاقات آمدند

جب قریش اُس کے کہنے سے حاضر ہوئے اور دونوں لشکر ملاقات میں آئے۔

دید کہ شیطان از ملائک اسپیہ سوئے صف مومنان اندر ہے

یعنی شیطان نے فرشتوں کا ایک لشکر مومنوں کی صف کی طرف راہ میں دیکھا۔ یعنی اُس نے

دیکھا کہ ایک لشکر فرشتوں کا مسلمانوں کی طرف اُنکی مدد کیلئے موجود ہے اور دیکھا کہ۔

آن جنود الم تر وہا صف زدہ گشت جان اور نیم آتش کردہ

یعنی وہ لشکر کہ نہیں دیکھتے تم اُس کو صف لگائے ہوئے ہے تو اُس کی جان خوف آتش کردہ

ہو گئی یعنی آتش کردہ کی طرح اندر سے جلنے لگا اور سخت خوف اُس پر مسلط ہوا۔

پائے خود واپس شیدہ می گرفت کہ بھی نیم سپاہ پس شکفت

یعنی اپنے پاؤں پیچھے کو ہٹانا شروع کئے (اور کہا کہ میں ایک لشکر بہت عظیم دیکھتا ہوں

(اور کہا کہ)

کہ اخاف اللہ مالی منہ عون از یہو الی اری مالا ترون

یعنی کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں میری کوئی مدد نہیں ہے تم جاؤ میں دیکھتا ہوں وہ کہ تم نہیں کہتے

یعنی اسنے کہا کہ بھائی میں تو ایسی شے کو دیکھ رہا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آتی یعنی فرشتے لہذا اب تم جاؤ

میں تو جان نہیں سکتا۔ اسلئے کہ مجھ کو خوف معلوم ہوتا ہے کیونکہ مر تو سکتا نہیں قیامت کی عمر ہے

لیکن فرشتوں کو اگر لڑائی میں ملجاتا تو سچ تو یہ ہے کہ گت تو خوب بناتے۔

گفت حارث اے سراقہ شکل میں نے چہرہ تو می بخفتی این چنین  
یعنی حارث نے کہا کہ اے سراقہ شکل تو نے کل اس طرح کیوں نہ کہا تھا یعنی حارث نے  
کہا کہ اے سراقہ کجخت تو نے کل کیوں نہ کہا تھا کہ میں خاص موقع سے بھاگوں گا اور سراقہ  
شکل مولانا نے اسلئے فرمایا کہ وہ تو شیطان تھا مگر حارث نے سراقہ ہی کہا تھا سراقہ شکل نہ  
کہا تھا غرض کہ اس نے کہا کہ کجخت اگر پہلے سے کہہ دیتا تو ہم کیوں اس مصیبت میں آکر پہنچتے تو  
جواب دیتا ہے کہ۔

گفت ایندم من نہی بینم حرب گفت می بینی جواسمیش عرب  
یعنی شیطان نے کہا کہ میں اس وقت سختی دیکھ رہا ہوں تو حارث نے کہا کہ تو عرب کو فقیرون  
کو دیکھتا ہے مطلب یہ کہ شیطان نے کہا کہ مجھے ایک لشکر عظیم معلوم ہوتا ہے اسلئے میں تو جاتا  
ہوں تو حارث بولا کہ کجخت تو جھوٹا ہے اسلئے کہ تو صرف عرب کے فقیرون کو سامنے دیکھ رہا ہے  
لشکر عظیم کہاں ہے باقی تیرا بھاگنا بڑی دلی کی وجہ سے ہے اور حارث نے کہا کہ  
می نہ بینی غیر این لیکل تو تشنگ آن زمان لاؤ بود این وقت جنگ  
یعنی ارے ڈاکو تو سوائے ان (لکڑیاں عرب) کے اور کچھ نہیں دیکھتا لیکن وہ تو شیخی کا وقت تھا  
اور یہ وقت لڑائی کا ہے۔ مطلب یہ کہ حارث نے کہا کہ کجخت تو جو کہہ رہا ہے کہ میں ایک ایسا  
لشکر دیکھ رہا ہوں کہ جو تکو نظر نہیں آتا یہ سب غلط ہے بلکہ تو ان ہی لوگوں کو دیکھ رہا ہے  
جو سامنے کہے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ وہ وقت تو شیخی کا تھا تو نے کہا کہ میں مدد کروں گا اور اب  
جو لڑائی کا وقت آیا تو بھاگتا ہے۔

نے بھی گفتی کہ پا بندان شدیم کہ بود نان فتح و نصرت دمیدم  
یعنی تو کل کہتا تھا کہ میں ضامن ہوا ہوں کہ دمیدم نکو ہی فتح و نصرت ہوگی  
دی زعم الجیش بودی اے لعین وین زمان ناچیز و نامرد و مزین  
یعنی اے ملعون کل تو تو ضامن لشکر تھا اور اس وقت ناچیز اور نامرد اور ذلیل ہے۔  
تا بخوریم آن دم تو رو آمدیم تو بہتوں رفتی و ماہیزم شدیم

یعنی یہاں تک کہ پہنچے وہ تیرا دم کہا لیا اور ہم آگئے تو اب تو حرام میں چلا گیا اور ہم امید میں ہو گئے  
یعنی ہم تیرے پہنچنے میں آکر یہاں چلے آئے تو اب تو چھوڑ چھاڑ کر اور ہمیں اس بلا میں جھونک  
کر جاتا ہے اور بہا لگتا ہے۔

چونکہ حارث باسراقمہ گفت این از عتابش خشمگین شد آن لعین  
یعنی جبکہ حارث نے سراق سے یہ کہا تو اس کے عتاب سے وہ ملعون غصہ میں ہو گیا۔ یعنی جب  
حارث نے بُرا بہلا کہا تو اس ملعون کو غصہ آگیا۔

دست خود خشمین زدست او کشید چون ز گفت او ش در دل رسید  
یعنی اپنا ہاتھ غصہ میں اُس کے ہاتھ سے کھینچ لیا جبکہ اُس کے کہنے سے اُسکو درد دل چھو پچا یعنی اُس کے  
بُرا بہلا کہنے سے جو دل دکھا تو اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ جھڑا لیا۔

سینہ اش را کو فت شیطان گریخت خون آن بیچارہ گان زین مکر ریخت  
یعنی شیطان نے حارث کے سینہ کو کوٹا اور بھاگ گیا اور اُن بیچارہ گان زین مکر ریخت  
کیا یعنی ہاتھ جھڑا کہ حارث کے سینہ پر ایک لات رسید کر کے چل دیا۔ اور اُن سبکو بلا میں  
پھنسا کر اُن کا خون گرایا کہ قریب قریب سارے قتل ہوئے

چونکہ ویران کرد چندین عالم او پس بگفت انی بری منکم  
یعنی جبکہ اُس نے اس قدر عالم کو ویران کر دیا تو پھر کہا کہ میں تم سے بری ہوں یعنی جب سبکو لا کر  
پھنسا چکا اور بلا میں ڈال چکا تو اب کہتا ہے کہ میں بری ہوں میں تمہارا ساتھ نہیں دیتا۔

گفت اندر سینہ و اندر اخفش پس گریزان شد جو ہیبت یافتش  
یعنی اُس کے سینہ میں مارا اور اُسکو ڈال دیا جب ہیبت اُسکو ہوئی تو بہا لگ گیا۔ یعنی جب  
فرشتوں کو دیکھا تو حارث کو دہکا دیکھ خود چل دیا اُسکے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

نفس و شیطان ہر دو یک تن بودند اند در دو صورت خویش را نمودہ اند  
یعنی نفس و شیطان دونوں ایک تن ہیں اور اپنے کو دو صورتوں میں دکھلایا ہے۔ مطلب یہ کہ  
نفس انی اور شیطان دونوں ایک ہی ہیں صرف صورت میں فرق ہے ورنہ دونوں ایک ہی  
ہیں تو جو طرح کہ ان شیطان نے دہوکہ دیا اور وقت پر چھوڑ کر بھاگ گیا اسی طرح تمہارا نفس

بھی تمہارا ساتھ نہ لگا۔ بلکہ چھڑ کر الگ ہو جاویگا۔

چون فرشتہ عقل کا نشان یک بند بہر حکمت ہاش دو صورت شدند  
یعنی جیسے کہ فرشتہ اور عقل کہ وہ ایک تھے اور کتھون کیلئے وہ دو صورت ہو گئے اسی طرح  
نفس شیطان بھی دونوں ایک ہی ہیں لیکن صرف صورتیں مختلف ہیں اور ایک ہونیکے دونوں  
کے معنی یہ ہیں کہ دونوں کے مقتضیات و شہوات یکساں ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔  
فہمنے داری چنین در سر خویش مانع عقل بست خصم جان و کیش  
یعنی تو ایک ایسا دشمن اپنے باطن میں رکھتا ہے جو کہ مانع عقل ہے اور جان و ذہن کا  
دشمن ہے

یک نفس حملہ کند چون سوسمار پس بسور اخ گر نیرد در فرار

یعنی ایک گہری کیلئے سوسمار کی طرح حملہ کرتا ہے پھر سوراخ میں بھاگ جاتا ہے۔

در دل او سوراخ ہا وارد کنون سر زہر سوراخ می آرد برون

یعنی دل میں وہ بہت سے سوراخ رکھتی ہے کہ اب ہر سوراخ سے سر باہر نکالتی ہے۔

(سوسمار کا قاعدہ ہے کہ یہ اپنے گہر کے بہت سے سوراخ بناتی ہے اگر ایک طرف سے کوئی

مارتا ہے تو دوسری طرف سے نکل جاتی ہے اُدھر سے کوئی مارے تو اور طرف سے باہر ہوجاتا

غرض کہ مار نہیں کہاتی) تو فرماتے ہیں کہ سوسمار کی طرح یہ نفس شیطان بھی دل کے اندر بہت ہی

سوراخ رکھتے ہیں وہ سوراخ طرق اضلال ہیں کہ مختلف طریقوں سے انسان کو بہکاتے ہیں

اور اگر ایک طرف سے گمراہ نہ کر سکے تو دوسرا طریقہ اختیار کرتے ہیں غرض کہ قابو میں نہیں آتے۔

نام پنهان گشتن دیوار نفوس و اندران سوراخ رفتن شد خفوس

یعنی شیطان کے نفوس سے پوشیدہ ہونے کا اور اس سوراخ میں چلے جانا کا نام

خفوس ہو گیا۔

کہ خفوش چون خفوس قفوضت چون سر قفوذ درآمد شد است

یعنی کہ اُس کا پوشیدہ ہونا مثل سپی کے پوشیدہ ہونیکے ہے جیسے کہ سپی کا سر کہ اُس کے اندر شد

یعنی جی طرح کہ سپی کہ وہ کہی سر کو باہر نکالتی ہے اور کہی اندر کہی ہے اسی طرح نفس شیطان کہ کہی

پوشیدہ ہوتے ہیں اور کہی ظاہر ہوتے ہیں۔

کہ خدا آن دیور افسانہ کس خواند کہ مرآن خالشتیک را بماند  
یعنی کہ خدا نے اُس شیطان کو فنا کس کہا اسلئے کہ اُس خالشت کے کمر مشابہ  
ہوا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے جو شیطان کو فنا کس کہا ہے تو اسلئے کہ اُسکی عادت ہے کہ  
کبھی پوشیدہ ہوتا ہے اور کبھی ظاہر تو اسی پوشیدگی کو خنوس کہد یا اور اس کی وجہ سے  
صاحب خنوس کو خناس فرما دیا۔

می بہان گرد و سرآن خالشت و مہدم از بیم صیاد درشت  
یعنی اُس خالشت دیکھی کہ اُس دہدم صیاد سخت کے خوف سے پوشیدہ ہوتا ہے  
یعنی جس طرح کہ وہ صیاد کے ڈر کے مارے اپنا سر چھپا لیتی ہے اسی طرح یہ حضرت شیطان  
بھی چھپتے پھرتے ہیں۔

تا جو فرصت یافت سر آر دبرون زین چنین کرے شود یارش بون  
یعنی تاکہ جب فرصت پاوے تو سر باہر نکالے تو ایسے کرے اُس کا ساتھی عاجز ہو جاتا ہے  
یعنی جب دیکھا کہ اب میں مغلوب ہونگا تو چھپ جاتا ہے اور جب خوف جاتا رہا تو اب  
پھر سر نکالتا ہے اس طریق سے اپنے ساتھی کو عاجز کر دیتا ہے کہ وہ اس کا کچھ نہیں کر سکتا  
آگے فرماتے ہیں کہ

گردنظر از اندرون را بہت دو رہز ناں را بر تو کے دستے ہدے  
یعنی اگر اندر سے تیری راہ نفس نہا تا تو رہز ناں کو بچیر کب قدرت ہوتی مطلب یہ کہ انسان  
پہر جو آفات آتی ہیں نہ ساری اس کی نحوست ہے کہ یہ خود ار تکاب معاصی کرتا ہے وہ نہ  
اگر بہ غیہ کچھ کرے تو کوئی وبال اس پر نہ آوے

زان عوان مققنی کہ شہوت است دل اسیر حرص و آرزوافت است  
یعنی اُس سپاہی تقاضا گر کی وجہ سے جو کہ شہوت ہے دل حرص و آرزوافت کا اسیر ہے  
زان عوان تبر شدی دزد و تباہ تا عوانان را بقہر تست را ۵  
یعنی اُس سپاہی کی وجہ سے تو بترا دزد و تباہ ہو گیا ہے یہاں تک کہ سپاہیوں کو  
تیرے قہر پر راستہ ہے مطلب یہ کہ جبکہ تو اُس عوان شہوت و غضب کی وجہ سے

تیار ہو رہا ہے تب ہی وجہ ہے کہ تو ان آفات دنیاوی میں پھنس رہا ہے وہ باطنی عوانِ موت  
ظاہر میں نمودار ہو جاتے ہیں

دو خبر بشنو تو این پسند نکو **بین جنبیک لکم اعدا عدو**  
یعنی تم حدیث میں یہ عمدہ نصیحت سنانو کہ دو میان دونوں پہلووں تمہارے کے سب سے بڑا دشمن یہی  
یعنی تم حدیث میں اعدای عدو و لفساک الی بین جنبیک تو کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ  
تمہارا دشمن یہی ہے اسی سے بچنا ضروری ہے جس جو یہ کہے اس کی سننا ہی موت  
طریق این عدو مشنو گرنہ **کو چو ابلیس است در رنج و ستیز**  
یعنی اس عدو کی طریقت مت سنو اور بہاگ جاؤ کیونکہ وہ رنج و ستیز میں مثل ابلیس کے  
ہے یعنی جی طرح کہ ابلیس ہر گڑی اور ہر وقت لڑنے اور رنج دینے کو تیار ہے اسی طرح  
یہ نفس بھی ہر گڑی تکلیف دہو پھینکا کو تیار ہے لہذا خدا کے واسطے اس سے الگ رہو  
اور اُس کی مت سنو۔

بر تو او از ہر دنیا و نبرد **آن عذاب سمدی را سہل کرد**

یعنی تمہیں اُسے دنیا اور نبرد کے واسطے اُس عذاب ابدی کو سہل کر دیا ہے یعنی اُسے  
صرف دنیا کے واسطے اُس عذاب ابدی کو تمہیں سہل کر کے دکھا دیا اور تم کو اُس سے  
بے خوف کر دیا اور اس قدر جبری کر دیا کہ برابر تم تکب معاصی کے ہوتے ہو اور کچھ خبر نہیں  
چہ عجیب گمراہ را آسان کند **اور سحر خویش صد چندان کند**  
یعنی کیا عجیب ہی اگر موت کو آسان کر دے وہ اپنے سحر سے ایسے سیکنڈوں کو کرتا ہے  
یعنی اُسے موت کو تمہارا آسان کر دیا اور اُس سے بے خوف کر دیا تو کچھ تعجب نہیں اسلئے کہ  
اُس کی فسون گری تو اُس سے کہیں زیادہ ہے آگے کچھ سحر کے آثار کو بیان فرماتے ہیں  
سحر کا ہے را بصنعت کہ کند **باز کو ہے را چو کلے می تند**  
یعنی سحر کار بھیجی سے تنکے کو پہاڑ کر کے دکھا دیتا ہے اور پھر پہاڑ کو تنکے کی طرح کر  
دے دکھا دیتا ہے

زشتہارا لغز گرداند لغن **لغز ہارا زشت گرداند بہ نطن**



یعنی بُرائیوں کو (اپنے) فن سے بہلائیے اور بہلائیوں کو گمان میں رشتہ کر دیا،  
 آدمی را خرم نماید ساعته آدمی سازد خسر از ایتے  
 یعنی آدمی کو ایک گہری کیلئے گد باد کر دیکھا تھوے اور گد ہے افسون سے آدمی بنا دیتا  
 کار سحر انیست کو دم می زند ہر نفس قلب حقائق می کند  
 یعنی سحر کا یہی کام ہے کہ وہ چھو نکلتا ہے تو ہر گہری تبدیل حقائق کر دیتا ہے (اور پھر)  
 کو بُرے اور بُرے کو اچھا کر دیکھا تھوے

این چنین ساحر درون است ان فی الوسواس سحر استمر  
 یعنی ایسا ہی ایک ساحر تیرے اندر پوشیدہ تحقیق وسواس میں ایک سحر سحر ہے (مطلب  
 یہ کہ جیسے کہ چہنئے اوپر آتار سحر بیان کئے ہیں بس ایسا ہی ایک ساحر تیرے اندر بھی ہے جو کہ  
 ایسا ہی سحر چمپر کرتا رہتا ہے اور وہ ساحر نفس ہی اور سحر وسواس ہیں کہ وسواس میں  
 مبتلا ہو کر انسان کو حقائق اشیاء سے بے خبری ہو جاتی ہے۔ ایک بیان سننے والے کو  
 ایک قسم کی یاس ہوتی ہے کہ جب خود ہمارے اندر یہی بلا موجود ہے تو اب ہم اس سے  
 ہمارے کچھ سکتے ہیں اب تو ضرور اس کے ہاتھوں تباہ ہونگے۔ لہذا آگے اس کے تسلیم کیلئے  
 فرماتے ہیں کہ۔

اندر ان عالم کہ هست این سحر ساحر ان ہستند جادو و کشتا  
 یعنی اُس عالم میں کہ یہ سحر ہیں بہت سے ساحر جادو کشتا ہیں۔ مطلب یہ کہ جہاں میں  
 سحر کرنے والے اور گمراہ کنندگان ہیں وہاں اس سحر کو کہولنے والے اور ہدایت کنندگان  
 بھی موجود ہیں اور وہ شیوخ کا ملین ہیں کہ وہ شیطان کے مکروں کو پہچان کر اس کا توڑ  
 کر دیتے ہیں۔

اندر ان صحرا کہ رُست این زہر تر نیز روئید ست تریاق ای لہر  
 یعنی جس صحرا میں کہ یہ زہر تر آگاہ ہے (دوہین) لے صاحبزادے تریاق ہی پیدا ہوا ہے  
 گو بیت تریاق از من جو سپر کہ زہر من بتو نزدیک تر  
 یعنی تریاق تجھ سے (بزرگان حال) کہہ رہا ہے کہ مجھ سے پناہ تلاش کر کہ میں زہر کی نسبت

مجھ سے زیادہ نزدیک ہوں۔ مطلب یہ کہ مرشدین کا ملین بلا ہے ہیں کہ اے شیطان  
کے پھندے میں پہننے والو اور میرا اور ہماری مرد سے اس درجہ ہلاکت سے نجات پاؤ  
اور میرے پاس آ جاؤ اسلئے کہ میں اُس گمراہ کنندہ اور شیطان کی نسبت تم سے زیادہ  
نزدیک ہوں۔

گفت او سحرست و دیرانے تو گفت من سحرست و دفع سحر او  
یعنی وہ مرشدین فرما رہے ہیں کہ اُس کا کہنا سحر ہے اور تیری دیرانی ہے اور میرا  
کہنا سحر ہے اور اُس سحر کا دفع ہے یعنی اُس کے اقوال تو ایسے ہیں کہ سحر ہیں لیکن اُس سحر  
تکو بریادی اور دیرانی حاصل ہوتی ہے اور میرا کہنا بھی سحر ہے یعنی سرِ لے تاثیر ہے لیکن یہ  
میرے اقوال اس سحر کے دافع اور ہر ایت کرنے والے ہیں

گفت پیغمبر کہ ان فی البیان سحر او حق گفت آن خوش پہلوان  
یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیان سحر ہو تو تپے اور اُس اچھے پہلوان نے  
حق کہا ہے یعنی حدیث میں جو ان من البیان لیسحاً آیا ہے یہ بالکل صحیح ہے کہ دیکھو ان  
گمراہ کنندگان کے اقوال بھی سحر ہیں کہ یہی سرِ لے تاثیر ہیں اور ہر ایت کنندگان کے  
اقوال بھی سحر ہی کی طرح سرِ لے تاثیر ہیں لیکن مابین فرق یہ ہے کہ۔

لیک سحرے دفع سحر ساحران مایہ تر یا کہ باشد در جہان  
یعنی لیکن ایک سحر تو ساحرون کی سحر کا دفع ہے اور جہان میں مایہ تر یا کہ ہوتا ہے۔  
آن بیان اولیا و اصفیاست کہ ہمہ اغراض نفسانی جُداست

یعنی وہ بیان اولیا و اصفیاء کا ہے کہ تمام اغراض نفسانی سے جدا ہے مطلب یہ کہ کلام  
و طرح کے ہوتے ہیں جو سحر کی طرح سرِ لے تاثیر ہوتے ہیں ایک تو وہ جو ہلاک کر دین والا  
راہ حق سے پھرنے والا تو کلام شیطانی و وسوسہ نفس ہے اور ایک وہ جو کہ ہر ایت  
کرنے والا اور شیطانی کے سحر کو اور اُس کے شر کو دفع کرنے والا وہ کلام اولیاء اللہ ہے کہ  
جو تمام اغراض نفسانیہ سے جدا ہو چکے ہیں کہ اُن کے کلام میں ہر ایت و مرشد ہوتی ہے آگے  
ان سب کا حاصل فرماتے ہیں کہ۔

حاصل ان گزیرہ نفس دون گزیرہ نوش کن تریاق مرشد چست تیز  
یعنی حاصل یہ ہے کہ کیسہ کے زہر سے تو بہاگ اور مرشد کا تریاق چست و چالاک  
(مہر) نوش کر یعنی اُس کی باتوں اور اُس کی ہدایتوں پر عمل کر اور نفس و شیطان کو دفع کر  
تا کہ تو کسی کام کا ہو۔

این طلسم سحر نفس اندر شکن سونے گنج پیر کامل نقب زن  
یعنی اس طلسم سحر نفس کو توڑ ڈال اور پیر کامل کے خزانہ کی طرف نقب لگا۔ یعنی اُس  
خزانہ شیخ کامل کو حاصل کر اور اس نفس و شیطان کے طلسم کو توڑ تا کہ رہائی پا کر اور گمراہی  
سے نکل کر راہ ہدایت پر آ جاؤ۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

بس درازست این سوئی آغازان جانب بہمان و مسجد بازراں  
یعنی یہ (قصہ) تو بہت دراز ہے تم شروع کی طرف چلو۔ بہمان اور مسجد کی طرف کو واپس چلو۔  
مطلب یہ کہ یہ مضمون نفس کے مکائد کا اور مرشد کی ترغیب کا تو بہت طویل ہے لہذا  
اُسکو بہین چھوڑ کر اب ذرا بہمان اور مسجد کا قصہ بیان کر دو۔

زین گزیرکن باز تا مسجد بیا قصہ بہمان بگو و ان ماجرا  
یعنی اس سے گزر کر اور پھر مسجد تک آ۔ قصہ بہمان کا کہہ اور وہ ماجرا  
یعنی اب اُس مسجد والے بہمان کے قصہ کو پورا کر دو اور اُسے بیان کرو آگے اُسی کو  
فرماتے ہیں کہ۔

## شرح حبیبی

ہین مکن جلدی بروای بوالکرم	مسجد و مارا مکن زین متہم
کہ بگوید دشمنی از دشمنی	آتش درمازند فردا دے
کہ بتا سبب ایند اور اظالے	بر بہمان مسجد او بد سالے

تا بہانہ قتل بر سجدہ  
تہمت بر مامنہ لے سخت جان  
ہین برو جلدی مکن سودا مینر  
چون تو بسیار ان بلا فیدہ ز بخت  
ہین برو کوتاہ کن این قیل و قال  
چونکہ بدنام ست مسجد او چہ  
کہ نہ ایم یمن ز مکر دشمنان  
کہ نتان پیو دگر دوں را بگز  
ریش خود بر کند یک یک نخت لخت  
خوش و مارا در میفکن در و بال

اُنہوں نے پھر کہا کہ آپ جاؤ اور جلدی نہ کریں اور ہکو اور ہماری مسجد کو الزام قتل سے  
مہتمم محرمین ہکو ڈر ہے کہ کوئی دشمن دشمنی سے یوں نہ کہے کہ اور کوئی کینہ ہکو یوں ضرر نہ پہنچاؤ  
کہ صاحب مارا تو ہے اسے کسی ظالم نے اور نام لے دیا مسجد کا اور اس بہانہ سے خود بچ گیا  
اور اسے یہ جرات اسلئے کی ہے کہ چونکہ مسجد بدنام ہے اسلئے اسکو مسجد کے سر تقویٰ پر  
اور خود کو در الگ ہو جاوے۔ پس آپ بہادر ہی مگر ہکو الزام سے بچائے اسلئے  
کہ ہم دشمنوں کی شرارت سے مطمئن نہیں ہیں دیکھئے ہم کہتے ہیں کہ آپ تشریف لیجائے  
اور جلدی نہ کیجئے۔ اور خیال خام نہ بچائے کیونکہ مسجد میں رہ کر بچ جانا یوں ہی ناممکن ہے  
جیسا کہ آسمان کو گز سے ناپنا اور یہ تو ناممکن ہے لہذا وہ بھی ناممکن ہے۔ آپ جیسے بہت  
سے آئے ہیں اُنہوں نے اپنی خوش اقبال کی شیخیاں ماری ہیں لیکن نتیجہ ہی ہوا کہ وہ  
بچ پھرتے اور مارے غم کے اپنی ڈار بیان فرمے کہ ایک ایک بال اکہیر ڈالا۔ اچھا تو  
اب تشریف لیجائیں اور زیادہ نہ کہیں سنیں نہ اپنے کو مصیبت میں ڈالیں اور نہ  
ہکو بلا میں پھنسائیں۔

شرح شبیری  
ملا مت گروں کا مسجد کے ہمان کو  
مکر نصیحت کرنا

بین کن جلدی بروائے بوالکرم مسجد و مارا کن زین متہم  
یعنی اہل محلہ نے کہا کہ اے پہلے آدمی جلدی مت کر چلا جا ہمیں اور مسجد کو اس  
متہم مت کر۔ یعنی اگر تہ بہانہ پیر اور مارا گیا تو سب لوگ پیر الزام رکھیں گے اور  
سمجھیں گے کہ ان ہی لوگوں نے مار ڈالا ہے تو تو ہمیں کیوں بدنام کرتا ہے۔  
گر بگوید دشمنی از دشمنی آتش در مار ز نذر داد نے  
یعنی اگر کوئی دشمن دشمنی کی وجہ سے کہدے اور کل کو کوئی کمینہ ہمارے اندھاگ لگا دے  
(اور یہ کہے کہ)

کہ بتا سا بند اور اظالمے بر بہانہ مسجد اور بدسلے  
یعنی کہ گلابونٹ دیا ہے اُس کا کسی ظالم نے اور مسجد کے بہانہ پر وہ بے فکر تھا  
تا بہانہ قتل بر مسجد نہد چونکہ بدنام است مسجد اور جہد  
یعنی تاکہ قتل کا بہانہ مسجد پر رکھ دے جبکہ مسجد بدنام ہے تو وہ (صاف) بخل  
جاوے۔ مطلب یہ کہ لوگوں نے کہا کہ میان یہاں سے چلے در نہ کوئی دشمن دشمنی  
کی وجہ سے ہمارے اور الزام لگا دیگا۔ اور کہہ گیا کہ میان ان ہی لوگوں نے مار دیا جو  
اور چونکہ مسجد بدنام ہے کہ میان جو آتا ہے مر جاتا ہے۔ اسلئے مار کر اس  
مسجد کا نام لے دیا تو چونکہ ہمیں اس الزام کا خوف ہے لہذا تو  
یہاں سے روانہ ہو جا۔

تہمت بر ما منہ لے سخت جان کہ نہ ایم الین ز مکر دشمنان  
یعنی اہل محلہ نے کہا کہ اے سخت جان ہمارے اوپر تہمت مت رکھ کیونکہ  
ہم دشمنوں کے مکر سے بیخوف نہیں ہیں۔ یعنی اُن لوگوں نے کہا کہ میان ہمارے  
اوپر تہمت مت رکھ اسلئے کہ ہمیں دشمنوں کا بہت خوف ہے ممکن ہے کہ لوگ ہم پر  
تہمت لگا دیں اسلئے تو یہاں سے روانہ ہی ہو جا۔

بین برو جلدی کن سودا مینر کہ نتان پیو دگر دون را یگز  
یعنی اے جا جلدی مت کر سودا مت چکا کیونکہ آسمان کو گز سے کوئی ناپ نہیں سکتا۔

مطلب یہ کہ جلدی مت کر سوچ سمجھ کر کام کر اور ایسے تمام خیالات کو مت بکا اسلئے کہ یہ ایسا شکل کام ہے جیسے کہ آسمان کی پیمائش کرنا اور آسمان کی پیمائش کوئی نہیں نہیں سکتا۔ لہذا تو کبھی اس مسجد میں نہیں رہ سکتا۔

چونکہ سبب یاران بلا فیدہ زنجت ریش خود بہر کند و یک یک لخت یعنی تجہم جیسے بہتیرے جو کہ بخت کی وجہ سے سختی کہتے تھے اپنی ڈاڑھی کو ایک ایک کر کے اکھاڑ دی مطلب یہ کہ یہاں بہت لوگوں نے بخت آزمائی کر لی ہے مگر کوئی بھی یہاں سے بازی نہ لے سکا بلکہ ہمیشہ جو آیا تباہ و برباد ہی ہوا لہذا تو اس خیال میں مت پڑ اور حلاج۔

ہیں برو کو تباہ کن این قیل قال خویش و مارا در میفن در و بال یعنی ارے جا اور اس کہنے سننے کو کم کر اور اپنے کو اور ہمیں و بال میں مت ڈال مطلب یہ کہ سب نے کہا کہ بس ان باتوں کو جانے دو اور ہمیر تو الزام مت لگا دو اور اپنے کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ بس تم یہاں سے چلے ہی جاؤ جب آسنے ان ملامت گروں کی یہ باتیں اور نصیحتیں سنیں تو آسنے جواب ذیل دیا۔

## شرح حبیبی

کہ زلا حوالے ضعیف آید پیم  
طبیکے درد رفع مرغان می زحے  
گشت از مرغان بد بخوف گشت  
بر گزرد آن طرف خمیہ عظیم  
انبہ و فیروز و صفدر ملک گیر  
بختی بد پیشرو و بچون فروس

گفتای یاران ازان دیوانیم  
کو دے کو حارث کشتے بدے  
تا رمیدے مرغ ازان طبیک گشت  
چونکہ سلطان شاہ محمود کریم  
با سپاہ ہمو استارہ اثیر  
اشترے بد کو بدے جمال کوس

<p>می زود نذر اندر رجوع و در طلب          کودک آن طبیبک بزور و خطا بر          بختی طبیبست با آتشست خور          که شد او طبیب سلطان بیت کفل          جان من زو بہت کہ طبیب بلا          پیشانچہ دیدہ است این دیدہ          از خیالات درین رہ باستم          بل چو اسمعیل آزادم ز سر          قل تقالوا گفت جاتم را بیا</p>	<p>یا تک کو سن طبل برے رفت و شب          اندران خرباع درآمد آن شتر          حاکم گفتش مزن طبیبک کہ او          پیش و چہ بود تیموراک تو طفل          عاشقم من کشتہ و قربان لا          خود تیموراک است این بہدید با          اے حریفان من از انہا نیستم          من چو اسمعیلیا نم بے حذر          فارغم از مطراق و از ریا</p>
-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

اسے جواب دیا کہ صاحبو امین شیطان نہیں ہوں کہ لا حول سنکر میرا قدم سست ہو جاوے  
 لہذا یہ تہدیدات اور دھمکیاں مجھے میرے ارادہ سے باز نہیں رکھ سکتیں میں تو ایک قصہ  
 سنا تا ہوں غور و غوض سے ایک لڑکا جو کہ ایک کبیت کی رکھوالی کرتا تھا جانوروں کو بٹھانے  
 کیلئے ڈھیری بچا دیتا تھا اُس سے جانور بھاگ جاتے تھے اور اس ذریعے کبیتی اُن سے  
 مامون ہو جاتی تھی جبکہ سلطان محمود اُس طرف کو گزرتے ہوئے ایک ستاروں کی مانند پیشمار  
 اور فتحمنہ صف شکن ملک گیر لشکر کے ساتھ وہاں قیام کیا تو اُس کا ایک نقارہ بردار اور جلیج  
 مرغ سب سے پہلے اُٹھا ہے یوں سب آگے چلنے والا بختی اونٹ تھا اتفاقاً وہ اونٹ اُس  
 کبیت میں جا گہسا امیر لڑکے نے ڈھیری کو لٹل میں لیکر اُسکو نکالنے کیلئے بجانا شروع  
 کیا کسی عقلمند نے اُس سے کہا کہ میان صاحبزادے تم ڈھیری نہ بجاؤ کیونکہ یہ نقارہ بردار  
 اونٹ اور اس آواز کے سننے کا عادی ہے یہ اس سے نہیں ڈر سکتا جبکہ یہ تمہاری ڈھیری تھا

بیس گونا بڑا نقارہ اٹھاتا اور اُس کی آواز سنتا ہے تو تمہاری ڈہپری کیا چیز ہے۔ سو صاحبو میں عاشقی اور فنا پر مٹا ہوا ہوں میری جان مصائب کا نقارہ خانہ ہے پس جو بلائیں میں نے ان آنکھوں کے دیکھی ہیں اُن کے سامنے یہ دیکھیاں ایسی ہی ہیں جیسے نقارہ محمود کے سامنے ڈہپری۔ نیز میری سامنے یہ دیکھیاں ایسی ہی ہیں جیسے دیکھ کر کیلئے خیالی صورتیں پس میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں جو خیالی صورتوں سے متاثر ہو کر رستہ میں ہڑ جاؤں اور چلتا چھوڑ دوں میں اسمحیل مسترب لوگوں کی طرح بیخوف ہوں بلکہ خود اسمحیل علیہ السلام کی طرح سکے بے پروا ہوں تم میری باتوں کو شیخی سمجھتے ہو مگر میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ نہ مجھے نامیاتی باتوں کی ضرورت ہے نہ دکھاوے کی حاجت بلکہ میری جان کو تو حکم قل تھا لہذا بار بار ہے اسلئے میں سر پہیلی پر لئے پھرتا ہوں۔

## شرح شبیری

اُس مہمان کا اُنکو جواب دینا اور کہیت والے لڑکے کا اور اپنی کہیتی سے ڈہپری کو ذریعہ محمود غزنوی کے نقارہ بردار افرٹ کو ہٹانے کی مثل بیان کرنا

گفت ایار ان ازان دیوان نیم کہ زلاحو لے ضعیف آید ہم

یعنی اُسے کہا کہ اے یارو میں اُن دیوانوں سے نہیں ہوں کہ جو ایک لاحول سے میرا قدم ضعیف ہو جاوے یعنی اُسے کہا کہ میں اُن لوگوں سے نہیں ہوں کہ جو تمہاری باتوں سے ڈر جاؤں اور میرا قدم شست ہو جاوے اور میں اس مسجد میں نہ نہیں دفن اسلئے کہ میری مثال تو ایسی ہے کہ۔

کو دے کو حارس کشتے بُدے طبلکے در دفع مرغان می زدرے

یعنی ایک لڑکا جو کہ گھبان ایک کہیتی کا تھا جا تو روں کے دفع کر نیکی لئے ایک ڈہپری بجایا کرتا تھا تار میبد مرغ ازان طبلکے کشت کشت ازان مرغان بدیخو کشت

یعنی یہاں تک کہ جاؤر اُس ڈہپری کی وجہ سے کہیت سے بھاگ جاتے تو کہیتی بدجاو روں سے خوف ہو جاتی تھی۔



چونکہ سلطان شاہ محمود کریم بر گداز زو انظرف عظیم  
یعنی جبکہ سلطان محمود شاہ کریم نے گداز گاہ پر اُس طرف غیر عظیم لگایا۔

باسپاہ بے ہیمجو استارہ اشیر انہ و فیروز صفدر ملک گیر  
یعنی ساتھ ایک لشکر کے جو متقل تھان کے ستاروں کی ہمد تھا اور کامیاب اور شجاع اور ملک گیر  
یعنی اُس حالت میں محمود غزنوی اُس لڑکے کے کہیت کی طرف لو گداز تو اُس نے اتفاقاً دین ڈیرم  
ڈال دیا۔

اشترے بُد کو بُد نے حال کو بس بختی بدر پیشرو ہیمجو خردوس  
یعنی ایک اونٹ تھا جو کہ نقارہ بردار تھا ایک بختی تھا مرغ کی طرح آگے چلنے والا یعنی جس طرح کہ  
مرغ تمام جانوروں میں سحر خیز ہوتا ہے اسی طرح وہ اونٹ بھی سب میں آگے چلنے والا تھا۔  
باتگ کو س و طبل بروی روز و شب می زدن سے در رجوع و در طلب  
یعنی کوچ کے روز طبل کی آواز اُس کے اوپر رات دن آنے جانے میں بجایا کرتے تھے۔  
اندران خزر در آمد آن شتر کو دک آن طبلک ہزدور خضطیر  
یعنی وہ اونٹ اُس کہیتی میں آگیا تو لڑکے نے اُس ڈبیر ٹیکو گھروں کی حفاظت کیلئے بجایا۔  
عاقے گفتش مزین طبلک کہ او بختی طبل است و بآ لشت خو  
یعنی ایک عاقل نے اُس سے کہا کہ تو ڈبیر ٹیکومت بجا سلئے کہ وہ تو بختی ہے اور وہ اُس کا عادی  
ہے (اُن شست خواص میں اُنش دوست تھا یعنی اُس طبل کیساتھ اُس کی عادت ہی تو یہی ہے  
اس ڈبیری سے کیا ڈر لگا

پیش اوچ بود متوراک تو طبل کہ شد او طبل سلطان بیست کفل  
یعنی لڑکے اُس کے آگے تیری ڈبیری کیا ہوگی کہ نہ وہ تو طبل سلطان کو جو میں گناہی کہتی ہے  
(تو وہ اس خداسی ڈبیری سے کیا ڈر لگا اب اُس مثل کو بیان کر کے وہ حمان کہتا ہے کہ)  
عاشقم من کشتہ و قربان لا جان من نو جنگہ طبل بلا  
یعنی میں عاشق ہوں ملا ہوا اور قربان فنا کا ہوں اور میری جان طبل بلا کسی تو بہت لگا ہ

خود تہوراک است این تہدیدہا پیش اچہ دیدہ است این دیدہا  
یعنی یہ تہدیدین خود ان چیزوں کے سامنے جنگو کہ ان آنکھوں نے دیکھا ہے ڈھیر بیان ہیں مطلب کہ  
جس طرح کہ وہ اونٹ ٹپل بردار تھا اس وجہ سے اُس ڈھیری سے نہ ڈر تا تھا اسی طرح میں بھی بلاؤں کا  
برداشت کرنے والا ہوں مجھ پر سیکڑوں بلائیں نازل ہو چکی ہیں تو پھر میرے سامنے تمہاری یہ دیکھیا  
کیا چل سکتی ہیں یہ دیکھیاں میرے آگے ایسی ہیں جیسے کہ اُس اونٹ کے آگے وہ ڈھیری  
اسلئے کہ میں نے تو اس سے کہیں زیادہ بلائیں برداشت کی ہیں۔

ای حریفان من از انہا نیستم کز خیالاتے درین رہہ بیستم  
یعنی لے دوستو میں اُن میں سے نہیں ہوں کہ خیالات کی بناء پر اس راہ  
میں کھڑا ہو جاؤں۔ یعنی تم جو باتیں کر رہے ہو یہ صرف خیالات ہیں کہ یوں ہو گا اس طرح ہو گا  
تو میں ایسا نہیں کہ خیالات کی بناء پر ڈر جاؤں بلکہ

من چو اسمعیلیا نم بے حذر بل چو اسمعیل آزادم ز سر  
یعنی میں اسمعیلیوں (ایک فرقہ کا نام ہے) کی طرح ہوں بے خوف بلکہ اسمعیل کی طرح سر سے  
آزاد ہوں یعنی مجھ پر جانے سے خوف نہیں ہے میں تو مرنے کو پھر تاباں ہوں میں اپنے سر سے بالکل  
آزاد ہوں۔

فارغ از مطراق و از ریا قل تعالو گفت جانم را بیا  
یعنی میں شان و شوکت اور ریا سے فارغ ہوں قل تعالو نے میری جان کو کہا ہے کہ آ۔  
یعنی مجھے شان و شوکت کی ضرورت نہیں ہے جو شبہ ہو کہ میں یہ باتیں اسلئے کر رہا ہوں  
نہ مجھے ریا مقصود ہے بلکہ تعالو کا جو خطاب ہو رہا ہے وہ خطاب مجھے بلا رہا ہے  
اور اُس کی وجہ سے میں جان دینے پر دلیر ہوں۔

آگے بولنا

زمانے ہیں کہ۔

## شرح حبیبی

گفت پیغمبر که جادوی السلف  
 هر که بیند مر عطارا صد عوض  
 جمله در بازار زان گشتند بند  
 زرد در انبیا نهانست منتظر  
 چون به بیند کار در رخ پیش  
 گرم زان مالدست با آن کوندید  
 همچنین علم و هنر با در حرف  
 تا به از جان نیست جان باشد عزیز  
 لعبت مرده بود چنان طفل را  
 این تصور وین تخیل لعبت است  
 چون ز طفلی رست جان شد در وصال  
 نیست محرم تا بگویم بے نفاق  
 مال و تن برف اندر یزان از فنا  
 بر نهان زان از من اولیست  
 وین عجب ظنست در قوای همین  
 هر گمان تشنه یقین ست ای پسر  
 چون رسد در علم پس بر یا شود  
 زانکه هست اندر طریق مفتون  
 علم جو یائے یقین باشد بدان  
 اندر الهکم بجو این را کنون  
 می کشد دانش به بینش ای علیم  
 دید زانکه از یقین بے امثال  
 اندر الهکم بیان این به بین

با لعطیة من یقین بالخلف  
 زود در بازو عطارا زین عرض  
 تا چو شود افتاد مال خود دهند  
 تا که سود آید ببدل آید  
 سر و گرد و عشقش از کالای خویش  
 کاهانے خویش را رنج و مزید  
 چون ندید افزون اداها در شرف  
 چون به آمد نام جان شد چیزی  
 تا نگشت او در بزرگی طفل را  
 تا تو طفلی پس بدانت حاجت است  
 فارغ از حسن است و تصویر و خیال  
 تن زدم والله اعلم بالوفاق  
 حتی خریدار شش که الله شتری  
 که توئی در شک یقین نیست  
 که نمی پرد به بستان یقین  
 می زند اندر ترازند مال و پر  
 مر یقین را علم او پویا شود  
 علم کمتر از یقین و فوق ظن  
 دان یقین جو یائے دیدست و عیان  
 از پس کلا پس لو تلمون  
 اگر یقین بودی بدیدند جسم  
 آنچنان کن ظن بجو زاید خیال  
 که شود علم الیقین عین الیقین

اب مولانا فرماتے ہیں (اور ممکن ہے کہ مقول عاشق ہی ہو) کہ کسی کو نہ کورہ بالا بیان بعید نہ معلوم ہو کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (کہا ہو المنقول واللہ اعلم بصیحة النقل) کہ جس کسی کو معاوضہ کا یقین ہو تب یہ عہد ابتدا میں مال کے دینے میں دل کھول دیتا ہے اور یہ امر نہایت صحیح ہے چنانچہ لوگ بازاروں میں اسی لئے مقید ہیں کہ جب نفع ملے تو مال دے ڈالیں تھیلیوں میں سونا بھرے منتظر بیٹھے ہیں کہ نفع کا مال ملے تو زبردستی اسے کسی کے گلے منڈھ دیں پس جب ان لوگوں کو زیادہ نفع کا مال ملتا ہے تو ان کو اپنے مال کی محبت نہیں رہتی کیونکہ ان کو اپنے مال سے اسی لئے محبت ہے کہ نفع کا مال نہیں ملا ہے علی ہذا علم و ہنر اور پیشوں سے بھی اسی لئے محبت ہے کہ ان سے زیادہ اشراف شے ان کو نہیں ملتی ورنہ جبکہ ایسی شے مل جائے تو کبھی محبت نہ رہے گی۔ پس جبکہ یہ اصول معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جان اسی وقت تک عزیز ہے جب تک اس سے زیادہ عزیز شے نہیں ملتی اور جبکہ اس سے بہتر کوئی شے ملتی ہے تو پھر وہ عزیز نہیں رہتی بلکہ ایک حقیر شے ہو جاتی ہے اس سے تو یہ معلوم ہو کہ بہتر عوض کے مقابلہ میں جان حقیر چیز ہو جاتی ہے اب یوں سمجھو کہ کبھی آدمی اس شے کو جو حقیقتہً جان نہیں ہے جان سمجھ لیتا ہے اسلئے کہ وہ حقیقی جان کو نہیں دیکھتا۔ چنانچہ بچے بے جان گڑیا کو اس وقت تک جان سمجھتا ہے جب تک وہ جو ان نہیں ہوتا اور اس کے اولاد نہیں ہوتی اور جبکہ اس کے اولاد ہوتی ہے اور وہ جاندار گڑیا کو دیکھتا ہے اس وقت اس کی نظر میں وہ گڑیا کچھ بھی نہیں رہتی جب یہ امر مہد ہو چکا تو اب سمجھو کہ دنیا و مافیہا جو کہ منزلہ ایک تصور و تخیل کے ہے واقع میں ایک بیجان کھلونا ہے اور جب تک کہ تم کامل العقل اور بالغ حقیقی نہیں ہو سے اس وقت تک تم کو اس کی ضرورت ہے پس جبکہ آدمی حقیقی بالغ ہو گیا اور وصل محبوب حقیقی نصیب ہو گیا تو پھر نہ اسے جس کی ضرورت رہتی ہے نہ تصویر و خیال کی اور دنیا و مافیہا اس کی نظر میں بیچ ہو جاتی ہے جو کہ کوئی مجرم نہیں ہے تاکہ میں اس مضمون کو صاف صاف بیان کر سکوں اسلئے اسی قدر بیان کر کے خاموشی اختیار کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تفصیل وصال حق سبحانہ ہی خوب جانتے ہیں اور اس عنوان کو چھوڑ کر دوسرے عنوان سے سمجھاتا ہوں سنو مال اور تن بروت ہیں جو کہ گھٹتے اور فنا ہوتے رہتے ہیں اور خدا اولیٰ کا خیر مال ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُتَوَكِّلِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآثَرٍ لَّهُمْ انْجِزَتْ پس جو شخص کہ وصال حق سبحانہ سے کامیاب ہو گیا یا دوسرے عنوان کی بنا پر یوں کہو کہ وہ اپنی جان کی اعلیٰ قیمت دیکھے گا اس کی نظر میں جان کی کیا وقعت ہو سکتی ہے اور وہ اس کے دے ڈالنے میں کیا پس و پیش کرے گا۔ پس اب اس عاشق کے بیان میں کچھ بھی استبعاد نہ رہا۔ استبعاد کا منشاء یہ ہے کہ تم اس کی حالت کو اپنی حالت پر قیاس کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ جیسے ہم کو جان عزیز معلوم ہوتی ہے یوں ہی اس کو

بھی ہوئی چاہئے مگر یہ قیاس مع الفارق ہے مگر یہ برف اس قیمت کے مقابل میں اسلئے عزیز ہے کہ کم کو شک  
اور یقین نہیں ہے برخلاف اسکے کہ او سکر یقین ہے اور شک بھی عجیب قسم کا ہے کہ یقین تک پہنچنا ہی نہیں  
چاہتا حالانکہ ہر شک کا قاعدہ ہے کہ وہ طالب یقین ہوتا ہے اور ترقی کرنے کیلئے پُر پُر سے بلاتا ہے پس جبکہ  
وہ علم تک پہنچتا ہے تو وہاں نہیں ٹھہرتا بلکہ سیدہ یقین تک پہنچتا ہے کیونکہ اس راہ میں علم پہلے پڑتا ہے  
اور یقین بعد کو ملتا ہے اسلئے کہ علم ظن اور یقین کے درمیان میں واقع ہے اسلئے اولادہ علم ہوتا ہے اور جب علم  
ہو جاتا ہے تو یقین کا طالب ہوتا ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ علم جو یائے یقین ہے اور جب یقین تک پہنچ جاتا  
ہے تو وہاں بھی نہیں ٹھہرتا۔ بلکہ حق یقین تک پہنچتا ہے کیونکہ یقین طالب مشاہدہ و معاہدہ ہوتا ہے اسکی  
تصدیق تم کو الہکم انکا اثر میں کلا لو تعلمون علمہ الیقین لترون الحیثم لترو ذہا  
عین الیقین سے ہوگی اور معلوم ہوگا کہ علم سے مشاہدہ پیدا ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کلا لو تعلمون  
علم الیقین لترون الحیثم لترو ذہا عین الیقین جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کفار کو علم الیقین  
حاصل ہو جاتا تو وہ دوزخ کا مشاہدہ کہتے پس معلوم ہوا کہ علم یقینی سے مشاہدہ پیدا ہوتا ہے جس طرح کہ ظن  
سے خیال پیدا ہوتا ہے دیکھ لو الہکم میں صاف مذکور ہے کہ علم الیقین عین الیقین یعنی اصل اور حقیقی یقین  
جس کو اصطلاح میں حق الیقین کہتے ہیں ہو جاتا ہے (ف) اس بیان میں ظن سے مراد جانب راجح نہیں جو کہ  
مصطلح اہل معقول ہے بلکہ وہ علم مراد ہے جس میں طمانیت نہ ہو اور ہم نے جو اس کا ترجمہ شک کیا ہے اس سے بھی  
معنی اصطلاحی مراد نہیں بلکہ یہی معنی مراد ہیں اور علم سے علم تقلیدی مراد ہے فتنبہ ل۔

## شرح شبیری

گفت پیغمبر کہ جاد فی السلف بالعطیم من متیقن بالخلف

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پہلے لوگوں میں عطا کرنے میں اوس نے سخاوت کی ہے جس نے عوف کا  
یقین کر لیا۔ یعنی جس کو کہ جو در کرم کا بدلہ یعنی جنت کا یقین ہو گیا اوس نے جان لیا کہ اگر میں عطا کروں گا تو اوسکے  
بدلہ میں مجھے چھ بیعتیں ملیں گی تو بس اوس نے خوب جو در کرم کیا۔

ہر کہ بیت در عطا را صد عوف زود در باز عطا را زین غرض

یعنی جو شخص کہ عطا کے سو عوف دیکھ لیتا ہے وہ جلدی سے عطا کا دروازہ اس غرض کیلئے کھول دیتا ہے یعنی جسے  
دیکھا کہ ایک دینے سے سوتے ہیں تو اوس نے فوراً دروازہ عطا کا کھول دیا کہ وہ اس نفس سے منتفع ہو سکے تو چونکہ  
اس شخص نے بھی سمجھ لیا تھا کہ اگر میں مارا ہی گیا تو شہید ہو گیا اس لئے وہ جان دینے کو تیار ہو گیا تھا اور آگے ضرر

قصہ پر چند اشعار مولانا فرمادیں گے جس سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ان ساری باتوں سے اصول ظاہر ہوا ہی نہیں بلکہ جان دینے سے مراد مجاہدات و ریاضات کرنا ہے اور وہ طلسم راہ حق کی مشکلات ہیں اور وہ خزانہ جو اس طلسم میں تھا اس سے مراد خزانہ علم و معارف ہے تو اب تو مطلب بالکل ظاہر ہو گیا کہ اس نے دیکھا کہ مجاہدات و ریاضات کرنے سے بچہ فوائد میں بہزورہ مجاہدات و ریاضات پر تیار ہو گیا اور ان مجاہدات و ریاضات میں اس نے بلاؤں کے آنے کی اور جان کے جمانے کی پرواہ نہ کی اور یہی وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے پرواہ نہیں ہے اب چونکہ بیان کیا ہے کہ جو عطار کے عوض کو دیکھ لیتا ہے وہ پھر خوب عطا کرتا ہے تو آگے اس کی نظر اتر بیان فرماتے ہیں کہ

جملہ در بازار زان گشتند بند تا چو سودا رفت ادا مال خود و ہند

یعنی سارے لوگ بازار میں اسلئے بند ہوئے ہیں کہ جب نفع بڑے تو اپنا مال دیدیں۔  
 زار در انبنا نہ ناشستہ منتظر تا کہ سود آید بہ بذل اید مخلص  
 یعنی روپیہ پیسہ تھیلوں میں لٹکے ہوئے اور نظر نہیں ہٹے ہیں تاکہ نفع آئے اور کوئی اصرار کرنے والا خرچ میں آوے مطلب یہ کہ دیکھو بازار میں تاجر اپنے مال کو اور صراف روپیہ پیسہ کو لئے بیٹھے ہیں کہ اگر ہکو نفع ملے تو اپنا مال دیدیں تو دیکھو نفع ملنے پر اور عرصہ کے حاصل ہو جانے پر اپنا مال دیدینے کو تیار ہیں۔

چون بہ بیستہ کا زار در رخ بیش سرور گرد عشقش از کالای خویش

یعنی جب (تاجر) اسباب کو نفع میں زیادہ دیکھتا ہے تو اس کا عشق اپنے اسباب سے سرور ہوتا ہے مطلب یہ کہ جب اس نے دیکھا کہ اگر اس مال کو دیدیا تو اس کے بدل میں عوض زیادہ ملے گا تو اس کے دل میں حوال کی محبت تھی اب وہ جاتی رہی اور اپنے مال کو دیدینے کو تیار ہو گیا۔

مگرم زان ماندست با آن کو ندید کالہائے خویش را رنج و مزید

یعنی اس اسباب کا شائق اسلئے ہے کہ اس نے اپنے اسباب کا نفع اور زیادہ ہونا نہیں دیکھا یعنی جسکو کہ خبر نہیں ہے کہ اس اسباب کے فیض سے یہ نفع ہوتا ہے وہ خود اس اسباب ہی پر عاشق اور اوی کا شائق بن چکا ہے۔

آہنجین علم و ہنر ہائے و حرف چون ندید افزون از انہا در شرف

یعنی اسی طرح علم و ہنر اور پیشہ جب اون میں زیادتی کو نہ دیکھا شرف میں یعنی اسی طرح علم و ہنر میں کہ جب انسان اون میں کوئی زیادتی نہ دیکھے تو اونکو بھی شرف نہیں کرتا۔ اور جب اس میں زیادتی معلوم ہو جاتی ہے تو پھر شرف کو نہ تیار ہو جاتا ہے

تا بہ از جان نیست جان باشد عزیز چون بہ آمد نام جان مشد چیز لیز

یعنی جب تک کہ جان سے بہتر نہیں ہے جان عزیز ہوتی ہے اور جب بہتر آیا تو جان کا نام ایک شے حقیر ہو گیا

مطلب یہ کہ جس وقت تک جان سے بہتر شے کوئی نہیں دیکھتا اس وقت تک جان محبوب ہے اور جب اس سے بہتر شے مل گئی اب جان کی قدر بھی جاتی رہی۔

لعبت مردہ بود جان طفل را تا نکشت اولد بزرگی طفل زان  
یعنی مردہ گوڑیا بچہ کی جان ہوتی ہے جب تک کہ وہ بزرگی میں بچہ کا جینے والا نہ ہو۔ یعنی جب تک کہ انسان مائل نہیں ہوتا اس وقت تک تو گوڑیوں کو جو مردہ بہن محبوب سمجھتا ہے اور جب مائل بالغ ہوا اور خود اس کے بچے پیدا ہوں تو اب اس کو اداں مردہ گوڑیوں سے محبت نہیں رہی کیونکہ اب اس کو اس سے بہتر چیز خود اس کے بچے مل گئے۔

این تکمیل دین تصور لعبت است تا تو طفلی پس بدانت حاجت است  
یعنی یہ خیالات اور تصورات گوڑیاں ہیں جب تک کہ تو بچہ ہے تجھ ان کی حاجت ہے (ایکس)  
پہچون ز طفلی رست جان شد در وصال فارغ از حس است و تقویر و خیال

یعنی جب طفلی سے چھوٹا اور جان وصال میں ہوتی تو اب جان حسن اور تصورات اور خیالات سے فارغ ہو گئے یعنی جب تم کو وصال حق میسر ہوا اور تم کو قرب نصیب ہوا میں سے عقل و ہوش سب درست ہو گئے تو اب تم اولوں تو اس سے بھی چھوٹ گئے اور تم کو ان خیالات و فہم کی ضرورت نہ رہی آگے فرماتے ہیں کہ۔

نیست محرم تا بلویم بے نفاق تن زوم واللہ اعلم بالوفاق

یعنی کوئی محرم نہیں ہے تاکہ میں بے نفاق کے بیان کروں تو چپ رہتا ہوں واللہ اعلم بالوفاق مطلب یہ کہ کوئی ایسا محرم تو ہے نہیں جس سے صاف صاف بیان کروں اب تو صرف اشارات میں کہا جاتا ہے تو جب کوئی محرم نہیں ہے تو اب چپ رہتا ہی بہتر ہے اب یہاں مضمون وصال و اتحاد کو تو بند کر دیا آگے دوسرا مضمون ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

مال و تن برف اندر میزان فت حق خریدار شس کہ اللہ اشتری

یعنی مال و تن برف ہیں فنا کے لگانے ہوئے خریدار اس کا حق ہے کہ اشتری مطلب یہ کہ مال و تن برف کی طرح فانی اور ہر وقت گھٹنے والے ہیں اور ان کا خریدار حق تعالیٰ ہے کہ ارشاد دے کہ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسهم و اموالهم بان لا ہو الجنة۔

برفہزاران از من او لیستت کہ توئی در شک یقینہ نیستت

یعنی برف قیمت سے تجھے اس لئے بہتر ہے کہ تو شک میں ہے اور تجھے یقین نہیں ہے مطلب یہ کہ توجہ دنیا کے مال کا سبب پر جو ذاتی ہیں تبکہ رہا ہے اور اس کی جو قیمت حق تعالیٰ نے توجیز فرمائی ہے یعنی جنت اس سے

توان کو بہتر بھتا ہے تو وہ اسکی یہ ہے کہ تمکو ابھی درجہ یقین حاصل نہیں ہوا تو ابھی تک شک میں ہے اگر یقین ہو جاتا تو ضرور تم اس فانی شے کو ترک کرتا اور اس باقی کو حاصل کرتا۔

وین عجب ظن سے در تولے ہین کہ نمی پردہ بہستان یقین  
یعنی اور تیرے اندر اسے ذلیل یہ عجیب ظن ہے جو کہ بہستان یقین تک اُٹا تو ابھی نہیں یعنی عجب ظن ہے کہ جو اس کے بعد یقین حاصل ہی نہیں ہوتا ورنہ

ہر گمان تشہد یقین سست امی پسیر می زند اندر تر اند ہال و ہر  
یعنی اے صاحبزادہ ہر گمان یقین کا طالب ہے اور دنیا فانی ہال و ہر ہا تلبے یعنی ہر گمان ترقی کر کے یقین تک پہنچنا چاہتا ہے  
چون رسد در علم پس بر پا شود مر یقین را علم او پویا شود  
یعنی جب (وہ شک) علم میں پہنچ جاتا ہے تو استوار ہو جاتا ہے اور یقین کیلئے اس کا علم دوڑنے والا ہوتا ہے  
یہ یعنی اول شک ہوتا ہے وہ شک ترقی کر کے علم تک پہنچ جاتا ہے پھر وہ علم جگہ اور دور کر یقین تک پہنچا دیتا ہے مگر تعجب ہے کہ تمہارا شک نہ علم بنتا ہے نہ یقین ورنہ ترتیب یہی ہے۔

زانکہ هست اندر طریق مفتن علم کمتر از یقین و فوق ظن  
یعنی اسلئے کہ طریق متحین میں علم یقین سے کم ہے اور ظن سے اوپر ہے۔

علم جو یائے یقین باشد بدان وان یقین جو یائے دیدست و عیان  
یعنی علم تو طالب یقین کا ہوتا ہے جان لو اور وہ یقین طالب دید کا اور معائنہ کا ہوتا ہے مطلب یہ کہ تمام میں یہی قاعدہ اور یہی ترتیب ہے لیکن ہم ہمیشہ سے شک ہی میں ہو تمہارا یہ شک ختم ہی نہیں ہوتا نہ تو علم بنتا ہے اور نہ یقین آگے اس ترتیب کی ایک دلیل قرآن شریف سے لاتے ہیں کہ

اندر الہکم بجاوین را کنون از پس کلا پس لو تعلمون  
یعنی الہکم میں اب تم اس کو ڈھونڈ لو کلا کے پیچھے اور پیچھے لو تعلمون کے (از پس کلا سے مراد کلا سو ف تعلمون ثم کلا سو ف تعلمون ہے اور پس لو تعلمون سے مراد کلا لو تعلمون علم الیقین ہے) مطلب یہ ہے کہ الہکم الیہ کا ثمر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم لوگ جو دنیا میں شک میں پڑے ہوئے ہو تو تم ضرور جان لو گے اور پھر ضرور جان لو گے (یہ ترجمہ ہے کلا سو ف تعلمون الخ کا) تو اسلئے تو علم ثابت ہوا کہ تم کو بہشت وغیرہ میں شک ہے ان سب کا علم ہو جاوے گا آگے فرماتے ہیں کلا لو تعلمون علم الیقین اس سے بعد علم کے یقین معلوم ہوتا ہے کہ بعد شک کے تم کو علم ہو گا اور اسکے بعد یقین ہو جاوے گا تو شک کے بعد علم اور علم کے بعد یقین تو ثابت ہو گیا اب صرف یقین کے بعد معائنہ کا ثبوت رہا وہ بھی سورۃ میں مذکور ہے جس کو شعر ذیل میں بیان فرماتے ہیں کہ



کی کشدانش بہ پیش ای علم گر یقین بودے بدیدندے محسوس  
یعنی ای علم یقین رویت کی طرف کھینچتا ہے کہ اگر یقین ہوتا تو حجم کو دیکھ لیتے۔ اگر یقین بودے بدیدندے محسوس ترجمہ ہے  
الترون الحجب ثم لترونها عین الیقین کا مطلب یہ کہ پھر وہ یقین رویت کی طرف لچکتا ہے اور اس کے بعد  
معائنہ رویت ہو جاتی ہے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ ارشاد ہے کہ لترون الحجب ثم لترونها یعنی اس یقین کے بعد جو کہ حاصل  
ہو ہے رویت و معائنہ حاصل ہوگا۔ پس قرآن شریف سے ثابت ہو گیا کہ ترتیب اسی طرح ہے کہ اول شک ہوتا ہے  
پھر علم ہوتا ہے پھر یقین پھر معائنہ و مشاہدہ ہوتا ہے لیکن فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ تم لوگ ابھی تک شک ہی میں  
پڑے ہوئے ہو تم عروج کر کے ان مراتب تک پہنچتے ہی نہیں ہو بلکہ شک ہی میں پڑے ہوئے ہو حالانکہ۔

دید ز ایداز یقین بے امتہال آنچنان کنظن ہی زاید خیال  
یعنی یقین سے تو مشاہدہ بے ہمت کے پیدا ہوتا ہے جیسے کنظن سے خیال پیدا ہوتا ہے (خیال سے مراد علم تقلیدی ہے)  
مطلب یہ کہ جس طرح کنظن و شک سے علم تقلیدی پیدا ہو جاتا ہے اور ظن کے بعد علم تقلیدی حاصل ہو جاتا ہے  
اسی طرح یقین سے مشاہدہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اندر الہکم بیان امین بہ بین کہ شود علم الیقین عین الیقین  
یعنی اس کا بیان الہکم میں دیکھو کہ علم الیقین عین الیقین ہو جاتا ہے (جیسا کہ ابھی اوپر معلوم ہوا کہ یقین کے  
بعد مشاہدہ حاصل ہوتا ہے آگے وہ بیان کہہ رہا ہے کہ۔

## شرح حبیبی

وز طامت بر نمی گردد سرم  
چشم روشن گشتم و بینائی او  
یا نہ لرز انم نہ کور انہ روم  
بآدل من گفت صد چندانش کرد  
وانچہ ازوے زکسن نسیرین بخورد  
انچہ خاکی یافت زد نقش چگل  
چہرہ را بنگونہ و گلنار ساخت  
ونگہ کان را داد ز تر جعفری  
غمر زائے چشم تیر انداز شد

از گمان و از یقین بالاتر م  
چون دہانم خورد از حلوئے او  
پانہم گستاخ چون حسانہ روم  
انچہ گل را گفت حق خندانہ کرد  
انچہ زوہر سرود قدش راست کرد  
انچہ نے را کرد شیرین جان و دل  
انچہ ابر و را چنان طار ساخت  
مرزبان را داد صد افسونگری  
چون دید ز را و خانہ باز شد

عاشق شکر و شکر خائیش کرد  
عقل و جان جانداریکہ جان اوست  
نیست در آتش کشی ام اضطراب  
چون نباشم سخت رویش من اوست  
سخت رو باشد نہ بیم اورانہ شرم  
گشت رویشش خصم سوز و پیرودہ در

بردم ز تیر و سودائیش کرد  
عاشق آن کم کہ بر آن آن اوست  
من نہ لافم و بلا فم بچو آب  
چون بد زوم چون حفیظ مخزن اوست  
ہر کہ از خورشید باشد پیش گرم  
بچو روئے آفتاب بے حذر

اب ہولانا حقو ز عاشق کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اوستے کہا کہ جب مجھے حق سبحانہ اپنی طرف بلاتے ہیں اور میری جان کا ہزار گونہ بہتر مدلا دیتے ہیں تو میں کیسے دلیر نہ ہوں کیونکہ میں تنہا ری طرح شبہ میں نہیں پڑا ہوں بلکہ میں تو علم الیقین سے بھی آگے بڑھ گیا ہوں اور مقام مشاہدہ تک پہنچ گیا ہوں پس وہیں تنہا ری بات مان سکتا ہوں اور نہ میر و خیال تنہا ری ملائت سے بدل سکتا ہے چونکہ میں اوس کی شیرینی وصال کھا چکا ہوں لہذا میری چشم بصیرت روشن ہو گئی ہے اور میں اوس کو پہچان گیا ہوں اور معرفت و بینش حقیقت میں وہ چیز ہے جو ان تمام ہر اسون کو دور کر دیتی ہے جن کا منشا وہم ہے۔ چنانچہ جب میں اپنے گھر جاتا ہوں تو چونکہ میں اوس سے واقف ہوتا ہوں لہذا بے خطر گھس جاتا ہوں نہ میرے پاؤں میں لغزش ہوتی ہے اور نہ اندر کو بھی طرح ٹوٹا جلتا ہوں ایسی حالت میں مجھے کیا اندیشہ ہو سکتا ہے میں ان عنایات کو بیان نہیں کر سکتا جو حق سبحانہ نے مجھ پر مبدول فرمائی ہیں پہنچا چھو بات کہ حق سبحانہ نے گل سے کبھی ہے جس سے وہ منس پر اسی قسم کی بات میرے دل سے کبھی تو اوس کو پھول سے سیکڑوں اور جڑ پیاوہ شگفتہ کر دیا اور جس چیز کو مار کر اوس نے سرو کے قد کو سیدھا کیا ہے اور جو کچھ زکس و نسہ میں کھا کر تروتازہ ہو میں۔ اور جس چیز کے گئے کے جان و دل کو شیریں کیا اور جس سے کر خاک کو صورت حسن عنایت ہوئی اور جس نے کہا بر کو اس قدر دلربا بنایا اور چہرہ کو گلگونہ اور گنار بنایا اور زبان کو سیکڑوں طرح کے سحر بیانی عطا کی اور جس نے کہ کان کو زرخا ص عطا کیا اور نہون نے جو آثار محمودہ میرے اندر پیدا کئے اور کون تو میں کیا ہی بیان کر سکتا ہوں لہذا خاموشی ہی بہتر ہے مجھ کو اتنا سنو کہ جب سلاح خا کا دروازہ کھلا اور غزبانے چشم نے تیر اندازی شروع کی تو میرے دل پر تیر مارا اور مجھے اوس کا دیوانہ بنا دیا اور اوس کی شیرین ہی اور شیریں بیانی کا عاشق کر دیا۔ پس میں تو اوس پر عاشق ہوں کہ جملہ کمالات اوس کے لئے حاصل ہیں اور عقل و جان و جاسم و قدر کمالات رکھتی ہیں اوسکی ایک جنبش لب (حکم کن) سے زندہ ہن میں شہی نہیں مارتا اور شہی اگر مار دے تو میری شہی بیجا نہیں بلکہ وہ ایسا ہے جیسے کہ پانے کے آگ کو بجھا دینے کے متعلق شہی۔ پس جس طرح اوس کی شہی می جمع ہے وہی میری شہی بھی واقعی ہے میرا خزانہ کلام تو اوس کے قبضہ میں ہے پس میں اس خزانہ سے چرا کر غلط باتیں اپنی بابت

کیسے بیان کر سکتا ہوں (یعنی حق سبحانہ چو نکہ مجھے جھوٹ سے بچاتے ہیں اسلئے میں جھوٹ نہیں بول سکتا ہذا ہوا لاد  
والا طغف الی ما قال المحتون) اور میں سچ بات کہنے میں دلیر کیوں نہ ہوں کیونکہ حق سبحانہ میرے مددگار ہیں قائل  
ہے کہ جسکا معاون آفتاب ہو وہ دلیر ہوگا کسی سے ڈرے گا اور نہ شرم کرے گا کیونکہ اس کی تصدیق کے لئے  
آفتاب موجود ہے لہذا آفتاب کے بخون چہرہ کے موافق اسکا چہرہ بھی خشم سوزا و پرہ در ہوگا۔ پس جبکہ  
آفتاب حقیقی میرا معاون ہے تو میرے لئے شرمالے یا ڈرنے کی کوئی وجہ ہے۔ جو بات ہے صاف صاف کہتا  
ہوں جس کو شک ہو آزمائے۔

## شرح شیری

از یقین و از گمان بالاتر م و ز ملامت بر نخی گرد دسرم  
یعنی یقین اور گمان سے میں بالاتر ہوں اور ملامت کی وجہ سے میرا سر نہیں بھرتا یعنی وہ کتاب ہے کہ میں  
صاحب حال ہوں میرے ساتھ یہ ترتیب نہیں ہے کہ اول شک ہو پھر علم ہو پھر یقین وغیرہ بلکہ میں صاحب  
حال ہوں مجھے عوض کا یقین ہے کہ میں اگر جان دوں گا تو مجھے ضرور اس سے بہتر عوض ملے گا لہذا اب اس میں کوئی  
شک ڈالنے والا شک نہیں ڈال سکتا۔

چون دہانم خورد از حلائے او چشم روشن گشتم و بینائے او  
یعنی جبکہ میرے منہ نے اس کے حلوے سے کھایا ہے تو میں چشم روشن ہو گیا ہوں اور اس کا بینا ہو گیا ہوں  
مطلب یہ کہ چونکہ میں چاشنی وصل چکھ چکا ہوں لہذا اب میری آنکھ کھل گئی ہے مجھے ہرگز شک نہیں ہو سکتا۔  
پانہسم گستاخ چون خانہ روم پانہ لمر زانم نہ کورانہ روم  
یعنی میں نے تکلف چلتا ہوں جبکہ گھر جاتا ہوں نہ تو یاؤن کو لڑاتا ہوں نہ اندر ہوتی طرح جاتا ہوں یعنی دیکھو  
مجھے گھر جانے میں چونکہ کوئی شک وغیرہ نہیں ہوتا بلکہ یقین ہوتا ہے اسلئے میں نے تکلف چلا جاتا ہوں تو اس طرح  
چونکہ مجھے اس میں بھی یقین ہے کہ مجھے عوض اس جان سے بہتر ملے گا لہذا میں اس میں بھی بیباک ہوں مجھے کچھ خوف نہیں ہے  
انچ گل را گفت حق خندانش کرد بردل من گفت صد چندانش کرد  
یعنی جو کچھ کہ حق تعالیٰ نے گل کو کہا اور اس کو خندان کر دیا میرے دل پر وہی کہا اور سو چنداں اس کا کر دیا یعنی حق تعالیٰ  
نے جو تجلی کر گل پر کی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ خندان ہے وہی تجلی حق تعالیٰ نے مجھ پر کی ہے کہ جس کی وجہ سے  
میں بے فکر اور بیباک ہو گیا ہوں اور جان دینے کو تیار ہوں۔

انچ زو بر سر و قدش راست کرد و انچ ازوے نرس و نرسین بخورد

یعنی جو شے کہ سر پر بادی اور اوکے تذکرہ راست کر دیا اور جسے کراوس سے زکس و سرین نے کھائی۔  
 انچہ نے لا کر دیشیرین جان و دل و انچہ خاک کی یافت زو نقش چگل  
 یعنی جس شے نے کہ نئے کاجان دل شیرین کر دیا اور جس شے سے کہ خاک نے نقش چگل پایا۔ یعنی انسان  
 نے جو کہ خاکی ہے جس و جمال پایا۔

انچہ ابر و را چننا طرا ساخت چہرہ را گلگونہ و گلنا ساخت  
 یعنی جس شے نے کہ ابر و کوا ایسا طرا بنا دیا اور چہرہ کو گلگونہ اور گلنا کر دیا۔

مرزبان را دوا و صدف افسونگرے وان کہ کان را داد زر جعفری  
 یعنی زبان کو اوس نے سوا افسونگری دین اور وہ کہ جس نے معدن کو خالص سونا دیا (زر جعفری خالص سونے  
 کو کہتے ہیں اس لئے کہ مشہور ہے کہ جعفر بنی نے حکم دیا تھا کہ سونے کو خالص کر کے پھر سکہ لگایا جائے اور  
 آنچہ زبرد سر سے اس شعر تک سب مبتدا ہیں جن کی خبر میں مخدوم ہیں) مطلب یہ کہ جس نے کان چنر و کو ایسا ایسا  
 بنا دیا اوس نے مجھے یہ ہمت اور یہ قوت عطا فرمائی ہے اور اوس نے مجھے ایسا یقین کامل عطا فرمایا ہے اگے کہتے ہیں کہ  
 چون در زرا و خانہ باز شد غم زبائے چشم تیر انداز شد  
 یعنی جبکہ صلاح خانہ کا دروازہ کھلا تو غم زبائے چشم تیر انداز ہوئے۔

بر دلم زد تیر و سودا پیش کرد عاشق شکر و شکر خائیش کرد  
 یعنی میرے دل پر تیر مارا اور اوسکو سودائی کر دیا اور عاشق شکر اور شکر خانی کا اوس کو کر دیا یعنی جب اوس کے عشق  
 نے مجھ پر اثر کیا اور میرے دل کو اپنا سودائی بنا لیا اور ان امور کا میں عاشق ہو گیا۔ اور کہتا ہے کہ  
 عاشقی آتم کہ ہر آن آہن او مست عقل و جان جاندار یک مرجان است  
 یعنی میں اوس کا عاشق ہوں کیونکہ ہر چیز اوس کی ملک ہے عقل و جان اوس کی ایک لب کی جاندار ہیں مطلب  
 یہ کہ عقل و جان جو بھی ہیں سب کو اوس سے جان حاصل ہوتی ہے اور اوس کی لب سے ان کی جان ہے کہ  
 اوس ہی سے ان کو جان حاصل ہوئی ہے اور کہتا ہے کہ

من نہ لافسم و ربلا فم ہجو آب نیست در آتش کشی ام منطراب  
 یعنی میں شیخی نہیں کرتا اور اگر پانی کی طرح شیخی کروں تو میری آتش کشی میں کوئی شک نہیں ہے مطلب یہ کہ اوس نے  
 کہا کہ میں جو تین کر رہا ہوں یہ شیخی ہے نہیں ہیں اور اگر شیخی کروں بھی تو میری شیخی بھی بجاد و درست ہوگی جیسے  
 کہ پانی کو اگر وہ شیخی کرے کہ میں آتش کش ہوں تو اس کی شیخی بجائے اس لئے کہ وہ ایسا ہے تو اسی طرح میں  
 اگر کہوں بھی تو بجائے اس لئے کہ میں ایسا ہوں۔

چون بد زوم چون حفیظ مخزن اوست چون ناسخ سخت رو پشت من اوست  
یعنی من پوشیدہ کیون گردن جب کہ خزاندہ کا محافظہ ہے اور من دلیر کیون نہ ہون میری پناہ تو وہ سے مطلب  
ایک وہ کہتا ہے کہ ان اسرار کے پوشیدہ کرنے کی جگہ کیا ضرورت ہے اسلئے کہ محافظہ تو حق تعالیٰ ہیں پھر اگر کسی کو  
معلوم بھی ہو گیا تب بھی کوئی پڑا نہیں سکتا اور جب میری پشت و پناہ وہ ہے پھر اگر من دلیر ہوں اور دنیا کا  
گفتگو گردن تو کیا حرج ہے۔

ہر کہ از خورشید باشد پشت گرم سخت رو باشد نہ نیم اورانہ شرم  
یعنی جو شخص کہ خورشید سے پشت گرم ہو تو وہ دلیر ہو گا نہ اوس کو خوف ہو گا نہ شرم ہو گی مطلب یہ کہ جس کی پشت  
و پناہ خورشید ہو اوس کو پھر کیا شرم ہو گی اور کیا حجاب ہو گا وہ تو اپنا چہرہ سب کے آگے رکھے گا اسلئے کہ وہ  
جانتا ہے کہ میرے اندر سے کوئی کچھ کم کر ہی نہیں سکتا۔

ہمچو روئے آفتاب بے حذر گشت رویش خشم سوز و پردہ در  
یعنی مثل روئے آفتاب کے بے کھٹکے اوس کا چہرہ خشم سوز اور پردہ در ہو گیا۔ یعنی جس کو کہ آفتاب سے حرارت  
اور روشنی پہنچ رہی ہو وہ تو آفتاب ہی کی طرح بیاک اور بیخوف ہو گا اوسے کس کی پرواہ ہو گی وہ اپنے  
جمال کو اپنے نور کو اپنی روشنی کو خوب ظاہر کرے گا۔ تو اسی طرح چونکہ میرا پشت پناہ خدا ہے اس لئے میں  
بھی بے باک ہوں اور کہتا ہے کہ۔

## شرح حبیبی

ہر ہمیر سخت رو ہر در جہان	ایک سوارہ کوفت ہمیش شہان
رو نگر دایند از ترس و غے	ایک تنہا تنہا بزد بر عالمے
سنگ باشد سخت رو و چشم شومخ	اونہ ترس از جہان پر کلوخ
کان کلوخ از خشت زن یک لخت شد	سنگ از صانع خدا سے سخت شد
گو سفندان گریہ و انداز حساب	ز امیر نشان کے ترش آفتاب
کلک راع نبی چون راعی ست	خلق مانند رمہ اوساگی ست
از رمہ چوپان نترسد در نبرد	لیک شان حافظ بودا گرم و سرد
گر زند باغی ز قہر او بر رمہ	دان ز ہر ست آئیکہ دارد بر ہمہ

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ ہر ہمیر جو دنیا میں آیا ہے وہ میں اللہ تھا اسی لئے وہ اس قدر

جبری تھا کہ اکیلے نے بادشاہ کو شکریہ چاہی اور جو خوف یا جو علم اس کے سامنے آیا کبھی اس سے منہ نہیں موڑا اور اکیلے نے تمام عالم پر حملہ کیا کیونکہ وہ خود تو پتھر کی مثل جبری اور نڈر ہے جو کہ عالم بھر کے ڈھیلوں سے نہیں ڈرتا ڈرے کیونکہ وہ پہلے میں جو موت اور گھٹاؤ آیا ہے وہ انتہین پاتھنے والے کی طرف سے اور پتھر کی سختی خدا داد ہے علی ہذا عالم بھر میں جو جرأت ہے وہ نفس و شیطان کی طرف سے ہے اور نبی میں جو جرأت ہے وہ خدا کی طرف سے پھر نبی افسے کو نکر ڈر سکتا ہے یا یونہی کہ جو کہ نبی تعالیٰ کی مثل ہے اور عالم کو گوسفندان کی مانند پس اگر بھیڑ بکریاں بے انتہا بھی ہوں تو قصائی تو اونکی کثرت سے ہمیں ڈرتا پس نبی عالم سے کہو نکر ڈر سکتا ہے چونکہ نبی اور اہل عالم کے نسبت کا ذکر آگیا ہے اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اونکی اصلی نسبت بیان کر دی جاوے تاکہ وہ شبہ دفع ہو جائے جو کہ اونکی عارضی نسبت سے پیدا ہو گیا ہے کہ نبی مخلوق کو فنا کرنے کیلئے آتا ہے سو سونو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کلکم راع اس بنا پر نبی بالادلے اپنی امت کا راعی ہو گا اور مخلوق اونکے لئے بمنزلہ گلوہ گوسفندان کے ہو گی اور وہ اون کی بہبودی میں کو شان ہو گا پس اصلی تعلق نبی اور امت کا یہ ہے اور قصائی تو وہ اس وقت بنتا ہے جبکہ بکریاں سرکشی کرتی ہیں اور کسی طرح نہیں مانتیں اور دوسرے بکریوں کو اون سے ضرر پہونچنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس نسبت سے بھی معلوم ہو گیا کہ نبی امت سے نہیں ڈر سکتا کیونکہ جروا لکھ سے نہیں ڈرتا بلکہ گرمی و سردی سے اونکی حفاظت کرتا ہے پس نبی بھی ان سے ڈرے گا بلکہ اونکا محافظ ہو گا اور اس کی ظاہری سختی سے تم کو اس کی بے ہری کا شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ جروا لکھ بھی گلہ کو غصہ سے ڈانتا ہے تو اس کا منشاء وہ شفقت ہوتی ہے جو کہ اس کو سب پر ہے۔

## شرح شبیری

ہر پیمبر سخت رو بدر جہان یک سوارہ کو فت بر حبش شہان  
یعنی جہان میں ہر پیمبر دلیر ہوا ہے کہ تنہا بادشاہوں کے لشکر پر حملہ کیا ہے۔

رو نکر دانید از خرس و غے یک تنہا تنہا بزد بر عالی

یعنی خوف و خرم کی وجہ سے منہ نہیں پھیرا اکیلے نے تنہا ایک عالم پر حملہ کیا (یہ مرثیہ اسی لئے کہ اونکی پشت پناہ اور اون کا مددگار خدا تھا) آگے پیغمبروں کے دلیر ہونے کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

سنگ باشند سخت رو و چشم شوخ اونتر سدا ز جہان پر کلوخ

یعنی پتھر دلیر اور شوخ چشم ہوتا ہے تو وہ ڈھیلے بھرے ہوئے جہان سے ڈرتا نہیں۔ یعنی اگر سارا جہان ڈھیلوں سے بھر جائے تو پتھر کو مطلق پرواہ نہ ہو گی وہ بالکل بے فکر ہو گا کیونکہ۔

کان کلوخ ازخشت زن یک لخت شد سنگ از صنع خدا لخت شد  
یعنی کوئکہ وہ ڈھیلا تو کہہا رہے ایک جسم ہوا ہے اور پیہر خدا کے بنانے سے سخت ہوا ہے۔ (لہذا پیہر کے اندر قوت ہے اور ڈھیلا کے اندر قوت نہیں ہے تو پیہر ڈھیلا سے ڈرتا نہیں ہے اسی طرح چونکہ انبیاء اولیا کو پناہ حق ہوتی ہے اسلئے وہ بھی ولیر ہوتے ہیں اور کسی سے ڈرتے نہیں ہیں) آگے دوسری مثال ہے کہ۔

گو سفندان گو بر واپ ملاز حساب ز انبے شان کے بترسد آلقصاب  
یعنی بکریان اگرچہ حساب سے ماہر ہیں (مگر) اون کی زیادتی سے قصابی کب ڈرتا ہے (تو اسی طرح اگرچہ مخالفین سچے مگر حضرت انبیاء علیہم السلام اون کی زیادتی سے کب خوف کرتے تھے)

کلکم راع نبی چون راعی است خلق مانند وہ اوساعی است  
یعنی سائے کے سائے تم راعی ہو اور نبی جب راعی ہے اور خلق مانند گلہ کے ہے اور وہ ساعی ہے مطلب یہ کہ دیکھو اول تو تم سب بھی راعی ہو اور نبی تو راعی ہیں ہی اور دیگر مخلوق اون کے سائے مثل گلہ و بکریوں کے ہے تو بھلا کہیں چرواہا بھی بکریوں سے ڈرتا ہے آگے خود ہی فرماتے ہیں کہ

از رمہ چو پان نترسد در نبرد لیک شان حافظ بود از گرم و سرد  
یعنی گلے سے چرواہا مقابلہ میں ڈرتا نہیں ہے لیکن اون کا گرم و سرد سے محافظ ہوتا ہے۔

گر زند با ننگ ز قہر او بر رمہ آل ز مہرست آنکہ داورد بر رمہ  
یعنی اگر وہ غصہ سے ننگ پر کوئی آواز دے تو وہ اوس محبت کی وجہ سے ہے جو کہ سب پر رکھتا ہے مطلب یہ کہ یہ حضرات اگر بظاہر سختی ہی کرتے ہیں تو وہ فی الحقیقت سختی نہیں ہوتی۔ بلکہ اصل میں وہ محض محبت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ اون کو شفقت ہوتی ہے کہ یہ لوگ کہیں ہلاک نہ ہوں اس کی ایسی مثال سمجھو کہ جیسے بکریوں والا بکریوں کو کھیت وغیرہ سے ہٹاتا ہے اور اگر نہیں ہٹاتیں تو ڈنڈا رسید کرتا ہے تو اوس کا بارنا صرف اسلئے ہے کہ کہیں کھیت والا انکو جان ہی سے نہ مار ڈالے ورنہ اوس کو بکریوں سے کوئی خوف وغیرہ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ تو اوسکا نگہبان ہوتا ہے اوس کا مارنا ہی محبت پر دلالت کرتا ہے آگے کہتا ہے کہ۔

### شرح حبیبی

ہر زمان گوید بگو شمش بخت نو	گر ترا غمگین کنسم غمگین مشو
من ترا غمگین و گریان زان کنم	تاکت از چشم بدان پریان کنم
تلخ گردانم ز غمنا خوئے تو	تا بگردو چشم بد از روئے تو

نے توصیہ دی نہ جو یائے منی  
حیلہ اندیشی کہ در من در رسی  
چارہ نے جویدے من درد تو  
من تو انم ہم کہ بے این انتظار  
تا ازین گرداب دوران واری  
لیک شیرینی و لذات مقر  
ہرچہ آسان یا فنی آسان درسی  
آنگہ از شہر و زخویشاں بر خوری  
در بلا ہار و مگردان اے جوان

بندہ و افگندہ را کے منی  
در فراقی و جستن من بیکسی  
می شنودم دوش آہ سرد تو  
رہ دہم بنمایمت راہ گذار  
بر سر گنج وصالم پا ہتی  
ہست بر اندازہ رنج سفر  
در مشکل یاب را بر جان ہنی  
کز غریبی رنج و محنتہا بری  
بشنو این تشیل و قدر خود بدان

مضمون استطاردی کو ختم کر کے پھر مولانا مقولہ عاشق یعنی جہان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اوسنے کہا کہ میں مصائب کے مقابلہ میں سخت اور جبری کیون نہ ہوں جبکہ خدا میرا مددگار ہے نیز وہ ہر وقت میری نمی خوش نصیبی کے سبب مجھ سے کہتا ہے کہ میں اگر تجھے کسی تکلیف میں مبتلا کر کے غلین کروں تو تو غلین نہ ہونا کیونکہ میں تجھے اسلئے غلین کرتا ہوں کہ تجھے نظر بد سے محفوظ رکھوں میں تیری طبیعت کو غمون سے مکدر کرتا ہوں اور مقصود یہ ہوتا ہے کہ تجھے نظر نہ لگے اچھا بتا کیا تو میرا طالب اور میرا خواستگار نہیں ہے اور میرا مطیع اور میری رائے کا تسلیم کرنے والا نہیں ہے جبکہ تو ایسا ہے تو تجھے میری رضا پر راضی رہنا چاہئے اور میری رضایہ ہے کہ تو فراخ حوصلگی سے مصائب کے سامنے سینہ سپر رہے پس تجھے ایسا کرنا چاہئے میں جانتا ہوں کہ تو میرا قرب چاہتا ہے اور میری جدائی اور میری طلب میں تیری حالت زار ہے اور تیری تکلیف میرے قرب کے لئے تدبیر کی طالب ہے اور میں جانتا ہوں کہ تو سخت تکلیف میں ہے چنانچہ میں کل تیری اوس آہ سرد کو سن رہا تھا جو تو میری جدائی میں کر رہا تھا اور میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ بدرون انتظار کے تیرے لئے وصال کی سبیل پیدا کر دوں اور تجھے اس تکلیف سے گذر جائیگا راستہ دکھلا دوں تاکہ تو اس گردش کے بھونر سے نکل کر میرے خزانہ وصال تک پہنچ جاؤ گریں اسلئے نہیں کرتا کہ اوس وقت تجھے اس میں زیادہ لطف آئیگا کیونکہ منزل مقصود کی لذتیں سفر کی مصیبتوں کے اندازہ کے موافق ہوتی ہیں جس قدر صوفی کلفت ہوتی ہے اسی قدر منزل پر پہنچ کر راحت ہوتی ہے نیز بے مشقت ملجانے میں تم کو اس کی قدر نہ ہوگی کیونکہ جو چیز آسانی سے ملتی ہے اوس کے کھودینے میں در لطف نہیں ہوتا۔ اور جو چیز مشکل سے ملتی ہے اوس کا تم کو جان و دل سے درد ہوتا ہے نیز دیکھو تم اسی وقت اپنے شہر اور اپنے عزیزوں کی ملاقات سے مستمتع ہوتے ہو جبکہ مسافرت کی تکالیف اٹھاؤ پس معلوم ہوا کہ تکالیف کی ضرورت ہے اور ان سے تم کو منہ موڑنا



چاہیے چونکہ جھکویہ ہدایت ہے اسلئے میں تعالیٰ کا جرات کے ساتھ مقابلہ کرنا ہوں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ لے  
مخاطب جب جھکویہ بلاؤں کی حقیقت معلوم ہو گئی تو تجھے ان سے منہ نہ موڑنا چاہئے اچھا اب ایک مثال سن  
اور اوس سے اپنی حقیقت جان۔

## شرح شبیری

ہر زمان گوید بگو شمع بخت نو گر ترا غمگین کنم غمگین مشو  
یعنی میرے کان میں ہر وقت بخت نو کہہ رہا ہے کہ اگر میں تجھے غمگین (بھی) کروں تو (بھی) تو غمگین مت  
ہو۔ یعنی اگر بظاہر اوس طرف سے کوئی بات ناگوار بھی پیش آجائے تو بھی اوس سے رنجیدہ نہ ہونا چاہیے اسلئے  
کہ اوس کے اندر لاکھوں مصالح ہوتے ہیں آگے اس ظاہری غم دینے کی مصلحت بتاتے ہیں کہ۔  
من ترا غمگین و گریان زان کنم تاکت از چشم بدان پنہان کنم  
یعنی میں تجھ کو غمگین اور گریان اسلئے کرتا ہوں کہ تجھے بدوں کی آنکھ سے پوشیدہ کروں۔ یعنی وہ فوطے  
ہیں کہ میں جو تم کو مصیبت میں رکھتا ہوں اور غم دیتا ہوں تو یہ اسلئے تاکہ تم بڑے لوگوں کی نظر بد سے محفوظ  
رہو۔ میں تم کو نظر بد سے بچانے کے لئے اس طرح رکھتا ہوں اور فرماتے ہیں کہ۔  
تلخ گمراہم ز غمہا خوئے تو تا بگر دو چشم ہزار روئے تو  
یعنی میں غم میں تیری عادت کو تلخ رکھتا ہوں تاکہ چشم بد تیرے رو سے پھر جائے یعنی تاکہ تم کو نظر بد  
لگے اسلئے میں تم کو غم میں مبتلا رکھتا ہوں۔

لے تو صیاد می نہ جو یاکے منی بندہ و افگندہ رائے منی

یعنی نہ تو صیاد ہے اور نہ میر (جو یا ہے) بلکہ غلام اور میری رائے کا ڈالا ہوا ہے مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ  
تیرے اندر خود کوئی قابلیت نہیں ہے یہ سب ہمارا عطیہ ہے کہ ہم تجھے عطا کر رہے ہیں۔ ورنہ تو کیا تو طالب  
بننا اور کیا صیاد ہوتا۔ بلکہ تیری تو یہ حالت ہے کہ

حیلہ اندیشی کہ در من در سری در سراق و حسن من بیکی

یعنی توجیلہ سوچتا ہے کہ میرے اندر پہونچے میرے فراق اور طلب میں تو بے کس ہے یعنی تو تو تدا میر وصال  
کہ تباہ گرد وصال اور فراق تیرے قبضہ میں نہیں ہے بلکہ اس میں اگر ہاری مدد نہ ہو اور ہاے طرف سے  
کشش نہ ہو اوس وقت تک کچھ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ ہوتا ہے کہ

چارہ میجو بد پئے من درد تو می شنودم دوش آہ سرد تو

یعنی تیر اور دیر کے لئے چارہ ڈھونڈتا ہے اور کل میں تیری آہ سرد کو سن رہا تھا یعنی ہوتا تو ہے سب ہماری جذب اور کشش ہی سے لیکن وہ کشش پیدا ہوتی ہے تیری طلب سے تو تیرا درجو ہم کو طلب کر رہا تھا اور ہم تیری آہ سرد کو سن رہے تھے تو ہم نے اپنی طرف جذب کر لیا اور نہ طالب خود داخل نہیں ہو سکتا اب یہاں ایک سوال پیدا ہوا کہ جب آپ ہی کے قبضہ میں وصول ہے تو پھر اس بھٹکانے سے کیا فائدہ ایک دفعہ ہی اپنے پاس کیوں نہیں بلا لیتے اور وصول ایک دفعہ ہی کیوں حاصل نہیں ہو جاتا آگے اسکا جواب یہ ہے کہ  
 من تو اتم ہم کہ بے این انتظار رہ دہم نہایت راہ گزار  
 یعنی میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ بغیر اس انتظار کے میں راہ دیدوں اور رہ گزار تم کو دکھلا دوں۔

تا ازین گمراہ دوران واری بر سر گنج وصالم پائی

یعنی یہاں تک کہ اس گمراہ دوران سے تو چھوٹ جاتے اور میرے وصال کے خزانہ پر پاؤں رکھے یعنی فرماتے ہیں کہ یہ بھی ممکن تھا کہ تم کو بھی کھڑا نہ پڑتا اور وصول حاصل ہو جاتا مگر انتظار میں یہ مصیبت آتی کہ۔

لیک شیرینی و لذات مختصر بہت بر اندازہ رنج سفر

یعنی لیکن قیام گاہ کی شیرینی اور لذات رنج و سفر کے موافق ہیں مطلب یہ کہ قاعدہ ہے کہ اگر طویل و سخت سفر ہوگا تو اس کے بعد قیام ہوگا تو اس قیام میں زیادہ لطف اور راحت اور آسائش ہوگی اور اگر سفر مختصر اور کوتاہی تکلیف بھی نہ ہوتی تو اس کے بعد قیام کا لطف نہ ہوگا اس لئے کہ جیسا سفر ویسا حضور فرماتے ہیں کہ تم تم کو انتظار میں اور مشکوٰۃ میں اس درجہ سے رکھ لے ہیں کہ اس کے بعد جو وصول ہو تو اس کے اندر مزید لطف ہو اور لذت بیکر زیادہ ہو جاوے۔

انگہ از شہر و ز خویشاں بر خوری کرد غریبی رنج و محتہا بری

یعنی شہر اور اپنے لوگوں سے اس وقت تم پہل کھاؤ گے کہ سفر سے بہت سے تھالیف اور محنتیں برداشت کی ہوگی یعنی اگر سفر کے اندر تم نے بہت سی مشکلیں برداشت کی ہیں تب تو تم کو گھر پہنچ کر اپنے لوگوں سے مل کر لطف آوے گا ورنہ کچھ بھی لطف نہ آوے گا۔ تو اسی طرح اگر اس راہ میں تم کو کچھ مشکلیں پڑیں گی تب تو تم کو اس کی تسکین ہوگے ورنہ ہوگا کہ۔

ہرچہ آسان یا فنی آسان دہی در مشکل یاب را بر جان نبی

یعنی جو شے کہ تم نے آسانی سے پالی اس کو آسانی سے دیدو گے اور درو مشکل یاب کو جان پر رکھو گے یعنی جس امر کو کہ ذرا محنت و مشقت سے حاصل کیا ہوگا تو اسکو تو جان کی برابر رکھو گے اور جو شے آسانی سے مل گئی ہے اسکو تم بھی آسانی ہی سے اور سستی ہی دیدو گے تو اسلئے ذرا مشکلیں اور بلائیں تیر ڈالی جا رہی ہیں لہذا تم کو چاہیے کہ

وز بلا ہا روگردان اے جوان بشنوائیں تمہیں و قدر خود بدان

یعنی اے جوان بلاؤں سے منہ مت پھیر اور اس تمہیں (ذیل) کو سن اور اپنی قدر جان۔ آگے ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ ایک عورت چنے کے بھون رہی تھی تو اس چنے نے عورت سے کہا کہ بھلا تو مجھے کیوں آگ پھلا رہی ہے اور کیوں بلا میں مبتلا کر رہی ہے اس عورت نے کہا کہ مجھے تجھ سے کوئی دشمنی نہیں ہے بلکہ میں اسلئے تجھے آگ میں بھون رہی ہوں تاکہ تو کھانے کے قابل ہو جائے اور پھر جزا انسان بن کر تجھے عروج ہو۔ اور پھر اتحاد اصطلاحی حق کے ساتھ تجھے ہو جب اس چنے نے یہ سنا تو وہ جلنے بھننے پر راضی ہو گیا۔ تو فرماتے ہیں کہ اس طرح جو بلائیں اور مجاہدات دریا ضاات کی مشکلیں تم پر پڑ رہی ہیں وہ بھی سب اسلئے ہیں تاکہ تم کام کے بھلاؤ تو ان بلاؤں سے گھر اور مت اور پریشان مت ہو اسلئے کہ یہ بلائیں ہی تم کو کام کا کردین گی۔ اب مثال کو سنو۔

## شرح حبیبی

در خود بسنگر کہ اندر دیگ چون  
ہر زمانے سے برآید وقت جو خوش  
کچرا آتش بمن درمی ز نے  
چون خریدی چون نگوئم می کنی  
می زند کفلیز کہ بانو کہ نے  
خوش بخوش و بر مجز آتش کنے  
زان بخوشا تم کہ مکروہ منی  
بلکہ تا گیرے تو ذوق و چاشنی  
تا عندا گردی بیامیزی بجان  
آب میخوردی بہ بہستان سبز و تر  
بہر خوری نیستت این استخوان  
بہر این آتش بدست آن آب خود

چنے کو دیکھ کہ جب وہ آگ سے غلوب ہوتا ہے تو ہانڈی سے کیسا کیسا اچھلتا ہے کہ جب خوش ہوتا ہے نکلنے کیلئے ہانڈی کے منہ تک آجاتا ہے اور پھر شور مچاتا ہے اور کہتا ہے کہ تو مجھے آگ میں کیوں جلاتی ہے اگر مجھے یوں ہی تباہ کرنا تھا تو خریدنا تھا کیوں لیکن بی بی اس کو ڈوٹی سے دہاتی ہے اور کہتی ہے کہ نہیں تو پریشان مت ہو اچھی طرح پک جا اور آگ جلانے والی اور پکانے والے سے بھاگ مت میں تجھے اسلئے نہیں پکاتی اور تکلیف دیتی کہ تو مجھے بڑا معلوم ہوتا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ تو مزیدار ہو جائے اور غذا بن کر جان کے ساتھ اتصال حاصل کرے یہ آزمائشیں وقت کیلئے نہیں ہے باریع میں جو تجھ کو پانی دے کہ سرسبز کیا گیا تھا تو اسی دن کیلئے کیا تھا۔



## شرح شبیری

بلاؤں میں مومن کی اضطرابی اور بے صبری کی مثال چنے کے  
بُھٹنے وقت نکل کر بھاگنے اور عورت کے اوسکور وکنے کی ساآھ  
در نخود بسگر کا اندر دیگ چون مے جہد بالا پوشد ز آتش زبولن  
یعنی چنے میں دیکھ کر دیگی میں کس طرح کودتا ہے جبکہ آگ سے عاجز ہوتا ہے۔

ہر زمانے میں ہر آید وقت خوش بر سر دیگ و ہر آرد صر و خوش  
یعنی ہر گھڑی خوش کے وقت وہ دیگی کے منہ پر نکل آتا ہے اور سو (خوش) و خروش نکالتا ہے (اور پکارتے  
والی سے کہتا ہے کہ)

کہ چرا آتش بمن در می زنی چون خسری چون نگوئم مے کنی  
یعنی کہ کیوں میرے اندر آگ لگا رہی ہے جب تو نے خرید تو مجھے ذلیل کیوں کرتی ہے (اسکو سکر کا نیوالی پر کرتی ہے کہ)  
میزند کفلیز کہ بانو کہ نے خوش بخوش و بر مجہ ز آتش کنے  
یعنی بیگم صاحبہ کفلیز مارتی ہے کہ نہیں خوب خوش کرو اور آگ کرنے والے سے بھاگ مت۔

زان بخوش نام کہ کردہ منی بلکہ تاگیری تو ذوق و چاشنی  
یعنی میں اسلے خوش نہیں دیتی کہ تو میرا کردہ ہے بلکہ (اسلے) تاکہ تو مزہ اور چاشنی حاصل کرے۔  
تاغذا اگر دی بیامیزی بجان بہر خوار میستت این امتحان

یعنی تاکہ تو غذا ہو جائے اور جان کے ساتھ مل جائے اور تیرا یہ امتحان ذلت کی وجہ سے نہیں ہے یعنی وہ کہتی ہے کہ میں  
جو تجھے پکار رہی ہوں تو اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ میں تجھے ذلیل و خوار سمجھتی ہوں بلکہ اس لئے پکار رہی ہوں  
تاکہ تو عنذائے انسانی بن جائے۔

آب میخوردی بلستان سبز و تر بہر این آتش بدست آن آب خور  
یعنی باغ میں تو سبز و تر پانی پیا کرتا تھا تو وہ پانی پینا اس آگ ہی کے لئے تھا یعنی تیرے اندر جو خوب پانی  
دیا گیا اور تیری سب طرح کی حفاظتیں کی گئیں وہ ساری اسی لئے تھیں کہ ایک روز تو آگ پر دکھا جائے  
اور پھر لذت و مزہ دار ہو کر تجھے لوگ دکھا دیں تو جب تجھے اول ہی سے اس لئے پالا گیا ہے کہ تجھے آگ میں  
بحون کر دکھا دیں تو آج گھبرائے کیا منے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

## شرح حبیبی

رحمتش سابق بدست از قبر زان  
تا ز رحمت گرد اہل امتحان  
تا کہ سرمایہ وجود آید بدست  
چون نروید چنگ از عشق دوست  
تا کہ ایثار آن سرمایہ را  
کہ بگردی غسل و بر جستی ز جو  
باز لطف آید بر اسے عذر را و

اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ جو فرمایا ہے کہ حتی سبقت غضبی تو اس رحمت کے غضب سے مقدم ہونے کا ناز ہے کہ رحمت سے آدمی صالح امتحان ہو جائے اور رحمت قہر پر اس لئے مقدم ہوئی ہے تاکہ سامان وجود ہاتھ آجائے کیونکہ قہر کی حالت میں نہ کہاں پیدا ہو سکتی ہے نہ گوشت کیونکہ اس کے لئے لذت کی ضرورت ہے اور جب تک گوشت پوست پیدا نہ ہو اس وقت تک عشق محبوب کے گھلائیگا لہذا ضرورت ہوئی کہ اولاً رحمت و وجب ابتدا رحمت ہوئی اور گوشت پوست تیار ہو گیا اب بلائین آتی ہیں اولاً تقاضا ہوتا ہے کہ جب تم دمی عشق ہو تو یہ سامان لٹاؤ اور گھل گھل کر فنا ہو جب تم نے یہ کر لیا اس وقت اس کی سعادت میں پھر رحمت ہوتی ہے اور حکم ہوتا ہے کہ اب تم صفات ذمیرہ سے پاک ہو چکے اور ہاتھ تمہارے دریاں جو ایک سیلج حائل تھی اس سے تم پار ہو گئے اور ہاتھ حرم قہر میں پونچ گئے۔

## شرح بشیری

رحمتش سابق بدست از قبر زان  
تا ز رحمت گرد اہل امتحان

یعنی رحمت حق تعالیٰ قہر سے آگے لئے سابق ہے تاکہ رحمت سے اہل امتحان (پیدا) ہوں۔

رحمتش بر قبر زان سابق شدہ است  
تا کہ سرمایہ وجود آید بدست

یعنی اس کی رحمت قہر پاس لئے سابق ہوتی ہے تاکہ سرمایہ وجود ہاتھ میں آجائے۔

زانکہ بے لذت نروید لحم و پوست  
چون نروید چہ گدازد عشق دوست

یعنی اس لئے کہ بے لذت کے لحم و پوست پیدا نہیں ہوتے اور جب پیدا ہی نہ ہوں گے تو عشق دوست کس کو گھلا دینا مطلب یہ ہے کہ ارشاد حق ہے کہ سبقت رحمتی علی غضبی تو اس سبقت رحمت کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اول رحمت حق انسان کو پیدا کرتی ہے اس کی پرورش کرتی ہے یہاں تک کہ وہ بڑا اور قابل امتحان ہو جاتا

ہے اوس وقت اوس کو پھر حق تعالیٰ بلاؤں میں مبتلا فرماتے ہیں اور پھر فنا کر دیتے ہیں تو دیکھو اگر اول رحمت انسان کو نہ بناتی تو پھر فنا کس کو کرتی اور اول جو بنایا تھا اور رحمت کی صفی وہ اسی لئے تھی کہ پھر فنا کیا جائے۔

زان تقاضا گر بسا ید قبر بیا تا کنی ایسا رآن سرمایہ را

یعنی اوس تقاضا کرے اگر صورت (قبر آدمین) تو وہ اس لئے ہیں، تاکہ تم اوس سرمایہ (وجود) کا بیٹا کر دو یعنی پیدا کرنے کے بعد جو صورت قبر تھے ہیں وہ اس لئے ہوتے ہیں تاکہ تم کو جوہ سرمایہ وجود رحمت کی وجہ سے ملا ہے اوس کو اب زندہ کر دو۔

باز لطف آید برائے عذر او کہ بگردی غسل و بر جستی ز جو

یعنی پھر لطف اوس کے عذر کیلئے آتا ہے کہ تو نے غسل کر لیا اور توندی سے کو دیا یعنی اول صورت قبر آتے ہیں تاکہ اوس سرمایہ وجود کو تم ایسا کر دو اوس کے بعد پھر لطف آتا ہے اور عذر خواہی کرتا ہے کہ لو بس اب تم کامل ہو گئے اور اس نجاست وجود سے پاک ہو گئے ہو لہذا اب نکل آؤ تو بعد فنا کے بقا اور بعد ان صورتی قبروں کے اظہار بیکران پیدا ہوتے ہیں۔

## شرح حبیبی

با خود گوید چریدی در بہار رنج ہماں تو شد نیکو شدار

تاکہ ہماں باز گردد شکر ساز پیش شہر گوید زایشار تو باز

تا بجائے نعمت منعم رسد جملہ نعمت ہر دہر تو حد

ان اشعار کو مشین نے بی بی کا منقولہ قرار دیا ہے اور خود سے معنی حقیقی مراد لئے ہیں مگر مجھے الفاظ مجبور کرتے ہیں کہ میں انکو بھی اشعار یا فقرہ کاری نہیں قرار دوں اور خود سے مکلف مرادوں لہذا میں ایسا ہی کرتا ہوں اگر کسی کو یہ پسند

ہو کہ وہ اس کو بی بی کا منقولہ قرار دے تو وہ ایسا ہی کرے جسے سچا نہ مکلف سے فرماتے ہیں کہ تو نے بہت مزے

اٹھائے ہیں اب کچھ دنوں کے لئے ہماری طرف سے رنج تمہارا ہماں ہوتا ہے پس تم اس کے خوب خاطر کرنا تاکہ یہ

ہماں تمہارا شکر کرتا ہو اس لئے اور تمہاری سخاوت کی ہمارے سامنے خوب تعریف کرے اور اوس کا نتیجہ یہ ہو کہ بجائے اسکے کہ ہم تم پر انعام کریں خود ہی تم کو مل جائیں اور ہمارے ایسا کرنے سے تم کو وہ شرف حاصل ہو کہ تمام نعمتوں کو تم پر رشک آدے۔

## مترشح بشیری

با خود گوید چریدی در بہار رنج ہماں تو شد نیکو شدار

یعنی چنے سے کہتی ہے کہ تو نے (موسم) بہار میں (خوب) چڑا ہے (اب) بیخ تیرا مہمان ہوا ہے اور کچھ بھی طرح سے رکھ  
تاکہ مہمان باز گرد و دشمن ساز پیش سب کو پید زایشار تو باز  
یعنی تاکہ مہمان شکر کرتا ہوا بادشاہ کے پاس لوٹے اور تیرے ایشار کو بیان کرے۔

تا بجائے نعمت منعم رسد جملہ نعمتیں برود بر تو حد  
یعنی تاکہ نعمت شئی جگہ تم کو منعم پہنچے اور تمام نعمتیں تم پر جسد لیجاوین۔ (مخود سے مراد انسان ہے) مطلب  
یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو نے طلب کئی چیز سے اٹلے ہیں اب ذرا محنت اور بلاؤں اور رخ خداوندی تمہارے  
مہمان بنے ہیں اور ان کو اچھی طرح رکھا اور ان کا اچھی طرح رکھنا بھی ہے کہ ان پر صبر کرو تو یہ اگر خوش گئے تو پھر یہ جا کر فرماتے  
کہ میں گئے کہ ہم کو خوب اچھی طرح رکھا ہماری خوب خاطر کی اس کو سن کر حق تعالیٰ خوش ہوں گے۔ اور بجائے اس کے  
کہ وہ نعمتیں دیتے خود تشریف لے آؤں گے اور وہ حالت ہو جاوے گی کہ تمام نعمتیں بھی تم پر جسد کریں گی کہ اس کے پاس  
تو خود منعم ہی تشریف لے آئے۔ لہذا تم کو کہا ہے کہ تم اور بلاؤں کو برداشت کرو اور میرا شکر سے کام لو کہ اس طرح  
حق تعالیٰ کا قرب اور محبت تم کو حاصل ہو جاوے گی اور حق تعالیٰ تم سے راضی رہیں گے۔

## شرح حبیبی

من خلیل لم توپس پیش بجاک  
سر بہ پیش قہر نہ دل بر قرار  
سر بہ تریم لیک این سران سرسیت  
لیک مقصودم از ان تعلیم نست  
بسنمائی ارانے اذبحک  
تا بہ تریم حلقہ اسامعیل وار  
کز بریدہ گشتن و کشتن برسیت  
اے مسلمان بایدت تسلیم حبسیت

مندرجہ بالا اشعار کی طرح ان اشعار کے بھی دو محل ہیں مگر میں ان کو بھی مقولہ مولانا جی قرار دینا بہتر سمجھتا ہوں اس وقت  
حاصل اشعار یہ ہے کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ میری مثال ایسی ہے جیسے خلیل اور تیری ایسی جیسے چھڑی کے سامنے  
اسمعیل پس میری رائے یہ ہے کہ میں تجھ کو نہ کروں لہذا تم ہمارے کار و قہر ظاہری کے سامنے اطمینان قلب کیساتھ  
مرجھ کا دوتا کہ اسمعیل کی طرح میں تمہارا کلا کاٹ دوں اور سر الگ کر دوں لیکن یاد رکھو کہ یہ سر وہ سر ہے جو کٹ نہیں  
سکتا۔ بلکہ کٹنے اور مرنے سے بری ہے پھر یہ جو میں نے کہا ہے کہ کلا کاٹ دوں اور سر الگ کر دوں یہ تمہارے عباد و  
میں تمہارے سبھانے کے لئے کہا ہے کیونکہ تم سے کٹنا اور مرننا بچتے ہو پس تم کو اطاعت کرنی چاہئے اور ہماری  
رضا پر راضی ہونا چاہئے۔

## شرح شبیری

من خلیہ لم تو پس پریش بچک بشرانی ارا نی اذ بک

یعنی من خلیل (کی طرح) ہوں اور تو چھڑی کے سامنے رکھا ہے تو تو سر رکھنے میں دیکھتا ہوں کہ تجھے میں اذ بک کروں مطلب یہ کہ تم کو ظاہری اور دوسری کالیف ہو رہی ہیں تو تم اذن کو صبر و شکر سے برداشت کرو تو اذن کے برداشت کرنے سے تمہاری درجات ترقی پذیر ہوں گے جیسے کہ حضرت اسمعیل کے درجات تکلیف کو برداشت کر فیسے بلند ہو گئے تھے۔

سر پر ہمیشہ قہر نہ دل برقرار تا بہترم حلقہ اسمعیل وار

یعنی قہر (صوری) کے گنگے دل کو برقرار رکھ کر سر رکھنے تاکہ میں اسمعیل کی طرح تیرا حلقہ کاٹ دوں مطلب یہ کہ بظاہر تو تم کو تکلیف ہو رہی ہے یہ صرف صورت تکلیف ہے وہ حقیقت میں تمہارے مدارج عالیہ ہوتے ہیں تو تم صبر و شکر کیساتھ راضی ہو رہنا ہو گا جس سے کہ میں تم کو یہ کالیف صورت پر پہنچا کر پاک و صاف کر دوں اور تمہارے درجے عالی ہو جاویں۔ اور کہتے ہیں کہ۔

سر بہرہم لیک این سران سر نیست کز بریدہ گشتن و گشتن بر نیست

یعنی میں سر کا توں لیکن یہ سر وہ سر ہے کہ کٹے جانے اور مائے جانے سے بری ہے مطلب یہ کہ مرنا اور سر کاٹ جانا تو ایک نقصان ہے لہذا کہتے ہیں کہ میں بظاہر تو سر کاٹ رہا ہوں اور تکلیف پر پہنچا رہا ہوں لیکن اس سے کوئی کسی قسم کا نقصان نہ ہو گا بلکہ ان کالیف سے نصی ہی ہو گا اور درجات عالی ہونگے آگے خود ہی کو فرماتے ہیں کہ۔

لیک مقصودم ازان تعلیم نیست اے مسلمان بایست تسلیم حجت

یعنی لیکن اس سے میرا مقصود تعلیم ہی نہیں ہے تو اے مسلمان تم کو تسلیم ڈھونڈنا چاہئے۔ مطلب یہ کہ کہتے ہیں کہ میں نے بظاہر تم کو کالیف کو پہنچا رہا ہوں مگر اس سے مجھے مقصود تکلیف دینا نہیں ہے بلکہ مقصود اس سے تیری تعلیم ہے کہ اس ذریعہ سے تمہارے اخلاق درست ہونگے راتب میں گئے تو تم کو چاہئے کہ تسلیم و رضا سے کام لو اور ہرگز نہ ان کالیف سے گھبراؤ نہیں

## شرح حبیبی

اے خودمے جو شس اندر ابتلا	تا نہ ہستی و نہ خود ماند ترا
اندر ان بستان اگر خندیدہ	تو گل بستان جان و دیدہ
گر جدا از باغ آب و گل شدی	لقمہ گشتی و اندر احیا آمدی
شو غذا و قوت اندیشہا	شیر بودی شیر شو دریشہا



اب بی بی کہتی ہے کہ اے چنے تو اس امتحان میں غلبہ جو شکھانا کہ اس کا انجام یہ ہو کہ تیری ہستی باقی ہے اور نہ خود کا  
(اس شعر میں یہ بھی احتمال ہے کہ اشعار قبل کے ساتھ متربط ہو اور خود سے مراد حاکمیت ہو اور مقولہ کہ با نوا نذران  
بستان الخ سے شروع ہوا ہو و ہذا جو الراج غندی تو اس باغ میں اگر خوش و خرم رہا ہے تو یہ نہ سمجھنا کہ وہی  
باغ تیری اہلی جگہ ہے بلکہ تو حقیقتہً کھائے جانے کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس لئے اصل مقام تیرا جان اور اچھے ہے اور  
اصل میں تو اس باغ کا پھول ہے اور اگر تو باغ آب و گل سے جدا ہو گیا ہے تو اس کا غم نہ کرنا کیونکہ تو غذا بنے گا اور حیات  
حاصل ہو کر زندون میں شامل ہو گا پس تو انسانوں کی غذا اور اذکار کی قوت کا ذریعہ بن اور تو شیر (دودھ) کی طرح  
بیجان تھا اب اس جنگل کا شیر بن یعنی جہم میں جا کر حیات اور قوت حاصل کر۔

## شرح شبیری

اے خود مجھ کو بخش اندر ابتلا تاناہ ہستی و نہ خود ماند ترا  
یعنی اے چنے تو آزمائش میں جو شکھانا کہ تیرے لئے نہ ہستی ہے اور نہ خودی رہے مطلب یہ کہ امتحان سے بھاگ  
مت ناکان مجاہدات و مصافات میں رہ کر کچھ دیر نہ کا کا حال بھالے۔

اندر آن بستان اگر خندیدہ تو گل بستان جان و دیدہ

یعنی اس باغ میں تو اگر ہنسنا ہے تو (اب) تو جان و دیدہ کے باغ کا پھول ہے مطلب یہ کہ اگر تو اس ہرے بھرے  
کھیت سے الگ ہو گیا ہے تو کوئی سرخ کی بات نہیں ہے اس لئے کہ تو باغ ظاہری تھا اور اب تو تو باغ جان  
دل میں آ گیا ہے اور اجزا انسانیت میں گیا ہے پھر کیا غم ہے اور کیوں ان مجاہدات سے گھبرا تا ہے۔

گر جدا از باغ آب و گل مشدی لقمہ گشتی و اندر احیا آمدی  
یعنی اگر یہ آب و گل کے باغ سے تو جدا ہو گیا ہے مگر اب تو تو لقمہ ہو گیا ہے اور زندون میں آ گیا ہے یعنی احیاء کا  
جزو بن گیا ہے اور تیرے اندر بھی حیات پیدا ہو گئی ہے۔

شو غذاے و قوت اندیشہا شیر بودی شیر شو در بیشہا

یعنی تو فکر و غی غذا و قوت ہو جا تو (پہلے) شیر (خورا) تھا اب جنگلون میں شیر ہو جا یعنی پہلے تو تو بالکل ضعیف تھا  
اور اب اجزا انسانیت میں داخل ہو کر تو قوی ہو جا۔ اور جس طرح جنگلون میں شیر قوی ہوتا ہے اسی طرح تو بھی قوی  
ہو جا۔ اور یہ سب حاصل جب ہو گا جب ان مجاہدات میں ثابت قدم رہے گا۔ اور ان سے گھبراوینگا نہیں  
لہذا تجھے چاہئے کہ پریشان مت ہو۔



## شرح حبیبی

از صفاتش رستہ و اللہ نخست  
 ز ابرو و خورشید و ز گردون آمدی  
 در صفاتش باز روحا لاک چیست  
 پس شدی اوصاف و گردون بر شدی  
 آمدی در صورت ہار ان و تاب  
 نی روی اند صفات مستطاب  
 جزو شمس و ابرو و انجہا ہدی  
 نفس و فعل و قول و فکر تھا شدی

ہیکم اوس چنے سے کہتی ہے کہ تو متغزی ہی کی صفات سے پیدا ہوا تھا کیونکہ اوس نے تجھے جو تا بویا تھا اب تو اوس کی صفات میں واپس چلا جا اور پھر اوس کی صفت بنجا کیونکہ کل شے پر روح الی اصلہ۔ دیکھ تو اولگا ابرو اور آفتاب اور آسمان سے آیا تھا کیونکہ ابر کے پانی نے سیراب کیا سو روح نے گرمی پو پچائی اور ضلع فلکیہ نے اپنا کام کیا تا تب تو ہوا۔ لیکن جبکہ تو متغزی کی صفت بنجا و جگا تو تجھے پہلے سے بھی زیادہ شرف حاصل ہوگا۔ اور تو انسان کے تاج ہو کر اشراف المخلوقات بنجا و جگا۔ پس پہلے تو تیری یہ حالت تھی کہ بارش اور گرمی سے پیدا ہوا تھا اور اب تکلیف کی برکت سے یہ حالت ہو گئی کہ تو عمدہ صفات میں شامل ہوگا اور اول تو تو آفتاب ابر اور ستاروں کا جزو تھا اور اب ذات شریفہ انسانی اور اوس کا قول و فعل اور اوس کے خیالات بنے گا۔ بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا اور یہ سب انہیں تکالیف کی برکت ہے جن سے تو بھاگتا ہے۔

## شرح شبیری

از صفاتش رستہ و اللہ نخست  
 در صفاتش باز روحا لاک چیست

یعنی تو تو اول سے اوس کی صفات سے پیدا ہوا ہے تو اوس کی صفات میں پھر جولا لاک و چٹ ہو کر چلا جا مطلب یہ ہے کہ تمام عالم انسان ہی کے لئے پیدا ہوا ہے اور تمام عالم منظر ہے حق تعالیٰ کی صفات کا اور منظر اتم صفات حق کا انسان ہے تو گویا ایک طرح سے یہ تمام عالم صفات انسانی کا بھی منظر ہوئے تو فرماتے ہیں کہ اے چنے تو تو اس انسان ہی کی صفات کا ایک منظر ہے تو جب اول سے اوس کی صفات کا منظر ہے تو اب تجھے اوس کے اندر جانے سے کیوں خوف معلوم ہوتا ہے۔ تجھے چاہئے کہ شوق و ذوق سے اوس کے اندر جانے کی اور اوس کا جز بننے کی خواہش کرے۔ اور اوس کا جز و اسی طرح بن سکتا ہے جب ان بجا ہوت کو برداشت کرے۔ لہذا ان سے مت گھبر۔ اسی طرح انسان کا دل جب ہو سکتا ہے اور حق تعالیٰ کا مقرب اوس وقت ہوگا جبکہ بجا ہوت و ریاضات سے گھبرائے نہیں بلکہ صبر و شکر کیساتھ اوس کو برداشت کرے۔ تو پھر وہ مقرب حق ہو جاوے گا۔ اور پھر اوس کے افعال و اقوال تمام افعال و اقوال حق

ہی ہوں گے۔ آگے نہ ملتے ہیں کہ

جزو شمس و ابرو انجہا بُدی نفس و فعل و قول و فکر تھا شری

یعنی تو پہلے سورج اور ابرو درستاروں کا جزو تھا (اور اب) نفس اور فعل اور قول اور انکار ہو گیا ہے مطلب یہ کہ کہتے ہیں کہ اے چنے تو پہلے تو عناصر کا جزو تھا اور وہ تیرے اصول تھے اور اب انسان کا جزو بن کر تو افعال و اقوال و فیوض ہو گیا ہے کیونکہ اس کی صفات میں داخل ہو گیا۔ اور اس کی یہی صفات ہیں اور یہ سب اس بجا ہر ہی سے حاصل ہوا ہے۔

زابر و خورشید و زگردون آمدی پس شری صاف و زگردون بر شری

یعنی ابرو و خورشید اور گردون سے آیا ہے تو پھر صاف ہو گیا ہے تو اگردون سے جبہ گیا ہے۔ مطلب یہ کہ اول تو عناصر سے پیدا ہوا تھا لیکن پھر مجاہدات سے صفائی حاصل کر کے تو گردون سے بھی حالی ہو گیا ہے اور اس سے بھی گزر گیا ہے۔

آمدی در صورت باران و تاب میروی اندر صفات مستطاب

یعنی تو بارش اور تابش (آفتاب) کی صورت میں آیا ہے اور (اب) صفات حق میں جا رہا ہے مطلب وہی کہ اول تو عناصر سے پیدا ہوا تھا اور اب صفات انسانی میں داخل ہو رہا ہے جو مظهر اتم حق تعالیٰ کا ہے۔

## شرح حبیبی

ہستے حیوان شد از مرگ نبات راست آمد اقلونی یا ثقات

چون چنین بردیست مارا البدمات راست آمدان فی قتل حیات

قول و فعل و صدق شد قوت ملک تا بدین معراج شد سوئے فلک

آہنچنان کان طوعہ شد قوت بشر از جہادے بر شد و شد جہانور

این سخن را ترجمہ پہنا و رہے گفتہ آید در مقام دیگرے

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ نبات مرگ حیوان بن گیا۔ پس اس سے منصوبے کے قول اقلونی یا ثقات کا درست اور بجا ہونا ظاہر ہو گیا کیونکہ معلوم ہو گیا کہ موت ترقی کا ذریعہ ہے اور ترقی کے آرزو ہر ایک کرنا ہے اور جبکہ حکومت کے بعد ایک اعلیٰ حیات ملنے والی ہے تو اس کے قول ان فی قتل حیات کی واقعت بھی ظاہر ہو گئی۔ موت ترقی کا ذریعہ ہے اس کی تصدیق تم کو اس سے بھی ہو گی کہ اقوال و افعال اور صدق : ملائک بنتے ہیں اور اس طرح سے فنا ہوتے ہیں۔ تو ان کو اس ذریعہ سے معراج

آسمانی حاصل ہوتی ہے اور وہ جزو ملک بنکر آسمان میں رہتے ہیں انکی یہ ترقی ایسی ہی ہے جیسے کہ غزلے جسمانی کی ترقی کی کہ وہ انسانوں کی غذا بن کر جاندار بن جاتی ہے اس گفتگو کی تفصیل بہت وسیع ہے جو یہاں نہیں آسکتی اس لئے کسی دوسرے مقام پر غزلے کا با تو بیان کیجا دیگی۔

## شرح شبیری

ہستے حیوان شد از مرگ نبات راست آمد اقلو فی یا ثقات

یعنی حیوان کی ہستی نبات کے مرنے سے ہوتی ہے تو اقلو نے یا ثقات درست آیا ہے مطلب یہ ہے کہ ایک شے کے فنا کے بعد ترقی ہونا کوئی بعید نہیں ہے اسلئے کہ دیکھو اول تو نباتات ہوتے ہیں جب وہ فنا ہو کر جزا انسانی بن جاتے ہیں تو دیکھو اوکو ترقی ہوتی ہے تو نباتیت سے حیوانیت میں داخل ہو جاتے ہیں تو منصور کا اقلو فی ان کہنا صحیح ہے اسلئے کہ اوں کا مطلب یہ تھا کہ مجھے مار ڈالو تو میں فنا ہو کر ترقی کر دوں گا اور حیوانیت سے بھی آگے بڑھوں گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

چون چنین بر ویست مارا بعدیات راست آمد ان فی قشلی حیات

یعنی جبکہ فنا کے بعد ہائے لئے ایسی بقا ہے تو یہ بات سچ ہے کہ میرے قتل میں حیات ہے یعنی منصور کا کہنا کہ ان فی قشلی الخ یہ بالکل صحیح ہے اسلئے کہ بعد فنا کے بقا حاصل ہوتی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

فعل و قول و صدق شد قوت ملک تا بدین معراج شد سوئے فلک

یعنی فرشتہ کی غذا فعل و قول اور صدق ہوئی یہاں تک کہ وہ اُس معراج کی وجہ سے آسمان کی طرف چلا گیا اور مطلب یہ کہ دیکھو فرشتہ نے جو اپنی غذا فعل و قول وغیرہ کو بنایا تو یہ اشیاء اور اس کی غذا ہونے کی وجہ سے فنا ہو گئیں اور اوس کے بعد اوس کو درج ملکیت کا حاصل ہو گیا۔ تو یہاں سے بھی وہی بقا بعد الفناء کا مسئلہ ہوا آگے تقریباً فہم کیلئے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

آنچنان کان طعمہ شد قوت بشر از جماوے بر شد و شد جانور

یعنی جس طرح کہ وہ لقمہ انسان کی روزی ہوئی تو وہ حادیت سے صلا اور جانور ہو گیا۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ دیکھو انسان کی غذا جو لقمہ وغیرہ ہوئی تو وہ غذا بن کر فنا ہو گئی اور اوس فنا کے بعد وہ بشر ہو گیا اور وہی اجزا نباتی انسان بن گئے۔ اور نباتیت سے درج بشریت کا حاصل ہو گیا اب اس مضمون کو ختم فرمانا چاہتے ہیں لہذا فرماتے ہیں کہ۔

این سخن را ترجمہ پہنا ورے گفتمہ آید در حدیث دیگرے

یعنی اس بات کا پورا پورا بیان کسی دوسری جگہ بیان کیا جاوے گا۔ اب آگے ایک مضمون ارشادی بطور نتیجہ کے بیان فرماتے ہیں کہ۔

## شرح حبیبی

کاروان دائم زگردون میرسد [ ] تا تجارت میکند و امیرود  
پس برو شیرین و خوش با اختیار [ ] نے تبلیغی و کراہت دزد و وار  
اب مولانا مضمون سابق کے مناسب نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا میں مہتمم اقام عارضی ہے اور  
اصل وطن تمہارا عالم غیب ہے کیونکہ عالم غیب سے یہاں قافلہ محض تجارت اور کسب اعمال کیلئے آیا ہے  
پس تم یہاں دل نہ لگاؤ اور عالم غیب کو جانے کیلئے تیار رہو اور وہاں خوش خوش اور اپنی خوشی سے جاؤ نہ کہ  
ناگواری اور نفرت اور رنج کے ساتھ کیونکہ جانا تو پڑے ہی گا پھر ناگواری وغیرہ بے سود ہے۔

## شرح شبیری

کاروان دائم زگردون میرسد [ ] تا تجارت میکند و امیرود  
یعنی قافلہ ہمیشہ آسمان سے پہنچتا ہے یہاں تک کہ تجارت کرتا ہے اور چلا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ روز  
شب آمد و رفت اس عالم سے اس عالم میں اور بالعکس ہوتا رہتا ہے اور آخر جانا تو ضرور ہے ہی اس سے  
تو چارہ نہیں لہذا تجھے چاہیے کہ۔

پس برو شیرین و خوش با اختیار [ ] نے تبلیغی و کراہت دزد و وار  
یعنی پس تو شیرین اور خوش (اپنے) اختیار سے چلا جانے کی سختی اور کراہت سے چور و غی طرح مطلب یہ کہ جب  
جانا ہی ہے تو پھر زبردستی کپڑے ہوئے جاؤ اس سے کیا فائدہ ہے بہتر ہے کہ خود اپنے اختیار ہی سے جاؤ۔

## شرح حبیبی

زان حدیث تلخ مے گویم تڑا	تا ز تلخہا فسرد شویم ترا
ز آب سردا نگورافسردہ زہد	سردی و افسردگی بیرون ہند
تو ز تلخی چونکہ دل پر خون شوی	پس ز تلخہا ہمہ بیرون شوی
ہر کہ او اندر بلا صا بر نشد	مقبل این درگہ فاخر نشد

فارغ آئی گمہ توریزند حل  
سگ شکاری نیست اور اطوق نیست

اب بی بی کہتی ہے کہ میں تم سے کڑوی کڑوی باتیں اسلئے کرتی ہوں کہ اس سے تیری ساری بدمزگی دور ہو جائے اور یہ سرد مہری کی باتیں اس لئے کہتی ہوں کہ قاعدہ ہے کہ جب انگور چھا جاتا ہے تو اس سے سرد پانی میں ڈالتے ہیں اور اس سے دھتر و تازہ ہو جاتا ہے اور سردی و افسردگی سے کوہِ کراک گ ہو جاتا ہے پس جبکہ تو تلخی سے تلخیں ہو گا تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ساری تلخیوں سے الگ ہو جاوے گا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو جو بلاؤں پر صبر نہیں کرتا جن میں تلخی نصیحت بھی داخل ہے تو وہ ہرگز درگاہِ عالی حق سبحانہ میں مقبول نہیں ہوتا۔ پس اگر تم پر سرکہ ڈالیں اور کوئی تکلیف پہنچائیں تو تم کہنے لگے کہ ہنا چاہئے اور پریشان نہ ہونا چاہئے جب تم ایسا کرو گے تو شہد کی طرح شیرینی سے لبریز ہو جاؤ گے دیکھو جو کتا شکاری نہیں ہوتا اس کے اگلے میں طوق نہیں ہوتا اور جو طعام کچھا اور غیر پختہ ہوتا ہے اس میں مزہ نہیں ہوتا علیٰ ہذا جو شخص کہ مصائب میں مبتلا نہیں ہوتا وہ اہل کمال نہیں ہوتا لہذا سابر اغلب کمال کے لئے ابتلا بالمصائب ضروری ہے پس طالب کمال کو بلاؤں سے پریشان نہ ہونا چاہئے۔

## شرح شبیری

زان حدیث تلخ مے گویم ترا تاز تلخ بہانہ سرد شویم ترا

یعنی میں اسی وجہ سے سخت تجھے کہہ رہا ہوں تاکہ تجھے تلخیوں سے دھو دھو کر مطلب یہ کہ میں جو تجھے مجاہدات و ریاضات میں مشغول کر رہا ہوں اور تجھے پر سختی کر رہا ہوں اس کی بھی وجہ ہے کہ میں تجھے سختیوں کا عادی کر تا ہوں تاکہ تو پھر سختیوں سے گھبرائے نہیں آگے اس تلخی سے دوسری تلخی کے عادی ہو چکی مثال فرماتے ہیں کہ

ز آب سرد انگور افسردہ زہد سردی و افسردگی بیرون نہد

یعنی ٹھنڈے پانی سے افسردہ انگور پیدا ہوتا ہے تو سردی اور افسردگی کو باہر رکھ دیتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو انگور ٹھنڈے پانی سے پیدا ہوتا ہے اور خود بھی افسردہ ہوتا ہے لیکن پھر جب اس کو پکایا جاتا ہے اور درست کر کے اس کی شراب بنائی جاتی ہے تو اس کی ساری سردی و خیرہ جاتی رہتی ہے اور اس کے اندر حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور جوش و خروش آ جاتا ہے۔

تو ز تلخی چونکہ دل پر خون شوی پس ز تلخی ہا ہمہ بیرون شوی

یعنی جبکہ تلخی سے تو پر آگندہ دل ہوتا ہے پس تلخیوں سے بالکل باہر ہو جاوے گا۔

فارغ آئی گریز ریزہ غسل آ زمان شیریں شوی همچون گل  
یعنی اگر تجھ پر سرگردا لین دینی تجھ پر بلا ڈالیں تو تو فارغ رہ اور وقت تو شبہ کی طرح شیریں ہوگا یعنی اگر تو  
بلاؤن میں صابر رہے تو تیری زندگی شیریں ہو جائے آگے فرماتے ہیں کہ

ہر کہ او اندر بلا صابر نشد مقبل این درگاہ فاضل نشد  
یعنی جو شخص کہ بلاؤن میں صابر نہیں ہوا وہ اس درگاہ فاضل کا مقبل نہیں ہوا یعنی جس نے کہ صبر نہ کیا وہ اس درگاہ  
خداوندی میں مقبول نہیں ہو سکتا ہے آگے بلاؤن میں صابر ہونے والے کے مقبول ہونے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ  
سگ شکاری نیست اور اطاق نیست خام فنا جو شید جز بے ذوق نیست  
یعنی کتا شکاری نہیں ہوتا اور اس کے طوق نہیں ہوتا اور جو خام اور غیر مجتہد ہے وہ سوائے بے ذوق کے نہیں ہے  
مطلب یہ کہ دیکھو کتا جب شکاری ہوتا ہے اور بلاؤن میں مبتلا ہوتا ہے جب ہی اس کے گلے میں پٹا ڈالتے ہیں  
ورنہ ویسے ہی رہتا ہے اور کوئی شے جب تک خام رہتی ہے اس وقت تک یوں ہی بے ذوق رہتی ہے اور  
جب آگ میں پختہ ہو جاتی ہے تو اس کے اندر مزہ پیدا ہو جاتا ہے آگے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ جب مومن  
کو بلاؤن کی مصلحت معلوم ہو جاتی ہے تو وہ بہت آسانی سے صابر ہو جاتا ہے۔

## شرح حبیبی

آن خود گفت ازین ستایستی	خوش بچشم یاریم ده استی
تو درین جوشش چو عسائیستی	کفچلیزم زن کہ لب خوش میر
ہمچو پیلیم بر سرم زن زخم و داغ	تا نہ بینم خواب ہندوستان و باغ
تا کہ خود را درد ہم در جوشش من	تا رہے یا یکم درین آغوش من
زانکہ انسان در غنا طاعنی شود	ہمچو پیل خواب بین با عنی شود
پیل چون در خواب بیند ہند را	پیلیا نرا نشد اردو عنا

خیر تو نے بے گھر کی نصیحت سن کر کہا کہ اگر یہی بات ہے تو مجھے خوب پکارا دیر سے جزو انسان بننے پر اعانت کو تو  
اپنے فعل میں مصیب ہے اور اس پکارت میں میری مصلحت ہے ہاں خوب ڈوسیاں مار کہ مجھے تیری مار بہت اچھی معلوم  
ہوتی ہے میں ہاتھی کی کش ہوں لہذا تیرے سر پر خوب آنکس لگا کہ میں ہندوستان یعنی اپنے وطن اصلی  
اور باغ کو خواب میں دیکھ کر مست اور سرکش نہ ہو جاؤں اور تاکہ خوب اچھی طرح اپنے کو پختہ کر لوں تاکہ اس  
ذلیہ سے میں آغوش انسانیت میں چلا جاؤں اب سمجھو کہ یہی وجہ ہے کہ انسان کو مبتلائے مصائب کیا

جاتا ہے کیونکہ وہ بے فکری میں سرکش ہو جاتا ہے اور ہندوستان کو خواب میں دیکھنے والے ہاتھی کی طرح ہاتھی ہو جاتا ہے قاعدہ ہے کہ جب ہاتھی ہندوستان کو خواب میں دیکھتا ہے تو ہاتھی بال کی بات نہیں سنتا اور مقابلے کے لیے تیار ہو جاتا ہے یہی حالت انسان کی ہے کہ جب وہ لشر راحت میں مست ہوتا ہے تو پھر کسی ناخ اور خیر خواہ کی بات نہیں سنتا لہذا مصائب کی ضرورت ہے تاکہ وہ سرکش نہ ہونے پائے۔

## شرح شبیری

مومن کی جب وہ بلا پر واقف ہو جائے صابر ہوئیگی ایک مثال

آن خود گفت اگر چنین مت ایستی خوش بخوشم یاریم وہ راستی  
یعنی اوس چنے نے کہا کہ اے بی بی اگر اس طرح ہے تو میں اچھی طرح جوش دکھاتا ہوں تو مجھے خوب بھی طرح درست کو دکھاتا ہے کہ  
تو درین خوشش جو مہار منی کچھ لیزم زن کہ میں خوش میزنی  
یعنی اس جوش دینے میں تو مثل سمار میرے کے ہے تو کنگیر مار کہ تو خوب مار رہی ہے مطلب یہ کہ وہ کہتا ہے کہ جب یہ بات ہے تو اب تو تو اس جوش دینے میں مجھے سنوار رہی ہے تو پھر کیا ہے خوب جوش دے اور خوب مجھے میرے اندر مار تاکہ میری خوب اصلاح ہو اسی طرح جب مومن دیکھتا ہے کہ مرشدان مجاہدات سے میری اصلاح کر رہا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ خوب مجاہدات و ریاضات ہیں مجھے مشغول رکھتا کہ میری خوب اصلاح ہو گا کہتا ہے کہ  
پہچو پسلم بر سر زن ز جسم و داغ تانہ بلیم خواب ہندوستان باغ

یعنی ہاتھی کی طرح میرے سر پر زخم اور داغ لگانا کہ میں ہندوستان اور باغ کا خواب نہ دیکھوں یہ مشہور ہے کہ چونکہ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے تو اگر اس کو کسی اور ملک میں لیجاتے ہیں اور یہ خواب میں ہندوستان کو دیکھ لیتا ہے تو اس قدر مست ہوتا ہے کہ پھر بیل بان وغیرہ کی کسی کی نہیں سنتا تو اوس وقت اوس کے سر پر داغ لگاتے ہیں جس سے یہ درست ہو جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں بھی بہت زیادہ سرکش اور طاغی ہو گیا ہوں اے مرشد مجھے بھی مجاہدات و ریاضات میں مبتلا کر تاکہ میرے اندر سے بھی یہ طغیان اور بغاوت نکل جاویے اور ناسوت کی حرقت و جذبہ رہے اسی حالت ہو جائے کہ

تاکہ خود را در دہم در جوش من تار ہے یا کم درین آغوش من

یعنی تاکہ میں اپنے جوش میں دیدوں اور تاکہ میں اس آغوش میں رہاؤں مطلب یہ کہ تو مجاہدات میں مجھے مشغول کر تاکہ میں اس کا مادی ہو جاؤں اور اے مرشد تیری آغوش میں رہ کر ان بلیات مہم سے رہاؤں



اور یہ طغیان میرے سر سے باہر ہو گئے اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جو مجاہدات میں مشغول کرنے کی تم سے درخواست کرتے ہیں وہ اس وجہ سے ہے کہ

زانکہ انسان در عین طاعتی نشود سچو پیل خواب بین ماعنی نشود

یعنی اس لئے کہ انسان بے فکری میں باقی ہو جاتا ہے اور خواب دیکھنے والے ہاتھی کی طرح ناخرمانی ہو جاتا ہے تو پس جب مجاہدات دریا صافات کر گیا تو وہ بے فکری نہ رہی اور وہ بناوٹ اور اطمینان جاتا رہیگا۔

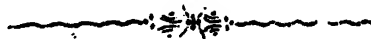
پیل چون در خواب ہمیں نہندرا پیل بان را نشود آرو عینا

یعنی ہاتھی جب خواب میں ہندو دیکھ لیتا ہے تو ہاتھی بان کی سُننا نہیں ہے اور سر کشی لاتا ہے (ہند سے مراد ناسوت ہے) مطلب یہ کہ جب انسان عالم ناسوت کی غفلت تو جہ کرتا ہے تو پھر رشد کی طرف سے توجہ نہ جاتی ہے اور سر کش ہو جاتا ہے تو پھر مجاہدات کی ضرورت ہوتی ہے آگے پھر اسی خود ادا کہ بان کا قہر بطور تشبیل کے بیان فرماتے ہیں

### شرح حبیبی

آنستی گوید دراکہ پیش ازین	من چو تو بودم زاجس زائی زمین
چون پو شیدم جہاز آذری	پس پذیرا گشتم و اندر خورے
مردے جو شیدہ ام اندر زمین	مدتے دیگر درون و یگ تن
زمین دو جوشش قوت صہاشدم	روح گشتم پس خرا استاشدم
در جادے گفتے زان میروی	تا شوی علم و صفات معنوی
چون شدی تو روح پس باروگر	جوش دیگر کن ز حیوانی گذر

اس کے بعد وہ عورت کہتی ہے کہ تجھی پر مصیبت نہیں ہے بلکہ اس سے پیشتر میں بھی تیری ہی مثل زمین کا جو رو اور خاک تھی اسکے بعد میں نے بھی آتش بپاس پہنا اس سے میں مقبول طبع اور قابل قبول ہوتی ہوں ایک عرصہ تک میں نے بدن سے باہر تاؤ کھائے ہیں اس کے بعد بدن میں آئی تو وہاں تاؤ کھائے ہیں ان دونوں کے مابین کے بعد میں صاحب جسمائے قوی ہوئی ہوں۔ اور جاندار بن کر تیری اوستا دینی ہوں۔ جب میں مجاہدتی اس وقت میں اپنے دل میں کہتی تھی کہ تو اس لئے ترقی کر رہی ہے کہ ایک روز صاحب کمال انسان کا علم اور اس کی صفت بچائے اب کہتی ہوں کہ جب تو جاندار بن گئی تو پھر تاؤ کہاں اور حیوانیت سے تجھ اور کر کے کچھ اور بنا جا۔



# شرح شبیری

بی بی کا چنے سے معذرت کرنا اور اس کو جوش دینے کی حکمت

## کابیان کرنا

آن سستی گوید و را کہ پیش ازین من چو تو بودم ز اجسرای زمین  
یعنی وہ بی بی اوس چنے سے کہتی ہے کہ اس سے پہلے میں تیری ہی طرح اجرائے زمین سے تھی۔ یعنی اوس نے  
کہا کہ جس طرح کہ تو اس وقت نباتات میں سے ہے اسی طرح پہلے میں بھی مجموعہ عناصر کا تھی۔

چون بہوشیدم جہا ز آذری پس پذیرا گشتم و اندر خوری  
یعنی جب میں نے آگ کا سامان پہنا تو میں مقبول اور لائق ہو گئی۔ (جہا ز آذری سے وہ غذا میں وغیرہ مراد ہیں  
جو کہ انسان بعد آگ کے پختہ کر دینے کے کھاتا پیتا ہے اور پھر سمدہ کے اندر جا کر وہ پختی ہیں) مطلب یہ ہوا  
کہ جب میں نے بھی جھنڈی کی ہیں اور بہت سی مشکلیں برداشت کی ہیں اوس وقت اوس نباتیت سے ٹکرا  
جامہ انسانی میں آئی ہوں ورنہ پہلے میں بھی نباتات ہی سے تھی۔

مدتے جو شیدہ ام اندر زمن مدتے دیگر درون دیگر تن  
یعنی ایک مدت تک زمانہ میں میں نے جوش کیا ہے اور ایک دوسری مدت دیگر تن میں مطلب یہ کہ ایک  
مرت تک مجاہدات وغیرہ کئے ہیں جب ایسی حالت ہو گئی ہے۔

زین دوجوش قوت جہا شدیم روح گشتم پس ترا استا شدیم  
یعنی ان دونوں جوشوں سے میں قوت حواس ہو گئی اور روح ہو گئی پھر تیری اوستاد ہو گئی مطلب یہ کہ بہت  
مجاہدات تو ایسے کئے جو کہ بدن سے خارج تھے اور خارجی چیزوں میں پخت و پیر ہوتا رہا۔ اوس کے بعد کچھ دیکھے  
لئے خدا اپنے جسم کے تغیر تبدیل میں رہی ہوں تب یہ مرتبہ حاصل ہوا ہے کہ آج تیری مرلی اور تیری اوستاد بکر بنی ہوں۔

در جمائے گفتمے زان میروی تا شوی علم وصفات معنوی  
یعنی جادیت میں میں آتی تھی کہ تو اس لئے جا رہا ہے تاکہ تو علم اور صفات معنوی بن جاوے یعنی بی بی کہتی ہے  
کہ تو جو جادیت میں حرکت کر رہا تھا تو وہ اس لئے تھا کہ تو علم و صفات معنوی بن جائے یعنی بشریت تکمیل حاصل ہو جائے  
چون شدی تو روح پس باز درگوش دیگر کن ز حیوانی گذر

یعنی جبکہ توح ہو گیا تو دوسری مرتبہ دوسرا جوش کو اور حیوانیت سے گزر جا۔ یعنی اول حیوانیت سے حیوانیت اور بشریت کے مرتبہ کو پہنچا تھا اب دوسری حرکت کرنا کہ اس سے گزر کر تیسرے مرتبہ اعلیٰ میں پہنچ جائے اور مرتبہ ملکوتی تک حاصل ہو جائے اب چونکہ ان باتوں سے غلط فہمی ہو جانا ممکن تھا اسلئے فرماتے ہیں کہ۔

## شرح حبیبی

از خدا میخواہ تا زین نکتہ  
زانکہ از قرآن بسے گمراہ شدند  
مر رس را نیست جرمے اے عنود  
جانب آن عاشق بے غولیش ران

در نہ لغزی درسی در منتہا  
زان رسن قومے درون چہ شدند  
چون ترا سوداے سر بالا نبود  
کہ دران مسجد چہ کردا امتحان

اب چونکہ ساخت کو غلط فہمی پیدا ہوئے کا اندیشہ ہوا کہ مبادا کہیں حق سبحانہ کے ساتھ اتحاد ذاتی نہ سمجھ جائے اسلئے فرماتے ہیں کہ خدا سے دعا کر کہ کہیں ان نکتوں سے تیری فہم لغزش نہ کھا جائے اور تو اصل مقصد تک پہنچ جاوے۔ کیونکہ میری شنی کا طرز بیان ایسا ہی ہے جیسے قرآن کا اور قرآن سے بھی بہت سے لوگ گمراہ ہو گئے ہیں اور اسی رستی کو پکڑ کر لوگ کنوین میں اتر گئے ہیں تو یہ رستی کا قصور نہیں بلکہ یہ تمہارا قصور ہے کہ تم اس کو پکڑ کر اوپر کو کیوں نہ چلے نیچے کو کیوں اترے یعنی تو اے شریعہ کا لحاظ کر کے تم نے اس سے معافی کیوں نہ اخذ کئے اور تفسیر بالرائی میں کیوں مبتلا ہو گئے پس یہی حالت شنی کی ہے اچھا اس مضمون کو ختم کرو اور اس عاشق بخون کی طرف چلو اور دیکھو کہ اس آدائش میں مسجد میں جا کر اس نے کیا کیا۔

## شرح شبیری

از خدا می خواہ تا زین نکتہ  
زانکہ از قرآن بسے گمراہ شدند

یعنی خدا سے (توفیق) مانگ تا کہ ان نکتوں سے تو بہرسل نہ جائے اور منتہا کو پہنچ جائے۔

مر رس را نیست جرمے اے عنود  
چون ترا سوداے سر بالا نبود

یعنی اسلئے کہ قرآن سے بہت گمراہ ہو چکے ہیں ادا اس رستی سے ایک قوم کنوین میں چلی گئی ہے

از خدا می خواہ تا زین نکتہ  
زانکہ از قرآن بسے گمراہ شدند

یعنی اے معاند رستی کی اس میں کوئی خطا نہیں ہے جبکہ تجھے ہی اوپر ادبہر نے خیال نہ ہو یہ مطلب یہ ہے کہ اگر

کنوین میں ایک رستی نکلی ہوئی ہو تو اس کو پکڑ کر بعض تو ایسے لوگ ہوں گے کہ وہ کنوین سے اوپر نکل آدین گئے

اور بعض ایسے ہونگے کہ اوی رسی کے سہائے کنوین کے اندر چلے جاوین گے مگر اس میں رسی کی کوئی خطا اور آوین کوئی کمی نہیں ہے اسی طرح قرآن سے بعض نے تو ہدایت پائی اور بعض گمراہ ہوئے تو جب قرآن سے بھی لوگ گمراہ ہوئے ہیں تو اگر مشنوی شریف سے گمراہ ہو جاوین تو کیا عجب ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ خدا سے توفیق ہدایت کی دعا کرو کہ میں غلط فہمی نہ ہو جاوے اب آگے اوس مسجد کے جہان کا قصہ بیان فرمانا شروع کرتے ہیں فرماتے ہیں

جانب آن عاشق بے خویش راں کہ دوران مسجد چہ کرد از امتحان  
یعنی (کلام کو) اوس عاشق بخود کی طرف چلاؤ کہ اوس نے امتحان سے اوس مسجد میں کیا کیا۔

## شرح جیبی

گفت خے خیم درین مسجد شہب  
کعبہ حاجت روائے من مشوی  
تارن بازی کسم منصور وار  
می نہ خواہد غوث در آتش خلیل  
بہترم چون خود و عنبر سوختہ  
چون برادر یا سادری میکی  
من د آن جام کہ گرد و بیش و کم  
آتش بود و جوہر ہم شد تلف  
تا ابد معمور دہسم عامر بدے  
پر تو آتش بودے عین آن  
پر تو و سایہ و یست اندر زمین  
سوئے معدن باز میگردد شتاب  
سایہ ات کو تہ دے یکدم دراز  
عکس ہوا و اکشت سوئے اجات

آن غریب شہر سرا لا طلب  
مسجد اگر کہ بلائے من مشوی  
ہین مرا مگذارے بگنجدیدہ یار  
گر شدید اندر نصیحت جبریل  
جبریل را رو کہ من انس و جنہ  
جبریل را کہ چہ یاری سے کنی  
اے برادر من بر آذر جاہم  
جان جیواقی فراید از علف  
گر نکشتے بہیزم او مشویمے  
باد سوزان مست این آتش بدان  
عین آتش در شیرامد یقین  
لاجرم پر تو نہ پاید ز اضطراب  
قامت تو بر تر آمد بساز  
زانکہ در سر تو نیا بد کس شبات

ہاں تو اوس مسافر نے جو کہ شہر شہب یعنی عالم بالا کا طالب تھا۔ ہی کہا کہ کچھ جوہر میں تو اسی مسجد میں رات کو سوئے گا  
اے مسجد اگر تو میرے لئے کہ بلا کی طرح بھی کل مصائب ہو جائے تو میں بچوں گا کہ تو میرا کعبہ ہے جو کہ میرا  
کام بنانے والا ہے اچھا لے نصیحت گراں تو مجھے چھوڑنا کہ میں موت کے مزین جاؤں اور منصور کی طرح

سولی پر چڑھ کر تماشا کروں اگر آپ لوگ میرے لئے نصیحت میں جبرئیل کی مانند ہیں تو میں خلیل کی مانند آپ سے طالب مدد نہیں اور اے استہبابہ جبرئیل تم جاؤ کہ میں آتش بلا میں جلا ہوا ہوں اچھا ہوں جس طرح کہ عود وغیرہ جلا ہوا اچھا ہوتا ہے اور اے جبرئیل کے مشابہ لوگو تم اگرچہ میری مدد کرتے ہو اور بھائیوں کی طرح میرا خیال کرتے ہو لیکن بھائیو خیال رکھو کہ میں آتش بلا یا پر بہت خوب چل سکتا ہوں کیونکہ میں وہ جان نہیں ہوں جو کم و بیش ہو سکے کیونکہ وہ جان حیوانی ہے جو خاک سے بڑھتی ہے اور وہ آگ تہی لہذا ایندھن کی طرح تلف ہو گئی۔ (ف) اس شعر میں جان حیوانی کو آگ کہا گیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ جس طرح یہ آگ بوجہ اس کے کہ درپا نہیں ہے بلکہ میز کی طرح جو کہ آگ سے فنا ہو جاتی ہے خود یہ آگ بھی فنا ہو جاتی ہے اسی طرح جان حیوانی بھی بوجہ اس کے کہ یہ اصلی جان نہیں ہے اصلی جان دوسری ہے تلف ہو جاتی ہے۔

اب مولانا مضمون ارشاد کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر جان آتش شہوت و غضب کا ایندھن نہ بن جائے تو اس سے بہت عمدہ آثار پیدا ہوتے اور وہ ہمیشہ کیلئے خود بھی فیوض سے مالا مال ہوتی اور دوسروں کو بھی مالا مال کرتی اب بولتا اوس آتش شہوت و غضب کا فانی اور ناقابل التفات ہونا اور اس کی اصل یعنی رب ذوالجلال کا باقی اور قابل توجہ ہونا بیان کرتے ہیں مگر اوس کو آتش حسی کی تمثیل سے بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو آتش متعارف واقعی آگ نہیں ہے بلکہ اھلثا ہوا ہے جو مشتعل ہو کر آگ بن گئی ہے اسلئے حقیقی آگ کا پرتو ہے نہ خود آگ بلکہ حقیقی آگ کو کرہ نارہن ہے اور یہ زمین پر اوس کا ظل اور اوس کی شبیہ ہے جبکہ یہ اصل آگ کا ظل ہوئی تو لازم ہے کہ اپنے کرہ کی طرف لوٹنے کیلئے پیچیں ہو اور بالآخر نہ ٹھہر سکے اور بہت جلد اپنے کرہ کی طرف لوٹ جائے تم اپنے قد ہی کو دیکھ لو کہ وہ اصل ہے اسلئے قائم اور برقرار رہتا ہے لیکن تمہارا سایہ کبھی لمبا ہوتا ہے اور کبھی گھٹتا ہے اور بالآخر اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ اور خود فنا ہو جاتا ہے پس چونکہ یہ قاعدہ عام ہے کہ ظل قائم نہیں رہ سکتا۔ اسی لئے تمام ظلال و عکوس اپنی اصول کی طرف لوٹ جاتے اور خود فنا ہو جاتے ہیں جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ آتش شہوت و غضب جس پر تم عاشق ہو اور اپنی روح کو تھمتے اس کا ایندھن بننا یا ہے وہ ایک ظل اور پرتو ہے جس سحانہ کا جس کو ایک دن فنا ہونا اور اپنی اصل کی طرف لوٹ جانا لازم ہے پس اس میں کیوں دل پھنساتے ہو اصل ہی سے جی کیوں نہیں لگاتے جس کے لئے کبھی فنا نہیں۔ (ف) یاد رکھو کہ جان حیوانی فزایہ از علف الخ میں جان حیوانی سے وہ روح مراد ہے جو صفات بہیمیہ سے مغلوب ہو خواہ اوس کی حقیقت مجازات لطیفہ ہوں یا کچھ اور۔ اور اوس روح انسانی کو بھی شامل ہے جو غلبہ صفات بہیمیہ سے اپنے مزاج اصلی سے متغیر ہو گئی ہے۔

## شرح شبیری

اوس مسجد والے یہاں کے قصہ کا بقیہ اور اس کے عزم

کے ثبات و صدق کے بیان میں

آن غریبے شہر سر بالا طلب گفت فی خیمہ درین مسجد شب

یعنی اوس مسافر شہر بالا کو طلب کرنے والے نے کہا کہ میں رات کو اسی مسجد میں سوتا ہوں۔ (چونکہ یہ شخص اہل دل معلوم ہوتا ہے اسلئے اس کو غریب شہر سر لکھ دیا یعنی یہ باشندہ تو شہر سر کا تھا مگر یہاں آکر ایک مسافر کی حیثیت رکھتا ہے) آخر حکایت سے کہا کہ میں تو رات کو اسی مسجد میں سوتا ہوں۔ خواہ کچھ بھی ہو آگے اوس مسجد کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ مسجد اگر کر بلائے من شوی کعبہ حاجت روا کے من شوی

یعنی اے مسجد اگر تو میری کر بلا ہو جاوے تو میری لئے کعبہ حاجت روا ہو جائے یعنی کہتا ہے کہ اے مسجد اگر میں رات کو مرحاؤن اور تو اسکا سبب بنے تو یہ تو عین میری خوشی ہے اور یہی مقصود ہے تو گویا میری کعبہ حاجت روا ہو جاوے گی اب آگے اوس نامح کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ

ہین مرا بگذار اے بگزیدہ یار نارسن بازی کنم منصور وار

یعنی اے بگزیدہ دوست ہاں مجھے چھوڑ تاکہ میں منصور کی طرح رسن بازی کروں یعنی کہتا ہے کہ اے نامح تو مجھے نصحت مت کر مجھے اسی حالت میں چھوڑ دے تاکہ میں مرنے کو تیار ہو جاؤں۔

گر شدیدا ندر نصیحت جبرئیل می سخا ہد غوث در آتش خلیل

یعنی اگر تم نصیحت میں جبرئیل ہو گئے تو خلیل کو آگ میں مدد نہیں چاہئے، (بلکہ وہ کہتے ہیں کہ)

جبرئیل را رو کہ من افسر خستہ بہترم چون عود و عنبر سوختہ

یعنی اے جبرئیل جاؤ کہ میں بھڑکا ہوا اور عود و عنبر کی طرح جلا ہوا بہتر ہوں (اور کہتے ہیں کہ)

جبرئیل اگر چہ یاری می کنی چون برادر پاسداری می کنی

یعنی اے جبرئیل تم اگر چہ مدد کرتے ہو اور بھائی کی طرح حفاظت کرتے ہو (لیکن)

اے برادر من بر آذر چاہکم من نہ آن جاہم کہ گرم پیش و کم

یعنی اے بھائی میں آگ پر چہت ہوں اور میں وہ جان نہیں ہوں کہ جو کم و بیش ہوں (اسلئے کہ)

حسان حیوانی فزايد از علف آتشے بود او چو ہیزم شد تلف

یعنی روح حیوانی تو گھاس دانہ سے بڑھتی ہے اور وہ آگ ایسی تھی جو کہ کڑی ہوگی طرح تلف ہوگی۔

(ف) یہاں جو جان حیوانی کو آگ سے تشبیہ دی ہے تفصیل اسکی عنقریب اشارہ کنندہ میں آتی ہے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ جس طرح یہ آگ بوجہ اسکے کہ اصلی نہیں ہے دیر پا نہیں ہے بلکہ ہیزم کی طرح جو کہ آگ سے فنا ہو جاتی ہے خود یہ آگ بھی فنا ہو جاتی ہے اسی طرح جان حیوانی بھی بوجہ اسکے کہ یہ اصل جان نہیں ہے اصلی جان دوسری ہی ہے تلف ہو جاتی ہے۔

گر نہ گشتے ہیزم او شمر بڈے تا ابد معمور و ہم عامر بڈے

یعنی اگر وہ کڑی ایندھن نہ ہو جاتی تو پھل دانی ہوتی اور ہمیشہ کیلئے معمور اور عامر ہوتی۔ (یہاں جبرئیل سے مثال اوس صاحب کو دی ہے اور خلیل سے مثال خود اپنے کو دی ہے) مطلب یہ ہے کہ اے صاحب اگرچہ تو مجھے نصیحت کرنا ہے اور اس طرح خیر خواہی کرتا ہے جس طرح کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے خیر خواہ تھے مگر میں بھی حضرت خلیل اللہ کی طرح ہوں کہ جب ادن سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ تین تہاری مدد کو آؤں تو ادھون نے انکار کر دیا تھا اور فرما دیا تھا کہ اے جبرئیل اگرچہ تم خیر خواہ ہو لیکن میں نے تمہاری مدد کے جلا ہوا چھا ہوں اور یہ تو بالفرض ہے درجہ اصل میں تو میں جلون گا بھی نہیں اسلئے کہ روح حیوانی کو فنا ہے اور عنان ہر خواہ کا آخر ہوتا ہے لیکن میری روح تو عسری نہیں رہی بلکہ یہ تو ملکوتی ہوگی ہے اسلئے یہ آگ اس پر اثر نہ کرے گی تو اسی طرح وہ جہاں کہتا ہے کہ اول تو میں اس مسجد میں رہ کر مزدگیا نہیں اسلئے کہ مجھے اس کا اثر نہ ہوگا اور اگر مجھ کو بھی گیا تو میں تو مرنے کو تیار ہوں ہی پھر کیوں مجھے نصیحت کرتے ہو آگے بھی حضرت خلیل اللہ کی زبانی حضرت جبرئیل علیہ السلام کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

با و سوزا نست این آتش بدان پر تو آتش بود نے عین آن

یعنی یہ آگ جلنے والی ہوا ہے جان نے اور سایہ آگ کا ہوتا ہے نہ کہ اس کا بین۔

عین آتش در اشیر آتقین پر تو وسایہ ویست اندر زمین

یعنی آگ کا عین تو کہہ آتش ہی میں ہے یقیناً اور اوس کا پر تو اور سایہ زمین میں ہے۔

لا جرم پر تو نیا یدر اضطراب سوے معدن بازی گرد و شتاب

یعنی آخر کار سایہ اضطراب کیوجہ سے ٹہرتا نہیں ہے بلکہ جلدی سے معدن کی طرف واپس چلا جاتا ہے مطلب یہ کہ وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح کہ آگ ہر دنیا میں ہے اوس آگ کا جو کہہ آگ میں ہے سایہ ہے اسلئے فنا ہو جاتی ہے اور وہ اصل آگ فنا نہیں ہوتی۔ اسی طرح جو روح عسری ہے وہ تو ایک دم سے فنا ہو جاتی ہے

اور جو روح ملکوتی ہے وہ فنا نہیں ہوتی۔ آگے سایہ کے فنا ہونے اور اصل کے باقی رہنے کی ایک مثال فرماتے ہیں  
**تمامت تو برقرار مد بساز** سایہ ات بوتہ دے یکدم دراز  
 یعنی تیرا قدر و انفت سے بڑھتا یا اور تیرا سایہ یکدم چھٹتا ہے اور ایک دم دراز ہے۔  
**ز انکہ در پر تو نباید کس ثبات** عکسہا و اکشت سوئے اہیات  
 یعنی اسلئے کہ سایہ میں کوئی شخص ثبات نہیں پاتا اور عکس اصول کی طرف لوٹ جاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ  
 دیکھو تمہارا قدر تو کیاں رہتا ہے اور سایہ چھوٹا بڑا ہوتا رہتا ہے اور پھر گھٹتے گھٹتے اصل قدر کی طرف لوٹ  
 آتا ہے تو بس اسی طرح روح عنصری ہے جو فنا ہو جاتی ہے ورنہ روح ملکوتی تو اپنی اصل کی طرف چلی جاتی ہے  
 اب بیان فرماتے فرماتے مولانا رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

### شرح حبیبی

خشتک آرا اللہ اعلم بالرشاد  
 شرق و غرب افتاد اندر اضطراب  
 ہر یکے باد بیکرے در جنگ شد  
 مسئلہ یکم کردم تن دوم  
 باز گویم گوش کن چون غم فرو  
 رود و کندے آماز اہل حسد  
 خاطر سادہ دے لپے کند  
 بہر مجھو ان مشال معنوی  
 دین عجب بنود صاحب ضلال  
 غیر گرنے می نہ یا بچشم کور  
 سر ہرون آرد و چون طحانہ  
 قصہ پیغمبر ست و پیروی  
 کہ دو انستہ اولیا زان سو سمنہ  
 پایہ پایہ تالقات خدا  
 کہ بہ پر زو بر پرد صاحب کبر

ہیں دہان بر بند فتنہ لب کشاد  
 فتنہ زاد و کرد عالم را خراب  
 چون طرب گرد و لہا رنگ شد  
 گفت و گو بسیار شد خامش شدم  
 در تو گوئی موجب فتنہ چہ بود  
 پیش از ان کاین قصہ تا مخلص رسد  
 من نمی رنجم ازین لیک این لک  
 خوش بیان کرد ان حکیم غزنوی  
 کہ ز تسمان گر نہ بیند غیر فال  
 کہ شعاع آفتاب پر ز نور  
 خربطے ناگاہ از خیر حناء  
 کاین سخن پست است یعنی مثنوی  
 نیست ذکر و بحث و اسرار بلند  
 از مقامات تبستل تا فنا  
 شرح و حد ہر مقام و منزلے



جمله سرتاسر فسانت و فسون  
چون کتاب اللہ بیاں ہم دران  
کہ اساطیر است و افسانہ نشند  
کو و کان حور و ہمیش می کنند  
ذکر آدم و نوح و ابرہیم و اہار  
ذکر نوح و کشتی و طوفان تن  
ذکر اسمعیل و ذبح و جبریل  
ذکر یوسف و ذکر زلف پر بخش  
ذکر بلقیس و سلیمان و سبا  
ذکر طاعت و شعیب و صوم او  
ذکر حمل مریم و تحلل و مخاض  
ذکر صاع لیل و تقسیم آب  
ذکر الیاس و عزیر و موت او  
ذکر ایوب و صبورے در بلا  
ذکر موسیٰ و شجر طور و عصا  
ذکر عیسیٰ و عروجش بر سما  
ذکر فضل احمد و خلق عظیم  
ظاہرست و ہر کسے پے مے برد  
گفت اگر آسمان نمایم این بتو  
جنیان و انبیان و اہل کار

کو و کانہ قصہ بیرون و درون  
امین چنین طعنہ زند آن کا فرمان  
نیست تحقیق و تمیقے بلند  
نیست جزا مرپسند و ناپسند  
ذکر ہود و ہار و ابراہیم و نار  
ذکر کنعان و سراز خط تا فتن  
ذکر قصہ کعبہ و اصحاب میل  
ذکر یعقوب و زلیخا و غمش  
ذکر داؤد و زبور و اوریا  
ذکر یوش و ذکر لوط و قوم او  
ذکر زکریا و یحییٰ و ریا حق  
ذکر ادریس و مناجات و جواب  
ذکر تارون و زمین رفتن و رو  
ذکر اسرائیلان در تہ لا  
خلع تعلین و خطابات و عطا  
ذکر ذوالقرنین و خضر و ارمیا  
کہ قمر از معجزاتش شد و دہم  
کو بیان کہ گم شود و بد و بد  
این چنین تا یک سورہ گویا بخت گو  
کہ یکے آیت ازین آسان بسیار

مولانا کی مثنوی پر کچھ لوگوں نے اعتراضات شروع کئے تھے میں جب مولانا اس مقام تک پہنچے ہیں تو مولانا  
کو کسی طریقے سے جس کا بیان ذکر نہیں کیا گیا ان اعتراضات کا علم ہو گیا۔ لہذا مولانا کے طبیعت پر ابتدا کر کچھ  
انفس و گنجی اورد چاہا کہ اس کو بہین ختم کر دین اسلئے فرماتے ہیں کہ میں جی بند کرو فتنہ اڈھ کھڑا ہوا ہے اور خانہ  
رویشاد حق سبحانہ کے نزدیک اسکی تکمیل ٹھیک نہیں اور خدای راستی سے زیادہ واقف ہے خاموشی کا  
سبب جیسا کہ پہلے بھی بیان کر دیا ہے یہ ہے کہ فتنہ پیدا ہو گیا ہے اور اوس نے عالم کو خراب کر دیا ہے اولو سکے

سبب مشرق و مغرب میں ہل چل پڑ گئی ہے اور حقائق قلوب کے گرد تنگ ہو گئے یعنی وہ حقائق قلوب پر مشیدہ ہو گئے تو ہر ایک دوسرے کے ساتھ برسرِ پیکار ہو گیا ہے چونکہ قبل و قال بہت ہونے لگی ہے لہذا میں بھی خاموش ہو گیا۔ اور راضی برضائے حق ہو کر چپ ہو بیٹھا۔ اب اگر تم یہ پوچھو کہ اس فتنہ کا سبب کیا تھا تو چونکہ مجھے اس واقعہ سے نہایت حدِ صبر ہوا ہے اسلئے وہ بھی کہے دیتا ہوں سنو بات یہ ہے کہ قبل اس کے کہ یہ قصہ جو زیرِ بیان ہے تمام ہو جا سکے وہ دن میں آگ لگ گئی اور اوسکا دھواں اور چڑا لٹ (یعنی اثر) از قسمِ اعتراف وغیرہ) مجھے محسوس ہوئی سو مجھے اگو طبعاً ناگوار ہوا جیسا کہ پیشتر معلوم ہو چکا ہے مگر عقلاً اس کا کچھ ملال نہیں (کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میں اور میری دشمنی تو کیا بینِ قرآن کریم اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ واقعات پیش آئے ہیں جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آئے گی) لیکن خیال صرف اتنا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ بھولے بھالے لوگ جو محاذِ نہیں ان کے دھوکے میں آ جاویں اور اوں کو نقصان پہنچ جائے۔ ان معترضین کی تمثیل حکیم ثنائی علیہ الرحمۃ نے نہایت خوب اور پر معنی بیان کی ہے ادھون نے فرمایا ہے کہ اگر گمراہ لوگ قرآن کے صرف ظاہری مضامین کو دیکھیں اور اوپر اعتراض کریں تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ پُر نور آفتاب کی شعاعوں سے اندھے کو بجز گمراہی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا مان جو آنکھ والے ہیں اوں کو اوس سے خصوصیات دیکھائی دیتے ہیں پس یہی حالت ان معترضین کی ہے کہ الفاظِ دشمنی پر نظر کرتے ہیں اور اوس کے اسرار و دقائق کو نہیں دیکھ سکتے ظہرِ اصل واقعہ یہ ہے کہ ایک گدھے نے خرفان سے طاعانہ صورت میں سر نکالا اور کہا کہ یہ کلام یعنی دشمنی ایک گھٹیا کلام ہے کیونکہ اس میں پیغمبرانِ علیہم السلام کے قصے اور ابتلاء کی ترغیب ہے۔ نہ کوئی دقیق بحث ہے نہ اسرارِ غامضہ ہیں تنگی طرف اہلِ اندر اپنی عنان توجہ منعطع کریں لیکن مقامِ انقطاع عن الخلق سے لیکر مقامِ فنا تک اور رفتہ رفتہ وصال حق سبحانہ تک کی بحث ہونی چاہئے تھی اور ہر مقام کی تفصیل و تحدید ہونی چاہئے تھی تاکہ ان امور پر مطلع ہو کر اربابِ دل اسے ترقی روحانی حاصل کرتے مگر یہ تو سرِ اسرارِ فسانہ اور تلمیذ ہے اور سرِ اسرارِ کجی کہ انیان ہیں بان صاحبِ تہنہاری کچھ شکایت نہیں کیونکہ جب کتاب اللہ نازل ہوئی تھی تو اوس وقت جو تہنہاے بھائی کفار موجود تھے اوہون نے بھی قرآن پر اسی قسم کے طعن کئے تھے اور کہا تھا ان ہذا الا اساطیر الاولین یعنی یہ تو تھیں پرانے قصے ہیں نہ کوئی جدید تحقیق ہے نہ کوئی باریک بات ہے بلکہ موٹی موٹی باتیں ہیں جن کو بچے بھی سمجھتے ہیں نیز اس میں اور دھرا ہی کیلئے۔ بجز اس کے یہ کہ وہ نہ کر دیتے کہ ہم کو پسند ہے وہ ناپسند۔ اور بجز اس کے کہ آدم اور شیطان اور سانپ کا تذکرہ ہے اور ہود اور یونس اور ابراہیم اور آگ کا قصہ ہے۔ نوح اور شتی اور طوفان اور کنعان اور اوسکی نافرمانی کا واقعہ ہے۔ اسمعیل اور اونکے ذبح کرنے اور جبریل کے دنبہ لایا کا ذکر ہے کہہ اور اصحابِ فیل

کا قصہ ہے یوسفؑ اور انکی زلف پر تم یعقوبؑ اور زلیخا اور انکے غم کا بیان ہے نفیس اور سلیمان اور شہر سبا کی تفصیل ہے داؤدؑ اور داود اور یاس کا واقعہ ہے طالوت کا ذکر ہے شعیب اور انکے روزہ کا قصہ ہے یونس کا ذکر ہے لوط اور انکی قوم کا واقعہ ہے مریمؑ علیہا السلام کے حمل اور انکے روزہ کی تکلیف اور انکے اس حالت میں درخت خرماسے تسکین حاصل کرنے کا مذکور ہے زکریاؑ کی بیوی کا تذکرہ ہے باغات کا بیان ہے صالح اور انکی اونٹنی اور پانی کی تقسیم کا طریقہ مذکور ہے ادریس اور انکی مناجات اور اسکے جواب کا بیان ہے الیاس کا ذکر ہے عزیر اور انکی موت کا بیان ہے قارون اور اس کے زمین میں دھنس جانے کا قصہ ہے ایوب اور انکے مصیبت میں مبر کرنے کا ذکر ہے اسرئیلین کی داویٰ فنا میں سرشتگی کا واقعہ ہے موسیٰ اور شجرہ - عصا و بطور جوتیان اوتارنے اور حق سبحانہ سے ہمکلام ہونے اور توریت وغیرہ ملنے کا قصہ ہے - عیسیٰؑ اور انکے آسمان پر چلے جانے کا ذکر ہے ذوالقرنین خضر اور ارمیا کے واقعات ہیں احمدؑ کے اوصاف اور ان کے خلق عظیم کا بیان ہے اور یہ مذکور ہے کہ آپؐ کے معجزات میں سے ایک یہ ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے پس یہ ہیں وہ باتیں جو قرآن میں مذکور ہیں اور جو کچھ بھی ہے وہ اس قدر ظاہر اور عام فہم ہے کہ ہر شخص زبان دان سمجھ لیتا ہے ایسے مضامین نہیں جن میں عقل بھی خطبہ ہو جائے - یہ تو انکا آخری تھا مگر اب سنو کہ اسکا جواب کیا دیا گیا - سو فرمایا گیا کہ بہت اچھا اگر یہ ایسا ہی آسان کلام ہے جس کو بچے بھی سمجھ سکتے ہیں اور اسلئے وہ تمہارے نزدیک محقر ہے تو ایسی ہی آسان تم بھی ایک سورہ بنا دو تم تو کیا بناتے ہم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ تمام جنات تمام انسان اور تمام وہ جو اس میدان کے زمین و آسمان کے سب کچھ سمجھتی ہی کر کے بقدر ایک آیتہ ہی ایسا آسان اور محقر کلام بنا دیں -

## شرح شبیری

ہیں وہاں بر بن رفتہ کشاد خشک آرا اللہ اعلم بالرشاد  
یعنی ہاں منکر بن کر کوکہ فتنہ نے لب کھولا خشک لاؤ واللہ اعلم بالرشاد مطلب یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں اب  
چپ رہا اسلئے کہ ایک فتنہ پیدا ہو گیا ہے اس فتنہ کی تفصیل آگے خود فرماؤ گئے -  
فتنہ زادو کر دعالم را خراب مشرق و غرب افتاد اندر اضطراب  
یعنی فتنہ پیدا ہو گیا اور عالم کو خراب کر دیا - اور مشرق و غرب اضطراب میں پڑ گئے -  
چون مراتب گردد لہا تنگ شد ہر یکے باد دیگرے در جنگ شد  
یعنی جبکہ حقایق قلوب کے گرد تنگ ہو گئے تو ہر ایک دوسرے کیساتھ جنگ میں ہو گیا - یعنی جب قلوب پر حقائق

پوشیدہ ہو گئے تو سب آپس میں لڑنے لگے اور کسی نے حقیقت کو نہ سمجھا۔  
گفتگو بسیار شد خامش شدم مسئلہ تسلیم کردم تن زدم  
یعنی گفتگو زیادہ ہو گئی ہے (لہذا) میں خاموش ہوتا ہوں اور مسئلہ تسلیم کر کا اختیار کرتا ہوں اور چپ ہو جاتا ہوں یعنی چونکہ گفتگو زیادہ ہو چکی ہے اور فتنہ پیدا ہو گیا ہے تو میں اب چپ رہنا ہی مناسب ہے۔  
در تو گوئی موجب فتنہ چه بود باز گویم گوش شن چون عہد فرود  
یعنی اور اگر تو کہے کہ فتنہ کا سبب کیا تھا تو میں بیان کرتا ہوں سن جبکہ غم زیادہ ہو گیا۔ یعنی اب چونکہ غم زیادہ ہو گیا ہے لہذا اب میں اس فتنہ کا بیان کرتا ہوں لو سن لو۔

### بداندیشوں کے خیال کا ذکر

پیش از ان کا این قصہ تا مخلص شد دود و گندی آمد از اہل حسد  
یعنی پہلے اس سے کہ یہ قصہ ختم تک پہنچے وہ ان اور گندگی اہل حسد کی طرف سے آئی۔ یعنی اہل حسد نے قبل اس قصہ کے ختم کے اعتراض شروع کر دیا۔ اب کوئی کہتا ہے کہ اگر اعتراض کر ہی دیا تو آپ کو برا کیوں معلوم ہوتا ہے صبر کیجئے آگے اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

من نمی رنجم ازین لیک این لکد خاطر سادہ دلے راپے کسند  
یعنی میں تو اس سے رنجیدہ نہیں ہوتا لیکن یہ بات کسی سادہ دل کے دل کو خراب کرے گی۔ مطلب یہ کہ مجھے تو ان اعتراضات کی پرواہ نہیں ہے لیکن اس سے ڈر ہے کہ کہیں کوئی سادہ دل گمراہ نہ ہو جائے اور ان اعتراضات کو صحیح سمجھ کر مشغولی سے بد دل ہو جائے اور ان مضامین کا دوسرا محل نہ لے لے اسلئے ہم چپ ہو گئے اب آگے اس اعتراض کو اٹھاتے ہیں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ اس قسم کے اعتراضات تو ہمیشہ ہوتے ہی رہے ہیں حتیٰ کہ قرآن پر بھی لوگوں نے اس قسم کے اعتراض کئے ہیں آگے حکیم غزنوی کے قول سے اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

خوش بیان کرد آن حکیم غزنوی بہر عجوبان مثال معنوی

یعنی اس حکیم غزنوی نے عجوبین کیلئے ایک معنوی مثال خوب بیان کی ہے (وہ یہ کہ)

کہ ز قرآن گر نہ بیند غیر فال این عجب ہنود ز اصحاب ضلال

یعنی اگر رسول نے فال کے قرآن سے کوئی بات نہ دیکھے تو یہ بات اصحاب ضلال سے عجب نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اگر گمراہ لوگ قرآن شریف سے صرف فال دیکھنے کے نفع کو سمجھیں تو اس سے کیا ہوتا ہے قرآن شریف میں جو منافع ہیں وہ تو ان لوگوں کے نہ سمجھنے پر بھی موجود ہیں۔

کمز شعل آفتاب پر ز نور غیر گرمی می نہ یا بد چشم کو  
یعنی آفتاب پر نور کی شعل سے سوائے گرمی کے اندھا کچھ بھی نہیں دیکھتا۔ (لیکن اس کے نزدیک کسی قسم کی کمی نہیں آتی تو اسی طرح اگر مشنوی پر کوئی اعتراض کرے تو اس سے اس کی خوبی میں کوئی فرق نہیں آتا یا ایک سہید بھی آگے اس فتنہ کا بیان فرماتے ہیں کہ

حسہ بے ناگاہ از خسہ خاند سر بیرون آورد چون طعنا  
یعنی ناگاہ ایک خسہ بے ناگاہ کی طرح سر بیرون نکالا اور وہ اعتراض یہ ہے کہ

کاین سخن پست است یعنی مشنوی قصہ پیغمبر است و پیروی  
یعنی کہ یہ سخن پست ہے یعنی مشنوی اور قصہ پیغمبر کا اور پہلے لوگوں کا ہے۔

نیست ذکر و بحث و اسرار بلند کہ دوا خند او لیا ز انسو سمند  
یعنی ذکر و بحث اسرار کی نہیں ہے کہ جو اولیا اس طرف کو گھوڑا دوڑا دیں۔

از مقامات تعقل تا فنا پایہ تا ملاقات خدا  
یعنی مقامات انقطاع خلق سے فنا تک رتبہ ملاقات خدا تک۔

شرح و حد ہر مقام و منزلے کہ بہ پر ز و بر پر و صاحب  
یعنی ہر مقام اور ہر منزل کی شرح اور حد کہ ہر سے کوئی صاحب لڑ سکے مطلب یہ ہے کہ کسی معترض نے اعتراض یہ کیا

کہ اس مشنوی میں صرف قصص اور پہلے لوگوں کی حالات ہی ہیں اور اسرار اور مقامات کی شرح نہیں کی ہے اس میں  
تو چاہئے تھا کہ تمام مراتب کو جدا جدا گانہ ملاقات حق تک بیان کرتے چلے جاتے اسلئے کہ یہ تو قصوں کی کتاب ہے اس میں تو اسی قسم کی باتیں ہوتیں اور اب اس کی یہ حالت ہے کہ۔

جلہ سر تا سر فسانست و فسون کو دکانہ قصہ بیرون و درون

یعنی بالکل سارا فسانہ اور فسون ہی ہے اور بچوں کی طرح اندھ باہر کے قصے ہی ہیں۔ اب مولانا سبات کا ایک الزامی جواب دیتے ہیں کہ۔

چون کتاب اللہ بیاہم بران این چنین طعنہ زند آن کافران

یعنی قرآن شریف کی طرح چاہئے کہ اس پر بھی اسی طرح اون کافروں نے طعنہ کئے ہیں۔ یعنی فرماتے ہیں کہ مشنوی اگر ایسی ہو گئی ہے تو کچھ حرج نہیں ہے اس لئے کہ قرآن بھی تو ایسا ہی ہے اور لو سپر بھی لوگوں نے اسی قسم کے اعتراضات کئے ہیں اور کہا ہے کہ۔

کہ اساطیر است و افسانہ نثرند نیست تحقیق و تعمق بلند

یعنی کہ قصے اور پرائے افسانے ہیں کوئی بلند تحقیق اور تعمیق نہیں ہے (بلکہ حالت یہ ہے کہ)  
**کو دوکان خور و فہمش می کنند** نیست جز امر لیسند و ناپسند  
 یعنی چھوٹے چوٹے بچے اوس کو سمجھ لیتے ہیں اور سوائے ہائز اور ناجائز کے کچھ نہیں ہے۔ یعنی ہمارے حقائق و وقایع  
 نہیں ہیں بلکہ صرف یہی ہے کہ یہ جائز ہے اور یہ ناجائز لطیف باتیں نہیں ہیں۔

**ذکر آدم گندم و ابلیس و مار** ذکر ہود و باد و ابرہیم و فار  
 یعنی آدم اور گہیون اور ابلیس اور سانپ کا ذکر ہے اور ہود اور ابراہیم اور نوح کا ذکر ہے۔  
**ذکر نوح و کشتی و طوفان تن** ذکر کنعان و سراز خط تا فتن  
 یعنی نوح اور طوفان تن اور کشتی کا ذکر ہے اور کنعان کا اور اوس کے خط (مستقیم) سے سر پھیرنے کا ذکر ہے۔  
**ذکر یوسف و ذکر زلف پرخش** ذکر یعقوب و زلیخا و غمش  
 یعنی یوسف اور او کی زلف پر خم کا ذکر ہے اور یعقوب اور زلیخا اور ان کے غم کا ذکر ہے۔

**ذکر اسمعیل و ذبح جبرئیل** ذکر قصہ کعبہ و اصحاب فیل  
 یعنی اسمعیل اور جبرئیل کے ذبح کا ذکر ہے اور کعبہ کے قصہ کا ذکر ہے اور اصحاب فیل کا ذکر ہے۔  
**ذکر بلقیس و سلیمان و سبا** ذکر داؤد و زبور و اوریا  
 یعنی بلقیس اور سلیمان اور سبا کا ذکر ہے اور داؤد اور زبور اور اوریا کا ذکر ہے۔ (اور یا ایک شخص کا نام ہے ہمدان و  
 صاحب نام تھا)۔

**ذکر طالوت و شعیب و صوم او** ذکر یونس ذکر لوط و قوم او  
 یعنی طالوت اور شعیب اور ان کے روزہ کا ذکر ہے اور یونس کا ذکر اور لوط اور ان کی قوم کا ذکر ہے۔

**ذکر حمل مریم و خنسل و خاض** ذکر زکریا و یحییٰ و ریاض  
 یعنی مریم کے حمل کا اور کھجور کا اور جائے درد زہ کا ذکر ہے اور زکریا اور یحییٰ اور باغوں کا ذکر ہے۔

**ذکر صالح ناقہ و تقسیم آب** ذکر ادریس و مناجات و جواب  
 یعنی صالح اور ناقہ اور تقسیم آب کا ذکر ہے اور ادریس اور مناجات اور جواب کا ذکر ہے۔

**ذکر الیاس و عزیر و موت او** ذکر قارون و زمین رفتن فسرو  
 یعنی الیاس اور عزیر اور ان کی موت کا ذکر ہے اور قارون اور اسکے زمین میں چلے جانے کا ذکر ہے۔

**ذکر ایوب و صبوری در بلا** ذکر اسرئیل و سلیمان و رتیبہ لا  
 یعنی ایوب کا اور اسکے ملائین صبر کا ذکر ہے اور نبی اسرائیل کا ایک نامعلوم جنگل میں پھرنے کا ذکر ہے۔

ذکر موسیٰ و شجر طور و عصا حسلع نعلین خطابات و عطا

یعنی موسیٰ اور شجر کا اور طور کا اور عصا کا اور نعلین نکالنے کا اور خطابات اور عطا کا ذکر ہے۔

ظاہر است و ہر کسے پے میسر د کو بیان کہ گم شود دروے خرد

یعنی یہ سب امور ظاہر ہیں اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور وہ بیان کہاں ہے کہ جس میں عقل گم ہو مطلب یہ کہ غافل کہا کرتے تھے کہ یہ سب باتیں تو ایسی آسان ہیں کہ اور ہر آدمی کے قصے جمع کر دے گئے ہیں باقی اسرار و حقائق و دقائق کا کہیں پتا بھی نہیں ہے تو جیسے قرآن شریف پر اعتراض کیا جاتا تھا اسی طرح مثنوی پر بھی یہ اعتراض ہے تو پھر کیا نئی بات ہے آگے اونکے اس کہنے کا کہ آسان کلام ہے ایک انسانی جواب دیتے ہیں کہ۔

گفت اگر آسان نماید این بتو امین چنین یک سورہ گولے سخت گو

یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ سچے آسان معلوم ہوتا ہے تو بے سخت کلام ایسی ایک سورہ ہی کہہ دے۔

جنیان و انسان و اہل کار گو یکے آیت از من آسان بیار

یعنی جنات اور انسان و اہل کار (سب کو) کہہ دو کیا ایک ہی آیت اس سے آسان لے آؤ۔ آگے اس امر کو بیان فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کے صرف الفاظ ہی نہیں ہیں بلکہ قرآن شریف کے اندر بہت سے بطون ہیں جو کہ ظاہر نظر میں معلوم بھی نہیں ہوتے اس کو ایک حدیث سے ثابت کرتے ہیں اور بطور تفسیر حدیث کے بیان فرماتے ہیں۔

## شرح حبیبی

ذکر ظاہر باطنے بس ظاہر است  
خیرہ گرد و داندروں و سکروں نظر  
کہ در و گرد و خرد با جسم لم  
جز خدائے بے نظیر و بے ندید  
فی شمر تو زین حدیث مقتضی  
دیو آدم را نہ بیند جزو کہ طین  
کہ نقوش ظاہر و جانفش خفی است  
یک سر موے نہ بیند حال او

حرف قرآن را بداند ظاہر است  
زیر آن باطن یکے بطن دگر  
زیر آن باطن یکے بطن سوم  
بطن چارم از بنی خود کس ندید  
ہم چنین تا ہفت بطن اے ذوالکرم  
تو قرآن اے پسر ظاہر و بین  
ظاہر قرآن چو شخص آدمی است  
مرور اصدال عسم و خال او

مولانا یہاں تک معترضین کا اعتراض اور اس کا اجمالی جواب بیان کر کے اب تفصیلی جواب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ قرآن صرف آسان ہے کیونکہ قرآن کیلئے ایک معنی ظاہری ہیں اور اس کے تحت ہیں

ایک معنی باطنی ہیں مگر ان ظاہری اور باطنی معنوں میں مخالف نہیں سمجھ لیں کہ نہ کھانا اور اس باطنی معنی کے تحت میں ایک اور معنی باطنی ہیں جس میں عقول و افکار اہل ظاہر تحریر ہو جاتے ہیں اور اس باطن کے تحت میں ایک تیسرا باطن ہے کہ اس کے اندر تمام عقول حیران ہو جاتی ہیں۔ الاماشارہ اند اور قرآن کا بطن چہارم خود اس کے وحدہ لا شریک کے سوا کسی نے دیکھا ہی نہیں اسی طرح تم اس حدیث مستند سے ساتوں بطون کو گن جاؤ۔ (فت بولانا) کے اس مضمون سے یہ امر معلوم ہو گیا کہ کسی مخلوق کو تمام اشیاء کا علم نہیں بلکہ یہ صفت حق سبحانہ کے ساتھ مختص ہے پس جن مضامین سے اہل اللہ کے احاطہ علی کا مشہور ہوتا تھا ان کی تشریح خود بولانا ہی کے مضمون سے ہو گئی۔ اور خود بولانا ہی نے اس شبہ کا انزال فرمادیا۔ اور اس سے ان کو گوئی غلطی بھی ظاہر ہو گئی جو مامون ساطب دلا یا بس الا فی کتاب مبین سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم امکان و مایکون پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ اگر یہ تسلیم ہی کر لیا جائے کہ کتاب مبین سے قرآن ہی مراد ہے اور یہ بھی مان لیا جائے کہ یہ حصر حقیقی ہی ہے تب بھی ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ تمام اشیاء نہ کہ صرف بولانا ہی تو ظہر مع بطون سبعین مذکور ہو گئی اور بطن چہارم و پنجم و ششم و ہفتم کا علم مختص بذات حل مجرد ہے تو حواشی اہل بطون رابع میں مذکور ہے ان کا علم خدا کے سوا کسی کو نہ ہوگا۔ پس علم امکان و مایکون پر استدلال باطل ہو گیا۔ اور نافی احاطہ تصریحات و نصوص میں تاویل کرنا اور بظاہر مثبت احاطہ میں تاویل نہ کرنا کھلی ہرٹ دہری اور جدال صریح ہی واللہ اعلم و علیہ اتم) پس اس مضمون سے ثابت ہو گیا کہ قرآن صرف آسان ہی نہیں بلکہ دشوار بھی اتنا ہے کہ عقول عامہ تو درکنار عقول خاصہ کی رسائی بھی وہاں تک نہیں پس تم قرآن کے ظاہری کو نہ دیکھو بلکہ اس کے بطون پر نظر کرو۔ اس لئے کہ صرف ظاہر کو نہ دیکھنا اور باطن پر نظر نہ کرنا صفت ہے ابلیس کی کہ وہ آدم میں صرف ٹی و کھینا ہے اور ان کے کمالات علمیہ و عملیہ کو نہیں دیکھتا اور بے دھڑک انا خیر منه کہہ بیٹھتا ہے تمام ظاہر قرآن کو ایسا سمجھ جیسے کہ ظاہر آدمی کہ اس کا تشکل ظاہر ہے اور روح مخفی یوں ہی ظاہر قرآن کے لئے بھی باطن ہے جو کہ مخفی ہے اور جس طرح کہ آدمی کو اس کے چار اعضاء و عین و سبب تک دیکھتے ہیں مگر اس کے تمام حالات باطنی پر مطلع نہیں ہو سکتے یہی حالت قرآن کی ہے کہ کوئی کتنی ہی جدوجہد کرے مگر اس کے کل باطنی معانی پر اس کو کبھی اطلاع نہیں ہو سکتی۔

## شرح شبیری

حدیث ان للقرآن ظہراً و بطناً و لبطنہ بطناً الی سبعة



البطن وفي رواية الى سبعين بطناً كي تفسير

حرف قرآن را بدان که ظاہر است زیر ظاہر بطنے بس قاہر است

یعنی حروف قرآن کو تو وہ جانو جو کہ ظاہر ہے مگر ظاہر کے نیچے ایک زبردست باطن ہے۔

زیر آن باطن کے بطن دگر خیرہ گرداندر و فکر و نظر

یعنی اس باطن کے نیچے اور دوسرا باطن ہے کہ اس کے اندر نظر و فکر سب خیرہ ہو جاتی ہے یعنی وہ ایسا باطن ہے کہ دگر کس دناس کی سمجھ میں بھی نہیں آتا۔

زیر آن باطن کے بطن سوم کہ در و گرد و خرد با جملہ گم

یعنی اس باطن کے نیچے ایک تیسرا باطن ہے کہ اس کے اندر تمام عقول گم ہو جاتے ہیں۔

بطن چارم از بنے خود کس ندید جز خدائے بے نظیر و بے ندید

یعنی چوتھا بطن قرآن شریف سے خود کسی شخص نے سوائے خدائے بے نظیر و بے شریک کے نہیں دیکھا ہے۔

ہم چنین تا ہفت بطن لے ذوالکرم می شمر تو زین حدیث معتصم

یعنی اسی طرح سات بطن لے ذوالکرم گئے۔ اس حدیث معتصم سے یعنی اسی طرح ایک سے لے کر سات تک گنتے چلے جاؤ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو کہ سرفخی میں ہے۔

تو ز قرآن اسے پس ظاہر بعین دیو آدم را نہ بیند جز کہ طین

یعنی لے صاحبزادے تم قرآن سے صرف ظاہر کو مت دیکھو کہ شیطان آدم کو سوائے مٹی کے کچھ نہیں دیکھتا مطلب یہ کہ دیکھو جب شیطان کو سجدہ کیلئے کہا گیا ہے تو اس نے یہی کہا ہے کہ یہ تو مٹی کے ہیں میں ان کو کیوں سجدہ کروں اور ان کے اندر جو کمالات تھے وہ اس کو دکھلائی نہیں دئے تو اسی طرح تم بھی قرآن شریف کے صرف الفاظ کو مت دیکھو بلکہ اس کے معانی اور بطن پر بھی غور کرو تاکہ اس کی کچھ حقیقت معلوم ہو۔

ظاہر قرآن چو شخص آدمی است کہ نقوشش ظاہر و جانش خفی است

یعنی قرآن شریف کا ظاہر آدمی کے جسم کی طرح ہے کہ اس کے نقوش ظاہر ہیں اور اس کی جان خفی ہے۔

مر در اصد سال عتم و حال و یک سرموئے نہ بیند حال او

یعنی آدمی کو سو برس تک اس کے چہرے اور مومن (دیکھتے ہیں مگر) ایک بال برابر بھی اس کے حال کو نہیں دیکھتے مطلب یہ کہ دیکھو انسان کے جسم کو اس کے رشتہ دار کہا برسوں تک دیکھتے رہتے ہیں مگر اس کے اندر وئی حالات کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ اسی طرح صرف قرآن شریف کے الفاظ سے اس کے بطن اور اس کے اسرار تک

رسائی نہیں ہو سکتی۔ آگے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء جو غاروں وغیرہ میں پوشیدہ رہتے ہیں اس میں کیا مصلحت ہے۔ چونکہ یہاں بیان کیا تھا کہ مرتجم کو دیکھ لینے سے حقیقت کا پتہ نہیں چلتا تو اب فرماتے ہیں کہ اسی طرح اولیاء وغیرہ کے پوشیدہ رہنے سے اس کی اصل حقیقت اور وجہ معلوم نہیں ہو سکتی۔

## شرح حبیبی

آہ کہ چشمِ مرغانِ پنهان شوند  
گام خود بر چرخِ ہفتِ تم می نہند  
کوہِ صد دریا و کہ آنسو بود  
کز پیشِ کمرہ فلکِ صعدِ نجات  
تعزیتِ جامہ پوشیدہ آزمان  
آدمی پنهان تر از پریان بود  
آدمی صد بار خود پنهان تر است  
چون بود آدم کہ در غیبِ اوصی است  
آدمی، همچون فسوں عیسے است  
قلبِ مؤمن ہست بین الاصبغین  
کون یک لقمہ جو بکشد یا نگلو  
آن بین کز دے گریبان گشت موت  
آن نگہ کہ مردہ بر جہت و نشست  
آن بین کہ بحرِ اخضر را ترکافت  
یک قدم پاپیش نہ بنگر سپاہ  
اندکے پیش آہ بین در گرد مرد  
کوہ بار آمدی او بر کند  
کوہ طور آمد مقدس رقام گشت  
کوہ ہا اند پش نالان شدہ  
ہر دو مطرب مست در عشق شہے

آہ کہ گویند اولیاء در گہ بوند  
پیش خلق ایشان فراز صد کہ اند  
پس چرا پنهان شود کہ جو بود  
حاجتش بنود بسوئے کہ گریخت  
چرخ گردید و زیداد گرد جان  
گر بظاہر آن پری پنهان بود  
نزد عاقل زان پری کو مضمر مست  
آدمی نزدیک مائل چون خفی است  
آدمی چون عصائے موسی است  
در کف حق بہر داد و بہر زین  
ظاہر شچہ و لیکن پیش او  
تو بین زافسون عیسے حرف و صوت  
تو بین زافش آن لہجات پست  
تو بین مر آن عصارا سہل یافت  
تو ز دوری دیدہ چتر سپاہ  
تو ز دوری می نہ بینی جز کہ گرد  
دیدہ ہارا گرد اور روشن کند  
چون برآمد موسی از اقصائی دشت  
روئے داؤد از فرش تا ہاں شد  
کوہ باداؤد گشتہ ہمر ہے

ہر دو ہم آواز دہم پردہ شد  
بہر من از ہمدان ببردہ  
آنش شوق اردل شعلہ زدہ  
کوہ ہاراپشت آرد آل قدیم  
جا پیشیت باد پیائی کنند  
بے لب و دندان ولی رانا است  
ہر شے در گوش حشیشی رسد  
ای خنک جان کو غیبش بگردد  
ہم نشین او نبردہ ایسچ بو  
میر سدا رلامکان تا منزلت  
گر بنزدیک تو آرد گوش را  
چون شاتش دیدہ جہان گوی

یا جہاں آؤ بی امر آمدو  
گفت داؤد تو ہجرت دیدہ  
اے غریب فردے مونس شدہ  
مطربان خواہی و قوال و ندیم  
تا کہ قوالی و سرنائی کنند  
تا بداتی نالہ چون گدازد است  
نغمہ اجسزے آن صافی جسد  
ہم نشینان نشو و نما و بشنود  
بگر در نفس خود صد گفتگو  
صد سوال و صد جواب اندر دست  
شنوی تو نشنود زان گو شہا  
گیرم اے کہ خود تو از اشنوی

ادب پر لانا بے بیان فرمایا تھا کہ آدمی کی باطنی حالت مخفی ہے اس کو مبینی قرار دیکر عوام کی غلط فہمی کو دور کرنا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اولیاء پہاڑوں میں رہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ لوگوں کی نظروں سے مخفی رہیں یہ اونکی غلطی ہے اس لئے کہ وہ تو لوگوں کے سامنے بھی سیکڑوں پہاڑوں سے پرے ہیں۔ اور گویا کہ جرج مغنم پر مین اس لئے کہ لوگ آدمی کی باطنی حالت سے اونکے پیش نظر ہوتے ہوئے بھی طاقت نہیں ہو سکتے جب اونکی یہ حالت ہے تو اون کو کیا ضرورت ہے کہ وہ چھپیں اور پہاڑوں کو ڈھونڈیں یا زلیو کو وہ تو عوام کے لحاظ سے ایسے ہی ہیں جیسے کوئی سیکڑوں مندر دن اور پہاڑوں کے اوپر ہو پس ماو کو اسکی ضرورت نہیں کہ وہ پہاڑوں میں بھاگ کر جا میں کیونکہ وہ تو اس قدر تیز و چلن کہ اسب فلک نے بھی اونکو پا نے میں سیکڑوں تعلین تو ڈھالیں آسمان اس قدر گھوما مگر وہ روح کی گرد کو بھی نہ دیکھ سکا۔ اس لئے غم میں ماتی لباس (سیاہی مائل) پہن لیا گو بظاہر سہری مخفی ہے مگر آدمی پر یوں سے بھی زیادہ مخفی ہے جس شخص کو رکھتا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ آدمی مخفی پری سے گونہ زیادہ مخفی ہے تو شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ پری تو ظاہر بھی مخفی ہے اور بالظن بھی مگر آدمی میں یہ کمال ہے کہ وہ باوجود ظاہر ہونے کے مخفی ہے مگر اس سے اچھا یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ جن کمالات کی قابلیت عام انسان میں منضم ہے اسے عشر عشری پری پر یوں میں نہیں اس لئے یہ زیادہ مخفی ہیں بہ نسبت اونکے پس جبکہ عامی آدمی کا نقل کے

نزدیک مخفی ہے تو اس سے تم سمجھ لو کہ انسان کامل کس قدر مخفی ہو گا جو کہ برگزیدہ عالم غیب ہے۔ نیز یاد رکھو کہ آدمی عرصائے موت کی مثل ہے یا پھر کہ فسون عیسائی کی مانند ہے مومن کا قلب زینت اور افاضہ فیوض کے لئے حق سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں یعنی اوسکی وہ انگلیوں کے درمیان ہے اس میں بیان ہے مضمون بالا کی علت کا یعنی ایسا کیوں ہے جواب یہ ہے کہ وجہ اسکی یہ ہے کہ انسان کامل باعتبار قلب کے اصبعین حق کے درمیان میں ہے پس یہ سب کمالات اور اصبعین کی برکت ہے جس طرح عرصائے موت کے ایک چوب قحی مگر یہ موسوی کی برکت سے اس میں کیا کمال ظاہر ہو جاتا تھا چنانچہ آگے اسی مضمون کی تصریح ہے کہ عرصائے موسیٰ ظاہر میں تو ایک لکڑی ہے مگر جب وہ منہ کھولے تو عالم اور کمال ایک لقمہ ہے پس یہی حالت آدمی کی ہے کہ وہ صورت میں ایک خاک کا پتلا ہے مگر اس میں ایسے ایسے عجیب و غریب کمالات ہیں کہ عقل و دنگ رہ جاتی ہے نیز فسون عیسائی بظاہر آواز اور چند حروف کا مجموعہ ہے مگر تم اسے نہ دیکھو بلکہ اوس کے اوس کمال کو دیکھو کہ اوس سے موت ڈر کر بھاگتی ہے بلکہ تم اوس کی چپکے چپکے پڑے جانے کو نہ دیکھو بلکہ اوس کے اوس کمال کو دیکھو کہ اوس سے مردہ کو نہ بڑھ جاتا ہے نیز تم عرصائے موسیٰ کی اس ظاہری حالت کو نہ دیکھو کہ سہل الوصول ہے بلکہ اوس کے اوس کمال کو دیکھو کہ اوس نے بحر خضر کے دو کڑے کر ڈالے (علیٰ ہذا القیاس آدمی کے بھی ظاہر کو نہ دیکھو بلکہ اوس کی صفات باطن پر نظر کر دو) یہی قرآن کی بھی ظاہری سہولت پر نظر مت کرو بلکہ اوس کی بواطن سب کو نہ دیکھو علیٰ ہذا دشمنی کی بھی ظاہری عنوان پر نظر نہ کرو بلکہ اوس حقائق کو دیکھو جو اس میں مودع ہیں) تم سے در سے چتر سیاہ دیکھ لیا اور سمجھ لیا کہ بس جتنی ہے اور کچھ نہیں مگر یہ تہاری غلطی ہے نہ پاس اگر لاش کر جارا کو دیکھو نہ تم کو دور سے صرف گرد دکھائی دیتا ہے مگر خدا آگے بڑھو اور دیکھو کہ اوس میں کو بھی ہے اور مرد بھی، ایسا جس کی گرد آکھوں کو روشن کرتی ہے اور اوس کی شجاعت پہاڑوں کو اکھٹے ڈالتی ہے دیکھو جب موسیٰ علیہ السلام یہ تہ سے نکلے تھے تو انکی آمد سے طور کو جھو گیا تھا (واللہ اعلم بالصحت) اور دیکھو داؤد علیہ السلام کا چہرہ فرحق سبحانہ سے چمکا تو انکی پیچھے پہاڑ روئے تھے پہاڑ اور علیہ السلام کے ہم آواز ہوئے اور دودن انہم سر ہوئے اور حکم ہمایا جبال ابی مرہ اس بنا پر پہاڑوں کے ساتھ ہم آواز اور ہم نغم ہوئے نیز فرحق سبحانہ نے فرمایا کہ داؤد تم نے جدائی دیکھی ہے اور میرے لئے اپنے دوستوں سے قطع تعلق کر لے اوسے بے کس تنہا اور بے غمخوار تیرے دل میں آتش شوق شعلہ زن ہے اسلئے جبکہ مطروون اور قراون اور ہمشینون کی ضرورت ہے ابدا ہم تیرے سامنے پہاڑوں کو لاتے ہیں تاکہ یہ قوالی کریں اور گائین بکائیں اور سب کے سب تیرے نغمہ سرا ہوں اور اس ذریعہ سے تیری آتش شوق میں کچھ سکون ہو جب تم کو یہ امر معلوم ہو گیا تو تم کو اپنی نظر کو صرف صحت ظاہری انسانی ہی تک محدود نہ رکھنا چاہئے بلکہ ان کمالات کو بھی دیکھنا چاہئے اور اسی مقرر آن اور دشمنی کی حالت کو قیاس کر لینا چاہئے اب تم یہ سمجھو کہ جب پہاڑ ٹانگے کر سکتے ہیں حالانکہ انکے نہ ہونٹ ہیں اور نہ دانت۔ یوں ہی قلب اولیاء اللہ

بہی بلا جوتوں اور دانستوں کے ناکہ کرتے ہیں اور ان ہندب الاجسام والقلوب حضرات کے اجزاء کا نالہ ہر شب اونکے  
حسی کانوں تک پہنچتا ہے اور وہ ان ہی کانوں سے اوس کو سنتے ہیں گو بوجہ عدم صفائے اونکے پاس بیٹھے والے  
نہیں سنتے مگر وہ اپنی صفائے سبب خود سنتے ہیں پس چاہئے کہ اونکی حالت مخفیہ کی تصدیق کی جائے کیونکہ  
ایسے لوگ بہت خوش نصیب ہیں یہ لوگ اپنے دلوں کو سیکڑوں طرح کی باتیں کہتے سنتے ہیں مگر اونکے پاس  
بیٹھنے والے کو اس کی جو بھی نہیں لگتی مثلاً بھائیے دل اور بھائیے اس مکان میں عالم عجب سے سیکڑوں  
سوال و جواب آتے ہیں مگر تم خود اُن کو سنتے ہو لیکن اگرچہ دوسرے لوگ کان پاس لا کر اور خوب غور سے بھی  
سننا چاہیں مگر تاہم نہیں سن سکتے۔ پس اے مہرے ہم نے مانا کہ تجھے وہ آواز نہیں سنائی دیتی لیکن جب  
تیرے پاس اوس کی نظیر موجود ہے تو پھر اوس کے قبول کرنے میں تجھے کیونہ حجت ہے (تعلیلہ "حرف قرآن  
راہدان کہ ظاہرست" سے یہاں تک مضمون استطراد ی تھا اس کے بعد مقصد اصلی کی طرف عود فرماتے ہیں  
اور کہتے ہیں کہ اے سبک طاعتن تو عوجو مسیکنی اٹھ۔

## شرح شبیری

بیان اس کا کہ انبیاء و اولیاء کا غاروں میں جانا اپنے کو پوشیدہ  
کرنیکے واسطے نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کو یہ بات بتلانیکے واسطے ہوتا ہے

کہ دُنیا سے قطع تعلق کرنا چاہئے

آنحضرت کو پسند اولیاء اور کہ بوند تاز چشم درماں پہنان شوند  
یعنی یہ جو کہتے ہیں کہ اولیاء را شد پہاڑوں میں (اسلئے) ہوتے ہیں تاکہ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہیں۔  
پیش خلق ایشان فرا صد گُاند گام خود بر چرخ ہفتم می ہند  
یعنی مخلوق کے سامنے وہ سو پہاڑوں کی بلندی پر ہیں اور اپنا قدم ساتویں آسمان پر رکھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے  
کہ لوگوں میں جو مشہور ہے کہ اولیاء را شد پہاڑوں میں اسلئے رہتے ہیں تاکہ پوشیدہ رہیں تو یہ غلط ہے بلکہ  
وہ لوگوں کے سامنے خوب بلندی پر ہوتے ہیں کہ جس کا دل چاہے دیکھ لے اور معلوم کر لے۔  
پس چرا پہنان شود کہ جو بود کو ز صد دریاؤ کہ آنسو بود

یعنی پھر وہ پوشیدہ اور پہاڑ کے متلاشی کیوں ہونگے کہ وہ تو سو دریا اور کوہ سے اس طرف ہیں یعنی وہ تو ان صبا دریاؤں اور کوہ سے بالا ہو چکے ہیں اور ان کو ان تعلقات کی پرواہ نہیں رہی ہے اور وہ اس کے محتاج نہیں کہے ہیں کہ اپنے کو پوشیدہ کرنے کیلئے پہاڑوں میں چھپتے رہیں۔

حاجتش بنود لبسوںے کہ گریخت کز پیش کرہ فلک صمد نعل ریخت  
یعنی اس ولی کو پہاڑ کی طرف بھاگنے کی حاجت نہیں ہوتی جس کے پیچھے کہہ کرہ فلک نے صمد نعل گرا دیے۔ یعنی جن حضرات کی ترقی و ترقک بھی باوجود کوشش کے نہ پہونچ سکا اور کو پہاڑوں میں پوشیدہ ہو مینگی بھلا کیا حاجت ہے۔

چرخ گردید و ندید او گرد جان تعزیت جامہ پوشیدہ آن زمان  
یعنی آسمان پھرا اور اس نے (اونکی) جان کی گرد (بھی) نہ دیکھی۔ (تو) اس وقت تعزیت کا پتھر پہن لیا (چونکہ پہلے جامہ تعزیت نیلا پہنتے تھے اسلئے چرخ کی نیلی رنگت کو جامہ تعزیت کہہ دیا) مطلب یہ ہے کہ جب چرخ نے نیکی نہ کی ہو پوچھنا چاہا اور پھر یہ نہ مل سکے تو آخر کار مجبور ہو کر جامہ تعزیت پہن کر ٹھٹھک کر بیٹھ رہا۔ آگے

ان حضرات کے حالات کے پوشیدہ ہونے کو دو سکے عنوان سے بیان فرماتے ہیں کہ۔

گریظا ہر اک پری پنہان بود آدمی پنہان تر از پریان بود  
یعنی اگرچہ بظاہر جن پوشیدہ ہوتا ہے (لیکن) آدمی جنوں سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے۔

نزد عاقل زان پری کہ مضمر است آدمی صد بار خود پنہان تر است

یعنی عاقل کے نزدیک اس جن سے جو کہ پوشیدہ ہے آدمی سو دفعہ خود پوشیدہ زیادہ ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو جنات بالکل پوشیدہ ہوتے ہیں کہ کسی کو نظر نہیں آتے مگر انسان اپنے حالات کے اعتبار سے اونے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے کہ اس کی اصلی حالت اور اندرونی حال کا پتہ چلنا بہت ہی مشکل قریب بہ محال ہے اور یہ بات ایسی ہے کہ ہر انسان کو عام ہے تو جو ادھیہ برگزیدہ اور ولی خدا ہیں ان کے باطن کی حالت تو بھلا کس طرح معلوم ہو سکتی ہے آگے خدای کو فرماتے ہیں کہ۔

آدمی نزدیک عاقل چون خفی است چون بود آدم کہ در غیب او صغی است

یعنی عاقل کے نزدیک جب آدمی خفی ہے تو وہ آدم کس طرح ہونگے جو کہ غیب میں برگزیدہ ہیں مطلب یہ کہ جب عوام الناس کے باطنی حالات کا پتہ نہیں چلتا تو بھلا اولیاء اللہ اور انبیاء کے حالات کا تو کیا ہی پتہ چل سکتا ہے آگے انسان کے جسم کے ظاہر اور اس کے حالات کے خفی ہونے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

اولیاء اللہ کی صورت اور اونکے کلام کی عصائے موسیٰ اور فسون

## عیسے علیہا السلام کی صورت سے تشبیہ

آدمی ہچون عصائے موسیٰ است آدمی ہچون فسون عیسے است

یعنی آدمی موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی طرح ہے اور آدمی عیسے علیہ السلام کے فسون کی طرح ہے۔  
در کف حق بہ سردار دو بہر زین قلب مومن ہست بین الاصبغین  
یعنی حق تعالیٰ کے قبضہ میں واسطے راہ کے اور زینت کے مومن کا قلب دو انگلیوں کے درمیان میں ہے۔

ف اس شرکی دہر ربط شتر آئندہ کی تقریر میں آتی ہے۔  
ظاہر شس چو بے ولیکن پیش او کون یک لقمہ چو بکشاید گلو

یعنی ظاہر میں تو ایک کڑی ہے لیکن اس کے آگے تمام دنیا ایک لقمہ ہے جو وہ گلو کو کھٹ مطلب یہ کہ انسان بظاہر تو ایک مضبوط لقمہ ہے اس کے اندر کچھ ہی نہیں ہے جس طرح کہ عصائے موسیٰ صرف ایک کڑی تھا لیکن جس طرح کہ وہ موسیٰ کے ہاتھ میں آکر ازاد ہوا جتنا رنج و تھکا اسی طرح یہ قلب انسانی اصبعین حق میں رہ کر اس قدر باقوت و عظمت ہو جاتا ہے کہ پھر اس کے آگے کوئی ٹہر نہیں سکتا۔

تو مبین زافسون عیسے احرف و صوت آن بہ بین کز فے گریزان گشت موت

یعنی تو افسون عیسوی سے صرف حرف و صوت ہی کو مت دیکھ (بلکہ) یہ دیکھ کہ اس (افسون) سے موت بھاگ گئی مطلب یہ کہ یہ بات صرف مت دیکھو کہ یہ تو صرف الفاظ ہیں انکا پڑھنا کیا مشکل ہے اور اس سے عیسای علیہ السلام کی کیا فضیلت معلوم ہوئی تو بات یہ ہے کہ اس میں غور کرنے کے بعد دیکھنے کی تو یہ بات ہے کہ اس آفاقی سے موت بھاگ گئی مردے زندہ ہو گئے۔

تو مبین زافسونش آن لہجات پست آن مگر کہ مردہ بر جست و نشست

یعنی تم اونکے افسون سے اون پست لہجوں کو مت دیکھو بلکہ اس کو دیکھو کہ وہ کو کمر بٹھیر گیا۔ مطلب یہ ہے کہ حرف اس کی صورت ہی کو مت دیکھو بلکہ اس کی اصلی حالت کو دیکھو۔

تو مبین مر آن عصا اسہل یافت آن مبین کہ بحر اخضر را شگافت

یعنی تم اس عصا کو اسہل یا پست دیکھو وہ دیکھو کہ اس نے بحر اخضر کو پہاڑ یا مطلب یہ کہ عصائے موسوی میں صرف اس بات کو مت دیکھو کہ تو ایک لکڑی ہے اسکا طاقو بہت کم آن کہ ایک اس ساتھ کی لکڑی ہم بھی بنالین گے مگر یہ تو دیکھو کہ جو صفت اس کے اندر ہے وہ تو ہمارے عصا میں نہیں ہے جس بھی فرق اس عصائے موسوی اور ہمارے عصا میں ہے کہ مثلاً اس نے دریا کو پہاڑ یا تھا اور راست بنا دیا تھا مگر تم ہمارا عصا اس کام کا نہیں ہے۔

تو ز دوری دیدہ چتر سیاہ یک قدم پاپیش نہ بنگر سپاہ  
یعنی تہے دور سے چتر سیاہ کو دیکھ لیا ہے ایک قدم پاؤں آگے رکھ اور سپاہ کو دیکھ لے مطلب یہ کہ تم نے دور سے چتر  
کو دیکھا ہے تو تم سمجھو کہ ہوسے ہو کہ بس یہ چیز ہی چتر ہے اور کوئی چیز نہیں ہے حالانکہ اس کی ہمراہ فوج بھی تھی اگر تم  
آگے بڑھو گے تو اس فوج کو بھی دیکھ لو گے اسی طرح اولیاء کی صورت دیکھ کر تم نے سمجھ لیا ہے کہ جو ہے یہی ہے  
حالانکہ تم اگر آگے بڑھو اور دیکھو تو اس وقت ادنیٰ اصلی حقیقت معلوم ہو۔

تو ز دوری می نہ بینی خیر گرد اند کے پیش آہمین در گرد مرد  
یعنی تو دور سے سوائے گرد کے اور کچھ نہیں دیکھتا تو تو تھوڑا سا آگے بڑھ تو گرد میں تو مرد کو دیکھ گا مطلب یہ کہ  
دور سے تو صرف گرد ہی معلوم ہو رہی ہے لیکن آگے بڑھو تو اس میں سپاہی بھی نظر آئیں گے۔ آگے بنیاد اولیاء  
کے کچھ اور حالات بیان فرماتے ہیں اور اس کے ضمن میں آیت یا جبال او بی انہ کی تفسیر بھی فرماتے ہیں۔

حق تعالیٰ کے قول یا جبال او بی معہ الطیر کی تفسیر  
دیدہ ہار اگر داور روشن کند کوہ ہار ا مردے اور بر کند  
یعنی اون (حضرات) کی گرد آنکھوں کو روشن کرتی ہے اور پہاڑوں کو اس کی ایک پھونک او کھاڑ دیتی ہے۔  
چون بنیاد موسیٰ از اقصائے دشت کوہ طور از مقدش رقا ص گشت  
یعنی جب موسیٰ منہائے جنگل سے تشریف لائے تو طور پہاڑوں کے آنے کی وجہ سے ناچنے لگا یعنی  
خوشی میں جسد کر لے لگا۔

روئے داؤد از فرش تابان شدہ کوہ ہار اندر پیش نالان شدہ  
یعنی داؤد کا چہرہ مبارک حق تعالیٰ کے جلال سے تابان ہوا تھا تو پہاڑوں کے پیچھے نالان ہوئے تھے مطلب یہ کہ دیکھ  
بناظر کو یہ حضرات بھی مرت انسان ہی تھے لیکن چونکہ خدا سے ان کو تعلق ہو گیا ہے اس لئے انکی یہ حالت ہو گئی ہے  
کہ سب چیزیں ان کے تابع ہو گئی ہیں۔

کوہ باداؤد گشتہ ہم ہے ہر دو مطرب مست در عشق شہ  
یعنی پہاڑ داؤد کا ساتھی ہوا کہ دونوں مطرب عشق شاہ میں مست تھے مطلب یہ کہ دیکھو ان حضرات کی وہ شان  
تھی کہ پہاڑ بھی ان کے ہر زبان ہو جاتے تھے اور ان کے ساتھ ذکر کرتے تھے اور یہ حالت تھی کہ۔

یا جبال او بی امیر آمدہ ہر دو ہم آواز و ہم پردہ شدہ  
یعنی یا جبال او بی حکم آیا ہم آواز و دونوں ہم آواز اور ہم پردہ ہو رہے تھے مطلب یہ کہ دیکھو ان حضرات کی شان



تھی کہ پہاڑ و کوہ کی دیکھا تھا کہ اس کے ساتھ ہزار ہا آدمی اگر کسی وقت ذکر سے انکو غفلت ہو جائے تو تم ہاؤں دلا دیا کرتے  
آگے ایک اور حالت بیان فرماتے ہیں کہ

گفت داؤد اوجہ جہت دیدہ بہر من از ہمدان بے سیدہ

یعنی حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ داؤد تم نے جو دیکھا ہے میرے واسطے تم نے ہمدان سے قطع کر لیا ہے۔  
اے غریب و فرد بے مونس شدہ آتش شوق از دولت شعلہ زدہ  
یعنی اے غریب اور کیا ہو کہ بے مونس ہو گیا ہے اور شوق کی آگ تیرے دل سے شعلہ مار رہی ہے۔

مطربان خوابی و قوال و ندیم کوہ ہارا پیشیت آرد آن قدیم

یعنی تم کو مطربوں کی اور قوالوں کی غواہش ہے تو وہ قدیم (حق تعالیٰ) تمہارے آگے پہاڑوں کو لانا ہے یعنی تم کو  
جو اس کی خدمت ہے کہ ذکر و شغل میں کوئی تہیاری نہ ہو تو اس کے لئے پہاڑوں کو مقرر کیا جاتا ہے کہ وہ تمہارے ہزار ہا آدمی کو  
تا کہ قوالی و سرنائی کنند تا بہ پیشیت باد پہمائی کنند

یعنی تاکہ (وہ پہاڑ) قوالی اور خوش آوازی کریں اور تاکہ تمہارے سامنے نظر ماریں کہ یہ تو ایک توان پہاڑوں کی  
تسبیح میں مصیحت تھی کہ داؤد کی ہزار ہا آدمی اور ایک یہ مصیحت تھی کہ۔

تا بدانی نالہ چون کہ رار و است بے لب و دندان ولی رانالہ است

یعنی تاکہ تم جان لو کہ جب نالہ پہاڑ کیلئے جائز ہے تو بے لب و دندان کے ولی کیلئے نالے ہیں مطلب یہ کہ اس سے  
ایک بات مقصود تھی کہ تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ جب پہاڑ بھی بول سکتے ہیں جن کے کہ دماغ ہے اور زبان ہے  
تو اویسا اللہ بھی بے زبان ہلکے صفت دل سے تسبیح و تہلیل کر سکتے ہیں۔

نغمہ اجڑائے آن صافی جسد ہر شبے در گوش حشمتی رسد

یعنی اوس صافی جسد کے اجزاء کے نغمے ہر رات کو اوس کے گوش حشمت میں پہنچتے ہیں۔

ہمندینان نشوند و بشنود اے خنک جان کو بعینہ بش بگردو

یعنی ہمندین لوگ تو سننے نہیں اور وہ سنتا ہے کیا اچھی ہے وہ جان جو کہ اوس کی طرف گرویدہ ہو۔ (اور اوس کی

یہ حالت ہوتی ہے کہ)

بے گدرد نفس خود صد گفتگو ہمندین او نہر وہ تسبیح بگو

یعنی وہ اپنے نفس میں سو گفتگو دیکھتا ہے اور اوس کا ہمندین کسی قسم کی بد نہیں لے گیا ہے یعنی وہ بہت ہی فکرمند  
اپنے نفس میں سنتا ہے اور اوس کے ہمندین کو ہانکل خبر بھی نہیں ہوتی آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

صد سوال و صد جواب اندر دلت می رسد از لامکان تا منزلت

در مقام کمال (۱۵)

یعنی سیکڑوں سوال اور سیکڑوں جواب تیرے دل میں لامکان سے تیرے گھر تک پہنچتے ہیں۔  
 بشنوی تو نشنود زان گوشہا گر بہ نزدیک تو آرد گوش را  
 یعنی تم تو سنتے ہو اور وہ اون کا نون سے نہیں سنتا اگرچہ وہ کان کو تیرے پاس کو لے آوے (ولانا فلتے بینک)  
 گیرم اے کر خود تو آذر انشنوی چون مثلش دیدہ چون گردی  
 یعنی اے ہرے میں نے فرماں کیا کہ تو خود اون باتوں کو نہیں سنتا مگر جب تو نے اس کی مثال دیکھ لی تو کیوں  
 گردیدہ نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو بہت سے خیالات تہا سے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور سوال و جواب میں  
 آتے ہیں اور تم سب سنتے ہو مگر تمہارے ہمنشین کو خبر بھی نہیں ہوتی تو اگرچہ تم اولیاء اللہ کی باتوں کو سن نہیں  
 سکتے مگر جب یہ ایک مثال موجود ہے اور خود تہا سے ساتھ ہی ایسا ہوتا ہے کہ ایک بات کو تم سنتے ہو اور تمہارا  
 ہمنشین نہیں سنتا تو پھر اس مثال ہی سے سمجھو کہ ایسا ہو سکتا ہے آگے اس طاعن مشنوی کا جواب دیتے ہیں۔

## شرح جیبی

لے سگ طاعن تو عو عو میسکنی	طعن قرآن را بروں مشو میسکنی
این نہ آن شیر سرت کز مے جان ہری	یا ز پنجہ قہر او ایمان ہری
تا قیامت میزند قرآن ندا	اے گروہ جہل را گشتہ فدا
مرد افانہ مے پنداشتید	تخم طعن و کافری می کاشتید
خود بدید بد آئید طعن مے زودید	کہ شما فانی و افانہ بدید
من کلام حق مے و تا تم بذات	قوت جان جان و یا قوت زکات
نور خورشید مے فتادہ بر شما	لیک از خورشید ناگشتہ جدا
نک منم مینوع آن آب حیات	تا رہا نم عاشقان را زمین حیات
گر چنان کرد آذتان ننگختہ	جس بر گوزتان حق ریختہ
نے بجیرم گفت و پند آن حکیم	دل نگر دامن ہمہ طعن سقیم

اور طعن کرنے والے کہتے تو بھون بھون کرتا ہے۔ ہا اور ہو۔ کہنت تو قرآن پر اعتراض کرتا ہے کہ کیونکہ جو اسلوب  
 مشنوی میں اختیار کیا گیا ہے وہ ہی اسلوب قرآن کا ہے پس تیرا اس کو نقص سمجھنا گویا کہ قرآن کو ناقص کہنا  
 ہے یا نہ کہ میری مشنوی وہ نہیں ہے جس کے پنجے سے تیری جان سلامت رہ جائے یا اس کے پنجے قہر سے تیرا  
 ایمان محفوظ رہا وے کیونکہ اس پر اعتراض کرنا مستلزم ہے قرآن پر اعتراض کرنے کو اور قرآن پر اعتراض کرنا تو

سمجھ لے کیا ہے تو قرآن پر کیا اعتراض کرتا ہے یا دیکھ کہ وہ تو قیامت تک باؤاد بلند بجا رہتا ہے گا کہ اے خدا کے جہل گاہ  
 تم نے مجھے، ساحلِ بلادین سمجھا اور طعن و کفر کا بیج بویا کہ اے طاغوت تم نے دیکھ لیا کہ تم خود فانی و افسار نہ تھے اور میں فانی  
 نہیں ہوں کیونکہ میں کلام اللہ اور اس کی ذات کے ساتھ قائم ہوں گو میرے پاس یعنی اصوات فانی ہیں فانی ہیں اور  
 میں خدا کے روح کامل اور ایک یا قوت مرکزی عن اذنا اس انقائض ہوں گو میں تمہارے پاس آیا ہوں مگر ذات حق  
 سے جدا نہیں ہوں اسلئے میری مثال ایسی ہے جیسے آفتاب کا نور کہ وہ دنیا کا اپنے فیوض سے مستفید بھی کرتا ہے  
 اور ذات نور شید سے جدا بھی نہیں دیکھو میں اب حیات کا ایک چشمہ ہوں اور اسلئے ہوں کہ عاشقان آہی کو  
 موت روحانی سے بچاؤں اگر تمہاری حرص و اعتراض خائزاتی تو ممکن تھا کہ حق سبحانہ میرا کچھ فیض تم کو بھی  
 عطا فرماتے جس سے اگر تم کو حیات کامل حاصل نہ ہوتی تو بالکل مردہ ہی نہ رہتے یہاں تک مولانا افسردہ خاطر  
 تھے اور چاہتے تھے کہ سلسلہ مشنوی کو ختم کروں اب فرماتے ہیں کہ نہیں میں ایسا نہیں کرتا اور اس سلسلہ کو  
 ختم نہیں کرتا بلکہ حکیم ثنائی کے مقولہ اور انکی نصیحت کو اختیار کرتا ہوں اور یہودہ دلائلی اعتراضات پر کوئی  
 توجہ نہیں کرتا آگے اوس نصیحت کو ان الفاظ سے بیان فرماتے ہیں انکہ فرمودہ است اوامر خطاب الخ

## شرح شبیری

مشنوی پر اپنے فہم کی کمی کی وجہ سے طعن کرنیوالے کا جواب

اے سگ طاعن تو عو عو مسکنی طعن قرآن را بروں تشو مسکنی

یعنی اے طعن کرنے والے کچھ تو بھول بھول کر رہا ہے اور قرآن کے طعن کو نکال کر تلاش کرتا ہے۔

ایمان نہ آن شیر مست کز لے جان بری یا ز پنجہ قہر او ایمان بری

یعنی یہ وہ شیر نہیں ہے کہ اوس سے تو جان بر ہو سکے یا اوس کے پنجہ قہر سے ایمان لیجائے مطلب یہ ہے کہ طاعن  
 تو جو مشنوی پر طعن کر رہا ہے اور وہ طعن بالکل طعن قرآن کے مثل ہے اور مشنوی کی حالت بالکل قرآن جیسی ہے اور  
 قرآن پر طعن کرنے سے ظاہر ہے کہ ایمان کی سلامتی نہیں ہے تو میں مولانا فرماتے ہیں کہ مشنوی پر طعن کرنے سے بھی  
 ایمان سلامت نہ رہے گا۔

تاقیامت می زند قرآن ندا کاے گرہ جہل را گشتہ خدا

یعنی قیامت تک قرآن ندا کر رہا ہے کہ اے وہ گروہ جہل پر خدا ہوا ہے۔

مرزا افسانہ سے پنداشتید تخم طعن و کافر می کاشتید

یعنی جبکہ تم ایک افسانہ سمجھتے تھے اور طعن و کافری کا بیج بونے تھے۔

خود بدیدیدائے خسیانِ زمن کہ شما بودید افسانہ زمن  
یعنی اے خسیانِ زمن تم خود دیکھ لو گے کہ تم ہی افسانہ زمن تھے۔

تا بدیدیدائے کہ طعنہ می زدید کہ شما فانی و افسانہ بدید  
یعنی یہاں تک کہ اے لوگو جو کہ طعنہ مارتے تھے دیکھ لو گے کہ تم ہی فانی اور افسانہ تھے اور میری توبہ حالت ہے کہ۔

من کلام حقتم و قائم بذات قوت جان جان و یا قوت زکات

یعنی میں تو کلام حق ہوں اور قائم بذات (حق) ہوں اور جان جان کی روزی اور یا قوت پاکی کا ہوں مطلب یہ کہ وہ کلام پاک کہتا ہے کہ میں کلام نفی کے درجہ میں فانی نہیں ہوں اور قائم بذات حق ہوں اب تم ہی دیکھ لو کہ کون فانی اور افسانہ ہے

نور خورشیدم فتادہ بر شما لیک از خورشید ناگشتہ جدا

یعنی میں نور خورشید ہوں جو کہ تم پر پڑا ہے لیکن خورشید سے جدا نہیں ہوا ہے مطلب یہ کہ میں نور خورشید ہوں کہ تم پر اپنا فیض اور اپنی روشنی ڈال رہا ہوں مگر خورشید سے بھی الگ نہیں ہوا بلکہ خورشید سے میرا تعلق باقی ہے اور میں خورشید کے ساتھ رہ کر تم کو فیض پہنچا رہا ہوں۔

نک منہم ینبوع آب حیات تا رہا تم حاشقاں را زمین مات

یعنی یہ میں اوس آب حیات کا چشمہ ہوں تاکہ میں حاشقوں کو اس مات سے چھڑاؤں مطلب یہ ہے کہ وہ مقرر کرتا ہے کہ میں آب حیات کا چشمہ ہوں کہ میں خشتا کی من موت ابدی سے چھڑاتا ہوں۔

گر چنان گسند از تان ننگختہ جوع بر گورتان حق رنجختہ

یعنی اگر تمہاری مرض اس طرح گندگی نہ پھیلانی تو ایک گھوٹ تمہاری گورتان حق تھالے ڈالتے مطلب یہ کہ اگر تم لوگ حرص و طمع کو نہ پھیلاتے تو حق تھالے اس کلام پاک میں سے تم کو بھی حصہ عنایت فرماتا مگر تم لوگ خود نیاس لگ گئے تو پھر اس کا فیض تم تک کب پہنچ سکتا تھا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

نہ بگیرم گفت و پند آن کلیم دل نگر دا تم بہر طعن سقیم

یعنی نہیں میں اوس حکیم کی بات اور پند کو اختیار کرتا ہوں اور بہر طعن سقیم کہو سے دل نہیں پھرتا

تا بسا بدرد من از او دوا فارغ آیم من زہر طعن جدا

یعنی تاکہ میرا درد اس سے دوا پائے اور میں ہر اوس طعن سے فارغ اور جدا ہو جاؤں مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ میں ان طعنوں کی وجہ سے رکو نہ لگا نہیں اور اسی طرح فیض دیتا رہتا ہوں اور میں حکیم کی پند پر عمل کرو چکا جس کو کہ ان کی

میں بیان کرتے ہیں حکیم سے مراد حکیم غزنوی ہیں وہ ایک مثال بیان فرماتے ہیں۔

## شرح حبیبی

آنکه فرموده است اواند خدا اب  
می شنو لیدند مردم آن عشر  
آن شنو لیدن بجره می رسید  
بادش بر سپید کاه که چسرا  
گفت کتره می شنو لند این گروه  
پس دلم می لرزد از جامی رود  
گفت مادر تا جهان بوده است این  
هین تو کار خویش کن ای اچسند  
وقت تنگ و میرود آب فراخ  
شهره کاریزی ست بر آب حیات  
آب خضر از جوئے نطق اولیا  
گر نه بیخی آب کورانه بفض  
چون شنیدی کاندین جو آب هست  
بوفرو بر مشک آب اندیش را  
چون گران دیدی شوی تو مستدل  
گر نه بدیند کور آب جو عیان  
که ز جو اندر سبب آب برفت  
زانکه هر دایه مراد می ربود  
مر سیفیان را رباید هر هوا  
کشتی بے سنگ آمد مرد شر  
سنگ عقاست عاقل را مان  
او مرد هائے حسد چون در بود  
زین چنین امداد دل پُر فن شود

کتره و مادر نمی خوردند آب  
بهر اسپان که ازین آب خور  
سر نمی برداشت و ز خود می رسید  
می رمی هر ساعت زین استقا  
و اتفاق بانگ شان دارم شکوه  
و اتفاق نعره خو فمی رسد  
کار افزایان بدند اندر زمین  
زود و کایشان ریش خود بر می کنند  
پیش ازان که بجز گردی شاخ سلاخ  
آب کش تا بر دمد از تو نبات  
میخوردیم اے تشنه غافل بیا  
سوء جو آور سبب در جوئے زن  
کور را تقلید باید کار بست  
تا گران بینی تو مشک خویش را  
رست از تقلید خشک نگاه دل  
لیک داند چون سبب بد گران  
که سبک بود و گران شد و آب رفت  
بادی نه بایدم گفت فرود  
زانکه بنودشان گران و قوی  
که زیاد کثر نیاید و حذر  
سنگ در یوزه کن از عاقلان  
از خزینہ دُر آن دریائے جود  
بجز از دل چشم هم روشن شود

تا چو دل شدیدہ تو ماطل است  
زان نصیب ہم بدودیدہ دہد  
وحی دلہا تا شد و صدق بیان  
سوئے آن و سو اس طاعن شکریم  
طعنہ خلقان چہ بادی شمر  
گوش با بانگ سنگان کے کردہ اند  
اندر آن مسجد چہ بنودش چہ کرد

نا حک نور از دل برین دیدہ نشست  
دل چو برا نور عفتے بر زند  
پس بدان کاب مبارک ز آسمان  
ما چو آن کترہ ہم آب جو خوریم  
پیر و پیغمبرانی رہ سپر  
آن خداوندان کردہ طے کردہ اند  
باز گوکان پاکباز و شیر مرد

ہم کو اس نصیحت کو اختیار کرنا چاہیے جو انہوں نے اثنائے گفتگو میں فرمائی ہے یعنی یہ کہ ایک گھوڑی کا بچہ اور ایک گھوڑی پانی پی رہے تھے سائیں لوگ پانی پلانے کیلئے سیٹیاں بجا رہے تھے جس سے اونکا مطلب یہ تھا کہ گھوڑو پانی پیو۔ اُن سیٹیوں کی آواز گھوڑی کے بچہ تک بھی پہنچتی تھی اور وہ اس کو سن کر چلتا اور پانی سے سراسر اٹھالیتا اور پھر کتا تھا۔ آخر اوسکی ماں نے پوچھا کہ بچہ میرے تو پانی کیوں نہیں پیتا اور ہر دم بھڑکتا کیوں ہے اس نے کہا کہ یہ لوگ سیٹیاں بجاتے ہیں اور پھر پرانگی مجھ سے ایک خوف طاری ہوتا ہے اس لئے میرا دل کانپتا ہے اور دل ٹھکانے نہیں رہتا۔ مجھے تو انکی مجموعی آواز سے خوف معلوم ہوتا ہے مال نے کہا بیٹا جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اوی وقت سے فضول حرکتیں کرنے والے اور کام نہ چلنے والے لوگ بھی ہوتے رہے ہیں۔ پس تم ایسے لوگوں کی طرف التفات نہ کرو اور جلدی سے اپنا کام کر لو یہ لوگ تو لامبنی حرکتیں کہہ کے اپنا نقصان کر رہے ہیں دیکھو وقت تھوڑا ہے اور پانی بکثرت چلا جا رہا ہے پس تم قبل اس کے کہ انکی جدائی سے معلوم ہو خوب سیراب ہو لو یہ ایک آب حیات سے پر اور مشہور کاروبار ہے تم پانی پی لو تاکہ تم کو فاصل ہو یہ تو ایک واقعہ تھا قبل اس کے کہ ہم اس سے مناسب مقام تیج نکالیں ایک ضروری اور استعرازی مضمون سن لو اہل اللہ کے کلام کی ہنر سے آب حیات جاری ہے اور ہم اس کو پیتے ہیں پس لے لے خبر پوچھو آؤ۔ بھی پی لے۔ اگر تو اندھونی طرح پانی نہیں دیکھتا تو جبکہ تو نے سن لیا ہے کہ اس ہنر میں پانی ہے اور اس سے بہت سے نشے سیراب ہوتے ہیں تو اس ہنر میں نظر الاکر ڈال یعنی اگر تجھے اُنکی کلام کی صفت حیات بخشی معلوم نہیں ہے تو سنکر ہی اپنے قلب کو خلوص کے ساتھ اوس کی طرف متوجہ کر کیونکہ اندھے کو دوسرے میناؤں کی تقلید اور پیروی کرنی چاہیے۔ اور یہ تیرا دل جو ایک مشک کی مانند ہے جس کو آب فیض کے ہونے میں شبہ ہے اوس کو تو اس ہنر میں ڈال یعنی اُنکے کلام کی طرف خلوص سے توجہ کرنا کہ تو اپنی مشک کو پانی سے بھاری کیجے یعنی اثر جدید کو اوس کے اندر محسوس کرے۔ جب تو اس مشک کو بھاری دیکھے گا اور اوس کے اندر نئی کیفیت محسوس

کر چکا تو اس وقت تیرا دل تقلیدِ حامد سے نکل جاویگا اور دلیل سے بچے اوس کا وجود معلوم ہو جاویگا کیونکہ اگر  
اندھا آنکھ سے نہر کا پانی نہیں دیکھتا تو نہ بھی مگر جب وہ اپنے گھر کے کو بھاری دیکھتا ہے تو اسے پانی کا جو ہفتین  
طور پر معلوم ہوتا ہے اور وہ سمجھ لیتا ہے کہ نہر سے گھر کے میں پانی آگیا۔ کیونکہ اول وہ ہلکا تھا اور اب وہ  
بہت سے پانی کے سبب بھاری ہو گیا ہے اسی طرح یہ شخص بھی سمجھ لے گا کہ مجھ میں ایک نئی بات پیدا ہو گئی ہے  
کیونکہ وہ سمجھے گا کہ اول مجھے ہر یاد ہوا تو ہوس اڑا لے جاتی تھی ادب مجھے ہوا نہیں اڑا سکتی لہذا معلوم ہوا کہ اب  
مجھ میں گرائی بڑھ گئی ہے اب سمجھو کہ خفیف العقل لوگوں کو ہر یاد ہوا تو ہوس اڑا لے جاتی ہے کیونکہ وہ ان میں  
گرائی ہوتی ہے نہ قوت ایسے برے لوگ ہوں کہ رفتارِ ہوس سے محفوظ نہیں رہتے کشتی بے لنگر کے مانند ہوتے  
ہیں اور اہل عقل کی کشتی کو لنگر عقل تہائی سے بچاتا ہے اس لئے تم کو چاہئے کہ عقل سے اس لنگر کو حاصل  
کر دو۔ پس جبکہ کوئی اس بحرِ سنی (عقل) کے خزانہ دُر سے عقل کی بیہم اسرار حاصل کر چکا تو اس بار اسے اس کے  
دل میں بھی ہوشیاری پیدا ہو جاوے گی۔ اور وہ دل ہی تک محدود نہ رہے گی بلکہ اوس سے تجاوز کر کے آنکھوں  
تک بھی پہنچے گی اور آنکھوں کو بھی اوس سے فی الجملہ روشنی حاصل ہوگی۔ اور جو نقص آنکھوں میں دل کے  
نقص کے سبب تھا مثلاً عداوت کے سبب اچھے کا بُرا دکھلائی دینا وغیرہ وہ دفع ہو جائے گا۔ یہ چہارم نے  
کہا ہے کہ اوس کی ہوشیاری کا اثر آنکھوں تک بھی پہنچے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ آنکھ میں جو نور آیا ہے وہ  
دل ہی کے سبب ہے دیکھو کہ جب دل نہیں رہتا تو آنکھیں بھی بیکار ہو جاتی ہیں مثلاً حیات کا تعلق جب دل  
سے منقطع ہوتا ہے تو آنکھیں بھی کچھ نہیں دیکھ سکتیں یا یہ کہ جب دل تندرست نہیں رہتا اور اس میں حسد وغیرہ  
امراض پیدا ہوجاتے ہیں تو آنکھیں بھی انداک استیاء علی ما ہی علیہ سے قاصر رہتی ہیں جبکہ دل کا تعلق آنکھ سے  
معلوم ہوگا تو اوس کی روشنی سے اوس کی روشنی کے بڑھنے کا استبعاد جاتا رہا۔ اور ثابت ہو گیا کہ جب دل  
انوارِ عقلی سے متلبس ہوتا ہے تو اوس سے دونوں آنکھوں کو بھی حصہ ملتا ہے یہ تو اسطرادی مضمون تھا اب ہم  
اس قصہ کا نتیجہ مقصود بیان کرتے ہیں سنو کہ آسمان کا پانی الہامِ قلب اور صدقِ بیان ہے پس ہم بھی اوس  
پہنچنے کے کی مانند یہ پانی پیتے ہیں اور طاعن کے وسوسا کی طرف التفات نہیں کرتے ہیں لے سالک تو پیروزِ کمال  
پیر ہے لہذا لوگوں کے غفلت کو ایک ہوا سمجھ۔ جو دہر سے آتی ہے اور اوپر کو چلی جاتی ہے کیونکہ ہمیشہ سے سالکین  
کا یہی طریق رہا ہے کہ کنوئیں کی آواز دنیوی طرف اور غفلت نے التفات نہیں کیا ہے اچھا یہ قصہ تو ہو چکا اب یہ  
بیان کر دو کہ اوس شیر اور بہاد آدمی نے کیا دیکھا اور کیا کیا۔

# شرح شیری

## ایک بچہ پیرے کے پانی پینے سے بھاگنے کی مشل

آج کل فرمودہ است او اند خطاب کترہ و مادر ہے خوردند آب یعنی وہ کہ اوس حکیم نے خطاب میں فرمایا ہے کہ ایک بچہ پیراں پانی پنی رہے تھے۔ یعنی اوس حکیم نے یہ حکایت بیان کی ہے کہ ایک بچہ پیراں اور اوس کی ماں دونوں پانی پی رہے تھے۔

می شخولیدند ہر دم آن نفر بہر اسپاں کہ ہلا زین آب خورد یعنی وہ ایک جماعت ہر دم چلا رہی تھی گھوڑوں کے واسطے کہ اس آب خورد سے بھاگو مطلب یہ کہ گھوڑے جو پانی پینے آتے تھے تو لوگ ان کو بھگانے کیلئے غل مچایا کرتے تھے۔

آن شخولیدند بکرہ می رسید سر بھی برداشت وز خودی رسید یعنی وہ چلانا بچہ پیرے کو پہنچتا تھا تو سر اٹھاتا تھا اور خود بخود بھاگتا تھا یعنی وہ شور کو سسک کر بدکا کرتا تھا۔ مادرش پر رسید کاے کہہ چرا می ہر ساعت زین استقا یعنی اوسکی ماں نے پوچھا کہ اے بچہ پیرے تو ہر گھڑی پانی پینے سے بھاگتا کیوں ہے۔

گفت کترہ می شخولند آن گروہ ز اتفاق بانگ شان دارم شکوہ یعنی بچہ پیرے نے کہا کہ وہ گروہ شور کرتے ہیں تو اونکی آواز کے اجتماع کی وجہ سے مجھے غصہ معلوم ہوتا ہے۔ بس دلم می لرزد از جانی رود ز اتفاق نعرہ غم می رسد

یعنی بس میرا دل کانپتا ہے اور جگر سے جانا ہے اور آواز کے اتفاق سے مجھے غصہ پہنچتا ہے یعنی یہ لوگ جو ایک دم سے شور کر رہے ہیں اس سے مجھے ڈر لگتا ہے۔

گفت مادر تا جہان بودہ است این کارا فرمایان بدند اندر زمین یعنی ماں نے کہا کہ جب سے کہ جہاں ہوا ہے ایسے بیہودہ لوگ زمین میں رہے ہیں۔

ہین تو کار خویش کن امی از جہند زود کا ایشان ریش خود برمی کنند

یعنی اے صاحبزادے تو اپنا کام کرو اور یہ جلدی ہونے والا ہے کہ یہ لوگ اپنی ڈاڑھیاں اٹکھاڑیں گے مطلب یہ کہ اوس نے کہا کہ ایسے لوگ ہمیشہ ہوتے ہیں آج کوئی نئی بات نہیں ہے تم اپنا کام کرو یہ خود پریشان و پشیمان ہو کر چپ ہو جاؤ گے بس اسی طرح مولانا فرماتے ہیں کہ میں ان طاعون کی پرواہ نہیں کرتا اور میں اپنا کام کرتا ہوں یہ



خود ہی اپنا ضرر کر رہے ہیں میرا اس میں کیا ہرج ہے۔

وقت تنگ و میرود آب فراخ پیش ازان کو بجز گردی شاخ شلخ  
شہر کاریزی مست پر آب حیات آب کش تا برمد از تو نہات

یعنی وقت تنگ ہے اور آب فراخ چل رہا ہے تو پہلے اس سے کہ تو بجز کی وجہ سے شاخ شلخ ہو تو ایک سوت  
آب حیات سے بھرا ہوا ہے تو تو پانی کھینچنے لگے تاکہ تجھ سے نہات پیدا ہو مطلب یہ کہ زندگی دنیا کی تو کم ہے اور یہ  
دنیا جاری ہے اس کے اندر جو اعمال ہو سکیں وہ کر لو اور ان کو بجالو اس سے پہلے کہ تم اس جہان کو چھوڑ دو ہذا  
منہوی کا لکھنا بھی ترک مت کرو بلکہ اس کو لکھتے رہو اس میں اجر عظیم تم کو ملے گا۔

آب خضر از جوئے نطق اولیا میخوریم اے تشنہ غافل بیا

یعنی اولیاء اللہ کے کلام سے ہم آب خضر پی رہے ہیں تو اے تشنہ غافل تو بھی آ جا اور آب خضر سے مراقب حیات  
ہے اور اصنافِ باد نے ملا سبت ہے مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے کلام سے ہم آب حیات پی رہے ہیں تو اے  
غافل تو بھی آ جا اور تو بھی پی لے اب کوئی کہتا ہے کہ ہمیں تو آب حیات کہیں نظر نہیں آتا مولانا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ  
گر نہ بینی آب کو را نہ بفن سوئے جو اور سبور جوئی زن  
یعنی اگر تو پانی اندھوں کی طرح فن سے نہ دیکھے تو توندی کی طرف آ اور ندی میں گھڑے کو مار مطلب یہ فرماتے ہیں  
کہ اگر تم کو اولیاء اللہ کے کلام میں آب حیات دکھائی دے تو تم اون کے پاس آ کر اون کی صحبت اختیار کرو  
اوس کے بعد خود تم کو معلوم ہو جا دیکھا۔

چون شنیدی کاندرین جواب مست کور را تقلید باید کار بست

یعنی جب تو نے سنا کہ اس ندی میں پانی ہے تو اندھے کو تقلید سے کام کرنا چاہیے۔

جو فرو بر مشک آب اندیش را تا گراں بینی تو مشک خویش را  
یعنی پانی کی مشک کو توندی پر لیجا تاکہ تو اپنی مشک کو بھاری دیکھے۔

چون گراں بینی شوی تو مستدل رست از تقلید خشک انگاہ دل

یعنی جب تو نے (مشک کو) گراں دیکھا تو مستدل ہو گیا اور اوس وقت تقلید خشک ہے دل چھوٹ گیا مطلب  
یہ کہ جو اندھا ہو اور سننے کی ندی میں پانی ہے تو اوس کو چاہئے کہ اپنی مشک کے لئے جا کر دوسروں کے کہنے ہی سے ندی میں  
ڈالے تو جب وہ بھڑکی اور بھاری ہوگی معلوم ہو جاوے گا کہ پانی ضرور ہے اور پہلے تو مقلد تھے اب خود محقق ہو جاوے  
تو اسی طرح جب کوئی کہتا ہے کہ اولیاء اللہ کے پاس آب حیات ہے تو اب تم کو چاہئے کہ اون کی صحبت اختیار کرو  
اور اپنے کو اون کے سپرد کرو تو اول تو تم تقلید ہی اون کے پاس گئے تھے پھر خود تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ بے شک

ان حضرات کے پاس آب حیات تھا اور لوگ سچا کہتے تھے۔  
 گر نہ بدینہ کو آب جو عیمان لیک دانہ چون سب کو گرد گران  
 یعنی اگرچہ اندہاندی کے پانی کو ظاہر طور پر نہ دیکھے لیکن جان لینا ہے جبکہ گھڑا بھاری ہو جائے  
 کہ زہر اندر سب کو آبے برفت کاین سبک بود و گران شد ناب زلفت  
 یعنی گندمی سے گھٹے میں کچھ پانی گیا ہے کہ یہ ہلکا تھا اور (اب) بہت سے پانی کی وجہ سے بھاری ہو گیا ہے۔  
 زانکہ ہر بادے مرا و را می ر بود بادے نہر بایدم ثقت لم فرود  
 یعنی اسلئے کہ ہر ہوا اوس کو لیجاتی تھی (ادب) ہوا مجھے اڑاتی نہیں ہے تو میرا نقل بڑھ گیا ہے مطلب یہ ہے کہ  
 جو لوگ حقیقت سے اندر ہے ہیں اون کو اولیاء اللہ کے وہ الزار نظر تو آتے نہیں لیکن اگر وہ ادروں کے کہنے سے  
 اونکی صحبت میں جانا شروع کرتے ہیں تو اوس سے اون کو فیض ہوتا ہے اوس وقت اون کو معلوم ہوتا ہے کہ بیشک  
 انوار ان حضرات کی خدمت میں موجود ہیں اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ پہلے ہر ہوا اوس ان کو دین سے الگ کر دیتے  
 تھے اور اب بڑے سے بڑی شہوت و ہوا کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور اب یہ ہلتے بھی نہیں تو معلوم ہوا کہ کوئی شے  
 اون حضرات کے اندر سے ان میں آئی ہے اور کوئی فیض اون حضرات سے اون کو بھی پہنچا ہے لہذا تم اگر اون  
 حضرات کے انوار کو خود نہیں دیکھتے تو اوس سے یہ مت سمجھو کہ اون کے اندر کچھ ہے ہی نہیں بلکہ یوں سمجھو کہ تم اپنے  
 ہوا و یہ سمجھ کر تقلید اونکی خدمت میں حاضری شروع کرو اوس کے بعد خود تم بھی وہی کہو گے جو کہ اند لوگ تم کو  
 کہہ رہے تھے آگے سلطان فرماتے ہیں کہ۔

مر سفیران را را باید ہر ہوا زانکہ بنودشان گرانے و قومی  
 یعنی بیوقوف و فکور ہوا اوس سے بھاگتی ہے اسلئے کہ اون کے اندر گرانی (ایمان) اور قوت نہیں ہوتی مطلب  
 یہ کہ جو دیندار اور بزرگوں کے خدمت گزار نہیں ہیں وہ ذرا ایسی بات میں دین سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور  
 تھوڑی سی خواہش نفسانی اون کے دین کو برباد کرنے کیلئے کافی ہے آگے اونکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔  
 کشتی بے لنگر آدم در شمر کہ ز باد کثر نیابدا و حذر  
 یعنی شہر کا آدمی بے لنگر کی کشتی ہوتا ہے کہ کچھ ہوا سے وہ خدشہ نہیں پاتی۔ مطلب یہ کہ جس طرح بے لنگر کی کشتی  
 ہوتی ہے کہ ہر ہوا اوس کو درہم بہم کرنے کے واسطے کافی ہے اسی طرح جو شخص شر و لاہوت ہے اوس کو بھی تھوڑی  
 سی خواہش نفسانی دین سے اور راہِ ستیم سے ہٹانے کے لئے کافی ہے۔  
 لنگر عقل است عاقل لایمان لنگرے در یوزہ کن از عاقلان  
 یعنی عاقل کو عقل کا لنگر امن ہے تو عاقلوں سے لنگر مانگ مطلب یہ کہ عاقل آدمی کے پاس ایک ایسی شے ہے

کہ وہ اوکو ڈانول ڈول نہیں ہونے دیتی اور راہ مستقیم پر لے چلی جا رہی ہے تو وہ بھی مائلوں سے اس عقل پر  
کو سیکھ اور حاصل کر کہ یہی وہ شے ہے کہ انسان کو سید ہے رستہ پر پہنچا سکتی ہے۔

اودم دہائے خرد چون در بود از خزینہ زر آن دیانے جود

یعنی اوس نے جب خرد کی امداد اوس دہائے خرد کی موتی کے خزانہ سے لی۔ (تو یہ ہوا کہ)

زین چنین امداد دل پر فن شود بچہ داز دل چشم ہم روشن شود

یعنی ایسی امداد سے دل پر فن ہو جاتا ہے اور دل سے کون سا قوت نکھ بھی روشن ہو جاتی ہے۔

زانکہ نور از دل برین دیدہ شست تا چو دل شد دیدہ تو مائل راست

یعنی اسلئے کہ نور دل ہی سے اس آنکھ پر بیٹھا ہے یہاں تک کہ جب دل جاتا رہا تو تمہاری آنکھ بیکار ہے۔

(دریائے جود سے مراد طواف، مطلب یہ کہ جب کسی شخص نے عارف سے عقل سلیم لے لی اور دل اس عقل

کی وجہ سے پر فن اور چست و چالاک ہو گیا تو اب اس دل میں سے اوس عقل سلیم نے جوش کیا اور اوس نے

آنکھ کو بھی روشن کر دیا اور اب آنکھ سے ظہور و معارف نظر آنے لگے اسلئے کہ جب تک دل ہے اور قوت

تک آنکھ بھی کام دیتی ہے اور جب دل نہ رہا تو آنکھ بھی بیکار ہو جاتی ہے۔ لہذا دل جب روشن

ہو اوس وقت دل سے امداد آنکھ کو پہنچتی کہ وہ دل کی تاج تھی۔

دل چو بر انوار عقلی پر بزد زان نصیبے ہم بد و دیدہ دہر

یعنی دل الجلبہ عقلی پر پیرا رہتا ہے تو اوس میں سے ایک حصہ دونوں آنکھوں کو بھی دیتا ہے مطلب یہ

کہ جب انوار حق سے دل روشن ہوتا ہے تو اوسکی روشنی آنکھوں تک بھی پہنچتی ہے اور آنکھیں بھی روشن ہو جاتی ہیں۔

پس بدان کاب مبارک ز آسمان وحی دلہا باشد و صدق بیاں

یعنی پس جان لو کہ آسمان سے قلوب کی وحی ہوتی ہے اور صدق بیان ہوتا ہے مطلب یہ کہ

آسمان سے جو وحی اور الہامات اور انوار آ رہے ہیں وہ گویا کہ پانی ہیں۔

ما جو آن کرد ہم آب جو خوریم سوئے آن و سواس طاعن سنگریم

یعنی ہم بھی اوس پیچھے کی طرح آب جو پی لے رہے ہیں اور اوس طاعن کے دوسواس کی طرف نہیں دیکھتے

مطلب یہ کہ یہ انوار وغیرہ آسمان سے پانی کی طرح آ رہے ہیں اور ہم اوس پیچھے کی طرح اوس سے مستفیض

ہو رہے ہیں تو اب ہم کو ان طاعنوں اور شور مچانے والوں کی دمنڈنا چاہئے بلکہ کام میں لگنا چاہئے۔

پیر و پیغمبران رہ سبیر طعنہ خلقان ہمہ بانے شمر

یعنی تو پیغمبروں کا پیر رہے تو راستہ چل اور مخلوق کے طعنوں کو ایک ہوا گن۔ مطلب یہ کہ اپنے نفس کو

خطاب فرماتے ہیں کہ تو پیغمبروں کا پیرو ہے تو تجھے چاہئے کہ اپنا راستہ لے اور کام کرے اور ان طاعونگیوں  
 نہ سنے اور ان کی وجہ سے اپنے کام میں حرج نہ کرے۔  
 آن خداوندان کردہ طے کردہ اند گوش بابا بنگ سنگان کے کردواند  
 یعنی اولن آقاؤن نے کہ راہ طے کیا ہے کان کتون کی آواز پر کب کئے ہیں مطلب یہ کہ جن لوگوں نے کہ کام کئے  
 ہیں انہوں نے طاعون کے کہنے پر کب کان دہر لے اور انہوں نے ہمیشہ اپنا کام کیا ہے اگر وہ اس طرف  
 توجہ کرتے تو اس کا کام رہ جاتا اسی طرح اگر تم ان طاعونگیوں کی طرف توجہ کرو گے تو پھر کام نہ کر سکو گے لہذا  
 اس طرف توجہ نہ کرو اور کام کئے جاؤ۔

باز گو کان پاک باز و شیر مرد اندر آن مسجد چہ پیو دو چہ کرد  
 یعنی پھر بیان کر کہ اس پاک باز شیر مرد نے اسی مسجد میں کیا ناپا اور کیا کیا مطلب یہ کہ اب ان  
 طاعونگی باتیں تو سنو مت اور اس شخص کا قصہ بیان نہ کرو۔

## شرح سیبی

خفتہ در مسجد خود اور خواب کو  
 خواب مرغ و ماہیان باشد ہی  
 نیم شب آواز باہوئے رسید  
 پنج گزرت امر پچنین آواز بخت  
 مرد غرقہ گشتہ چون سپید بخو  
 عاشقان راز بر عرقاب غمی  
 کایم آیم بر سر ت ای استفیہ  
 می رسید و دل ہی شد بخت لخت

غرض کہ وہ مسجد میں سو رہا مگر اسے نیند کہاں کیونکہ وہ تو بحرالم میں ڈوبا ہوا تھا اور ڈوبنے والا شخص نہ کہ  
 اند کیسے سو سکتا ہے عاشق تو بحرالم میں ڈوب کر لیں ہی خواب نہیں چاہتا جس طرح مرغ ہوا میں یا مچھلی پانی میں  
 سونا نہیں چاہتی لہذا اقلیل والہا علم آدہی رات کے وقت ایک خوفناک آواز آئی کہ میں آتا ہوں  
 تیری خبر کو لگا پانچ مرتبہ ایسی ہی سخت آواز آئی اور خوف طبعی سے اس کا دل پانہ پانہ ہما جاتا تھا اس  
 سے ملانا ایک مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ۔ تو جو عزم دین کنی بلا جہاد الح

## شرح شیر

ہمان کش مسجد کے ہمان کے قصہ کا بقیہ

خفته در سحر خود اورا خواب کو مرد غرق گشته چون سپید بگو  
یعنی وہ مسجد میں سویا ہوا تھا (مگر) اس کو خود نیند کہاں۔ ڈھکھا ہوا آدمی مین کس طرح سوئے مطلب  
یہ کہ وہ مسجد میں جا تو بیٹھا مگر اس کو نیند کہاں اس کی ایسی مثال تھی جیسے کہ ڈھکھا ہوا آدمی تو ڈھکے  
ہوئے آدمی کو نیند کہاں آیا کرتی ہے تو وہ جب اس قدر خوف و ہراس میں مبتلا تھا اور کو نیند کہاں آسکتی تھی۔  
خواب مرغ و ماہیان با شد مرغی عاشقان را زیر غرقاب غمی  
یعنی پرند جانوروں اور چھلیوں جیسی نیند عاشقوں کو غم کے غرقاب کے نیچے ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ صریح  
کہ اڑتا جانور اور چھلی کو نیند نہیں آتی بس یہی حال اس عاشق کا ہوتا ہے جو کہ کسی غم کے اندر ڈوبا ہوا ہو  
کہ اس کو بھی نیند نہیں آیا کرتی غرضیکہ وہ لیٹ تو گیا مگر اس کی آنکھ تک نہ جھپکی۔

نیم شب آوار با ہوئے شنید کاہم آہم بر سر ت اے مستفید  
یعنی آدھی رات کو ایک ہولناک آواز سنی کہ اے فائدہ اٹھانے والے مین سر پر آتا ہوں۔ مطلب  
یہ کہ آدھی رات کو ایک ہولناک آواز یہ سنائی دی کہ آتا ہوں آتا ہوں۔

بہج کرت این چنین آواز سخت می رسید دل ہی شد لخت لخت  
یعنی پانچ مرتبہ ایسی ہی سخت آواز پہنچی اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا آگے مولا نا ایک دوسرے مضمون  
کی طرف منتقل ہونے میں کہ جس طرح یہ آواز آ رہی تھی کہ آتا ہوں حالانکہ کوئی بھی نہ آتا تھا صرف ڈرانا ہی  
ڈرانا تھا جیسا آگے معلوم ہوگا اسی طرح جب انسان کوئی نہک کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو شباطین  
اسی طرح ڈرایا کرتے ہیں اور اس کو کہتے ہیں کہ اس کام کو مت کر لیکن وہ صرف ڈرانا ہی ڈرانا ہوتا ہے  
واقعیت کچھ نہیں ہوتی۔ یہ تو اجمال تھا اب اس کی تفصیل سنو اس کو مولا نا ایک آیت کی تفسیر کے  
پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں۔

## شرح شبی

تو چو عزم دین کنے با اجتہاد	دیو ہانگت بر زند اندر نہاد
کہ مرد زان سو بیندیش ای غوی	کہ اسیر رنج درویشے شغوی
بینوا اگر دی نیاران و ابری	خوار گردی و پشیمانی غوری
تو ز بیم بانگ آن دیو یوسین	واگر یزی در صلاست از یقین
کہ بلا فردا و پس فردا مرست	راہ دین پویم کہ ہلت میں است

مرگ را بینی کہ از چپ و راست  
 باز عزم دین کنی از بیم جان  
 پس سلاح از سلم سازی و حکم  
 باز بانگی برزند بر تو ز مکر  
 باز بجز می ز راه روشنی  
 سالها اورا بسا ننگ بندہ  
 ہیبت بانگ شیا طین خلق را  
 تا چنان نو مید شد جان شان ز نور  
 این شکوہ بانگ آن ملعون بود  
 ہیبت بانگ است بر کبک نجیب  
 زانکہ نبود باز صیت ادکس  
 عنکبوت دیو بر چون تو ز باب  
 بانگ دیوان گلہ بان اشقیاست  
 تانیا میزد و ہسم بیند و کور

می کشد ہمسایہ را تا بانگ خاست  
 مردہ سازی خویش را یک زبان  
 کہ من از خوفی نیارم پائے کم  
 کہ ترس و باز گرد از تیغ فقر  
 آن سلاح علم و فن البغنی  
 در چنین ظلمت خمد افگندہ  
 بند کہ دست و گرفتہ خلق را  
 کہ درون کافران از اہل تسبور  
 ہیبت بانگ حسد ہے چون بود  
 مرگس را نیست زان ہیبت نصیب  
 عنکبوتان می مگس گیرند بس  
 کہ و فر دارد نہ بر کبک و عقاب  
 بانگ سلطان پاسبان اولیاست  
 قطرہ از بحر خوشش با بحر شور

حب تم دین کا مستحق کے ساتھ نہت ارادہ کرتے ہو تو یوں ہی تمہاری باطن میں شیطان آواز دیتا ہے کہ خبردار  
 اس طرف نہ جانا اور غیب سے لینا کہ تو اس طرف چل کر رنج اور روشنی میں پھنس جاوے گا (اشارہ الی قولہ طالع  
 الشیطان بعد کہ الفقر الی الخ) تو غفلت ہو جائے گا یا رد و ستون سے تعلقات منقطع ہو جائیں گے ذلیل  
 و پست بن جائے گا تم شیطان کی اس آواز کو سن کر خوف کے سبب بظہن کو چھوڑ کر گمراہی میں بھاگتے ہو اور کہتے ہو کہ کل  
 اور پھر یوں تمہاری ہی ہے ابھی تو بہت وقت بڑا ہے دین کے راستہ پر بھی چل لیکن گے اوس کے ساتھ تم کیجئے  
 ہو کہ دین بائیں موت پر وسیلہ کو مار رہی ہے اور ادا کے گھر دے سے سڑو شیون بلند ہو رہا ہے پھر تم خاک  
 ہو کر تو دل سے پھر عزم دین کرتے ہو اور تھوڑی دیر کیلئے اپنے کو مردہ بنا لیتے ہو اس کے بعد تم علم و حکمت سے کام  
 لے کر شیطان کا مقابلہ کرتے ہو اور ارادہ کرتے ہو کہ میں نے کہہ کر گزشتہ میں جو ڈونگا لیکن پھر وہ تم کو ڈونگا ہے  
 اور کہتا ہے کہ اے کجبت ڈراہ تیغ فقر کے سامنے سے ہٹ جا اب تم اس سے پھر متاثر ہوتے ہو اور روشنی  
 کے راستہ سے ہٹ گئے ہو اور علم و فن کے ہتھیار ڈال دیتے ہو خوف و فکر برسوں سے یوں ہی تم شیطان کی آواز کے  
 غلام ہو اور ظلمت و غفلت میں انکسار پا رہے ہو ہات ہے کہ شیطان طین کی آواز کی ہیبت نے خلق کو ہلاکت

کر رکھا ہے اور انکا خلق بند کر رکھا ہے کہ نہ وہ راو دین پر چل سکتے ہیں اور نہ خدا کے روحانی کھاسکے ہیں اور اسکا  
 نتیجہ یہ ہوا کہ نور ہدایت سے اونکی جان یوں نا امید ہو گئی کہ جیسے مردہ کفار کی بھلائی سوچو تو یہی کہ جب شیطان  
 کی آواز میں یہ شوکت ہے تو خدا کی آواز میں کس قدر ہیبت ہوگی تم یہ شہرہ کرنا کہ اگر خدا کی آواز میں شیطان کی  
 آواز سے زیادہ ہیبت ہوتی تو اس کو واسطہ غالب آنا چاہئے تھا اور اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ہم شیطان کی آواز  
 سے متاثر نہ ہوتے۔ حالانکہ اس کے خلاف مشاہدہ ہے کہ کوئی تم میں ہنوز اس سے متاثر ہونے کی قابلیت ہی نہیں  
 یہ وہ ہے کہ تم اس سے متاثر نہیں ہونے اور شیطان کی آواز سے متاثر ہوتے ہو۔ یہ نہیں کہ اس میں ہیبت نہیں  
 دیکھو بدادہت باز کی ہیبت کڑی کی ہیبت سے زیادہ ہے مگر کہ جب کہ یعنی چکوپہ تو اس کی ہیبت ہے لیکن کبھی پر  
 اس کا کچھ اثر نہیں اور راز اسکا یہ ہے کہ باز کبھی کا شکار ہی نہیں کرتا اور کڑی جو کس کا شکار کرتی ہے اسلئے اسکی  
 ہیبت اس پر ہے یوں ہی شیطان جو ایک کڑی کی مانند ہے تجھ پر جو کہ ایک کبھی کی مانند ہے اکثر اون کرتا  
 ہے اور تو اس کی ہیبت سے متاثر ہوتا ہے مگر اہل اللہ جو کہ چکوپہ اور عقاب کی مثل ہیں ان پر اس کا کچھ بس  
 نہیں چلتا۔ کما قال اللہ تعالیٰ (ان عبادی لبس لک علیہم سلطان بس یہ راہ ہے کہ  
 شیطان کی آواز اشفاق کو بانگتی ہے اور بادشاہ حقیقی کی آواز اولیاء اللہ کو اور مقصود یہ ہے کہ انہی سے  
 اور دیکھنے والے مخلوط نہ ہو جائیں اور مھر شیریں کا قطرہ بحر شوش میں نہ مل جائے یعنی اہل اللہ اور غیر اہل اللہ  
 میں امتیاز ہے اور جو جس مرتبہ کے قابل ہے وہ اسی مرتبہ پر ہے اپنی حد سے تجاوز نہ کر سکے۔

## شرح شبیری

آیت واجلب علیہم بخیلک ورجلک کی تفسیر

نوجو عزم دین کنی با اجتہاد دیو بانگت بر زندان نہاد  
 یعنی تو جب دین کا قصد کر شش کے ساتھ کرتا ہے تو شیطان قیرے بدن میں آواز دیتا ہے کہ  
 کہ مروزا نسو بندیشی ای ٹوی کہ اسیر رنج و درویشی شوی  
 یعنی کہ گمراہ اس طرف مت جا کیو کہ رنج اور درویشی میں قید ہو جاویگا۔

بے نوا گردی زیاران دابری خوا گردی و پشیمانی خوری

یعنی فقیر ہو جاویگا اور دوستوں سے الگ ہو جاویگا اور ذلیل ہو جاویگا اور پشیمانی کھاویگا مطلب یہ کہ  
 جب تو کوئی دین کا کام کرنا چاہتا ہے تو شیطان تجھے ڈراتا ہے اور کہتا ہے کہ اے مولوی ہو گا دروغی

پڑے ہے گا تو مسجد کا مینڈھا ہو جاوے گا نئی روشنی والوں میں تیری تدنہ رہے گی ذیل و غار پھر نیکو اور پھر  
پیشانی پر گاہرنا تو مولیٰ مت بن اور دین کا کام مت کر جب وہ یوں ڈراتا ہے تو یہ ہوتا ہے کہ  
تو زبیم بانگ آن دیو لعین و اگر یزی در صلا مت از یقین  
یعنی تو اوس شیطان لعین کی آواز کے خون سے یقین سے گرا ہی میں بھاگتا ہے یعنی دین کو پھوڑ کر دنیا  
میں اور گرا ہی میں بیٹھ جاتا ہے اور سوچتا ہے کہ

کہ ظافر دا و پس فدا مراست راہ دین پویم کہ جہلمت پیش راست

یعنی اے کل ہر سون (صبا میرے لئے ہے تو دین کی راہ میں اوڑھو تو نگاہت ہمارے سامنے ہے مطلب  
یکہ تیری یہ حالت ہو جاتی ہے کہ سب ہر شبے گویم کہ ذرا ترک این سودا کم ہ باز چون فدا شود اموز را  
فدا کنم و غرض کہ یہ سمجھ کر کہ بھی تو جوان ہیں عمر بڑی ہے دین کے کام بھی کر لیں گے دین سے غافل ہو جاتے  
ہو۔ اوس کے بعد ایسا ہوتا ہے کہ۔

مرگ را بینی کہ اواز چپ راست می کشد ہمسایہ را تا بانگ خاست

یعنی تو موت کو دیکھتا ہے کہ دانے ہاتھ سے ہسایوں کو کھینچ رہی ہے یہاں تک کہ آواز اوٹھی مطلب یہ کہ اول تو  
دین سے غافل ہو جاتے ہو پھر جب دیکھتے ہو کہ لوگ مر رہے ہیں اور جاتے ہیں اوس وقت ذرا ہوش ہوتا ہے۔

باز عزم دین کنی از میسم جان مردہ سازی خویشتن الیک زمان

یعنی پھر جان کے خون سے دین کا قصہ کرتے ہو اور اپنے آپ کو ایک زمانہ کیلئے مردہ بنا لیتے ہو یعنی کچھ دنوں کیلئے  
کی طرح ہو جاتے ہو اور بہت ہی خشوع و خضوع سے کام لیتے ہو۔

پس سلاح از علم سازی و حکم کہ سن از خوفی نہیام پائے کم

یعنی پھر علم اور حکمت کے ہتھیار بناتے ہو اور کہتے ہو کہ میں خوف کی وجہ سے پاؤں کم نہ لاؤں گا یعنی کچھ دنوں کے  
لئے نہ ہوا ہوا جاتا ہے اور اوس وقت کہتے ہو کہ اب کبھی دین میں قدم سست نہ کروں گا۔

باز بانگی بر ز ند بر تو ز مکر کہ بترس و باز گرد از تیغ فقر

یعنی شیطان پھر مکر سے آواز لگاتا ہے کہ اے تجھ فقرے ڈر اور واپس ہو جاوے مطلب یہ کہ جب تم فدا دین کی خاطر  
تو کہہ گئے ہو وہ شیطان پھر تم کو فقرے ڈراتا ہے کہ تم نے خود ڈراتے ہیں کہ ان الشیطان بعد کما الفقر

جب وہ پھر فقرے ڈراتا ہے دین پہنچنے سے دنیا کا نقصان دکھاتا ہے تو پھر یہ ہوتا ہے کہ۔

باز بگریزی ز راہ روشنی آن سلاح علم و فن را بگنی

یعنی پھر تو روشنی کی راہ سے بھاگتا ہے اور اوس علم و فن کے ہتھیار کو پھینک دیتا ہے مطلب یہ کہ وہ بھی تھکا ہوا



علم و حکمت کے تیار کئے تھے اب اوس کے ڈرنے سے اون کو الگ پھینک پھانک اور پھر دین کو چھوڑ دیتے ہو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

سہاہا اور اب باجگے بندہ در حین ظلمت نہ افکندہ

یعنی سہا سال تک اوس کی آواز کے تم غلام ہو اور ایسی ظلمت میں تم نے منہ پھینک دیا ہے مطلب یہ کہ سہا سال تک شیاطین کے تابع فرمان رہے ہو اور ظلمت دنیا اور فریب اپنے دین کو برباد کیا ہے۔

ہدیت بانگ شیاطین خلق را بند کردست و گرفت خلق را

یعنی شیاطین کی آواز کی ہدیت نے فلول کو بند کر دیا ہے اور خلق کو پکڑ رکھا ہے۔

تا چنان نومید شد جانشان ز نور کہ روان کافران ز اہل قبور

یعنی یہاں تک کہ اون کی جان تو ایسی ناامید ہو گئی جیسے کہ قبر والے کافر دینی جان مطلب یہ کہ جو کفار مر چکے ہیں انکو چونکہ حقیقت منکشف ہو گئی ہے تو اون کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہم کو اب تو حاصل نہیں ہو سکتا اور اب بالکل مایوسی ہو گئی ہے پس اسی طرح جو لوگ کہ شیاطین کی آواز کو سنتے ہیں اور اوس پر عمل ہوتے ہیں وہ بھی نور سے اسی طرح ناامید ہو چکے ہیں کہ انکو کسی درجہ میں امید رہی ہی نہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

این شکوہ بانگ آن ملعون بود ہدیت بانگ حسدائی چون بود

یعنی یہ درجہ اوس ملعون کی آواز کا ہوتا ہے تو اوز خداوندی کی ہدیت کیسی ہوگی یعنی اب دیکھ لو کہ اوس کی آواز کی اس قدر ہدیت ہے کہ سب اوس کے پیچھے پیچھے بولے تو پھر جو آواز خداوندی ہے اوس کا دبدبہ تو کیا کچھ ہوگا اب

یہاں یہ شبہ ہو کہ جس طرح کہ اوس ملعون کی آواز کے دبدبہ نے ہم پر اثر کیا اگر خداوندی میں زیادہ دبدبہ ہوتا تو وہ ہم پر کیوں اثر نہیں کرتی اور ہم کو دین پر کیوں نہیں لگائے رہتی۔ مولانا اس شبہ کو آگے دفع فرماتے ہیں کہ

ہدیت باز دست بر لبک نجیب مرگس را نیست زان ہدیت نصیب

یعنی نجیب چکر ہر باز کی ہدیت ہوتی ہے اور یہی کو اوس ہدیت میں سے کچھ ہی حصہ نہیں ہے۔

زانکہ بنو رہا ز صیت و ملس عکس بو تان می ملس گیر بدو بس

یعنی اس لئے کہ باز ہمیں کاشکار کرنے والا نہیں ہوتا مگر یاں مکیوں کو پکڑتی ہیں اور یہی مطلب یہ کہ دیکھو باز کاغوف لبک وغیرہ کے دل میں تو ہوتا ہے مگر مکیوں کے دل میں بالکل بھی باز کاغوف نہیں ہوتا بلکہ مکی کو کندی کاغوف ہوتا ہے

تو اسی طرح تم چونکہ گنہ گوئی وجہ سے ذلیل و خوار ہو گئے ہو لہذا تم پر غوف حق طاری نہیں ہوتا بلکہ اوس شیطان کا جو کندی مکر کی طرح خیر ہے تم جیسے مکیوں پر غوف طاری ہوتا ہے۔

عکس بو دیو بر چو نتو فراب کدو فردار دہر بر لبک و عقاب

یعنی شیطان کی کڑی تہجہ جیسی کہی پر کڑو فرماتی ہے نہ کہ کہک و عقاب پر یعنی شہما جن کی ہیبت تم جیسے ذلیل اور خفیہ لوگوں پر پڑ جاتی ہے اور فرمان بردار اور دیندار لوگوں پر اوس طعون کی ہیبت ہرگز بھی نہیں پڑتی :-

بانگ دیوان گلہ بان اشقیاست بانگ سلطان پاسبان اولیاست

یعنی شہما طین کی آواز شعی تو کو کی گلہ بان ہے اور سلطانی آواز اولیا و کرام کی پاسبان ہے یعنی شہما طین کی آواز پر چلنے والے تو اشقیا ہیں اور آواز سلطانی پر چلنے والے اولیا و رشتہ دار دیندار لوگ ہیں اور یہ اسلئے کہ -

تا نیا میسر دہم بینا و کور قطرہ از بحر خوش با بحر شہور

یعنی تاکہ آپس میں اندھا اور سکتا ہوا ایک قطرہ دریائے شیریں دریا کے ساتھ نہ ٹپکے مطلب یہ کہ اگر سب لوگ ہر آواز پر چلا کرتے اور ہر آواز کا اثر پر شخص پر ہو کر تاکہ تو پھر فرق ہی کیا رہتا یہ فرق اس لئے لکھا گیا ہے تاکہ شعی اور معید میں فرق ہے اور آپس میں مل دیکھیں آگے پھر اسی جہان مسجد کا تصدیق بیان فرماتے ہیں -

## شرح حبیبی

کہ زلفت از جابدان آن نیک بخت  
یاد بل ترسد کہ زخم اور اربسید  
قسم تان عید جان شد خم خوب  
ماچو ابل عید خمندان پچو سطل  
زیگ دولت ما چگونہ می پزد  
گفت چون ترسد دلم از طبل عید  
مرد جان بد دلال بے یقین  
ملک گیرم یا پسر لازم بدن  
حاضرم اینک اگر مردی سیا  
زر بھی ریزید ہر سو قسم  
تا نگیرد ز زہری راہ در  
مرد حیران شد ز نفقہ پر آلہ  
تا سحر گر زہر بہ بیرون کی کشید  
با جوال و تو برہ بار دگر

بشنوا کنون قصہ آن بانگ بخت  
گفت چون ترسد کہ بہت ہیں طبل عید  
اے دلہائے تہی بے غلب  
شد قیامت عید و سید نیان دہل  
بشنوا کنون این دہل چون بانگ د  
چونکہ بشنودان دہل آن مرد وید  
گفت با خود بین طرزان دل کزین  
وقت آن آمد کہ حیدر وار من  
بر جہید و بانگ برزد کای کیا  
در زمان بشکست ز آواز آن طلسم  
ریخت زر چندان کہ ترسید آن پسر  
پیشد آن مسجد ز زہر جا بگاہ  
بعد از ان برخاست آن خمیر عقیقہ  
دفن میسکہ و دہی آید ہمز

گنجناہبسا دان جانبا از ان  
این تر ز خاطر بخاطر آمدست  
کود کال اسفنا لہا را بشکند  
اندراں بادی جو کوئی نام زر  
بل زر مضروب ضرب ایزدی  
آں زرے کیں نڈال زر تاب یافت  
آں درے کہ دل از دگر دوختی  
شع بود آن مسجد پرمانہ اور  
سوخت پیرش را و لیکن سناش  
ہمچو مو سے بود آن سعود بخت  
چوں عنایتہا بر دمو نور بود  
مرد حق را چوں بیستی لے پیر  
تو ز خودی آئی قال در تو است  
اور دخت ہوئی است و پرنسیا  
نے فطام این جہاں تارے نمود  
بس بدامو شمع دیں برمی شود  
این نمائید نور و سوز دیار را  
ہیں چوسا دندہ ولے سوزندہ  
شکل شعلہ نور پاک ساز دار  
ایں سخن را نیست پایا لے پدید

کوری و ترسانے واپس خنزال  
در دل ہر کورہ دول زر ہرست  
نام زر نہند و در دامن کنند  
آں کند در خاطر کودک گذر  
کو تگر و دکا سد آمد سرمدی  
گوہر و تابستہ گی و آب یافت  
غالب آید بر قسیر و دروشتی  
خویشتن در باخت آن پروانہ خود  
بس مبارک آمد آں اندام خوش  
کاتشے دیدار و بسوئے آں حشرت  
ناری پنداشت خود آں نور بود  
تو گمال داری برو نار لبشر  
نار و خوار وطن و باطل این سو است  
نور خمال نارکش مخواستہا بے ہیا  
سا کمال رفتند آں خود نور بود  
ایں نہ ہمچوں دیگر آتشہا بود  
دآں بصورت نار گل زوار را  
وال کہ وصلت دل افروزندہ  
حاضران را نور و ودال را چونار  
گو حدیث عاشق و مسد حمید

جہاں تاب اوس سخت آدا کا قصہ مشتاقا جانے وہ ہے کہ اس کو سن کر نہان گوطہا خائف ہوا مگر خوش  
و جو اس قائم ہے اور اپنے دل میں کہا کہ یہ نوعید کا لہار ہے پھر میں کیوں ڈول مجھے تو خوش ہونا چاہیے۔  
ہاں ہی ہول کو ڈوندا چاہیے کہ او سپر خوب بڑتی ہے یعنی اس سے اہل دنیا کو ڈرنا چاہیے جو ڈہول کی طرح اندر  
سے خالی ہیں اور صفات کمال نہیں رکھتے کیونکہ یہ انہیں کو ضرر پہنچا سکتی ہے کہ مجھے لگے مولانا انتقال  
فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لے ڈہول کی طرح خالی اور قلب ہماقی در کھنے والے کو گویا رکھو کہ جس طرح ہم

کے لئے عید ہے یون ہی روح کیلئے بھی عید ہے اور روح کی عید سے تمہارے صدر میں عجز ڈنکے کی چوٹ کے  
اور کچھ نہیں یاد رکھو کہ عید روح قیامت ہے اور عید بن لوگ ڈھول اور ہم اہل اللہ عید والے اور صل  
کی طرح خوش ہیں خیر یہ اسطر اوی معنوں تو ختم ہو گیا اب سنو کہ جب اس ذیل طلسم تے آواز دی تو وہ  
ہانڈی جس کا شور بادولت ہے کیسے بکتی ہے اور اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے سب بات یہ ہے کہ جب اس عارف نے  
اوس ڈھول کی آواز سنی تو اپنے دل میں کہا کہ یہ تو میرے لئے عید کا نقارہ ہے اور عید کے نقارہ سے میرا دل  
کیونکر ڈر سکتا ہے اور یہ بھی کہا کہ اس سے تمہارا دل دکا پنا چاہئے کیونکہ یہ تو بد باطن اور بے یقین لوگوں کی  
موت روحانی کا سبب ہے نہ کہ تمہاری موت کا بس اب وقت آ گیا ہے کہ کیا تمہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ  
کی طرح ملک نے یون کا جسم کو روح سے خالی کر دیا اور جاذب یہ سوچ کر وہ اٹھا اور لکارا کہ آواز دینے  
والے میں موجود ہوں اگر تو مرد ہے تو جابجہ کہنا تھا کہ وہ طلسم ٹوٹ گیا۔ اور ہر طرف طرح طرح کا سونا برسنا شروع  
ہو گیا اور اس قدر برسا کہ اسے اندیشہ ہوا کہ مرنے کی کثرت سے نکلنے کا درد آواز نہ بند ہو جائے غرض کہ وہ مسجد  
اوس سونے سے ہر جگہ سے بھر گئی اور وہ شخص اس نقصانے الہی کو دیکھ کر تعجب ہو گیا اس کے بعد وہ بہاؤ اٹھا اور  
صبح تک سونا ڈھوتا رہا ایک دفعہ لپکا کر دفن کر آتا تھا اور پھر دوبارہ تو برہنہ لیکر آتا تھا غرض کہ اس  
جاننا نہ بظاہر پہچانے والی کوری اور خوف کے اس طرح خزانہ قائم کرنے معلوم ہوتا ہے کہ اندیشہ  
اور بہت بہت زر پرست لوگوں نے اس سے ظاہری سونا بھرا اور یہ ان سے کچھ بعید نہیں کیونکہ کچھ بھیک  
توڑتے ہیں اور اس کا نام اشرفیان رکھ کر دامن میں بھرتے ہیں پس کھیل کے اندر جب اشرفی کا نام آتا  
ہے تو بچے کے ذہن میں وہی بھیکارے آتے ہیں پس یہی حالت ان زر پرستوں کی ہے کہ جب یہ سونے کا نام سنتے  
ہیں تو ان کا ذہن زر کا نظر بکریط متعلق ہوتا ہے ہماری مراویہ سونا نہیں بلکہ وہ اشرفیان مراد ہیں جن کا سکہ  
خدا فی ہے اور جن کے کھڑے ہوئی خدا تصدیق کرتا ہے اور جو اس کے یہاں کار آمد ہیں اور جو کہ کبھی کبھو  
نہیں ہو سکتے ہیں بلکہ بد آرائی ہیں اور وہ اشرفیان مراد ہیں جن سے اس سونے کو چمک حاصل ہوتی ہے  
(غالباً تجلیات رہا فی مراہین) اور جسے کہ ان کو جوہر اور چمک اور مدنی حاصل ہوتی ہے اور وہ  
اشرفیان مراد ہیں جن سے کہ خدا قلب حاصل ہوتی ہے اور جن کی روشنی چاند کی روشنی پر غالب ہوتی  
ہے (اور مسجد مراد دین ہے اور نا صحیحین سے تقاضا مانے نفسانی اور آواز سے آواز شنائی  
اور حاصل یہ کہ جب اوس نے تقاضا مانے نفسانی کی اطاعت نہ کی اور راہ دین پر استوار ہوا تو شیطان  
نے دیکھی دی اور اوس نے اوس کی مزاحمت کی تو دولت باطنی سے مالا مال ہو گیا واللہ اعلم) یا دوسرے  
عنوان سے یون مجہوہ مسجد بمنزلہ شیع کے تھی اور یہ اوس کا پروردانہ تھا یہ پروانہ خصلت شخص اوس کیلئے

اپنی جان پر کھیل گیا جس سے اس کے پر چل گئے اور خواہشات نفسانی کا قلع قمع ہو گیا مگر اس سے اس کو نقصان نہ پہونچا بلکہ اس نے اس کو نیا دیا اور اس کا اپنے کیس خطرہ میں ڈالنا نہایت مبارک ہوا یا یوں کہو کہ وہ خوش قسمت محو سے علیہ السلام کی مانند تھا کہ اوٹھوں نے درخت کی جانب آگ دھکی اتی لیکن چونکہ حق سبحانہ کی عنایت میں اون پر بہت تھیں اس لئے وہ تو آگ سمجھتے تھے مگر وہ اون کے لئے نور نفعی علی ہدایہ تو اس کو بظاہر مضر و مفید تھا۔ یہ حقیقت میں وہ اس کے لئے مفید ثابت ہوئی اس مقام پر یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ جب تم کسی اہل اللہ کو دیکھتے ہو تو اس کو آگ یعنی بشر محض مثل دیگر عوام سمجھتے ہو پس یہ تمہارا خیال اپنی اصل پر چلانا اور اس کو اپنے اوپر قباس کرنا ہے کیونکہ یہ بات خود تجھ پر موجود ہے نہ کہ اس میں ناریت اور عاریت اور ظن و باطل سب تیرے اندر موجود ہیں لہذا تو اس میں بھی یہی سمجھتا ہے اس کو تم ایسا سمجھ جیسے شجر ہوئے جو کہ دیکھنے والے کو آگ معلوم ہوا اور واقع میں نور ہو لہذا اس کو تم توبہ کہو کہ نہ را در اس سے اتصال پیدا کرنا کہ اس کی نورانیت تم پر مختلف ہو جاوے ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص بظاہر تیرا دھڑ مضر معلوم ہوتی ہے مگر حقیقت میں وہ فدا و سراسر مفید ہوتی ہے دیکھو ترک عالمنا سوت اک آگ اور ناموافق معلوم ہوتی تھی مگر بالکلین اس دش پر چلے تو ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ نار نہیں بلکہ نور ہے جب یہ واقعہ معلوم ہو گیا تو ثابت ہو گیا کہ ہم نے جو کہا تھا کہ سہ لیک شمع عشق چوں آن شمع نیست انہما بکل صحیح ہے اور شمع دین (یعنی عشق) روشن ہوتی ہے تو یہ اور آگ کو بھی طرح نہیں ہوتی کیونکہ اور آگ میں تو نور دکھائی دیتی ہیں مگر قریب آتے سے جلادیتی ہیں اور دور سے آگ معلوم ہوتی ہے اور واقع میں تمہاری کیلئے بھول ہوتی ہے آگیں بظاہر موافق طبع ہیں مگر حقیقت میں جلانے والے اور بظاہر ان کے شمع عشق اتصال کے وقت دلوں روشن کرنے والی ہے وہ بظاہر شعلہ کی مانند ہے اور حقیقت میں نور پاک اور موافق طبع ہے وہ پاس والوں کے لئے فائدہ ہے اور دور والوں کے لئے آگ کی مثل خیر کس گفتگو کی تو کہیں انتہا ہی نہیں چہا اب اس عاشق اور صدر چہاں کا قہر بیان نہ کرو۔

## شرح شبیری

مسجد کے جہان کو آدھی رات کو طلسم کی آواز آنا  
 بشت نو آکنوں قصہ آں بانگ بخت کہ زلفت از جا بداں آں نیک بخت  
 یعنی اب اس بخت آواز کا قصہ سنو کہ وہ نیک بخت اس کی دھڑ سے جگہ سے گیا نہیں یعنی جب وہ طلسم کی بخت

آواز کی تو اس کی وجہ سے وہ شخص اپنی جگہ سے ٹلا نہیں بلکہ وہیں جا رہا۔  
گفت چون ترسم چو بہت آن طبل عید تا دہل ترسم کہ زخم اور ار رسید  
یعنی وہ بولا کہ میں کیوں ڈرون جبکہ وہ طبل عید ہے دہول ہی ڈرتا ہے کہ اس کو زخم پہونچا یعنی اس نے سوچا کہ  
میں تو مرنے کو پہونچا ہوں پھر میں ڈرون یہ تو میرے لئے طبل عید ہے آگے بولنا فرماتے ہیں کہ۔

اے دہلبہائے تہی و بے قلوب قسم تان از عید جان شد زخم چوب  
یعنی اے خالی اور بے قلوب ڈھول بھٹا راحہ جان کی عید میں سے زخم چوب ہے مطلب یہ کہ اے وہ لوگو جو کہ باطن سے  
خالی ہو اور بھٹا اے قلوب ناپاک میں تعید کے روز کے دہول تو بھی ہو مگر تہدی قسمت میں کٹیاں لگی ہیں کہ  
کٹیاں پرتی ہیں اور پٹے ہو آگے اس عید کو اور ان کے دہل تہی ہو مگر جلتے ہیں کہ وہ کیا کیا ہیں فرماتے ہیں کہ۔

شد قیامت عید و بید نیان دہل ما چو اہل عید خند ان ہمو گل  
یعنی قیامت تو عید ہے اور بے دین لوگ دہول مری اور ہم اہل عید کی طرح گل کی طرح خوش ہیں مطلب یہ کہ قیامت کے  
روز عید ہوگی لیکن دین داروں کے لئے تو خوشی ہوگی لہذا وہ تو گل کی طرح خوش ہونگے اور بیدین کیلئے رنج ہوگا اور وہ  
جس طرح کہ دہول عید میں پٹا کرتا ہے اسی طرح ہے کہ تو مطلب یہ کہ جو دہول کہ وہ باطن میں سے خالی ہو اس کی تو گت بنتی  
ہے اور جو دہول کہ ٹھوس ہوتا ہے اس کو کوئی بھی نہ مارے نہ اسے بچائے آگے فرماتے ہیں کہ

بشنا کنون این دہل چون بانگ زد دیگ دولت ما چو گونڈی نیرد  
یعنی اب سنو کہ اس دہول نے جب آواز لگائی تو ہماری دولت کی آواز کس طرح پکیتی ہے یعنی وہ دہول خالی تو  
پٹنے ہی میں رہا مگر اب جو ہمارا دہل بولا تو اس سے کیسے دولت حاصل ہوئی ہے تو سنو

چو مگر بشنود آن دہل آن مرد وید گفت چون ترسم دلم از طبل عید  
یعنی کہ اس دہل کو اس آٹکھ والے مرد نے سنا تو بولا کہ میرا دل عید کے قبل سے کیوں ڈرے۔

گفت باخود ہیں ملرزان دل کزین مرد جان بدولان بے یقین  
یعنی اپنے سے بولا کہ اے دل کو لزامت کہ اس سے تو بد دل اور بے یقین لوگو کی جان مری ہے مطلب یہ کہ اس نے  
کہا کہ جو بد دل ہوں اور بے یقین ہوں اون کو اس سے گزند پہونچ سکتا ہے اور میں ایسا ہوں نہیں لہذا بچے  
گزین بھی نہیں پہونچ سکتا تو میں کیوں ڈرون اور بولا کہ

وقت آن آمد کہ حیدر وار من ملک گیرم یا پیر دازم بدن  
یعنی وہ وقت آیا ہے کہ حیدر کی طرح ملک لوں یا بدن خالی کو دون یعنی وہ بولا کہ اب تو اس کا وقت آگیا یا تو یہ  
نہیں یا ہم نہیں جب یہ ٹھان لی تو پھر ڈر کس کا۔

برہنہ پید و بانگ برزد و کائے کیا حاضر م ایک اگر مردی ہیا  
یعنی کوہ اور آواز دی کہے زیرک میں یہ موجود ہوں اگر تو مرد ہے تو آجا۔ یعنی اوس کے جواب میں اوسنے  
کہا کہ تو ہما ہے تو میں بھی حاضر ہوں لے آجا اس کے کہتے ہی یہ ہوا کہ

در زمان بشتکست نرا و از آن طلسم زربہمی رینید ہر سو قسم قسم  
یعنی اوی وقت آواز سے وہ طلسم ٹوٹ گیا اور سونا ہر طرف قسم قسم کرنے لگا۔ مطلب یہ کہ اوس شخص نے جو کہا کہ  
ہاں میں حاضر ہوں تو آجا اور اس طلسم کے ٹوٹنے کی یہی تدبیر تھی کہ کوئی دلیل نہ ہو کہ اوس کا مقابلہ کرے اور اس وقت تک  
جو کوئی وہاں آیا تھا وہ اس کی ڈر کے مارے پہلے ہی مچا تھا تو بس جب اوس نے دلیل نہ ہو کہ جواب دیا تو فوراً وہ طلسم  
ٹوٹ گیا اور اس کے اندر جو سیم و زرقا و گرنا شروع ہو گیا۔

برخت چندان ز رکتہ رسید آن پسر تا چگیر وز زربہری راہ در  
یعنی اس قدر گزرا کہ وہ لڑکا ڈرا کہ کہیں سونا زیادتی کی وجہ سے دروازہ کی راہ نہ روک لے مطلب یہ کہ  
روپیہ پیسہ کی اس قدر زیادتی ہوئی کہ یہ شخص ڈرا کہیں ساری مسجد اس روپیہ سے بھر جائے تو بچے دروازہ  
میں سے نکلنے کی بھی جگہ نہ رہے گی۔

پیرشدان مسجد زربہری جاگاہ مرثیہ ان شذر ز تقدیر آلہ  
یعنی وہ مسجد سونے سے پوری بھری اور یہ مرد خدا کی تقدیر سے حیران تھا یعنی یہ خدا کی قدرت کے تماشے دیکھ رہا  
تھا کہ اللہ تو نے یہ دولت مجھے عطا فرمائی جو کہ مرنگو تیار تھا۔

بعد از ان برخاست آن شیر عقید تا سحر کہ زربہری و ن می کشید  
یعنی اوس کے بعد وہ شیر تیار تھا اور صبح تک روپیہ باہر کھینچتا تھا یعنی مسجد کے اندر سے صبح تک اوس کے  
صحن میں وہ روپیہ ڈھو ڈھو کر لایا۔

دفن می کرد و بھی آمد بہ زربہری و تو برہ بار و گر  
یعنی دفن کرتا تھا اور روپیہ کے پاس آتا تھا سحر گون اور تو برہ کے دوسری مرتبہ مطلب یہ کہ روپیہ کو صحن مسجد  
میں دفن کر کے پھر گون اور تو برہ لے کر آتا تھا کہ پھر بھر کر لیا ہے۔

گنجناہبہا و آن جانبا ز اوان کوری و ترسانی واپس خزان  
یعنی اسی جان باز نے اوس میں سے بہت سے خزانے اٹھائے واپس ہٹنے والو کی ناکامی اور خوف پر مطلب  
یہ کہ چونکہ اوس خوف کی وجہ سے بہت نہ کرتے تھے اور اوس مسجد میں نہ جاتے تھے انکی خلاف اور ناکامی  
کے باوجود اوس نے بہت سے خزانے جمع کر لئے اور خوب روپیہ بھر لیا اور وہ خائف لوگ محروم ہی رہے۔

آگے مولانا اس حکایت سے پہلے اس کا اصلی مقصود بیان فرماتے ہیں کہ اس قصہ سے مراد کیا ہے فرماتے ہیں کہ  
 ایں زہ ظاہر بخاطر امداد است در دل ہر کور و دل زہ پرست  
 یعنی یہ ظاہری روپیہ دل میں لایا ہے ہر اندے کے کہنے زہ پرست کے مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اس قصہ سے لوگ  
 یہی سمجھیں گے کہ یہ ظاہری روپیہ پیسہ اس کو مل گیا۔ اور غیبی دولت مل گئی لیکن یہ بات نہیں سچی اس لئے کہ  
 یہ ظاہری روپیہ پیسہ تو اصل میں چاندی ہے ہی نہیں اس کی توابی مثال ہے کہ  
 گو دکان اسفاسا را بشکند نام زہ نہیں در در دامن کنند  
 یعنی بچے ٹھیکروں کو توڑتے ہیں اور نام روپیہ رکھتے ہیں اور دامن میں بھر لیتے ہیں۔

اندر ان ہا زی چو گوی نام زر آن کسند در خاطر کو دک گذر  
 یعنی اس کھیل میں جب تم روپیہ کا نام لوتو بچہ کے دل میں وہی گزر جاویگا۔ تو بس جیڑی کر دو بچہ روپیہ کے  
 نام سے اون ٹھیکروں کو سمجھیں گے اکی طرح دنیا دار لوگ روپیہ کے نام سے اس ظاہری روپیہ پیسہ ہی کو ملا دیتے  
 ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہی روپیہ ملا ہوگا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ روپیہ نہیں ملا بلکہ

بل زہ مضروب ضرب ایزدی کو شکر د کا سدا مد سدا  
 یعنی بلکہ روپیہ کے خلاف زندگی کا سکر زدہ کہ وہ کم نہیں ہوتا سدا مد سدا مطلب یہ کہ اس کو وہ روپیہ ملا تھا کہ  
 جس پر ضرب خداوندی لگی ہوئی تھی یعنی اس کو دولت بانی نصیب ہوئی تھی اور وہ اس کو ملی تھی۔

آن زر سے کا میں زرازان زریاب است گوہر و تابندگی و آب یافت  
 یعنی وہ زر کہ اس زر نے اس سے تاب پائی گہری اور چمک اور آب پائی یعنی اس کو وہ زر ملا تھا کہ جس کی یہ  
 شان تھی کہ اس دنیاوی سیم زر نے ہی اس سے رونق پائی تھی۔ اور اس کے اندر بھی تاب اوی کی و بجا آئی ہو

آن زر سے کہ دل از گرد و غنی غالب آید بر قسور و روشنی  
 یعنی وہ زر کہ اس سے دل غنی ہوا اور روشنی میں گر پڑی غالب آجا و سے اور یہ نشانی دولت بانی کی ہے  
 تو معلوم ہوا کہ اس کو دولت بانی حاصل ہوئی تھی۔

شیع بود آن مسجد و پروانہ او خوشن در باخت آن پروانہ خو  
 یعنی وہ مسجد شیع تھی اور وہ شخص پروانہ تھا تو اپنے کو اس پروانہ کی خصلت والے نے بار و یا مطلب یہ کہ چو شمع  
 اول میں بھی وہ مسجد اس کی مطلوب تھی اور آخر میں بھی اس لئے کہ اول جب اس میں گیا تھا تو معلوم ہوا تھا کہ  
 اس میں جو آتا ہے مر جاتا ہے تو اس کا اس وقت بھی مطلوب تھا اور وہ مرنے کو حاضر تھا اب آخر میں اس کو  
 دولت بے انتہا مل گئی اس بنا پر وہ مسجد اس کی مطلوب بن گئی۔



سوخت پرش را و لیکن ساحتش بس مبارک آمد آن انداختش  
یعنی اوس کے ہر کو جلا دیا لیکن اوس کو بنا دیا اور اوس کا وہ ڈالیر بنا بہت مبارک آیا۔ مطلب یہ کہ بظاہر تو وہ  
مسجد میں ہلاک ہوئے گیا تھا اور مسجد اوس کے لئے ظاہر ایک تھی مگر اصل میں مسجد نے اوس کو بنا دیا اور اوس کا  
کام چلا دیا اور وہ جو مسجد میں جا کر پڑا تھا اوس کا یہ پڑہنا مسجد مبارک تھا کہ بس اسی نے اوس کا کام  
بنا دیا اور اوس کو بے انتہا دولت دلوادی۔

ہمچو موسیٰ بود آن مسعود بخت کاشقے دید او بسویٰ آذر خست  
یعنی وہ تنہا بخت موسیٰ کی طرح تھا کہ انھوں نے اوس درخت کی طرف ایک آگ دیکھی تھی۔  
چون عنایت تبار و موفور بود ناری پسنداشت آنخود نور بود  
یعنی جب عنایتین اون پر سجدہ تھیں تو وہ آگ سمجھتے تھے اور وہ خود نور تھا مطلب یہ ہے کہ دیکھو جس طرح  
کہ موسیٰ علیہ السلام نے آگ جلانے والی بھی اور وہ حالانکہ نور تھا اسی طرح اوس شخص نے بھی ہلاکت  
بھی حالانکہ وہی اوس کے لئے حیات ابدی اور سرمدی تھی۔

مرد حق را چون بہ بینی اے پسر تو گمان داری بر او ناز بشر  
یعنی اے لڑکے کہ جب تو دیکھتا ہے تو اوس پر تو ناز بشر کا گمان کرتا ہے (ناز بشر میں اصناف بیان ہے)  
مطلب یہ کہ جب مرد حق کو دیکھتے ہو تو سمجھتے ہو کہ جس طرح وہ بشر ہیں وہی بھی ہے حالانکہ وہ مبرا سلف ہو گیا  
ہے اور اوس کے اندر سے اوصاف بشریت کے مخلوب ہو چکے ہیں وہ صرف بشر نہیں رہتا بلکہ بشر سے اوصاف  
ملک ہو جاتا ہے۔

تو ز خود می آئی و آن در قیامت نار و خار و ظن باطل این سواست  
یعنی تو اپنے ہی میں سے آتا ہے اور وہ تیرے ہی اندر ہے نار اور خار اور ظن باطل اسی طرف ہے یعنی فطرت  
ہیں کہ یہ حضرات جو ہم کو صرف بشر ہی نظر کرتے ہیں اور انکی اصل حالت جو تم کو معلوم نہیں ہوتی اوس کی وجہ یہ  
ہے کہ یہ تمام اوصاف بشری تمہاری ہی اندر ہیں تو وہ صفات بشری جو تمہارے اندر ہیں انہیں اور دیکھو  
اندر بھی معلوم ہوتے ہیں۔

او درخت موسیٰ است و بر ضیا نور خوان نارسش مخوان با سے بیا  
یعنی وہ درخت موسیٰ ہیں اور بر ضیا ہیں نور کہ ان کو نار مت کہہ با سے آ رہا مطلب یہ کہ انکی مثال درخت موسیٰ  
علیہ السلام جیسی ہے کہ جس طرح وہ دور سے نار معلوم ہوتا تھا لیکن اصل میں نور تھا اسی طرح یہ حضرات بہتین نار  
معلوم ہوتے ہیں اور ان سے تم گہراؤ تو بھی ایک دفعہ ان کے پاس ہو تو جاؤ اوس کے بعد ہی کوئی رائے قائم کرنا۔

نے فقط ازمین چہاں تارے نمود سالکان رفتند آں خود نور بود  
یعنی کیا اس جہاں کا چہرہ ٹٹا آگ نہیں دکھائی دیا سالک لوگ چلے گئے تو وہ خود نور تھا مطلب یہ کہ دیکھو اس  
عالم سے چھائی شاق معلوم ہوتی تھی اور آگ کی طرح آگوار معلوم ہوتی تھی مگر جب سالک لوگ چلے گئے تو اب  
وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ جس کو تار بھاٹھا تو سراسر نور ہی نور تھا تو اسی طرح آگودہ سے نار اور تار گار سمجھ رکھا  
ہے جب قریب جاؤ گے تو اس وقت معلوم ہو گا کہ سراسر نور ہی نور ہیں آگے اسیر تھرتھرتے ہوئے ہیں کہ  
پس بدنامی نہ شمع دیں برسی شود ایں نہ ہنجوں دیگر آتش بھابود  
یعنی پس جان کو کہ شمع دین کی بڑھتی ہے اور یہ دوسری آگ کی طرح نہیں ہوتی مطلب یہ کہ جب معلوم ہوا کہ پس اور  
دیندار لوگ دور ہی سے بڑے اور آگوار معلوم ہوتے ہیں اور قریب سے آگودہ اصل نور ہونے ہیں تو پس شمع  
دین کی کو زیادہ ہوتی ہے تو اس میں سویش نہیں ہوتی۔ بلکہ نہ محض نور ہی نور ہوتی ہے اور نہ نشوئی طرح  
جلانے والی اور تار گار نہیں ہوتی۔

ایں مساید نور و سوز و یار را وال بصورت نار و گل زوار را  
یعنی یہ دیندار نور دکھائی دیتی ہے اور بار کو جلا دیتی ہے اور وہ (دین) صورت میں تار ہے اور زیارت کرنے  
والے کیلئے پھول ہے مطلب یہ ہے کہ دین بظاہر تو بہت مشکل شے ہے کہ اس کے مجاہدات و ریاضات بہت مشکل  
ہیں مگر اصل میں جب اس کو دیکھو تو وہ بہت خوشگوار ہے اور یہ دنیا ظاہر میں تو نور ہے کہ خوب ٹیپ ٹیپ معلوم ہوتی  
ہے لیکن اصل میں تار ہے کہ ہلک اور بریاد کہنے والی ہے  
ایں چوسا زندہ ولے سوزندہ وال گہ وصلت دل افرورزندہ  
یعنی یہ سوزانے والے کی طرح ایک جلانے والا ہے اور وہ وصل کے وقت دل کو روشن کرنے والا ہے یعنی  
دنیا ظاہر میں تو عیش کی جگہ ہے مگر اصل میں بریاد کہنے والی ہے اور دین جب اس سے وصل ہو تو بیکور روشن  
کردینے والی شے ہے۔

شکل شعلہ نور پاک و سادوار حاضران را نور و دوراں را چو نار  
یعنی شکل تو شعلہ کی اور ہے پاک اور ستارے والا حاضرین کے لئے تو نور ہے اور دوروں کے لئے تار کی طرح ہے  
حاضران از غائبان خوشحال تر غائبان را نیست تو فیتیق جز  
یعنی حاضر لوگ غائبین سے زیادہ خوش حال ہیں اور غائبین کو فخر کی (بھی) تو فیتیق نہیں ہے مطلب یہ کہ جو لوگ  
کمان حضرت کے پاس رہنے والے ہیں وہ اُن لوگوں سے جو غائب ہیں زیادہ اچھے ہیں اگرچہ ظاہر میں مشقت میں  
ہوتے ہیں مگر اصل میں آرام میں ہوتے ہیں تو غرض کہ یہ جو اس جہاں کیلئے مشقتیں اور رت کیلئے تیار ہوئے ہیں وہاں ہے

اس سے مراد مجاہدات و ریاضات ہیں اور اس کو جو روپیہ پیسے ملنے کو کہل ہے اس سے مراد دولت باطنی کا حصول ہے کہ وہ مجاہدات و ریاضات بظاہر تو ہمہ یک تھے مگر اصل میں وہ اس کے لئے نور اور حصول دولت کا باعث تھے اب آگے فرماتے ہیں کہ۔

• ابن سخن را نیست پایا نے پدید گو حدیث عاشق صدر حمید  
یعنی اس گفتگو کی تو ظاہر اکہیں انتہا نہیں ہے تو عاشق اور صدر حمید کی بات کو مطلب یہ کہ ان اسرار و خفا کی تو بظاہر اکہیں انتہا معلوم نہیں ہوتی یہ تو بے انتہا ہیں لہذا ان کے بیان کو جوڑو اور اس عاشق اور صدر حمید کا معشوق اور شاہ کا تھہ بیان کرو گے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

## شرح حبیبی

گشتہ بود از عشق آسمان آن کبد  
درد دل صدر جهان ہر سر آمدہ  
حال آن آوارہ ماجون بود  
رحمت مارا نمی دانست نیک  
لیک صد امید در ترشش بود  
آنکہ ترسد من چه ترسانم و را  
نے بدان کہ جوشش از سری رود  
حالتان را ترس بردارم رحل  
ہر کسے را شربت اندر خود ہم  
نال بر وید بر گھاش از چوب سخت  
در درخت و در نفوس و در نہا  
اصلہا تا بہت و فرع فی السما  
چون نروید در دل صدر جهان  
زانکہ از دل تا دل آمد روزنہ  
نے جدا و دور چون دو تن بود  
نور شان مزوج باشد در مسلخ

آن بخاری نیز خود بر شمع زد  
آہ سوزانش سوئے گردون شدہ  
گفت با خود در سحر کہ کائے احد  
او گشتاے کرد ما دیدیم لیک  
خاطر مجسم ز ماترسان شود  
من ترسانم و تسبیح و یاوہ را  
بہر دیگر سدا آذرمی رود  
ایمانا من ترسانم بحسب ایم  
پارہ و وزم پارہ در موضع نہنہ  
ہست سترم و چون پنج درخت  
در خورد آن برگ رستہ برگہا  
بر فلک بر ہست ز اشجار و خا  
چون بہرست از عشق بر آسمان  
موج می زد و دلش عشق گنہ  
کہ ز دل تا دل یقین روزن بود  
متصل نبود مسال دو چراغ

هیچ عاشق خود نباشد وصل جو  
 لیک عشق عاشقان تن زه کند  
 چون درین دل برق مهر دوست جفت  
 در دل تو مهر حق چون شد و تو  
 پیغمب با نغمه کف زدن آید بدر  
 تشنه مینالد که لے آب گوار  
 جذب آبست این عطش و جان ما  
 حق حکمت در قضا و در وقت  
 جلا جزای جهان زان حکم پیش  
 هست بهر جزوے بعالم جفت خواه  
 آسمان گوید زمین را مریح  
 آسمان مرد و نه زن و نه فرو  
 چون نماند گر میشی بفرستاد  
 بمرج حق کی خاک ارضی را بدو  
 بمرج باوی ابر سوے او برو  
 بمرج آتش گرمی خورشید ازو  
 هست سرگردان فلک اندر زمین  
 دین زمین که با تو بیامی کند  
 پس زمین و چرخ را دان بوشمند  
 گرنه از هم هر دو و لبس می زنند  
 بے زمین که گل بروید و از خوان  
 بهر آن میل است در ماده و نر  
 میل اندر مرد و زن حق زان نهاد  
 میل هر جزوے بجزوے هم نه بد  
 شب چنین تا روزاندا اتفاق

که نه معشوقش بود و یای او  
 عشق معشوقان خوش و فربه کند  
 اندر آن دل دوستی میدان که هست  
 هست حق را بیگمان مهرے تو  
 از یک دست تو بے دست و دگر  
 آب مینالد که کو آن آب غوار  
 ما را این ادو او هم زان ما  
 کرده ما را عاشقان هم دگر  
 جفت جفت و عاشقان جفت خوش  
 راست همچون کبریا و برگ کاه  
 با تو ام چون آهن و آهن ربا  
 هر چه او انداخت این می پرورد  
 چون نماند تری و نم بدهداد  
 بمرج آبے تریش اندر و بد  
 تا بحیات و فخر را بر کشد  
 همچو تاب سحر ز آتش پشت رو  
 همچو مردان گرد و کسب بهر زن  
 بر دلاوات و رضا عشق می تند  
 چون که کار بوشمندان می کنند  
 پس چرا چون جفت در هم میزنند  
 پس چه زاید ز آب تاب آسمان  
 تا بود تمییل کار هم دگر  
 تا بقایا بد جهان زمین اتحاد  
 ز اتحاد هر دو تولیدی جسد  
 مختلف در صورت اما اتفاق

روز و شب ظاهر و دهن و دهن و دهن  
 هر یک خوانان دیگر را بچو خویش  
 زانکه به شب و خل بنود طبع را  
 خاک گوید خاک تن را باد کرد  
 جنس مانی پیش ما اولی تری  
 گوید آله یک من پالسته ام  
 تری تن را بچو بسند آه  
 گر من تن را همی خواند اثیر  
 هست هفتاد و دو علت در بدن  
 علت آید تا بدن را بکشد  
 چار مرغ اند این عناصر بسته پا  
 پانی شان از هر گریون باز کرد  
 جذبه این اصلها و فخرها  
 تا که این ترکیبها را برود  
 حکمت حق مانع آید زین عمل  
 گوید آله اجزا اجل مشهود نیست  
 چون که هر جزو بچو دیدار اتفاق  
 گوید آله اجزای پست فر شیم  
 امیل تن در سبزه و آب روان  
 میل جان اندر حیات و درج است  
 میل جان در حکمت است و در علوم  
 میل جان اندر ترقی و شرف  
 میل و عشق آن شرف هم سوز جان  
 گر بگویم شرح این بیحد شود  
 حاصل آنکه هر که او طالب بود

لیک هر دو یک حقیقت می تن  
 از پی تکمیل فعل و کار خویش  
 پس چه اندر خرج آرد روزها  
 ترک جان گو سوسه ما آه بچو کرد  
 به که ران تن و اهری زمین سوختی  
 گر چه بچون تو ز بهر جان خستام  
 کاه تری باز آ ز غربت سوسه ما  
 که زنا رے راه اصل خویش گیر  
 از کششهای عناصر بے رسن  
 تا عناصر هم در گداز و ابله  
 مرگ در بخوری و علت پاکشا  
 مرغ هر عنصر یقین پر واد کرد  
 هر دے رنج نه در جسم  
 مرغ هر جزو بے باصل خود بود  
 جمع شان دارد بصمت تا اجل  
 پزدون پیش از اجل تان سوخت  
 چون بود جان غریب اندر فراق  
 غربت من تلخ تر من غم شیم  
 زان بود که اصل او کند از ان  
 زانکه جان لا مکان اصل است  
 میل تن در باغ دراع ست و کرم  
 میل تن در کسب اسباب علف  
 زمین کب را و یکبون را بدن  
 مثنوی هشتاد و من کاغذ شود  
 جان مطلوبش بر در اغرب بود

آدمی حیوان نسبت و جہاد  
 بے مرادان بے مرادے می تنہد  
 لیک میل عاشقان لاغر کند  
 عشق معشوقان دور رخ افروخته  
 کبریا عاشق بشکل بے نیاز  
 این رہا کن عشق آن تشدد مان  
 دود آن عشق و غم عشق کردہ  
 لیک از ناموس و پوشش و آبرو  
 رحمتش مشتاق آن مسکین شدہ  
 عقل حیران کین عجب اور کشید  
 ترک جلدی کن کزین نا واقفی  
 لب پیغمبر بر زمینان سخن  
 کاین سخن را بعد ازین مدفون کنم  
 کیست آن کت می کشد ای مقتدی  
 صد عزیمت می کنی ہر سفر  
 زان بگردانند ہر سو آن لگا  
 اسب ز یک سار زان نیکو بیت  
 او دولت را برد و صد سودا بہ بست  
 چون شکست او بال آن رائے نخست  
 چون قضایت جبل تدبیر شکست  
 عرہا و قصہ ہا در با جہا  
 تا بہ طمع آن دولت یت کند  
 در بجلی بے مرادے داشتہ  
 ورنہ کاریدے عمل از عورش  
 مانتلان از بے مراد یہائی خویش

ہر مرادے عاشقی بے مراد  
 دان مرادان جذب ایشان می کنند  
 میل معشوقان خوش و با فر کند  
 عشق عاشق جان اورا سوخته  
 گاہ می کوشد دران راہ دراز  
 تافت اندر سینہ صدر جہان  
 رفتہ در محنم اد مشفق شدہ  
 شرم می آید کہ واجوید از و  
 سلطنت زمین لطف مانع آید  
 یا کشش زان سو بدین جانب سید  
 لب بہ بند شد اسلم باغی  
 تو بہ آدم ہر زمان صد بار من  
 وان کشندہ می کشد من چون کمر  
 آنکہ می نگذاردت کہ دم زنی  
 می کشاند مر تر ا جہاے دگر  
 تا خبر یا بد ز فارسی سب خام  
 کو ہی دانند کہ فارسی بر دست  
 بے مرادے کرد پس ل را شکست  
 چون نشد بہستی بال اشکن در دست  
 چون نشد بر توفیق در دست  
 گاہ گاہ راست می آید ترا  
 بار دیگر نیت را بشکند  
 دل شدے نو میداں کہ کا شتہ  
 کے شدے پیدا برو مقبولش  
 با خبر گشتند از مولائے خویش

بے مرادی شد قلا و ز بہشت  
چون مرادات ہمہ اشکستہ است  
پس شدند اشکستہ پاش این صاوقان  
عاقلا ان اشکستہ سشن از منظر  
عاقلا نش بسدگان بندہ اند  
ایستیا کہ ما ہمار عاقلان

حفت الجذہ شہوائے خوش مشرت  
پس کسے باشد کہ کام اور وامت  
لیک کو خود آن شکست عاشقان  
عاشقان اشکستہ با صدا اختیار  
عاشقان شکر و قندی اند  
ایستیا طو عا ہمار بے دلاں

ہاں تو اوس بخاری نے بھی پہنے کو اوس جہان کی طرح شمع سے ٹکرایا تھا اور شمع کی بدولت اوس کی بھی تمام تکلیفیں آسان ہو گئی تھیں اوس کی آہ سوزان آسان ہو جاتی تھی بالآخر صدر جہان کے دل میں محبت پیدا ہو گئی اور افسانہ اپنے دل میں ایک مہم کو کہا کہ اے اللہ ہمارے اوس آوارہ کا حال نہیں معلوم کہ بسے اوس نے قہر کیا تھا اور ہم نے دیکھ لیا تھا جس سے وہ خون نہ ہو کر جھاک گیا گمراہ ہمارے رحم کو اپنی طرح نہ جانتا تھا گو مجرم کا دل ہم سے ڈرنا ہی گمراہ بین اوس کے زمین سیکڑوں امید بن گئی ہوتی تھی گمراہ کو ان کا احساس نہ ہو بین اوس کو ڈرنا ہیوں جو دیدہ دلیر اور لغو آئی ہو۔ اور جو خود ڈرے میں اسے کیا ڈرنا آگ سرد ہاڑی کے لئے ہوتی ہے اور اوس کے لئے نہیں ہوتی جس کا ابدال سر سے تیار کر رہا ہے جو ڈر ہوں میں اون کو غضب سے ڈرنا ہیوں اور جو ڈرتے ہیوں اون کے خوف کو کلم سے دور کرنا ہیوں تو یہ نہ لگنے والا ہیوں لہذا جہان جیسے چونکہ کی ضرورت ہوتی ہے ویسا ہی لگاتا ہیوں۔ اہ جہان نہیں ہوتی۔ ہاں نہیں لگاتا۔ اور میں ایک طیب ہوں کہ ہر ایک کو اوس کے مرض کے موافق مشرت دیتا ہوں آدمی کا باطن درخت کی جڑ سے مشابہ ہے اور اس جڑ سے مختلف قسم کے پتے نکلتے ہیں اور پتے جڑ کے موافق ہوتے ہیں۔ خواہ بیج درخت ہو یا بیج نفیس یا بیج عقل سو وفا ایک ایسا درخت ہے جس کے چل آسان ہیں لہذا اوس کو یوں کہنا چاہئے کہ اوس کی جڑ تو زمین میں ہے اور شاخ آسمان میں یعنی درخت وفا ایک عظیم الشان درخت ہے جس کے چل و ستارچ نہایت اعلیٰ ہیں اور جبکہ عشق کا چل آسان ہیں پیدا ہوتا ہے تو صدر جہان کے دل میں ہیوں نہ پیدا ہوگا لہذا اوس کے دل میں غمگناہ جو جزن تھا کیونکہ دل کو دل سے راہ ہے اور ان میں آپس میں اتصال ہے اور وہ دو جسموں کی طرح ایک دوسرے سے دور اور جدا نہیں ہوتے پس جبکہ وہ اوس کا جان نثار تھا تو یہ اوس کا دشمن جان کیونکہ ہر مسکاتھا اتصال قلوب اور انفصال اجسام کو یوں سمجھو جیسے دو چراغ آپس میں نہیں ملتے مگر ان کا نور مزوج ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ہم نے بیان کیا تھا کہ صدر جہان کی محبت کا منشا غلام کی محبت تھی مگر یہ گفتگو بنا بر ظاہر تھی۔ اب ہم نظر کو اور دقیق کے کہتے ہیں کہ اس عاشق کی محبت خود صدر جہان کی محبت کا نتیجہ تھی کیونکہ کوئی عاشق اوس وقت تک طالب وصال نہیں ہو سکتا جب تک کہ

اوس کا مشرقی اوس کا طالب نہ ہو مگر دونوں کے اشار میں فرق ہوتا ہے عشق عاشق تو جسم کو مکان بنا دیتا ہے اور  
عشق مجبوران اودن کے جسم کو مکان نازہ کرتا ہے اس تفاوت اثر سے طبع ہو جاتا ہے کہ مشرق کو محبت نہیں ہوتی  
پس جب کسی کے دل میں کسی کی محبت پیدا ہو تو یقین کر لینا چاہیے کہ اوس کے دل میں بھی اوس کی محبت ہے  
جب یہ اصول معلوم ہو گیا تو اس سے تو کو سلوک کا ایک فلسفہ مسئلہ بھی معلوم ہو گیا وہ ہے کہ جب ہمارے دل میں خدا  
کی محبت بڑھے تو کم کو یقین ہونا چاہیے کہ خدا کو بھی اتنی ہی محبت ہے مگر وہی بات ہے کہ ایک ہاتھ سے مائی نہیں جگتی  
پس جبکہ اوس کو محبت ہے تو لازم ہے کہ اوس کو بھی ہو پس اگر ہوا سا پانی کیلئے روتا ہے تو پانی بھی روتے ہے اور  
کہتا ہے کہ پانی بیٹے والا کہاں ہے یہ جو ہاتے اندر پیاس ہے یہ پانی ہی کا جذب ہے پس ہم پانی کے چین اور  
پانی ہمارا۔ اللہ جل جلالہ نے اپنی حکمت سے جو کہ قضا و قدر میں ہے جو کہ ایک دوسرے کا عاشق کر دیا ہے اور  
تمام اجزاء عالم اوس حکم ازلی کی بنا پر جوڑا جوڑا الہ اپنے جوڑے کے عاشق ہو گئے ہیں عالم میں ہر جزو یقیناً  
ان ہی جوڑے کا طالب ہے۔ جیسے کہ ہوا اور برک کاہ اسی بنا پر آسمان زمین کی آؤ جھگٹ کرتا ہے اللہ کہتا ہے  
کہ میری اور تیری ایسی ہی مثال ہے جیسے مقناطیس اور لوہا ان میں حکم قفل آسمان مریے اور زمین عورت  
کیونکہ جو وہ دوتا ہے اوس کی ہر ورشش کرتی ہے اور جہاں گرمی نہیں رہتی تو وہ جیبتا ہے اور جب تری دھنی نہیں  
رہتی تو وہ تری عطا کرتا ہے ہر طرح خاک خاک کی مدد کرتا ہے ہر طرح آبی اوس کو تری عطا کرتا ہے نہ تری بادی اوس کے  
پاس ہر کو کھینچا کرتا ہے اور پانی برساتا ہے تاکہ بخارات رہ رہ کر نکل جائیں راجہ آسمانی سحاب کی گرمی اوس کے  
سبب ہے اور آفتاب کی رو و پشت اوس کی گرمی سے تو س کے حرارت نہ رہتا ہے تو آفتاب سے جو حرارت زمین  
کو حاصل ہوتی ہے وہ ہر طرح آفتابی ہی کی ہے اسلئے ہر طرح آفتابی سے اوس کو حرارت پہنچتی ہے غلام کہ فلک  
زمین کیلئے یون ہی سرگردان ہے جیسے مرد عورت کیلئے کہتا ہے اور یہ زمین اوس کے لئے بیگم کا کام دیتی ہے کہ  
اوس کیلئے بچے جنمی اور اوس کے بچوں کو دودھ پلاتی ہے اسی سے ہم سمجھ کر آسمان و زمین ہی جس رکھتے ہیں  
کہ کوئی ذوی العتول کے سے کام ان سے صادر ہوتے ہیں جو کہ دلیل ہیں اودن کے حساس ہو گئی اگر یہ دونوں دلیر  
ایک دوسرے سے متعلق نہیں ہوتے تو میان بیوی کی طرح ایک دوسرے میں کیوں گھسے ہوئے ہیں اور خاوند  
بیوی کے سے تعلقات ان میں کیوں ہیں دیکھ لو ملازمین کے گل دار خزان پیدا نہیں ہوتے اور صرف آسمان کی  
آب دوتا ہے بدلتا زمین کے کوئی نتیجہ نہیں پیدا ہوتا تو معلوم ہوا کہ آسمان زمین سے یوں ہی متعلق ہے جیسے  
کہ زمین آسمان سے اور ان میں تعلقات زن و شوہر ہیں آسمان خاوند ہے اور زمین بیوی اور ان نہوادہ ہیں ایک  
کو دوسری کی طرف اسلئے رغبت ہے کہ ہر ایک کے کام کی دوسرے سے تمکیل ہو۔ اسی لئے حق سبحانی نے عورت  
و مرد کے اندر بھی ایک دوسرے کی طرف رغبت رکھی ہے تاکہ دن کے اتحاد سے عالم وقت معلوم ہو پائی ہے



پس اسی لئے اور اجزاء عالم میں بھی دوسرے اجزاء کی طرف میلان رکھا ہے کہ انکے اتحاد سے نتائج پیدا ہوں  
یوں ہی رات بھی دن کے گلے لپٹی ہوئی ہے گو صورت میں مختلف ہیں کہ ایک آتی ہے تو دوسرا جاتا ہے اور وہ  
آتا ہے تو یہ جاتی ہے مگر معنی ان میں اتحاد و اتفاق ہے اور گو ہر دو بظاہر ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ مگر  
حقیقت میں ایک کو دوسرے سے تعلق ہے اور اپنے کام کی تکمیل کے لئے ہر ایک دوسرے کو یوں ہی چاہتا  
ہے جیسے اپنے کو چاہتے ہیں کیونکہ دن کا کام ہے صرف کرنا اور صرف بدون آمدنی کے نہیں ہو سکتا۔ اسلئے آمدنی  
کیلئے رات کی ضرورت ہے زمین و آسمان عورت و مرد میل و نہار کا ازدواج تو معلوم ہو گیا جس سے اشیاء متخالف  
میں ازدواج ثابت ہوا اب اشیاء متجانسہ کا ارتباط سنو۔ مثلاً خاک جسم کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور کہتی ہے کہ  
میرے پاس چلی آ اور جان کو چھوڑ دے کیونکہ تو اوس کی بھینس نہیں ہے بلکہ ہماری جس ہے اسلئے ہمارے  
ہی پاس رہنا تیرے لئے بہتر ہے اسلئے بہتر ہے کہ تو جسم سے الگ ہو کر ہمارے پاس آباد ہو جاوے دیتی ہے کہ یہ  
آپ بجا فرمائی ہیں کہ میں مقید ہوں گو میں بھی صدمہ فراق سے نڈبال ہوں مگر مجبور ہوں کچھ نہیں پڑتی پانی  
جسم کی تری کے طالب ہیں اور کہتے ہیں کہ اے تری تو اپنے اصلی وطن میں چلی آ اور سافرت کو چھوڑ دے  
کہہ کر اجازت کی گری کو اپنی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ تو از جس نار ہے اپنی اصل کی طرف آ۔ پس یہ جو کثرت  
امراض جسم میں واقع ہوتے ہیں اوس کی وجہ وہی عناصر کی معنوی شش ہے جس میں اس کو دخل نہیں اور مرض  
اسی لئے آتا ہے تاکہ بدن کے اجزاء کو متفرق کر دے اور عناصر کو اپنی اپنی اصل کی طرف چلتا کر دے۔ پس یہ عناصر  
ایسے ہیں جیسے چار جانور جن کے پاؤں باندھ دئے گئے ہوں اور امراض ان کے پاؤں کھولنے والے۔ جبکہ کوئی  
مرض ان کے پاؤں کھول دیتا ہے تو مرغ ہر عنصر اپنے اشیاء و چیز کی طرف اڑ جاتا ہے پس ان اصول و  
فروع میں جو باہم تجاذب فطری ہے یہی تجاذب ہر وقت ہمارے اندر ایک نیا مرض پیدا کرتا ہے اور قصداً  
یہ ہوتا ہے کہ ان ترکیبوں کو جدا کر دے اور مرغ ہر جزو عنصری اپنی اصل کی طرف اڑ جاوے لیکن حکمت خداوندی  
اون کو جلدی سے روک دیتی ہے اور اذکو ایک وقت معین تک صحت کے ذریعہ سے مجتمع رکھتی ہے وہ کہتا ہے  
کہ اے اجزاء ابھی وقت نہیں آیا۔ اور وقت سے پہلے پھڑ پھڑانا اور چھوٹنے کی کوشش کرنا بیکار ہے۔  
جبکہ تم کو یہ معلوم ہو گیا کہ ہر جزو عنصری اپنی اصل کی مرافقت چاہتا ہے تو اس سے معلوم ہو گیا کہ اشیاء متناسبہ  
و متجانسہ میں بھی ارتباط ہے اور اوس سے تم یہ بھی اندازہ کر سکتے ہو کہ جب اجزاء غیر حاسہ بظاہر کی فراق میں  
یہ حالت ہے تو جان بوجھاً ہر حقیقت ہر دو طرح حاسہ ہے مفارقت میں اوس کی کیا حالت ہوگی اور وہ اپنی  
اصل کی طرف لوٹنے کی کس قدر شائق ہوگی وہ کہتی ہے اے میرے اجزاء اسو تیرے سفلیہ زمین عرشی ہوں اور بڑے  
یہ غربت نہایت ناگوار ہے دیکھو جسم ہنرہ و آب روان کی طرف اسلئے مائل ہے کہ وہ اس کی اصل ہے تو

ہو کر لامرکان و عالم غیب روح کی اصل ہے لہذا اس کو اس کی طرف میل ہوگا جو کہ عالم حیات بلکہ خودی ہے نیز چونکہ  
 جان خودی ہے اسلئے اس کو صفات احیاء یعنی حرکت و علوم کی طرف میل ہے اور جسم چونکہ خودی جان ہے اسلئے اس کو  
 اشیاء مردہ مثل باغ و جنگل انکسور و غیرہ کی طرف میلان ہے نیز چونکہ روح علوی الاصل ہے اسلئے اس کا میلان تمدنی  
 و شرف کی طرف ہے اور تن چونکہ سفلی الاصل ہے اسلئے اس کا میلان کھانے پینے کی طرف ہے اور جس طرح روح کو  
 شرف کی طرف میلان ہے یوں ہی شرف کو روح کی طرف اسی سے تم مجہم و پیچیدہ کی حقیقت سمجھ سکتے ہو اگر مین  
 اس معنوں تجارب و ازدواج کی تفصیل کروں تو کلام بہت دراز ہو جائے گا اور دشمنی کا وزن اس حق کا غلظ  
 ہوجا و بجھا۔ خلاصہ یہ کہ مطالب بہت سارے تو اس کے مطلوب کا دل بھی اس کا خواہاں ہوتا ہے خواہ آدمی ہو خواہ  
 جانور۔ نبات ہو یا جماد غرض کہ ہر مطلوب اپنے طالب کا عاشق ہے عاشق اپنے معشوق سے تعلق رکھتے ہیں  
 اور معشوق کو اپنی طرف کھینچتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ عاشقوں کا میلان تو ان کو دہلا کر تار ہے اور معشوقوں کا  
 میلان ان کو شاندار بنانا ہے معشوقوں کا عشق ان کے محالوں کو فروغ حسن سے چمکانے ہے اور عاشق کا عشق  
 اس کی جان کو جلا کر ہے۔ کہہ رہا ہوں عاشق ہے مگر صوفیہ نے بیان ہے اور گھاس بھی عاشق ہے مگر وہ راہ دراز کی  
 قطع کر کے اپنے معشوق تک پہنچنا چاہتا ہے اچھا اس بحث کو چھوڑ دھلی مطلب یہ ہے کہ اس طالب  
 صادق کا عشق صدر جہان کے سینہ میں ڈھکا اور اس عشق کے دیوین اور اس آتش کہہ کے غم نے آفتاب کے  
 دل میں مراہیت کی اور وہ بھی ہیران ہو گیا انگریز و شان و آبرو کے سبب سے اس کو شرم آئی تھی کہ اس کو نہ خود  
 اس کا رزم تو اس کی کشش متناقض تھا مگر حکومت اس عنایت سے مانع ہوئی عقل حیران اور متعجب ہے کہ  
 اس عاشق نے اس کو کھینچا یا اوہر سے کشش ہوئی اور اس نے اسے کھینچا اور معشوق نے اس کی کشش قبول  
 کی ہے کہ عقل حیران ہے کہ صدر جہان نے خود بخود اس کو کھینچا ہے یا عاشق کی کشش صدر جہان تک  
 پہنچی اس کے دل میں اس کی محبت پیدا ہوئی اور اس کشش کے ذریعہ سے اس نے اس عاشق کو کھینچا  
 دانشور علم اب مولانا فرماتے ہیں کہ عقل اس راز کے معلوم کرنے میں جلدی ذکر کہہ کر تو بھی اس قابل نہیں ہے  
 اور عاشق راہدار اس کے علم کو خدا کے حوالہ کر دے اور کہہ دے کہ خدای تعالیٰ اس کو ہدایت فرماتا ہے میں ہر وقت  
 ایسی باتیں کہتا ہوں کہ انہما سے عاشق رہنا چاہتا ہوں اور ہر وقت سو مرتبہ تو کہتا ہوں کہ باری ہاتھوں کو  
 دین کر دینا۔ مگر کھینچنے والا کھینچتا ہے میں کیا کروں تم جانتے ہو کہ وہ کھینچنے والا کون ہے وہ وہی ہے جو تم کو  
 کھینچتا ہے اور ہم نہیں مارتے دیتا۔ اچھا اب سمجھو کہ تم سفر دینی یا دنیوی کیلئے سوار پختہ راہو کہتے ہو مگر وہ  
 تم کو دوسری طرف کھینچ لیا ہے اس میں کیا راز ہے اس ہر طرف ہاگ موٹے میں ماری ہے کہ ناواقف گھوڑا  
 اپنے سوار سے واقف ہو جائے جو عقل نہ گھوڑے میں وہ ٹھیک اس لئے چلتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ شہسوار

ہماری پیڑھ پر سوار ہے پس ایسا کرنے سے تم بھی بوجھ سبار جو جائے گی۔ لہذا اولاً اوس سے تمہارے دل کو  
سیکڑیوں نہا لے مینا نکال دیا۔ پھر تم کو ناکام کے تہار لول توڑنا کہ اس سے اوس حاکم کا وجود اور تصرف  
فی الامر جو ثابت ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا کیونکہ جبکہ اوس نے تمہارے ارادہ کا بازو توڑ دیا تو اس سے اس  
بازو شکن کا وجود کیوں نہ ثابت ہو اور ضرور ثابت ہوا اور جبکہ قصہ نے تمہاری تدبیر کی رسی کو منقطع کر دیا تو تم پر  
اوس کی قضا کا تسلط کیوں نہ ثابت ہو اور ضرور ہوا پس یہ راز تھا تمہارے شیخ عواظم کا کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ  
ہم خود مختار نہیں بلکہ محکوم ہیں کسی حاکم بالادست کے اور اس ذریعہ سے تم ٹیک کر وار بن جاؤ جس شیخ عواظم کی  
حکمت معلوم ہو گئی تو اودنی تنقید کا راز سمجھو کبھی بھی تمہارے عزم اسلئے ٹھیک ہوتے ہیں تاکہ اس سے تمہارے  
دل میں لالچ پیدا ہوا وہ تم اپنے کو فی الجملہ مختار سمجھ کر نیت اعمال کرو اور پھر وہ تمہاری نیت کو توڑ دیتا ہے تاکہ  
تم کو اپنے اور اودن کے پوسے ہوتے رہنے سے اس پہلے علم سے ذہول نہ ہو جاوے اور تم اپنے کو خود مختار نہ سمجھ  
دیکھو۔ اگر تم کو بالکل ناکام رکھنا تو تمہارا دل بالکل ناامید ہو جاتا اور کوئی آرزو بھی نہ پیدا ہوتی اور اگر وہ اصل  
کے خلوعن الغارہ کے سبب تخم اہل کو بوتا ہی نہیں تو اس پر اس کی مغلوبیت کیسے ثابت ہوتی کیونکہ مغلوبیت تو  
فراع اوس کی کہ ہے کہ موجود ہوا اور کام نہ کر سکے اگر اس کا وجود ہی نہ ہوتا تو مغلوبیت کیونکر ہوتی پس عقلا اپنی جہاد میں  
اور سیم ناکا بیوں کے سبب خدا سے واقف ہو گئے اور اودن کے لئے ناکامی راہبر بسوے جنت ہو گئی چنانچہ فرمایا  
گیلے ہے کہ حفت الجنت بالمکر و ملت۔ اس ناکامی بھی بخیر کردات ہے لہذا وہ بیانی اور الجحمت میں پہنچانے والی  
ہے۔ ناکامی سے خدا کی واقفیت کا راز یہ ہے کہ جب سب کی مرادین شکستہ پاہین تو اس سے اودن کو معلوم ہوا کہ  
کوئی ایسا بھی ضرور ہے جس کے حسب منشاء کام ہوتا ہے اور وہ خدا نے عروج ہے لہذا وہ خدا کے قائل ہوتے اور  
جبکہ خدا کے قائل ہوتے تو بغتہ اوس عقل اودن کو اسکی اطاعت لازم ہوتی اور اس بنا پر اودنوں نے اوس کی اطاعت  
کی لہذا جنت میں پہنچے یہ سب کچھ ہے مگر شکست عاشقوں کی شکست سے جدا گانہ ہے عقلا نے منظر را  
شکست مانی ہے اور عاشقوں نے باختیار یعنی بخوشی شکست کھائی ہے اور اپنے کو اوس کا مطیع کر دیا ہے  
لہذا عقلا تو اوس کے قید کئے ہوئے غلام ہیں اور عشاق شکر و قد کہلائے ہوئے عقلا کو تو امتیاز کرنا طاعت  
پر مجبور کرتا ہے اور عشاق کو امتیاطا اس طرف کھینچتا ہے۔

## شرح شبیری

اوس عاشق کی ملاقات صدر جہان کی ساتھ

آن بحاری نیز خود بر شمع زد گشتہ بود از عشق آسان کس کبد  
یعنی اوس بحاری نے بھی اپنے کو شمع پرارا اور عشق کی وجہ سے اوس کو وہ مصائب آسان ہو گئے تھے مطلب یہ کہ اوس  
بحاری نے بھی اپنے کو بظاہر مصائب میں پھنسا رکھا تھا مگر وہ مصائب اوس کے لئے عشق کی وجہ سے سب آسان  
ہوئیں۔

آہ سوز انش سوئے گردون شد در دل صدر جهان ہر کردہ  
یعنی اوس عاشق کی آہ سوز ان آسمان کی طرف گئی ہوئی اور صدر جهان کے دل میں محبت آئی ہوئی۔

گفت با خود در سحر کہ کائے احد حال آں آوارہ ما چون بود  
یعنی اپنے سے صبح کے وقت میں کہتا تھا کہ اے اللہ ہمارے اوس آوارہ کا کیا حال ہوگا۔

او گناہے کرد و ما دیدیم یک رحمت مارا کنی دانست نیک  
یعنی اوس نے ایک گناہ کیا اور ہم نے دیکھا بھی مگر ایک رحمت کو اپنی طرح نہ جانتا یعنی اوس نے اگر گناہ  
کیا تھا تو معاف کرنا اور سمجھنا کہ بڑے رحیم ہیں معاف کر دیں گے یہاں سے چلا کیون گیا آگے ملانا انتقال فرماتے ہیں کہ  
حق تعالیٰ بھی یہی فرماتے ہیں کہ۔

خاطر مجرم ز ماترسان شود یک صد امیر در ترش بود  
یعنی مجرم کا دل ہم سے ترسان ہوتا ہے لیکن اوس کے خوف میں تنہا میدان ہوتی ہیں مطلب یہ کہ مجرم ہم سے ڈرتا ہے مگر  
اوس خوف کی حالت میں بھی اوس کو بہت سی امیدیں ملتی ہیں۔

من ترسانم و قیح دیا وہ را آنکہ ترس من چہ ترسانم و را  
یعنی میں تو بے جیا اور گمراہ کو ڈرتا ہوں اور جو کہ خود ڈرے میں اوس کو کیا ڈراؤں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے کہا کہ میں خود تو  
اوس کو ڈراؤں جو کہ خود نہ ڈرتا ہوا اور جو خود ہی ڈرتا ہوا اوس کو ڈرانے کی تو کوئی وجہ نہیں ہے آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ  
بہر دیک سر آذر مے رود نے بدان کہ جوشش از سر میرود

یعنی ٹھنڈی ہنڈیا کیلئے آگ جاتی ہے۔ نہ کہ اوس کے لئے جس کا جوش کہ سر سے گزر گیا ہو مطلب یہ کہ جو ہنڈیا  
کی خود ہی اوہل رہی ہوا اوس کو آگ کی کیا ضرورت ہے آگ کی ضرورت تو جب ہوگی جب ہنڈیا اوہل نہ رہی ہوگا  
تو اسی طرح خود ڈرانے کی تو جب ضرورت ہو جبکہ وہ پہلے سے خائف نہ ہوا اور جب وہ پہلے سے خود خائف  
ہے پھر ڈرانے کے کیا معنی۔

ایمانرا من ترسانم بعلم خائفان را ترس بر دایم و سلم  
یعنی مگر لوگوں کو میں علم سے ڈراتا ہوں اور ڈرانے والوں کا علم سے خوف اٹھا دیتا ہوں۔ یعنی جو لوگ کہ بے خوف ہیں

اوند کو تو اس طرح خوف نہ لاتا ہوں کہ دیکھو میں علم بھی ہوں مجھے سب باتوں کا علم ہے اور جو خود ہی ڈر رہے ہیں اوند کو کہتا ہوں کہ میں علم ہوں تاکہ اوند کا خوف کم ہو۔

پارہ دوزم پارہ در موضع ہسم ہر کے راشربت اندر نور ہسم  
یعنی میں سپیند سیتا ہوں اور سپیند کو جگہ سے رکھتا ہوں اور ہر شخص کو شربت اوس کے لائق دیتا ہوں۔

ہست ستر مرد چون پنج درخت زان بر وید بر گھاش از چوب سخت  
یعنی انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے کہ اوس سے اوس کے پتے چوب سخت سے اُگتے ہیں مطلب یہ کہ جس طرح کہ شاخ میں سے کہ وہ چوب سخت ہوتی ہے پتے نکلتے ہیں اسی طرح انسان کا باطن بھی ایک جڑ ہے کہ اس پر بہت سے پتے وغیرہ نکل رہے ہیں اور وہ پتے اوس کے احوال ہیں جو کہ اوپر وقتاً فوقتاً طاری ہوتے ہیں۔

در نور آن پنج زستہ برگ ہا در درخت و در نفوس و در رہنا  
یعنی اوی جڑ کے لائق پتے اُدگے ہوئے ہوتے ہیں درخت میں اور نفوس میں اور عقول میں مطلب یہ کہ بس جیسا آدمی ہوتا ہے اوس کے ساتھ ویسا ہی عمل کیا جاتا ہے۔

بر فلک بر ہست ز اشجار وفا اصل ثابت و فرعی سما  
یعنی فلک پر بہت سے پہل اشجار وفا کے ہیں کہ اوندکی جڑ تو قائم ہے اور اوندکی شاخیں آسمان میں ہیں مطلب یہ کہ بہت سے افعال ایسے ہیں کہ اوندکے پہل پھول ہیں اوندکا اثر تو آسمان پر ہوتا ہے اور وہ خود زمین میں قائم ہوتے ہیں۔

چون برست از عشق بربر آسمان چون تر وید در دل صدر جہان  
یعنی جبکہ عشق کیوجہ سے پہل آسمان پر آگ آیا تو صدر جہان کے دل میں کیوں نہ اُدگے گا۔ مطلب یہ کہ جب عشق کا اثر آسمان پر ہوتا ہے تو بھلا صدر جہان کے دل میں کیوں نہ ہوتا ضرور ہوا۔

موج می زد در و شش غفو گنہ زانکہ از دل تا دل آندر روز نہ  
یعنی اوس صدر جہان کے دل میں غفو گنہ موج مار رہا تھا اسلئے کہ دل سے دل تک روزن ہوتا ہے مطلب یہ کہ صدر جہان کے دل میں یہ امر موج زن تھا کہ اوس کے گنہ کو معاف کر دیا جائے کیونکہ مثل مشہور ہے کہ دل را بدل رہیت درین گنہ سپر از تو ای کے موافق اس عاشق کے قلب کا اثر صدر جہان کے قلب پر پڑا اور وہ بھی نرم ہو گیا۔

کہ ز دل تا دل یقین روزن بود نے حب او در چون دو تن بود  
یعنی کہ دل سے دل تک یقیناً راہ ہوتی ہے کہ وہ جو ہر کوئی طرح دور اور جدا ہوتے ہیں مطلب یہ کہ قلوب میں ایسے ہیں جو تعلق ہوتا ہے اوسکی وجہ سے ایک کے بیچ اور تکلیف اور راحت اور فطرتی شادی کا اثر دوسرے پر بھی پڑتا ہے اور ہر کوئی طرح نہیں ہوتے کہ اوند میں کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا اگے اوس کی ایک مثال دیتے ہیں۔

متصل نبود سغال دو چراغ نورشان کمزور باشد و صانع  
یعنی دو چراغ ان کے ٹیکر سے متصل نہیں ہوتے (مگر) ان کا نور گزراہ میں ملا ہوتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو دو چراغوں کی  
اجسام تو بطور ہوتے ہیں اور ان کا نور ایک دوسرے میں ملا ہوتا ہے کہ ہر ایک کے نور کو ملا نہیں کر سکتے لہذا اجسام بطور  
ہوتے ہیں اور پس میں اجسام میں بعد ہوتا ہے لیکن دل کو دل سے برابر راہ ہوتی ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو آگے کا عدہ کلیہ  
بیان کرتے ہیں۔

یہیچ عاشق خود نباشد وصل جو کہ ز معشوقش بود جو یائے او  
یعنی کوئی عاشق خود وصل کا طالب نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا معشوق اس کا طالب نہ ہو (مگر فرق یہ ہوتا ہے)  
لیک عاشق عاشقان تن زہ کند عشق معشوقان خوش و فرہ کند  
یعنی لیکن عاشقوں کا عشق تو بدن کو ضعیف کر دیتا ہے اور معشوق کا عشق خوش و فرہ کرتا ہے مطلب یہ کہ عاشقوں کے  
عشق میں تو جو تکر طلب زیادہ غالب ہوتی ہے اس لئے ان کا عشق اور کم ضعیف اور کمزور کر دیتا ہے اور معشوقوں کے  
عشق میں بھی طلب ہوتی ہے مگر ایک مجہولیت کی شان کو لئے ہوئے لہذا ان کے عشق کا اثر خاطر نہیں ہوتا۔  
چون درین دل برق مہر دوستی است اندر آن دل دوستی مہر دل کہ مست  
یعنی جب اس دل کا عشق (یعنی دوست کی محبت کی بجائی ہو) تو اس دل (معشوق) میں محبت ہے مطلب یہ  
کہ اگر کوئی کسی پر عاشق ہو تو سمجھو کہ وہ محبوب کو بھی اس کا خیال اور اس کی محبت ہے۔

در دل تو ہر حق چون شد دو تو ہست حق را بیکان ہرے تو  
یعنی جب تیرے دل میں حق قائلے کی محبت زیادہ ہو تو یقیناً حق قائلے کو تجھ سے ایک محبت ہے مطلب یہ کہ اگر وہ بیان  
کیا ہے کہ بے معشوق کے جذب کے عاشق کو طلب نہیں ہو سکتی تو فرماتے ہیں کہ اسی طرح اگر کسی کے قلب میں حق قائلے  
کی محبت اور طلب پیدا ہو تو اس کا پناہ مال نہ سمجھو کیونکہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ اسی طرف کی کشش ہے اگر اس طرف  
سے جذب ہو گیا تو اس میں طلب ہے اور نہ یہ محبت ہے یہ سب اسی طرف کی کشش کا اثر ہے آگے مرن ایک قلب  
سے بغیر دوسرے کے متوجہ ہونے عشق نہ ہو سکتے کی ایک مثال دیتے ہیں۔

ہیچ بانگ کف ز دل آید بدر از بے دستے تو بے دستے دگر  
یعنی کیا تالی بجانے کی آواز نہ آئے ایک ہاتھ سے بے دوسرے ہاتھ کے نکلتی ہے مطلب یہ کہ دیکھو تالی ایک ہاتھ سے  
نہیں بجا کرئی بلکہ دونوں ہاتھوں کے ملنے سے آواز نکلتی ہے اسی طرح عشق بھی ایک طرف سے نہیں ہوا کرتا بلکہ  
دونوں طرف سے ہوتا ہے آگے اسی کی چند مثالیں دیتے ہیں۔

تشنہ می نالد کہ اسے آب گوار آب ہم نالد کہ کو آن آب خوار

یعنی ہوا ساقا ہے کرے پانی خوشگوار (تو کہاں ہے) تو پانی بھی در زبان حال (دوتا ہے کہ وہ پانی پینے والا کہاں ہے)  
 جذب آبست این عطش در جان ما      ما از آن او و او رسم زان ما  
 یعنی ہماری جان میں جو پیاس ہے یہ پانی کا جذب ہے ہم اس کے ہیں اور وہ بھی ہمارے مطلب ہے کہ جس طرح ہم  
 اس کے طالب ہیں وہ بھی ہمارا طالب ہے ورنہ سچ یہ ہے کہ اگر پیاس سے نہ ہوں تو پانی کو کون پوچھے تو اس کی طرف سے  
 بھی طلب اپنے اظہار کمال کیلئے منور ہوئی کہ اگر پیاس سے ہو گئے تو اس کا یہ کمال کہ وہ سیراب کرنے والا ہے  
 ظاہر ہو گا ورنہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔ آگے کلیہ فرماتے ہیں۔

حق بحکمت در قضا و در قدر کردہ مارا عاشقان ہمدگر  
 یعنی حق تعالیٰ نے حکمت سے قضا و قدر میں ہمیں ایک دوسرے کا عاشق کر دیا ہے۔

جملہ اجزائے جہان زان حکم پیش      جفت جفت و عاشقان جفت خویش  
 یعنی تمام اجزاء جہان کے اس حکم ازلی کی وجہ سے جوڑا جوڑا ہیں اور اپنے جوڑے کے عاشق ہیں مطلب یہ کہ دنیا  
 میں ہر چیز کو دیکھو کہ وہ یقیناً کسی دوسری چیز کی طالب اور محتاج ہوئی آگے ہی آئی کو فرماتے ہیں۔

ہست ہر چیز سے لعل جفت خواہ      راست آنچون کہربا و برگ کاہ  
 یعنی ہر ایک چیز و عالم میں جوڑے کا طالب ہے ٹھیک جیسے کہ کبریا اور گھاس کا پتہ مطلب یہ کہ دنیا میں ہر چیز و شے  
 کی طالب ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کہربا گھاس کو کھینچتا ہے اور جذب کرتا ہے اس کی طرح دنیا کی ہر چیز  
 ایک دوسرے کو جذب کر رہی ہے آگے زمین اور آسمان کے ایک دوسرے کے طلب کر نیکو بیان کرتے ہیں۔

آسمان گوید زمین را مر حببا      با تو ام چون آہن و آهن ربا  
 یعنی آسمان زمین سے کہتا ہے کہ مر حبائب میرے ساتھ مل لو ہے اور ملے ہے گے اوچک لینے والے کے کون مطلب یہ  
 ہے کہ آسمان زمین سے نہ بان حال کہتا ہے کہ میری اور تیری مثال لوہے اور مقناطیس جیسی ہے کہ اول میں بھی ہر ایک  
 دوسرے کا طالب ہوتا ہے تو اسی طرح یہاں بھی زمین تیرا طالب اور محتاج ہوں اور تو میری آگے۔ اول کے ایک  
 دوسرے کے محتاج ہونے کی صورت بتلاتے ہیں۔

آسمان مرد و زمین زن درخو      ہر چہ او را ملحت این فی پرورد  
 یعنی آسمان تو مرد ہے اور زمین سچنے میں عورت ہے جو کچھ وہ (آسمان) ملا ہے یہ (زمین) پالتی ہے مطلب یہ  
 کہ جس طرح مرد عورت کے رحم میں نطفہ ڈالتا ہے اور وہ ان پرورش پاکر جاندار بن جاتا ہے اسی طرح آسمان  
 پانی برساتا ہے وہ پانی سرسبز اور گری بہو پچا ہے جس سے کہ زمین کے پھل پھول پرورش پاکر دیکھنے  
 والوئی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو جاتے ہیں تو دیکھئے کہ اگر آسمان نہ ہو تو زمین بیکار و راکھ زمین نہ ہو تو آسمان کی یہ طاقت

وہ نشیما رس معلوم ہو گیا کہ جذب اور کشش اور طلب دونوں طرف سے موجود ہے آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں۔  
 بروج حن کی خاک ارضی راندو بروج آبی تریشس اندر دہد  
 یعنی بروج خاکی زمین کی خاک کیلئے مدہ ہے اور بروج آبی اوس کو تری دیتا ہے۔

برج بادمی ابر سوائے او برو تا بجا رات وشم رابر کشد

یعنی بروج ہوائی اوس (مین) کی طرف ابر لپاتا ہے تاکہ خراب بخارات کو کھینچ لے۔  
 بروج آتش گرمی نور شیدازو ہجو تا یہ سرخ زائش پشت رو

یعنی بروج آتش غور شید کی گرمی اوس سے ہے اور تو سے کی طرح آگ کی وجہ سے پشت و رو سے سرخ ہے  
 مطلب یہ ہے کہ بروج خاکی اور آبی اور بادمی اور آتش یہ سب آسمان میں ہی ہیں تو اگر زمین کو تری کی ضرورت  
 ہوتی ہے تو آسمان بروج آبی کے ذریعہ سے تری پہنچاتا ہے اور اگر گرمی کی ضرورت ہوتی ہے تو بروج آتش سے  
 بذریعہ آفتاب کے گرمی پہنچاتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ زمین کو اپنے پھلنے پھولنے میں آسمان کی سہمت  
 احتیاج ہے اور یہاں پر بھی سمجھ لینا چاہئے کہ مولانا نے جو بروج کے عمل بتلائے ہیں اس سے مولانا یہ عقیدہ ہونا  
 لازم نہیں آتا بلکہ مولانا نے علی المشہور مخمین کی اصطلاح سے اپنے مدعا کو ثابت کر دیا ہے جس میں کوئی  
 خرابی نہیں کہ ایک تائید کے درجہ میں اونکی اصطلاحات کو بھی بیان کر دیا گیا اگرچہ وہ محض لفظی ہیں آگے  
 آسمان کا طالب زمین ہونا بیان فرماتے ہیں۔

ہست سرگردان فلک اندر زمین ہجو مردان گرد مکسب بہر زن

یعنی آسمان زمین میں مثل اون مردوں کے جو عورت کیلئے کائی کے گرد پھرتے ہیں سرگردان ہے۔

دین زمین کد بانومی بامی کند برولادات ورمنا عیش می تند

یعنی اوریہ زمین بیگم بنا کرتی ہے اوپر ولادتوں اور دودھ پلانے اوس (مولود) کے تیار ہوتی ہے مطلب یہ کہ آسمان  
 تو مردوں کی طرح کائی کرتا پھرتا ہے اور بچہ کی پرورش کیلئے جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے اوس کو مہیا کر دیتا ہے جیسا  
 اوپر معلوم ہوا اور زمین بیوی کی طرح اوس مولود بھل بھول گھاس وغیرہ کو اپنے اندر رکھ کر پرورش کرتی ہے آگے  
 اس پر ایک تفریع فرماتے ہیں۔

پس زمین وچرخ راوان ہوش مند چو کھ کار ہوش مندان می کنند

یعنی پس زمین و آسمان کو باشعور سمجھو جبکہ وہ شعور والوں جیسا کام کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ صوفیہ کہتے ہیں  
 کہ ہر شے میں ایک قسم کا شعور ہے جس سے کہ اوس کو اپنے مرتبہ کے موافق معرفت حق حاصل ہوتی ہے تو مولانا فرماتے  
 ہیں کہ ہمارے اس تمام بیان سے صوفیہ کا یہ مسئلہ ثابت ہو گیا کہ زمین و آسمان میں بھی شعور ہے۔



گر نہ از ہم این دو دلبر می خزند پس چرا چون جفت در ہم می خزند  
یعنی اگر یہ دونوں دلبر آپس میں نہیں چوستے ہیں تو کیوں جوڑے کی طرح آپس میں گھستے ہیں مطلب یہ کہ اگر یہ  
دونوں زمین و آسمان جو دو دلبر کی طرح ہیں ایک دوسرے سے محتاج بہ کو جذب نہیں کرتے ہیں تو پھر کیا وجہ  
ہے کہ میان ہیوی کی طرح تعلقات رکھتے ہیں۔

بے زمین کے گل بر دیدار خوان پس چہ زاید ز آب تاب آسمان  
یعنی بے زمین کے گل بھول اور ارخوان جتے ہیں اور آسمان کی پانی اور گرمی سے پھر کیا پیدا ہوگا مطلب یہ کہ  
اگر زمین نہ ہو تو آسمان کی پانی اور اوس کی گرمی سب بیکار ہو جائے کوئی بھول پھل جم ہی نہیں سکتا اور  
بے آسمان کے زمین بیکار ہے جیسا کہ ظاہر ہے آگے فرماتے ہیں۔

بہر آن میلست در مادہ ز نر تا بود تکمیل کا ہر گر  
یعنی اسی واسطے مادہ میں نر کی طرف سے رغبت ہے تاکہ ایک دوسرے کے کام کی تکمیل ہو جائے۔  
میل اندر مرد و زن حق زان نہاد تا بقایا بد جہان زمین اتحاد  
یعنی حق تعالیٰ نے مرد و زن میں رغبت اسلئے رکھی تاکہ جہاں اس اتحاد سے بقا پائے۔

میل ہر جزو سے بجزو سے ہم نہد ز اتحاد ہر دو تولیہ سے جہد  
رغبت ہر ایک جزو کی دوسرے جزو سے بھی رکھی ہے کہ دونوں کے اتحاد سے ایک ولادت نکلتی ہے۔  
شب چنین تار و زاندر اعتناق مختلف در صورت اما اتفاق  
یعنی رات کو اسی طرح دن تک لیٹنے میں مختلف صورت میں لیکن (اصل میں) متفق۔

روز و شب ظاہر و صند و دشمن اند یک ہر دو یک حقیقت می تنند  
یعنی رات دن ظاہر و صند اور دشمن ہیں لیکن دونوں ایک حقیقت پر بنتے ہیں مطلب یہ کہ رات دن ایسا ہوتا  
ہے کہ ظاہر میں جو دو چیزیں صند اور دشمن ہیں ان کے ملنے سے حقیقت واحدہ پیدا ہوتی ہے اور دونوں کی  
حالت یہ ہوتی ہے کہ۔

ہر یکے خواہان و گر را پہچو خویش از بے تکمیل فعل و کار خویش  
یعنی ہر ایک دوسرے کا اپنوں کی طرح اپنے فعل اور کام کی تکمیل کے واسطے خواہاں ہے۔

ز انکہ بے شب و حشر نہ بوطع را پس چہ اندر حشر آرد روز را  
یعنی اسلئے کہ بے رات کے طبیعت کو آمدنی نہیں ہوتی پھر دن خرچ میں کیا لاوین گے مطلب یہ کہ رات کو چونکہ  
سکون ہوتا ہے اسلئے طبیعت علوم وغیرہ کو جمع کر لیتی ہے جن کو دن میں خرچ کر دیتی ہے سو اگر رات نہ ہو تو آمدنی

یہی نہ ہو پھر دل میں خرچ کیا کرے ہیں معلوم تھا کہ دن رات کا طالب ہے اور اگر دن دھورات کا خزانہ یوں ہی جس سے رہے لہذا رات بھی دن کی طالب ہے۔ آگے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ انسان کے اندر جو عناصر کا مجموعہ ہے وہ بھی ہر ایک اپنی اپنی جنس کا طالب ہے اور اوی کو جذب کرتا ہے۔

**ہر عنصر کا اپنی جنس کو جو کہ آدمی کی ترکیب میں مقید ہے جذب کرنا**  
 خاک گوید خاک تن را باز گرد ترک جان گو سوسے ما آ بھجو گرد  
 یعنی (کہ) خاک بدن کی خاک سے کہتا ہے کہ لوٹ آجان کو ترک کر اور ہماری طرف گرد کی طرح چلی آ مطلب یہ کہ انسان میں جو ایک عنصر خاک ہے اس کو گردہ خاک جذب کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ ہائے اندر چلا آوے اور کہتا ہے کہ۔

جنس مائی پیش ما اولے تری برکہ زان تن واری واین سو پری  
 یعنی تو ہماری جنس ہے ہائے ہی سامنے زیادہ بہتر ہے۔ بہتر ہے کہ اس تن کو چھوڑے اور اس طرف اڑے  
 مطلب یہ کہ وہ کرہ بدن حال کہہ رہا ہے کہ اسے خاک تو تو مجھ میں سے ہے اور غیر جنسوں میں کہان جالی اور کو چھوڑ کر میرے پاس چلی آ تو وہ کہتی ہے کہ۔

گوید آ رہے لیک من پابستہ ام گرچہ بھون تو ز بھران خستہ ام  
 یعنی وہ کہتی ہے کہ ہاں لیکن میں پابند ہوں اگرچہ تیری طرح جذباتی سے زخمی ہو رہی ہوں۔ مطلب یہ کہ بدن انسانی خاک بھی کہتی ہے کہ اسے کرہ میں بھی تیری جذباتی میں چین سے نہیں ہوں مگر کیا کروں ایسی مقید ہوں کہ آ نہیں سکتی تو دیکھئے کہ یہاں بھی دونوں ہی طرف سے طلب اور جذب ہے۔

ترمی تن را بچو سیندا بہا کائے تری باز از غربت سوائے ما  
 یعنی تن کی تری کو پانی ڈھونڈ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اسے تری مسافرت سے ہماری طرف چلی آ مطلب یہ کہ بدن انسان میں جو ایک عنصر پانی کا ہے اس کو گردہ آب جذب کر رہا ہے۔

گر می تن را بچو خواندائیسر کہ ز ناری راہ اصل خویش گیر  
 یعنی بدن کی گرمی کو گردہ نار بلاتا ہے کہ تو تو نار میں سے ہے اپنے اصل کی راہ اختیار کر۔

جست ہفتا و دو علت بدن از کششائے عناصر بے رسن  
 یعنی بدن میں بہتر تیاران عناصر کی کشش کی وجہ سے جو کہ بے رسی کے ہیں (بہتر سے مراد معدہ نہیں بلکہ صحت کثرت مراد ہے) مطلب یہ ہے کہ تیاران جو آتی ہیں وہ اس لئے آتی ہیں کہ ہر عنصر اپنے اصل کی طرف جانا چاہتا ہے تو

اوس کشش کی وجہ سے بدن بعض ہو جاتا ہے۔

علت آید تا بدن را بکسلد تا عناصر صمد گر را و اولد  
یعنی بیماری آتی ہے تاکہ بدن کو توڑ دے تاکہ عناصر ایک دوسرے کو چھوڑ دیں (لیکن)

چار مرئخ اند این عناصر بستہ پائے مرگ و رنجوری و علت پاکشائے  
یعنی یہ عناصر چار جانور پاؤں بندہ ہے ہوتے ہیں موت اور تکلیف بیماری پاؤں کے کھولنے والی ہے۔  
پائے شان از ہمدگر چون باز کرد مرئخ ہر عنصر بعینہ پیر و از کرد

یعنی پاؤں اولہ کا ایک دوسرے سے جب موت نے اکہلد یا تو ہر عنصر کا جانور یقیناً اگر ایک مطلب ہے کہ انسان کے بدن میں چار عناصر ہیں اور انکی ایسی مثال ہے کہ جیسے مختلف مقامات کے چار جانور چون کہ ایک دوسرے کا پاؤں آپس میں بند ہوا ہو کہ کوئی علیحدہ ہو کر نہ اڑ سکے لیکن اگر کوئی اونکے پاؤں کی رسی کو کاٹ دے تو ہر جانور اپنی اپنی جگہ میں چلا جاوے گا جس کی طرح یہ عناصر بھی بدن انسانی کی رسی میں اس طرح بند ہے پھر جن کو کوئی ایک دوسرے سے الگ ہو کر نہیں جاسکتا لیکن اگر انسان کی موت آجاتی ہے تو یہ موت اونکی پاؤں کی کھولنے والی ہوتی ہے اور ہر عنصر اپنی اپنی اصل میں جا ملتا ہے اور اون میں جو آپس میں ہر ایک کی اصل کشش کرتی ہے اور بدن جو مثل رسی کے ہے اوس کو توڑنا چاہتے ہیں یہ چار بیان ہیں اور اوس رسی کا ٹوٹ جانا موت ہے

جذبہ این اصہلا و فسرعا ہر دمے رنجے نہد و جسم ما  
یعنی ان اصلوں اور فروع کی کشش ہر دم ایک تکلیف ہمارے جسم میں رکھ دیتی ہے۔

تا کہ این ترکیب را برورد مرئخ ہر جذبہ باصل خود ہر  
تاکان ترکیبوں کو توڑ ڈالے اور ہر جزو کا جانور اپنی اصل کی طرف اڑ جائے (مگر)

حکمت حق مانع آید زین عجل جمع شان دارد بصحت ما حاصل  
یعنی حکمت حق کی اس جلدی کرنے سے مانع آتی ہے اور اون کو تند رسی کے ساتھ موت تک جمع رکھتی ہے۔

گوید اے اجزا ما جل مشہود نیست ہر دن بیش از اجل تان سو نیست

یعنی وہ حکمت حق کہتی ہے کہ اے اجزا موت حاضر نہیں ہے اور موت سے پہلے پرانا تنہا ہے مفید نہیں مطلب یہ کہ جب اصول اپنے فروع کو اپنی طرف کھینچتے ہیں تو وہ فروع چاہتے ہیں کہ جسم انسانی کی رسی کو توڑ کر ایک دفعہ اپنی اصل میں جا ملیں اور اس ارادہ ہی کا نام مرض ہے مگر جو کہ حکمت حق اون کو اس بدن کی قید میں کچھ روز اور کہنا چاہتی ہے لہذا وہ اس رسی کو صحت کے ذریعہ سے پھر قوت دیتی ہے اور ان اجزا سے کہتی ہے کہ موت سے پہلے کوئی مرنے نہیں تنہا ہے پاؤں کی کھولنے والی موت یہ ہے اور اوس کا وقت مقرر ہے پھر

وقت سے پہلے ہاتھ پیر پونینا کیا لاندہ آگے بولانا دوسرے معنوں کی طرف منتقل ہوتے ہیں  
 چونکہ ہر جزو سے یکجہاں اتفاق چون بود جان غریب اندر فراق  
 یعنی جبکہ ہر چیز رفاقت کو نہ ہنڈھتی ہے تو غریب جان فراق میں کس طرح ہوگی۔ مطلب یہ کہ عناصر جو کہ  
 ناسوتی ہیں مگر دون کو اپنے اصول سے یکجہاں ہو گیا ہے اپنی اصل کی طرف جلتے کیلئے کس قدر کوشش کرتے ہیں  
 تو درحقوق ملکوتی ہے اس ناسوت میں اگر کس درجہ پر نشان ہوگی اور وہ اپنی اصل کی طرف کتنا جانا چاہتی ہوگی  
 آگے اسی کو بیان کرتے ہیں

روح کا بھی عالم ارواح کی طرف منجذب ہونا

گوید اے اجزائے پست فر شیم غیبت من تلخ تر من عر شیم  
 یعنی (جان) کہتی ہے کہ اے میرے پست اور فرنی اجزا میری غیبت زیادہ تلخ ہے (کیونکہ) میں غنی ہوں۔  
 مطلب یہ کہ جب اجزا اپنے بدن اپنی اپنی اصلوں کی طرف جانا چاہتے ہیں تو درحقوق کتنی ہے کہ اسے تم تو ناسوتی ہو تم کو  
 اپنے اصول سے اتنا بعد نہیں ہوا ہے جتنا کہ تجھے اپنی اصل سے ہے کیونکہ میں ملکوتی ہوں اور یہاں ناسوت میں  
 اگر پھنس گئی ہوں اور ملکوت اور ناسوت میں جو بعد ہے وہ ظاہر ہے کہ گئے فراتے ہیں

میل تن در سبزہ و آب رواں زان بود کہ اصل او اندازاں  
 یعنی بدن کی رغبت سبزہ اور آب رواں میں اس لئے ہوتی ہے کہ اس کی اصل اسی سے آئی ہے در سبزہ و آب  
 رواں سے مطلق ناسوت مراد ہے)

میل جان اندر حیات و درجی است زانکہ جان لامکان اصل و لیست  
 یعنی روح کی رغبت حیات اور حیات میں ہے اسلئے کہ روح لامکانی اس کی اصل سے مطلب یہ ہے کہ صوفیہ  
 اس روح کو جو بدن انسانی میں مقید ہے روح زجاجی کہتے ہیں اور اس کی اصل ایک روح اعظم بتلاتے ہیں جس کا  
 کہ یہ روح انسانی عکس اور برعکس ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ اس روح زجاجی کو ملکوت کی طرف اس لئے رغبت  
 ہے کہ اس کی اصل وہیں ہے اور روح اعظم کا اطلاق بعض اوقات صوفیہ ذات حق پر بھی کر دیتے ہیں  
 میل جان در حکمت است و در علوم میل تن در باغ و در انعمت و کرم  
 یعنی روح کی رغبت تو حکمت اور علوم میں ہے اور بدن کی رغبت باغ میں اور کھیتی میں اور انکساروں میں ہے حکمت  
 و علوم سے مراد مطلق ملکوت ہے اور باغ و در انعمت سے مطلق ناسوت ہے)

میل جان اندر ترقی و شرف میل تن در کسب اسباب علف

یعنی روح کی رغبت تو ترقی اور شرف میں ہوتی ہے اور بدن کی رغبت رذی کا نیکی اسباب میں ہوتی ہے۔  
 میل و عشق آن شرف ہوسے جان زمین کیج را ویکسبون را بدان  
 یعنی رغبت اور عشق اوس شرف کا بھی جان کی طرف ہے اس سے کیج اور یکسبون کو جان کو مطلب یہ کہ قرآن شریف  
 میں حق تعالیٰ مومنوں کے بارہ میں فرماتے ہیں یحبہم ویحبونہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محبت اور شرف  
 اور جذب اور رغبت سبب دونوں طرف سے ہوتے ہیں آگے فرماتے ہیں۔

گر گویم شرح این یحیدر شود مشنوی ہشتاد وین کاغذ شود  
 یعنی اگر اس کی شرح کہوں تو یہیدر ہو جائیگا اور مشنوی اسی میں کاغذ ہو جائے (اسی میں سے صرف زیادتی مراد ہے)  
 حاصل آنکہ ہر کہ او طالع بود جان مطلب ویش برور اعاب بود  
 یعنی حاصل یہ ہے کہ جو کوئی طالع ہوتا ہے اوس کے مطلب کی جان اوس پر راعب ہوتی ہے۔

آدمی حیوان نباتی و جمادی ہر مرادے عاشقے ہر بے مراد  
 یعنی آدمی حیوان گھاس پھوس اور پتہ پتہ ہر ایک مطلب ہر طالب کا عاشق ہے۔ (ان فرق یہ ہے)  
 بے مراد ان بر مرادے می تنہد وان مراد ان جذب ایشان می کنند

یعنی عاشق تو مطلوبیت پر تنہ ہے اور وہ مشوق ان کو جذب کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ عاشق تو اس کی کوشش  
 کرتے ہیں کہ مطلوب مل جائے اور مشوق صرف کشش کرتے ہیں تو عاشق میں شان طلب زیادہ ہوتی ہے اور  
 مشوق میں بے نیازی زیادہ ہوتی ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے۔

لیک میل عاشقان لاغر کند میل معشوقان خوش و بافر کند  
 یعنی لیکن عاشق بھی رغبت تو (اونکو) لاغر کر دیتی ہے اور معشوقان کا میلان (اونکو) خوش اور باغبان کر دیتا ہے  
 عشق معشوقان دور رخ افروختہ عشق عاشق جان اور اسوختہ  
 یعنی مشوق کا عشق تو (اون کے) دونوں رخساروں کو چپکائے ہوئے ہوتا ہے اور عاشق کا عشق اوس کی  
 جان کو جلائے ہوئے ہوتا ہے۔ (آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں)

کبریا عاشق بشکل بے نیاز کاہ مے کوشد در آن راہ دراز  
 یعنی کبریا عاشق ہے (اگر بے نیازی کی شکل میں اور نہ کا اوس راہ دراز میں کوشش کرے باے مطلب یہ ہے  
 کہ اصل میں جذب اور کشش تو دیکھو کبریا ہی کی طرف سے ہے اور وہی چاہتا ہے کہ میں تنگے کو اپنے کنار میں  
 لے لوں۔ لیکن خود دور کرتے کے پاس نہیں پہنچتا بلکہ اپنی کشش سے تنگے ہی کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے  
 تو جو شخص تنگے کو کبریا کی طرف جاتے ہوئے دیکھتا ہے اور حقیقت سے ناواقف ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ کھینچا

یہی کوشش کر کے کہہ لے کہ پاس ہو بچا اسی طرح سمجھ لو کہ اگر کہیں کسی کے دل میں حق تعالیٰ کی محبت نہ رہے بھر بھی یہی ہوتی ہے تو یہ کوشش اصل میں اسی طرف سے ہے اس شخص کو اپنا کمال نہ سمجھنا چاہئے آگے اس عاشق صدر جہان کے قصہ کے طرف منتقل ہوتے ہیں۔

این رہا کن عشق آن تشنہ دہان تاقت اندر سینہ صدر جہان

یعنی اس کو چھوڑو کہ اس پہاڑ سے کا عشق صدر جہان کے سینہ میں چمک اٹھا ہے مطلب یہ کہ اس بیان کو چھوڑو کیونکہ صدر جہان کے سینہ میں بھی اپنے عاشق کی طلب پیدا ہو گئی ہے تو اب اوس کا قصہ بیان کرنا چاہتے ہیں دو دو آن عشق و غم آتشکدہ رفتہ در محمدم او مشفق شدہ  
یعنی اوس عشق کا دہان اور آتشکدہ کا غم اوس کے محمدم میں گیا تو وہ مشفق ہو گیا مطلب یہ کہ اوس عاشق کے دل میں جو عشق کی آگ لگی ہوئی تھی جس سے کہ وہ آگ کا گھر ہو رہا تھا اوس کا اثر صدر جہان کے دل میں بھی گیا جس سے کہ اوس کو دوبارہ توجہ ہوئی۔

لیک از ناموس و پوشش و آبرو شرم می آید کہ واجوید ازو

یعنی شرم اور عزت اور آبرو کی وجہ سے اوس کو شرم آئی تھی کہ اوس (عاشق) کو تلاش کرے۔

رحمتش مشتاق آن مسکین شدہ سلطنت زین لطف مانع آمدہ

رحمت اوس کی تو اوس مسکین کی مشتاق ہو رہی تھی اور سلطنت اس لطف سے مانع آگئی تھی مطلب یہ کہ صدر جہان اگر اپنے قلب کی حالت کی طرف نظر کرتا تھا جو کہ اب اوس عاشق کی محبت سے پُر تھا تو اوس کا شوق ہو جاتا تھا اور چاہتا تھا کہ اوس کو کہیں نہ کہیں سے ڈھونڈ کر اپنے سامنے لا کر رکھے لیکن سلطنت کا دبدبہ اور رعب اوس کو مانع آتا تھا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ ایک غلام کی تلاش میں ملو مارا پھرتا ہے۔

عقل حیران کہیں عجب اور اکشید پاکشش زالسو بدین جانب رسید

یعنی عقل حیران تھی کہ یہ عجب ہے کہ یہ اوس کو کھینچ رہا ہے پاکشش اوس جانب سے اس طرف پہنچ رہی ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ کوشش دونوں طرف سے ہو رہی تھی اور دونوں ایک دوسرے کو اپنی اپنی طرف کھینچ رہے تھے اور کوشش دونوں طرف سے کامل تھی تو اس کا پتہ نہ چلتا تھا کہ اصل کوشش کس طرف سے ہے آگے بڑھنا عقل کو خطاب کر کے فرماتے ہیں۔

ترک جلدی کن کزین ناواقفی لب بہ بند اللہ علم بالخفی

یعنی جلدی کو چھوڑو کہ تو اس سے ناواقف ہے لب بند کر لے اللہ پوشیدہ بات کو زیادہ جانتے والا ہے مطلب یہ کہ عقل کو فرماتے ہیں کہ تو اس کے معلوم کرنے میں کہ کوشش کس طرف سے ہے جلدی مت کر کیونکہ تو اس سے ناواقف

ہے تجھے اس کا پتہ چلنا مشکل ہے آگے مولانا لواتے ہیں۔

لب بیست دم ہرے زنیسان سخن تو بہ آرم ہر زمان صد بار من

یعنی ہر دم ایسی باتوں سے لب کو بند کر لیتا ہوں اور ہر گھڑی سو فخر تو بہ کر تا ہوں (اس بات کی کہ)

کامین سخن را بعد ازین مد فون کنم آن کشندوی کشد من چون کنم

یعنی کہ اس بات کو اس کے بعد فون کر دینا اگر وہ کھینچنے والا کھینچتا ہے من کیا کروں مطلب یہ کہ میں نے تو بار بار تصدیق کیا کہ اس قسم کی باتیں جیسا کہ اوپر ذکر آیا ہے بیان نہ کیا کروں مگر فضا و قدر کو جس سے تقاضا ایسا ہوتا ہے کیونچہ مجبور ہو کر بیان کرنا پڑتا ہے آگے فرماتے ہیں۔

کیست آن کست می کشد ای مہنتی آنکہ می نگذاردت کہ دم زنی

یعنی (کوئی پوچھتا ہے) کہ اے ذخیو کہ نے والے وہ کون ہے کہ تجھے کھینچ رہا ہے (مولانا جواب دیتے ہیں) وہ شخص ہے جو کہ تجھے نہیں چھوڑتا کہ دم مائے مطلب یہ کہ کوئی پوچھتا ہے کہ وہ کون ہے کہ تمہیں بیان کرنے پر مجبور کر رہا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ وہ وہ ذات ہے کہ تمہیں بولنے نہیں دیتا اور اس کی یہ شان ہے کہ

صد عزیمت می کنی بہر سفر می کشاند مر تر اجلے دگر

یعنی تم سفر کیلئے سیکڑوں ارادے کرتے ہو (مگر) وہ تم کو دوسری جگہ کھینچ لیا کرتا ہے آگے اس کی حکمت بیان فرماتے ہیں۔

زان بگرداند بہر سو آن لگام تا خبر یا بد ز فار ساسپ خام

یعنی وہ ہر طرف کو لگام اس لئے پھرتا ہے تاکہ تو آواز گھوڑا سوار کی خبر پائے مطلب یہ کہ جب تو آواز گھوڑے پر کوئی شہسوار سوار کی کرتا ہے تو اس کے لگام کو کبھی اس طرف نہ کرتا ہے اور کبھی اس طرف نہ کرتا ہے تاکہ وہ غمراہ نہ کہے اور جان لے کہ کوئی شہسوار اوپر بیٹھا ہوا ہے پس اسی واسطے حق تعالیٰ ہمارے ارادوں کو بدل اور توڑ دیتے ہیں تاکہ ہم سمجھ لیں کہ ہمارے اوپر کوئی زبردست اور قوی ہاتھ ہے کہ جو ہم سے بہت زیادہ با اختیار ہے۔

اسب زیرک سار زان نیکو پیست کو بہی داند کہ فارس پرویت

جو شیار گھوڑا اس لئے نیک قدر ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اس پر سوار ہے مطلب یہ کہ جن لوگوں کو معلوم ہے کہ ان کے اوپر زبردست ہاتھ بھی ہے تو اگر ان کے ارادے وغیرہ ٹوٹ بھی جاتے ہیں تب بھی ان کو رنج نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ ارادوں کا توڑ دینا اس با اختیار اور با حکمت ہاتھ کا کام ہے کہ جو علام الغیوب ہے۔

اودلت را برد و صد سوا بہ بست بے مرادت کرد پس دل را شکست

یعنی اس نے تہاے دل کو سیکڑوں خیالوں پر باندھ دیا اور پھر تم کہے مراد کے دل توڑ دیا۔

چون شکست اوبال آن رائے نخست چون نشد ہستی بال اشکن درست  
یعنی جب اوس نے اوس پہلے رنے کے بازو کو توڑ دیا تو اوس بازو توڑنے والے کی ہستی کیون ثابت نہ ہوگی مطلب  
یہ کہ جب اوس نے تمہاری رائے کو بدل دیا اور تمہارے ارادہ کو توڑ دیا تو اسی سے اوس کی ہستی کا ثبوت ہو گیا۔  
چون قضائش جمل تدبیر شکست چون نشد بر تو قضائے او درست  
یعنی جب اوس کی قضائے تمہاری تدبیر کی رسی کو توڑ دیا تو اوس کی تضائم پر کچھ نکو ثابت نہ ہوئی مطلب یہ کہ جب  
اوس نے اپنی تضائے تمہاری تدبیر کو توڑ دی تو اسی سے معلوم ہو گیا کہ اوس کی تضائم پر جاری ہے آگے اسی مضنون  
کو مندر رائے ہیں۔

قصدون اور ارادوں کا توڑنا آدمی کو اس بات کی خبر کرنیکے واسطے ہے  
کہ مالک اور قاضی خدا تعالیٰ ہی ہے اور کبھی کبھی انسان کے  
ارادہ کو فسخ نہ کرنا اس لئے ہے تاکہ اوسکی طبیعت ارادہ کرینکی خوگر

رہے اور پھر اس کو تنبیہ ہوتی رہے

عزما و قصد ہا در ماجرا گاہ گاہ راست می آید تڑا  
ارادے اور قصد عالم میں کبھی کبھی تمہارے لئے ٹھیک ہو جاتے ہیں مطلب یہ کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تم جو قصد  
کرتے ہو وہی ہو جاتا ہے۔

تا بہ طبع آن دلت یت کند بار و یگو نیت را بشکند  
یعنی تاکہ اوس کے لالچ میں تمہارا دل ارادہ کرے تو دوسری مرتبہ حق تعالیٰ تمہارے ارادہ کو توڑ دے۔  
در بکلی بے مراوت داشتے دل شدے فومید امل کے کاشتے  
یعنی اور اگر بالکل تم کو بے مراوت دیتے تو دل نا امید ہو جاتا وہ امید کب ہوتا۔

ور نہ کار پیرے امل از عورش کے شدے پیدا بر و مقہوریش  
یعنی اور اگر کبھی تم کو تکیا کی وجہ سے (جلا سید کیا کرتا تھا اوس) امید (کو) نہ کرتا تو اس پر اپنی مقہوری کب ظاہر ہوتی مطلب  
یہ کہ جب انسان کوئی ارادہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ اوس کو پورا فرمادیتے ہیں جس سے دل اوس کا بڑھتا ہے اور وہ دوبارہ



پھر قصد کرتا ہے اور دوسری مرتبہ میں اس کے قصد کو توڑ دیتے ہیں تاکہ اس کو حق تعالیٰ کی عظمت اور قوت کا کھانا  
ہو جاوے اور یہ بھی ممکن تھا کہ کوئی قصد بھی پورا نہ ہو اگر نہ جس سے حق تعالیٰ کی قوت کا پوری طرح مشاہدہ ہو جائے  
مگر اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ مایوس ہو کر قصد کرنا بھی چھوڑ دیتا تو اس عظمت اور جبروت کا اظہار نہ رہتا آگے  
نہ راتے ہیں۔

عاقلان از بے مراد بیہائے خویش      با خبر گشتند از مولا سے خویش  
یعنی عاقل لوگ اپنی بے مراد ہوئی وجہ سے اپنے مولا سے باخبر ہو گئے مطلب یہ کہ جو لوگ عاقل تھے جب انہوں نے  
اپنی بے مرادیاں دیکھیں تو اس سے حق تعالیٰ کی عظمت کی معرفت ان کو حاصل ہوئی جیسا کہ حدیث میں ہے۔  
عرفت ربی بغیمۃ العزائم۔

بے مرادی شد قلاؤ ز بہشت      حفت الجنتہ شہسوی خوش سمرشت  
یعنی ناکامی بہشت کی رہبر ہو گئی اے نیک ذات حفت الجنتہ کوئن مطلب یہ ہے کہ دیکھو حدیث میں ہے کہ  
حفت الجنتہ بالمکاسہ (گھیر دی گئی ہے جنت نگلیفون سے) تو قصد کرنے کے بعد ناکامی ہونے سے زیادہ اور کیا  
کروہات ہو گئی جو ادب پر راضی رہا وہ انشاء اللہ ضرور جنت میں جاوے گا اس سے ناکامی کا یہ جنت ہونا مشاہدہ ہے  
چون مرادات ہمہ اشکستہ پاست      پس کسے پاست کہ کام اور پاست  
یعنی جبکہ سب کی مرادیں شکستہ ہا ہیں پس کوئی تو جو گا کہ جس کا کام ہماری ہے مطلب یہ کہ جب سب لوگوں کی امیدیں اور  
ارادے توڑے ہیں کہ اکثر ٹوٹ جاتے ہیں تو کوئی ذات یقیناً ایسی بھی ہے کہ جو ان ارادوں کو توڑنے والی ہے اور اس کے  
کل ارادے پورے ہوتے ہیں۔

پس شدند شکستہ پاست این صادقان      ایک کو خود آن شکست عاشقان  
یعنی اسلئے یہ صادق لوگ حق تعالیٰ کے شکستہ ہا ہیں لیکن وہ عاشقوں کی شکست کہاں ہے (اسلئے کہ)  
عاقلان اشکستہ پاست از اضطرار      عاشقان اشکستہ با صد اختیار  
یعنی عاقل لوگ تو اس کے شکستہ جمہوری سے ہیں اور عاشق لوگ سو اختیار کے ساتھ شکستہ ہیں مطلب یہ ہے کہ  
عقل اور توازن اور دل میں بوجہ جمہوری کے ناکام اور شکستہ پاست ہوتے ہیں اور قصد کرتے ہیں اور توڑ دیا جاتا ہے اور عشاق  
ہیں انہوں نے جب دیکھا کہ ہمارے ارادے بالکل دوسرے کے ہاتھ میں ہیں تو وہ اپنے اختیار سے بھی ادنیٰ کے سہو  
ہو گئے اور اپنے ارادوں کو ادنیٰ کے سہو کر دیا تو عقل اور عشاق دونوں شکستہ ہا اور نامراد اور ناکام ہوئے مگر دونوں  
میں فرق ہے وہ ظاہر ہے۔

عاقلان شش بندگان بندی اند      عاشقان شش شری و قندی اند

یعنی عاقل لوگ اوس کے قید کردہ غلام ہیں اور عاشق اوں کے غلام (شکری اور قندی ہیں۔

## انتہا کرنا ہمارا عاقلان انتہا طوعا ہمارا سیدلان

انتہا کرنا (یعنی آخری حد تک پہنچنا) ہمارا عاقلو تک ہے اور انتہا طوعا (یعنی آؤ خوشی سے) ہمارا شوقی مطلب ہے کہ ہم عقل اور عین اور کار خادق بین اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں اوں کی بھی عقل کچھ نہیں چلتی اور وہی ہوتا ہے جو حق تعالیٰ چاہتے ہیں مگر وہ اوس کو مجبور نہ آتے ہیں اور جو عاشق ہیں وہ جب اپنے ارادہ کے غلام ارادہ حق دیکھتے ہیں تو وہ راضی برضا ہو جاتے ہیں اور جیسا کہ پہلے اپنے ارادہ پر خوش تھے اسی طرح اب ارادہ حق پر راضی اور خوش ہوتے ہیں آگے ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کفار کو قید میں دیکھا جن کو مسلمان کشان کشان لا رہے تھے اوں میں بعض وہ تھے کہ جو مسلمان ہونے والے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اوں لوگوں پر نوحب ہے کہ جو جنت کی طرف زنجیروں اور طوقوں میں باندھ کر لائے جاتے ہیں تو دیکھئے کہ وہ جنت کی طرف آنے پر راضی نہ تھے۔

## شرح سیبی

کہ بھی بردند و ایشان در نفیر  
می نظر کردند دروے زیر زیر  
بر رسول صدق دنیا ہنوا لب  
زانکہ در زنجیر ہستہ من اند  
می برد از کافرستان شالین بقہر  
نے شفاعت میرسد از سرورے  
عالے رانی برد حلق و گلو  
زیر لب طعنہ زنان بر کار شاہ  
خود دل این مرد کم از خارہ نیست  
بادوسہ عریان و سست قدم جان  
یا از ختر باست یا خود جاد و نیست  
تحت ماسد سرنگون از تخت او  
جادوے کہ دم ما ہم چون ز رفت

دیدیم غیب کے جوق اسیر  
دیدشان در بند آن آگاہ شیر  
تا بھی غائب ہر یک از غضب  
زہرہ نے با آن غضب کہ دم زند  
می کشاند شان موکل سوئے شہر  
نے فدائے می ستانے زرے  
رحمت عالم بھی گویند و او  
باجہزار انکار می رفتند راہ  
چارہا کہ دیم و این جا چارہ نیست  
ما ہزاران مرد کا رالپ ارسلان  
این چنین در ماندہ ایم از کجروی است  
بخت مارا ہر درید آن بخت او  
کار او از جادوے گر گشت زفت

از بیتان و از خدا و خواستیم  
 و آنکه حق در است است از ما داد  
 این دعا بسیار کردیم و صلوات  
 که اگر حق است او پیدا شد کن  
 چونکه داد دیدیم او متصور بود  
 این جواب ما است که چو خواستید  
 باز این اندیشه را از فکر خویش  
 این تفکر ما هم از احوال رست  
 خود چه شد که غالب آمد چند بار  
 ما هم از ایام بخت آور شدیم  
 بازمی گفتد اگر چه او شکست  
 ز آنکه بخت نیک اور او شکست  
 کو با شکسته نمی مانست هیچ  
 چون نشان مومنان معلولی است  
 گر تو مشک و عنبر را شکستی  
 در شکسته ناگهان میر گین  
 که گستر خود مشک با سگین قیاس  
 وقت برگشت حدیث رسول  
 ناگهان اندر حق ختم رخسار  
 آمدش پیغام از دولت که رو  
 کاندین خواهی بقدرت فتماست  
 بس که آخر جو که داگر دیدت  
 قلعه اسم کرد آن دو بقعه  
 در نه باشد آن تو بنگه کاین فریق  
 زهر خواری را چو شکر میخورند

که کین ما را اگر نارا ستیم  
 نصرش ده نصرت اورا بجو  
 پیش لات و پیش عزلی و منات  
 گرنه باشد حق زبون ما کن  
 ما هم غلیمت بدیم او نور بود  
 گشت پیدا که شما ناراستید  
 کور می کردند در رخ از ذکر خویش  
 که صواب او شود در دل درست  
 هر کس را غالب آورد روزگار  
 بارها بروی مظفر آمدیم  
 چون شکست ما نبود آن رشت و پست  
 و او صد شادی پنهان زیر دست  
 که نه غم بودش در آن نه هیچ پتبع  
 لیک در شکست مؤمن خوبی است  
 عالم از فیح در مکان پر کنی  
 خانهها پر کنند گرد و سر بسر  
 آب را با بول و اطلس با پلاس  
 در تفکر بود و همگین و ملول  
 دولت انا فتحنا ردها  
 تو ز منع این ظفر نگین مشو  
 ملک فلان قلعه فلان بقعه تراست  
 بر قرین بر نصیر از وے چه رفت  
 شد مسلم و ز غنائم نفعها  
 بر عشم و رنجند مفتون و عشیق  
 خار عشم بار اچو اشتر میچرند

به حسین غم نه از مهر من سرج  
 آینه خان شاد اندر قعر چاه  
 در فقری هر یک صد شهریار  
 هر کجا دلبر بود غم همنشین  
 گفت پیغمبر که معراج مرا  
 آن من بر چرخ و آن اول نشیب  
 تیر نه بالانه پستی رفتن است  
 نیست راج چلے بالا نیست وزیر  
 کارگاه گنج حق در میستی است  
 حاصل این شکست ایشان ای کیا  
 آینه خان شاد اندر ذل و تلف  
 برگ بے برگ همه اقطاع اوست  
 آن یک گفت ارچنان است آن فرید  
 چونکه او مبدل شد است و شادیش  
 پس بقره دشمنان چون شاد شد  
 شاد شد جانش که بر شیران نر  
 پس بدانستیم که آزاد نیست  
 در نه چون خندد که اهل آسمان  
 این نمی گفتند در زیر زبان  
 تا موکل نشود در ما جبر  
 گرچه شنید آن موکل این سخن  
 بوی پیرایان یوسف را ندید  
 آن شیاطین بر عیان آسمان  
 آن محمد خفته و تکیه زده  
 آن خور و دلو که روزیش است باز

این تسافل پیش ایشان چون درج  
 که همین ترسند از سخت و کلاه  
 در خزان فاقه صد بچون بهار  
 فوق گرد نیست نه زیر زمین  
 نیست بر معراج یونس اجتناب  
 ز آنکه قرب حق بروست از حیدب  
 قرب حق از جنس هستی برتن است  
 نیست رانی زود دهن دور است و دیر  
 غره هستی چه دانی نیست چیت  
 می نماند هیچ با شکست ما  
 بچو ما در وقت اقبال و شرف  
 فقر و خواری افتخار است و علو است  
 چون بخندید او چو مار بسته دید  
 نیست زین زندان و زین آزادیش  
 چون ازین فتح و ظفر پیر باد شد  
 یافت آسان نصرت و دست و ظفر  
 جز بد نیاد دل خوش و دل شاد نیست  
 بر بد و نیک اند مشفق هر بان  
 آن اسیران با هم اندر محبت آن  
 این سخن در گوش آن سلطان رسد  
 رفت در گوشه که بد آن من لدن  
 آنکه حافظ بود یعقوب بش شنید  
 نشوند آن سر لوح غیب دان  
 آمده سرگرداو گردان شده  
 آن نه کائناتان او باشد دراز

نجم ثاقب گشتہ حارث دیوران کہ بہل وز دی زاحمدستان  
لے دویدہ سوئے دکان از بنگاہ ہیں مسجد رو بجور زنی آلہ

یہاں سے ایک قدم شروع کرتے ہیں جس کو مناسبت ہے امتیاطاً اور کہ ہا کے جزو ثانی سے تفصیل  
اوس کی یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو مقید دیکھا کہ وہ روتے پیٹتے  
لیجائے جا رہے ہیں اہ آپ لے اولہ بتدیس دیکھا تو وہ آپ کو کچی نظروں سے دیکھتے جاتے تھے اور نتیجہ  
اوس کا یہ ہوتا تھا کہ ہر ایک مارے غصہ کے آپ پر دانت پیستا اور چونٹ کاٹتا تھا مگر کسی کی یہ تاب  
نہیں تھی کہ باوجود اس قدر غصہ کے دم مار سکے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ زنجیر گران میں مقید ہیں سپاہی  
اون کو کافرستان سے شہر اسلام کی طرف جبراً لے جا رہا ہے جو کہ نہ فدیہ لے سکتا ہے نہ رشوت اور نہ  
کسی سردار کی سفارش ہی ممکن ہے اس حالت میں وہ کہتے تھے کہ لوگ ان کو رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حالانکہ یہ  
لوگوں کے گلے کاٹتے ہیں غرض کہ نہایت ناگواری کے ساتھ وہ راستہ قطع کر رہے تھے اور چیکے چیکے جناب رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر بعد زنی کرتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم نے تدبیر کی مگر کچھ نہ بن پڑا علاوہ اسکے  
ایک نقص یہ بھی ہے کہ اس شخص کا دل بھی سنگ خارا سے کم سخت نہیں ہے ہم ہزاروں تنجو اور بہادر شیر تھے  
لیکن ان چند ننگے اور کمزور اور اداہوئے لوگوں کے مقابلہ میں یوں عاجز ہو گئے اس کا سبب یا تو ہماری  
گمراہی ہے یا بد نصیبی یا ہم پر جادو کیا گیا ہے انکے طالع نے ہمارے طالع کو شکست دی اور ان کے تخت  
نے ہمارے تخت کو اولٹ دیا پھر کہتے تھے کہ اگر انکو جادو سے مستح ہوئی تھی تو ہم نے بھی تو جادو کیا تھا  
ہمارا جادو کیوں نہ چلا پھر کہتے تھے کہ بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہم نے خدا سے اور بتوں سے دعا کی تھی کہ  
اگر ہم باطل پر یوں تو ہمارے بیخ کنی کر دی جائے اور ہم مین اور اس مدعی نبوت میں جو حق پر ہو اوس کو مستح  
دیجاوے اور مدد کیا دے یہ دعا ہم نے بہت کی تھی اور لات و غری و منات کے سامنے بہت سے چڑھائے  
بھی چڑھائے کہ اگر وہ حق پر ہے تو اوس کو فتح دیجاوے اور اگر باطل پر ہو تو اس کو ہم سے مغلوب کیا جائے  
اب جبکہ ہم نے دیکھا تو اوند کو فتح ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم باطل پر ہیں اور وہ حق پر ہم سر اسر ظلمت  
صلالت ہیں وہ سراپا نور ہدایت اور یہ جواب ہے اوس دعا کا جو ہم نے کی تھی اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ ہم  
باطل پر ہیں اوس کے بعد پھر اس خیال کو دل سے مٹاتے اور اوس کو اپنے حافظہ سے بھلاتے تھے اور کہتے تھے  
کہ ہمیں جی یہ بات نہیں بلکہ یہ ہماری بد نصیبی ہے کہ ہم کو شکست ہوئی اور یہ خیال قائم ہو گیا کہ وہ حق پر ہے  
اگر وہ غالب آ گیا تو کیا ہوا ایک مرتبہ تو زمانہ بکری کو غالب کر دیتا ہے آخر ہم کو بھی تو نماز سے خوش نصیبی  
حاصل ہوئی ہے کہ ہم بہت سی مرتبہ اس پر غالب آئے ہیں پھر کہتے تھے کہ ہمیں جی یہ تو کچھ ادھر بات کیونکہ

لکھ چاؤن کو بھی شکست ہوئی ہے مگر اون کی شکست ہماری شکست کی طرح بری اور پست نہیں کیونکہ اون کی خوش قسمتی سے اون کو اس شکست میں بھی پوشیدہ خوشی حاصل ہوتی ہے اور اون کا عمدہ نصیب اون کو مستحق میں چھپا کر سیکڑوں خوشیاں عطا کرتا ہے اور یہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اون کی صورت سے شکست کھانا ظاہر نہیں ہوتا اور شکست کھانے والوں کی صورت سے ان کی صورت نہیں ملتی کیونکہ نہ اون کو کم ہوتا ہے نہ پیچ و تاب اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ مؤمنین کی علامت ایک قسم کی مغلوبی ہے کہ وہ جھگڑاؤں کے مزہ نہیں لگتے اس لئے کبھی کبھی اون کو شکست ہو جاتی ہے لیکن ان کی اس شکست میں بھی ایک خوبی ہوتی ہے۔ اور اس میں بھی منافع مضمر ہوتے ہیں برخلاف کفار کی شکست کے کہ اس میں سراسر بُرائی ہوتی ہے اس کو ایک مثال حسی سے یوں سمجھو اگر تم مشک کو توڑ دو تو اس کے ٹوٹنے میں خوبی ہے کہ عالم بہک اور خوش ہوئے معطر ہو جاویگا اور اگر گدھے کی لید کو توڑ دو تو اس میں خرابی ہے کہ تمام گھروں میں اس کی بدبو پھیل جائیگی پس مومن کی شکست مشک کی شکست کے مشابہ ہے اور کفار کی شکست گدھے کی لید کی مثل پھر مسلمانوں کی شکست کو کفار کی شکست پر کون قیاس کر سکتا ہے کیونکہ ایسا قیاس کرنا شکست مشک کا شکست برگین پر اور پانی کا پیاشاب پر اور اٹلس کا ٹاٹ پر قیاس کرنا ہے جو کہ کوئی عاقل نہیں کر سکتا۔ اب ہم ایک واقعہ سناتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ شکست میں مومنوں کی مصلحت ہوتی ہے صلح حدیبیہ چونکہ بظاہر ہر بکر ہوئی تھی اس لئے جناب رسول اللہ کو گورہ فکر و غم و ملال تھا آپ راہ ہی میں نکلے کہ آپ کے حق میں دولت اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا اور کانقارہ بجا اور آپ کو حق سبحانہ کا پیغام پہنچا کہ آپ اس فتح کے روک لینے سے غلگین نہ ہوں (اسی ظاہری ذلت میں بھی آپ کیلئے فتوح موجود ہیں لیکن فلاں زمین آپ کی ہے فلاں قلعہ آپ کا ہے اب دیکھ لیجئے کہ جب آپ لوٹے ہیں تو بنی قریظہ اور بنی نضیر پر کیا گزری اور انھوں نے کیسی شکست کھائی اور کیوں نگران کا ملک آپ کے قبضہ میں آیا (یہ تو مولانا کا بیان ہے مگر بنی نضیر اور قریظہ واقعہ سیر کے بیان پر صلح حدیبیہ سے مقدم ہوا ہے لہذا اس کو فتح فیبر و فتح مکہ وغیرہ پر محمول کیا جاویگا ان دونوں ریاستوں کی گرد جو قلعے تھے وہ بھی آپ کو مل گئے اور مال غنیمت سے آپ کو بہت سے منافع حاصل ہوئے۔ اب ہم علی سبیل التوضیل کہتے ہیں کہ اگر یہ بھی نہ ہو تب بھی اس جماعت کا کوئی ضرر نہیں بلکہ پھر بھی انکا نفع ہے کیونکہ اس وقت ان کو کم ہوگا اور غم پر یہ لوگ شائق ہیں یہ لوگ نہ ہر ذلت کو شکر کی طرح مزہ لے لیکر کھاتے ہیں اور غار غم کو اونت کی طرح بے تکلف چباتے ہیں اور انکو کوئی صدمہ نہیں پہنچتا اور یہ حالت اونکی نفس غم کے لحاظ سے ہوتی ہے نہ اس لئے کہ وہ کسی خوشی کا ذریعہ ہے تاکہ اس خوشی کے نہ ہونے سے غم بد مزہ ہو جائے اور یہ پستی ہی اون کے لئے سہوچ ہوتی ہے۔ یہ لوگ کو زمین کی تہ میں اس قدر غوش ہوتے ہیں کہ تحت و تاج سے ڈرتے ہیں ان میں کا ہر شخص فقیری میں بھی ایک

عظیم الشان بادشاہ ہوتا ہے اور خزانہ فادہ بھی میں سیکڑوں بہار کی مانند خندان ہوتا ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ ان کا محبوب انکے ساتھ ہوتا ہے اور اس حالت میں ان کو اس سے زیادہ قرب ہوتا ہے اور جہاں کہیں کسی کا محبوب اس کے ساتھ ہم نشین ہوتا ہے وہ اس جگہ اوس کیلئے آسمان سے بھی اوپر ہوتی ہے نہ کہ زمین کے نیچے خواہ زمین کی تہ ہی کیون نہ ہو اس پر ایک حدیث یاد آئی منو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تغفلوا عنی علی یونس بن صتی یعنی میں معراج میں آسمان پر گیا تھا اور یونس فخر دریا میں شکم ماری میں گئے تھے تو میری اس حالت کو ان کی اس حالت پر ترجیح دو دو کیونکہ وہ اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ قرب حق مدار فضیلت ہے اور وہ موقوف نہیں ہے بلندی و پستی پر بلکہ وہ اس حساب سے باہر ہے وہ اوپر یا نیچے جانے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ قید ہستی سے چھوٹنے سے حاصل ہوتا ہے تو اس کا تفاوت تو بیشک مدار تفصیل ہو سکتا ہے مگر بلندی و پستی مدار نہیں بن سکتی کیونکہ فانی کیلئے تعلی و شغل حسی دونوں برابر ہیں نہ اوس کے لحاظ سے جلدی کوئی شے ہے نہ دیر۔ نہ قرب حسی کوئی چیز ہے نہ بعد حسی۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ خزانہ حق سبحانہ جہاں بنتا ہے وہ فنا ہی ہے لہذا وہ فنا ہی سے حاصل ہوتا ہے تم کو جو کچھ ہستی کے دھوکہ میں مبتلا ہو اس لئے تم نہیں سمجھ سکتے فنا کی چیز ہے خیر تو اون قیدیوں نے یہ کہا کہ ان لوگوں کے شکست ہم لوگوں کی شکست سے نہیں ملتی کیونکہ یہ لوگ ذلت اور بربادی میں یوں خوش ہوتے ہیں جیسے ہم لوگ بیروج و اقبال کے زمانہ میں سامان بے سامانی اٹھی جاگیر ہے فقر و ذلت ان کے لئے موجب فخر و ایش علو ہے دوسرے نے یہ گفتگو سن کر کہا کہ یہ تمہارا بیان غلط ہے اگر وہ ایسا ہوتا تو ہم کو متعید دیکھ کر بتا کیوں کہ یہ حالت تو اون لوگوں کی ہوتی ہے جو دنیا سے بالکل قطع تعلق کر لیتے ہیں اور ان کی کیا پلٹ ہو جاتی ہے اور دنیا کے قید خانے اور اوس کی آزادی سے اون کو مطلق خوشی نہیں ہوتی پس اگر وہ ایسا ہوتا تو اس سے ہس کو کیوں خوشی ہوتی کہ اس نے اپنے دشمنوں کو مغلوب کر لیا اور اس فتح و فخر سے وہ بھول کر گیا کیوں ہو گیا۔ اور اس سے اوس کو کیوں خوشی ہوتی کہ اوس نے ایسے بہادر یوں پر آسانی سے فتح پائی اس سے معلوم ہوا کہ وہ علاقہ دنیا سے آزاد نہیں ہے اور دنیا ہی سے خوش ہوتا ہے ورنہ ہستا کیوں کیونکہ عالم علوی سے تعلق رکھنے والے اچھے بُرے سب لوگوں پر شفق و مہربان ہوتے ہیں اون کو کسی کی تکلیف سے خوشی نہیں ہوتی وہ قیدی آپس میں یہ بحث اور گفتگو چپکے چپکے کر رہے تھے تاکہ سپاہی نہ سُن لے اور ہم پر حملہ کرے اور جا کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دے خیر یہ مقصد تو اسکا حاصل ہو گیا کہ سپاہی نے یہ گفتگو نہ سنی لیکن دوسرا مقصد کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ معلوم ہویہ نہ حاصل ہوا اور اگرچہ اس سپاہی نے جو ان پر تعینات کیا گیا تھا یہ گفتگو نہ سنی مگر جناب رسول اللہ کے گوش قلب میں ہو کہ اون کو حق سبحانہ

کی طرف سے عطا ہوا تھا باعلام اکی یہ بات پہنچ گئی اور یہ امر کہ بعد نہیں دیکھو پیرا میں یوسفی کا حال اوس کی خوشنود معلوم کر سکا مگر یعقوب علیہ السلام نے دور سے سونگھی شیاطین آسمان تک پہنچا کر لوح محفوظ کی غیب کی باتیں نہیں سن سکتے لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف لگائے سوئے ہونے میں اور اسرار غیبیہ اگر ادا نہ کر دے گھومتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ علو اسی کو ملتا ہے جس کی روزی کشادہ ہوتی ہے۔ اوسے نہیں ملتا جیسی او گھلیاں لہی ہوں۔ لہذا شہاب ثاقب شیاطین کیلئے پہرہ دار ہوا کہ خبر دار چوری مت کرو اگر اسرار کا شوق ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو۔ اور ان سے حاصل کرو۔ اب مولانا فیضت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے تم جو طلب رزق کے لئے صبح سے محض دوکان پر جاتے ہو یہ اسی ہی بے قاعدہ کوشش ہے جیسے کہ تحصیل اسرار کیلئے شیاطین کی اسے جھوڑا اور صحیح طریقہ اختیار کرو۔ یعنی مسجد میں جا کر خدا سے روزی مانگو اور جو طریقہ وہ بتائے اس طریقہ سے حاصل کرو۔

## شرح شبیری

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا قید یون کو دیکھ کر مسکرا کر فرمانا کہ مجھے اوس قوم پر تعجب ہے کہ جو جنت کی طرف زنجیروں کے

ذریعہ سے کھینچے جاتے ہیں

دید پیغمبر کے جوق اسیر کہ بھی بردند ایشان در نیر  
یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قیدی کو بھی جہت کو دیکھا کہ (لوگ) اون کو لجا رہے ہیں اور وہ چلا رہے ہیں۔  
دید شان در بند آن آگاہ شیر می نظر کردند دروے زیر زیر  
دیکھا اون کو قید میں اوس خبردار شیر نے کہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نیچے ہی نیچے نظر کر رہے ہیں۔  
تا بھی خائید ہر یک از غضب بر رسول صدق دند انہا و لب  
یہاں تک کہ ہر ایک غصہ کی وجہ سے سچے رسول پر دانتوں اور ہونٹوں کو چارہا تھا۔  
زہر ہونے با آن غضب کہ دم زنند زانکہ در زنجیر قہرہ من اند  
یعنی باوجود اس غصہ کے یہ مجال نہیں کہ دم مار سکیں اسلئے کہ دس من کی زنجیر قہر میں تھے مطلب یہ کہ چونکہ بھاری



بجاری زنجیروں میں بند ہے پھنسے تھے اسلئے باوجود غصہ آنیکے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔  
 می کشاندیشان موکل سوی شہر می برد از کافرستان نشان بقبر  
 یعنی سپاہی اونکو شہر کی طرف لے گئے رہا تھا اور زبردستی اونکو کافرستان سے لجا رہا تھا۔ اور وہ کہہ رہے تھے  
 نے فدلے می ستاند نے زرے نہ شفاعت میر سردار سردے  
 یعنی نہ تو فدیہ لیتے ہیں اور نہ روپیہ نہ کسی سردار کی شفاعت پہنچتی ہے۔

رحمت عالم ہی گویند او عالمے رانی برد حلق و گلو  
 لوگ اول کو رحمت عالم کہتے ہیں (حالانکہ) ایک عالم کا حلق اور گلا کاٹتے ہیں۔  
 ہا ہزار انکار می رفتند راہ زیر لب طعنہ زنان بر کار شاہ  
 یعنی ہزاروں انکار کے ساتھ راستہ چل رہے تھے اور شاہ (عالم) کے کام پر منہ ہی منہ بین طعنہ مار  
 رہے تھے (اور کہتے تھے)۔

چارہا کر دیم و اینچا چارہ نیست خود دل این مرد کم از خارہ نیست  
 یعنی ہم (پہلے) بہت علاج کیا کرتے تھے اور اس جگہ علاج ہی نہیں اس شخص (حضرت علیہ السلام)  
 کا دل پتھر سے کم نہیں۔ مطلب یہ کہ اگر پہلے ہم کسی مصیبت میں پھنسے تھے تو کوئی زکوئی علاج کر لیا کرتے تھے  
 مثلاً کسی سے سفارش کر لی یا روپیہ بیسہ دید یا مگر یہاں کچھ بس چلتا ہی نہیں اور کہتے تھے۔

ماہزاران مرد کارالپ ارسالان بادوسہ عریان و سست و نیم جان  
 یعنی ہم ہزاروں کام کے آدمی شیران دلیہ رو تین ننگوں اور سست اور نیم جانوں کے ساتھ۔

این چنین در ماندہ ایم از کجرو نیست یا ز اختر ما سست یا خود جادوی سست  
 یعنی ایسے عاجز رہ گئے یہ کجروی کی وجہ سے ہے یا ستاروں کی وجہ سے ہے یا کوئی جادو ہے مطلب یہ کہ وہ اپنے  
 مغلوب ہونے پر تعجب کرتے ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں بہادر اور مرد کاران تھوڑے بھوکون ننگوں سے کس طرح  
 مغلوب ہو گئے اب یہ مغلوب ہونا یا تو ہماری کجروی کی وجہ سے ہے یا ان کا ستارہ غالب ہے اور ہمارا  
 مغلوب اور یا انھوں نے کوئی جادو کیا ہے جس سے کہ یہ ہوا۔

بخت مارا ہر درید آن بخت او سخت ما شد سرنگون از تخت او  
 یعنی ہمارے بخت کو اس کے بخت نے پھاڑ دیا اور ہمارا تخت اون کے تخت کی وجہ سے اونداھا ہو گیا (آگے  
 پھراس پر بھی تعجب کرتے ہیں۔

کارا و از جادوے گرگشت زفت جادوے کر وہم ما ہم چون ز رفت

یعنی اونکا کام اگر جادو کی وجہ سے عظیم ہو گیا تو ہم نے بھی تو جادو کیا کیون نہیں چلا۔

تفسیر اس آیت کی کہ اِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ یعنی  
کفار کہتے تھے کہ اے اللہ ہم مین اور محمد مین سے جو کوئی حق پہنوا دے گی

مدد فرما اور یہ بات اس وجہ سے کہتے تھے کہ وہ اپنے کو حق پر جانتے تھے

اور اب جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتح مند ہوئے تو اون کو تعجب ہوا

از بیت ان و از خدا درخواستیم کہ مکن مارا اگر ناراستیم

یعنی (وہ کہتے تھے کہ) ہم نے بتوں سے اور خدا سے درخواست کی تھی کہ ہم کو اجازت دے کہ ہم ٹیڑھے ہیں۔

وان کہ حق درست است از ما واد نصرش ده نصرت اور انکو

یعنی جو ہم مین اور اون مین سے حق پر اور سید ہا ہوا دس کو مدد دے اور اوس کی مدد دہونڈہ۔

این دعا بسیار کردیم و صلوات پیش لات و پیش عزیزی و منات

یہ دعا ہم نے بہت کی اور خیر خیرات سامنے لات کے اور عزیزی کے اور منات کے

کہ اگر حق است او پیدا شد کن گرنہ باشد حق ز بون ما شخص کن

کہ اگر وہ حق پر ہے تو اوس کو غالب کر دے اور اگر نہ ہو تو اوس کو ہمارا مغلوب کر دے۔

چونکہ او دیدیم او منصور بود ماہمہ ظلمت بدیم او نور بود

جبکہ ہم نے دیکھا تو وہی فتح مند تھے ہم بالکل اندھیرے تھے اور وہ نور تھے۔

این جواب ماست کانچو خواستید گشت پیدا کہ شما ناراستیہ

یعنی یہ ہمارا جواب ہے کہ جو کچھ تم چاہتے تھے ہو گیا کہ تم ٹیڑھے ہو (مولا نا فرماتے ہیں)۔

باز این اندیشہ را از فکر خویش گور میکردند دفع از ذکر خویش

یعنی پھر اس سوچ کو اپنے فکر سے اندھا اور اپنے ذکر سے دفع کر دیتے تھے مطلب یہ کہ جب اون کو یہ

خیال ہوتا تھا کہ یہ اثر ہماری دعاؤں ہی کا ہے جس کا صریح مطلب یہ تھا کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ہی حق پر ہیں تو وہ اس بات کو پھر اپنے او نہیں تو ہات اور خیالات مین پڑ کر دفع کر دیتے تھے کیونکہ اگر یہ

خیال غالب ہو جاتا تو مسلمان ہی نہ ہو جاتے اور یوں کہنے لگا کرتے تھے۔  
 کاین تھن کر ماہم ازاد بار درست کہ صواب او شود در دل درست  
 یعنی کہہ فکری بھی ہمارے ادبار ہی سے پیدا ہو رہے کہ اس کا حق پر ہونا ہمارے دل میں ثابت ہوا۔  
 خود چہ شد گر غالب آمد چند بار ہر کسے را غالب آرد روزگار  
 خود کیا ہو گیا اگر وہ چند بار غالب آگئے (کیونکہ زمانہ ہر شخص کو غالب کر دیتا ہے۔ مطلب اولن کا یہ تھا کہ  
 اس سے مومنین کا حق پر ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

ماہم از ایام بخت آمد شدیم بار ہا بروئے مظہر آدمیم  
 یعنی ہم بھی ایام کی وجہ سے نصیب در ہو چکے ہیں بار ہا اس پر فخر ہوتے ہیں مطلب یہ کہ وہ کہتے تھے کہ اگر یہ  
 اس مرتبہ غالب ہی آگئے تو کیا ہوا ہم بھی تو اوں پر بار ہا غالب آچکے ہیں۔

باز می گفتند اگر چه او شکست چون شکست ما بنودا کن زشت و سبت  
 یعنی پھر کہتے تھے کہ اگر چه او یوں نے شکست پائی (لیکن) وہ ہماری شکست کی طرح بُری اور ذلیل نہیں تھی۔

ز انب بخت نیک اورا در شکست داد و صد شادی پنہان زیر دست  
 یعنی کیونکہ نیک نصیب نے او کو شکست میں سیکڑوں پوشیدہ خوشیاں نیچے ہی دے دیں۔  
 کو با شکستہ نمی دانست هیچ کہ نہ غم بودش دران نے پیچ پیچ  
 یعنی کہ وہ شکست کھاتے ہوئے بالکل مشا بہ نہیں تھے کیونکہ اس شکست میں نہ ان کو غم تھا نہ پریشانی۔  
 چون نشان مومنان مغلوبی است لیک در اشکست مومن خوبی است

یعنی جب نشان مومنون کا مغلوبی ہے لیکن مومن کی شکست میں خوبی ہے مطلب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ مومن  
 جھگڑا کر آویسے ایسا بھانکے جیسے بکری بھڑکے سے تو دیکھئے مومن ہونے کی نشانی یہ ہوتی کہ وہ جھگڑوں سے  
 بھاگے اور ڈرے اور اس شکست کھانے ہی میں اس کی خوبی ہے آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں۔

گر تو مشک و عنبری را بشکستی عالے از فیج و ریحان پر کنی  
 یعنی اگر تو مشک و عنبر کو توڑ کر تو ایک عالم کو خوشبو کے پھیلنے سے پر کر دو

در شکستی تا گہان سرگین خر خانہ با پر گند گرد و سدر سمر  
 یعنی اس کو توڑنے تا گہان گندے کی لید توڑ دی تو تمام گھر بالکل گندہ ہو جاوین گے۔

کہ کند خود مشک با سرگین قیاس آب را با بول اطلس با پلاس  
 یعنی گوبر کو مشک کے ساتھ کون قیاس کرتا ہے پانی کو پیشاب کے ساتھ اور اطلس کو ٹاٹ کے ساتھ

مطلب یہ ہے کہ زمین کا شکست کھانا تو ایسا ہے جیسے کہ چہرہ اور شک کا ٹوٹنا کیونکہ شکست میں بھی ان کے مراتب عالی ہوتے ہیں۔ اور کفار کا شکست کھانا تو ایسا ہے جیسا کہ پاؤں کا کھل جانا کہ یہ لوگ شکست کی حالت میں خسرالہ دنیا و آلا حسرتہ کا مصداق ہو جاتے ہیں۔

بھید اس کا کہ واپس آنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حدیبیہ سے

بے مراد ہو کر اور حق تعالیٰ کا اوسکو فتح فرمانا کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا

صورۃ میں شکست تھی اور اصل میں فتح تھی جیسا کہ مشک کا ٹوٹنا

کہ بظاہر ٹوٹنا ہے اور معنًا اوسکے فوائد اور کمالات کی تکمیل ہے

وقت برگشت حدیبیہ رسول در تفکر بود غمگین و ملول

یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے لوٹنے کے وقت فکر میں تھے اور ملول تھے۔

ناگہاں اندر حق شمع رسل دولت اِنَّا فَتَحْنَا زُورُ وُحُشٍ

یعنی ناگہاں شمع رسل (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے حق میں دولت اِنَّا فَتَحْنَا زُورُ وُحُشٍ نے دیکھ لیا کہ وہاں کی واپسی کے وقت سورۃ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا پڑھائی۔

آمدش پیغام از دولت کہ رو تو ز منیع این خضر غمگین مشو

آیا اونکے پاس پیغام دوبار سے کہ جاؤ تم اس فتح کے نہ ہونے سے غمگین نہ رہو۔

کاندرین خواری بقدرت فتح راست - نک فلان قلعہ فلان بقدرت راست

یعنی کہ اس خواری میں قدرت میں بہت سی فتحیں ہیں وہ فلان قلعہ اور فلان زمین تمہارے لئے ہے مطلب

یہ کہ ارشاد ہو کہ اس ظاہری خواری کے رنجیدہ مت ہوا سنے کہ تم کو دوسری جگہ فتح عظیم ہونے والی ہے

بسنگراخر چونکہ و اگر دید تفت بر قرینہ پر نصیر ازوے چہ رفت

یعنی دیکھ لو آخر وہ جلدی سے جب واپس ہوتے قرینہ اور نصیر پر اسی طرف سے کیا گذرا۔

قلعہ اہم گرد آن دو بقعہ شہ سلم و از غنائم نفع

اون دونوں زمینوں کے گرد قلعے بھی فتح ہو گئے اور غنیمتوں سے بہت سے نفع مطلب یہ کہ حدیبیہ سے

لوٹنے کے بعد جو سچ کا وعدہ تھا وہ بھی قریظاً اور بھی نفیر کے مخرج ہونے سے پر ایمان آگئے مولانا صاحب نے فرمایا  
 ورنہ باشد آن تو بنگر کاین فسرین بر عشم ورنجند مغتول و عشیق  
 یعنی اور اگر نہ ہو وہ (سچ) تو دیکھو کہ طفرق ہے کہ علم اور رنج پر سر لگتا اور عاشق ہیں۔

زہر خواری را چو شکو مخورند خار غبار اچو اختر میسرند  
 یعنی ذات کے زہر کو شکری طرح کھاتے ہیں اور غم کے کانٹوں کو ادنٹ کی طرح چرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ  
 مولانا فرماتے ہیں کہ اگر وہ سچ و حقیقت نہ ہوتی تب بھی یہ حضرات خوش ہی تھے اسلئے کہ یہ ظاہری ذلت کو ذلت  
 نہیں سمجھتے تھے اور غم کے گہرائے نہیں تھے تو پھر بھی شکست میں خوش ہی رہتے۔

بہر عین غم نہ از بہر نسرع این تسافل پیش ایشان چون صرغ  
 یعنی خاص غم ہی کیو اسلئے کہ خوشی کے واسطے یہ ہستی ان کے سامنے مثل مرتوں کے ہے مطلب یہ ہے کہ  
 حضرات جو اس خواری اور نمونہ داشت کرتے تھے تو اس میں یہ نیت نہ ہوتی تھی کہ ان نمونہ کا اٹھاؤ گئے  
 تو خوشی حاصل ہوگی بلکہ وہ ان نمونہ کو نمونہ ہی کہلئے اٹھاتے تھے۔

آ پنجان شاد اندر قمر حبا کہ بہین تر سدا ز تخت و کلاہ  
 یعنی وہ کنوین کے گوشے میں اس طرح خوش ہیں کہ تخت و تاج سے ڈرتے ہیں۔

در فقیری ہر یکے صد شہر یار در خزان فاقد صد بچون بہار  
 یعنی فقیری میں ہر ایک سو بادشاہ ہے اور سرفاقوں کے خزان میں مثل بہار کے ہے مطلب یہ کہ فقر و  
 فاقد میں وہ اس قدر خوش ہیں جتنا کہ سو بادشاہ اپنی اپنی سلطنت پر خوش ہوتے ہیں اور یہ اسلئے ہے۔

ہر کجا دلبر بود خود ہم نشین فوق گرد و نست نے زیر زمین  
 یعنی جس جگہ کہ دلبر اپنا ہم نشین ہو وہ آسمان کے اوپر ہے نہ کہ زمین کے نیچے مطلب یہ کہ اگر کسی کا محبوب  
 و مطلوب کسی زمین کے گوشے میں ہو سکے پاس بیٹھا ہو تو وہ جگہ اس کے لئے زیر زمین نہ ہوگی بلکہ وہ تو  
 اس کو آسمان سے بھی بلند پایہ اور عالی مرتبہ سمجھے گا پس اسی طرح چونکہ ان حضرات کو اس ظاہری ذلت  
 و خواری میں بھی محبت حق حاصل تھی لہذا وہ اس کو ذلت نہ سمجھتے تھے بلکہ ان کے نزدیک یہی سلطنت  
 اور بادشاہی تھی آگے مولانا ایک حدیث کی تفسیر فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے  
 یونس ابن ماریہ فضیلت امت دو کو دیکھ اگرچہ ان سے ایک خطا اجتہادی ہوئی لیکن چونکہ وہ ان میں بھی محبت  
 حق حاصل تھی تو یہ خطا بھی ان کے لئے موجب نقص نہیں ہو سکتی۔ تو دیکھئے اس حدیث سے بھی معلوم ہو گیا  
 کہ اگر قرب حق حاصل ہے تو ظاہری ذلت و خواری کا کچھ اعتبار نہیں۔

## تفسیر حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ لا تفضلونی

## علی یونس ابن مہتا

گفت پیغمبر کہ معراج مرا نیست بر معراج یونس اجتبا

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری معراج کو یونس علیہ السلام کی معراج پر کوئی بزرگی نہیں۔

اَلْاِنْ مِنْ بَرٍّ عَجْرٍ وَاَنْ اَوْ شَيْبٍ زَانِكُهُ قَرَبٌ حَقٍّ بَرٍّ وَنَسْتِ اَوْ حَسْبِ

یعنی میرا معاملہ آسان ہے عقاد اور دن کا معاملہ شیب بن اسلے کہ قرب حق کا حساب باہر ہے۔

قَرَبٌ نَے بِالْاَدِ لَپَسْتِی رَفْتَن اَسْتِ قَرَبٌ حَقٍّ اَزْ حَسْبِ مَسْتِی رَسْتِن اَسْتِ

قرب نہ تو ادھر جانا ہے نہ مجھے جانا ہے قرب حق کا استی کی قید سے چھوٹنا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کا قرب

ایسی نہیں ہے کہ جو آسان ہے بلکہ اصل قرب وہ زیادہ مقرب۔ بلکہ اصل قرب وہ جہنم کا حاصل ہوتا ہے اس میں

جو زیادہ بڑھا ہوا ہو گا وہی زیادہ مقرب ہو گا۔

نِیَسْتِ رَا جِہ جَانِے بِالْاَدِ لَپَسْتِ دَیْرِ نِیَسْتِ رَانِے زُو دِنِے دَوْرِ اَسْتِ وَ دَیْرِ

یعنی نیست کیلئے کیا اور بھی جگہ اور کیا بھی جگہ اور نیست کیلئے نہ جلدی ہے نہ دوری ہے نہ دیر ہے۔

کَا رِگَاہِ مَحْجِ حَقٍّ رِہ مَسْتِی اَسْتِ عَوْدَہ مَسْتِی چہ دَانِے نِیَسْتِ اَسْتِ

یعنی حق تعالیٰ کے کارخانہ کا خزانہ عدم میں ہے تو مغرور ہستی کا ہے تو کیا جانے کہ فنا کیا ہے مطلب یہ ہے کہ

جب قرب کا مدار فنا ہے اور مرتبہ فنا میں نہ اونچائی ہے نہ پچائی نہ نزدیک ہے نہ جلدی اسلئے کہ وہاں تمام

بائین فنا پر ہیں اس سے تو زیادہ قرب معلوم نہیں ہوتا کہ کوئی دیکھ دیا وہ اوپر چلا گیا یا نہ اگر دوسرے دلائل سے

افضلیت معلوم ہو اس کو مائین گے یہاں کوئی پرشبہ نہ کرے کہ اس سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مفضل

ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضور کی افضلیت پر تو دلائل قطعیہ قائم ہیں بلکہ مقصود مقام کا ہے کہ جبکہ حضور کو دوسرے

انبیاء پر اس طرح افضلیت نہ دیا جائے کہ جس سے دوسرے انبیاء کا نقص معلوم ہو آگے چہرہ اذخین قیدیوں کا

مقولہ ہے۔

حَاصِلُ مِیْنِ اِشْکَسْتِ اِیْشَانِ اِیْ کِیَا مِیْ نَمَانْدِ بَیْجِ بَا اِشْکَسْتِ مَا

یعنی حاصل یہ کہلے دانان لوگو کو بھی شکست ہماری شکست سے بالکل مشابہ نہیں (کیونکہ)

آخِجَانِ شَادَانْدِ دَر زَلِّ وَ تَلْفِ ہِجْو مَارِ دَوَقْتِ اِقْبَالِ وَ شَرَفِ

یعنی یہ لوگ ذلت اور تعلق ہونے میں ایسے خوش ہیں جیسے کہ ہم اقبال اور شرف کے وقت میں۔  
 برگ بے برگ کی ہمہ اقطاع اوست فقر و خواری افتخارست و علواست  
 یعنی تمام بے سامانی کا سامان اونکی جاگیر میں اور فقر و خواری فر ہے اور بڑائی ہے۔  
 آن کیے گفت ارچنان است آن فرید چون بخندید او چو مارا بستہ دید  
 یعنی اوس ایک نے کہا کہ اگر وہ کیٹا ایسے ہیں تو کیوں نہیں جب اونھوں نے ہمیں بندھا ہوا دیکھا۔  
 چونکہ او مبدل شد راست و شادیش نیست زین زندان وزین آزادیش  
 یعنی جبکہ وہ بدل چکے ہیں اور اونکی خوشی اس قید خانہ (دنیا) اور اوس کی آزادی سے نہیں ہے۔  
 پس بقہر دشمنان چون شاد شد چون ازین فتح و ظفر پرباد شد  
 یعنی پھر دشمنوں کی مقبور ہونے سے کیوں خوش ہوئے اور اس فتح و ظفر سے کیوں بھول گئے (بلکہ بات یہ ہے)  
 شاد شد جانیش کہ بر شیران نر یافت آسان نصرت و فتح و ظفر  
 اونکی جان خوش ہوئی کہ شیران نر پر آسانی سے نصرت اور فتح اور ظفر پائی۔  
 پس بدانتیم کو آزاد نیست جز بدینا دل خوش و دل شاد نیست  
 پس ہم نے جان لیا کہ وہ آزاد نہیں سوائے دنیا کے دل خوش اور دل شاد نہیں۔  
 ورنہ چون خند کہ ابل آ بھان بر بدو نیک اند مشفق مہربان  
 یعنی ورنہ کیوں ہنستے کہ اوس جہان والے تو بڑے اور اچھے سب پر مشفق اور مہربان ہیں مطلب یہ ہے کہ جب  
 اون قیدیوں میں سے ایک نے یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا کی ذلت و خواری راحت و آرام کی کچھ  
 پرواہ نہیں ہے اور آخرت کے عیش و آرام کی بنا پر اس ذلت و خواری ہی میں خوش ہیں تو ان میں سے  
 ایک اور بولا کہ اگر یہ ایسے ہوتے تو ہم کو قید میں اور مصیبت میں دیکھ کر خوش نہ ہوتے کیونکہ اوس جہان والوں کو تو کسی  
 کچھ غرض نہیں ہوتی تو ان کے خوش ہونے سے معلوم ہوا کہ یہ دنیا دار ہیں اور دنیا کے حاصل ہو جانے پر کہ  
 اون کو تامل و دولت مل گیا اور بڑے بڑے دیر و نر پر آسانی سے فتح حاصل ہوئی خوش ہیں۔  
 این بھی گفت در زیر بان آن اسیران با ہم اندر بحث آن  
 یعنی وہ قیدی آپس میں اوس بحث میں یہ باتیں منہ ہی منہ میں (اس لیے) کہہ رہے تھے۔  
 تمامو کل نشود برما جہد این سخن در گوش آن سلطان نہد  
 تاکہ سب ہی دشمن لے اور ہم پر کوفے اور اس بات کو اوس سلطان کے کان میں رکھ دے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا طعن کرنے والو کی بات پر آگاہ ہو جانا  
گرچہ شنید آن موکل امین سخن رفت در گوشے کہ بدان من لدن  
یعنی اگرچہ اوس سپاہی نے اس بات کو نہ سنا (مگر) اوس کان میں جو (حق تعالیٰ) کے نزدیک تھا پہونچتی -  
آگے مولانا اس معلوم ہو جانے کی چند نظیریں لاتے ہیں۔

ہوئے پیرا بان یوسف مانند آ نکہ حافظ بود یعقوب بش شنید  
یعنی یوسف علیہ السلام کے پیرا ہن کی خوشبو کو اوس شخص نے جو کہ حافظ تھا نہ دیکھا اور یعقوب علیہ السلام  
نے سو گھا لیا۔

آن شیاطین بر عنان آسمان نشوند آن ستر لوح غیب دان  
یعنی وہ شیاطین آسمان کی بلندی پر غیب کے جاننے والے کی طرح کے جھوک نہیں سن سکتے۔  
آن محمد خفته و تکیہ زوہ آمدہ سرگرد او گردان شدہ  
یعنی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سوئے اور تکیہ لگائے ہوئے اور اسرار اُن کے گرد و قربان ہوئے گئے۔  
آن خور حلال کہ در پیش است باز آن نہ کا نگشتان او با شد دراز  
یعنی حلالہ وہ کھاتا ہے کہ جس کی روزی کا شادہ ہو اور وہ نہیں جس کی او نگلیں لمبی لمبی میں مطلب یہ کہ کسی  
بات کا معلوم کرنا اور حاصل کر لینا اس پر موقوف نہیں ہے کہ جو قریب ہو اوس کو ہی حاصل ہو جایا کرے بلکہ  
اکثر اوقات قریب والے کو پتا بھی نہیں چلتا اور دوسرے کو دور ہی بیٹھے بیٹھے سب خبر ہو جاتی ہے۔

ختم شاقب گشتہ حارث دیوران کہ بہل دروی ز احمد سرستان  
یعنی جگر راستارہ گھبران اور شیاطین کا بھگانے والا ہے کہ چوری کو پھوڑا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اسرار  
کوئے مطلب یہ کہ شیاطین باوجودیکہ آسمان تک پہونچ جاتے ہیں اور اُن کو اسرار حق کی خبر نہیں ہوتی اور  
حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا ہی میں تمام اسرار کی اطلاع ہو جاتی ہے آگے مولانا فالتے ہیں۔

اے دویدہ سوئے دکان از پگاہ ہیں بسجد رو بکو رزق آلہ  
اے دوڑے ہوئے دکان کی طرف مجھ سے ہاں مسجد میں جا اور رزق خداوندی کو ڈھونڈو مطلب یہ کہ  
مولانا خطاب کرتے ہیں کہ اے لوگو یہ ضروری نہیں ہے کہ دکان پر جا کر تم کو رزق مل ہی جاوے بلکہ رزق چلتا ہے  
خداوندی سے ملتا ہے اور خود رضای اصل رزق ہے تو اوس کو تلاش کر۔



## شرح سیاهی

بس رسول آن گفت شان را فهم کرد  
مردہ اندایشان و لوسیدہ فنا  
خور کیندایشان که مرگ و شکار  
انگهی کاراد بودید و مکین  
اے نیازیدہ بملک و فاندان  
نقش تن را تافتاد از بام طشت  
بنگرم در غورہ می بینم عیان  
بنگرم سر عالمی بینم نہان  
من شما را وقت ذرات است  
از حدوث آسمان بے عمد  
من شمارا سرنگون می دیدہ ام  
نوندیدم تا کنم شادی بدان  
بستہ قبر خفی و انگہ چہ قبر  
این چنین قندے پیر از نیر از عدو  
با نشاط آن زہری کردید نوش  
من نمی کردم غذا از ہر آن  
کاین جہان حیفہ ست مردار و خویں  
سگ نیم تا پرچہم مردہ کنم  
زان ہی کردم صفوف جنگ چاک  
زان نمی بزم گلو ہلے بشر  
زان ہی بزم گلوے چندان  
گر شما پردانہ و اساز جہل خویش  
من ہی را نم شمارا همچو مست

گفت آن خندہ بودم از نبرد  
مردہ کشتن نیست مروی پیش ما  
چونکہ من با بگشتم اندر مصاف  
من شمارا بستہ می دیدم چنین  
نزد عاتل اشتری بر نروبان  
پیش چشم کل آت آت گشت  
بنگرم در نیست شے بینم عیان  
آدم و حوا نرسہ از جہان  
دیدہ ام پایستہ و بکوس و پست  
آنچہ دانستہ بزم افسزون نشد  
پیش ازان کز آب و گل پاکیدہ ام  
این ہی دیدم دران اقبال تان  
قند می خوردید دروے و جوار  
خوش نبوشد جیت حسد آید برو  
مرگ تان خفیہ گرفتہ ہر دو گوش  
تا ظفر یا ہم فرو گیرم جہان  
بر چنین مردار چون باشم حریص  
عیسایم کہ تا زندہ اش کنم  
تا رہا نم من شمارا از ہلاک  
تا مرا باشد کہ و فر و حشر  
زان گلو با عالمی یاد رہا  
پیش آتش می کیند این جملہ کیش  
از درا قادن در آتش بادوست

آنکه خود را فتح پنداشتید  
یکدیگر با جسد جدی خواندید  
قبرنی کردید اندر عین قهر  
دزد و قهر خواج که دوزر کشید  
گر ز خواجہ آن زمان بگریختی  
تساہری دزد مقہوریش بود  
عنا لبی بر خواجہ دام او شود  
ایک تو بر خلق چیرہ گشتی  
آن بقاصد منہزم کردمشان  
بین عنان در کش پئے این منہزم  
چون کشاندت بدین شیوہ بہام  
عقل ازین غالب شدن کے گشت شاد  
تیز چشم آمد خرد بینائے پیش  
گفت پیغمبر کہ مستند از منون  
از کمال حرم و سواد الفتن خویش  
درفرہ دادن شنیدہ در کون  
دست کوتاہی ز کفار لعین  
قصہ عہد حدیبیہ بخوان  
نیز اندر عنا لبی ہم خویش را  
ماریت از ریت آمد خطاب  
زان نمی خندم من از زنجیر مان  
زان ہی حسدیم کہ بازنجیر و فل  
اے عجب کز آتش بے زینہار  
از سوئے دوزخ بزنجیر گران  
ہر مقلد را درین رہ نیک و بد

تخمس منحوسی خود می کاشتید  
سوئے اثر در با فرس می راندید  
خود شما مقہور قہر شیر دہر  
او ددان مشغول خود والی رسید  
کے برو و والی حشر ایگختی  
زانکہ قہر او سراورار بود  
تا رسید و والی وستاند خود  
در نہر و د عنا لبی آغشتی  
تا ترا در حلقہ می آر د کشان  
در مران تا تو نگر دی منحرم  
حلقہ بینی بعد از ان اندر زحام  
چون درین غالب شدن دید او فساد  
کہ خدایش سرمہ کرداد کل خویش  
اہل جنت در خصوصت ہا زبون  
نئے ز نقص و بد و لی وضعف کیش  
حکمت لولا رحال تو منون  
فرض شد بہر خنلاص ہونین  
کف اید یکم تامت زان ہلان  
دید او مغلوب دام کبریا  
گم شد او دانش علم بال صواب  
کے بگردم ناگہان شبگیر تان  
می کشم تان سوئے سردستان و گل  
بستہ می آریم تان تا سبزہ زار  
می کشم تان تا بہشت جاودان  
ہم چنان بستہ بحضرت می کشد

جملہ در زنجیر و بیم و استلا  
می کشند این راہ را بیگار واد  
چہ کن تا نور تو رخشان شود  
کودکان را میبری بکتاب بزور  
چون شود واقف بکتاب میزد  
میرود کودک بکتاب بیخ بیخ  
چون کند در کسر دانگی دست مزد  
چہ کن تا مزد طاعت در رسد  
انگیزا کہ با مقتل گشته را  
این محب حق ز بہر علت  
این محب دایہ لیک از بہر شیر  
طفل را از حسن او آگاہ نے  
وان دگر خود عاشق دایہ بود  
پس محب حق با مید و ترس  
وان محب حق ز بہر حق کیاست  
گر چنین دگر چنان چون طالب است  
گر محب حق بود لغیرہ  
یا محب حق بود لغیرہ  
ہر دور این جستجو بازان ہر راست

میروند این رہ لغیرہ اولیا  
جز کسانے واقف از اسرار کار  
تا سلوک و خدمت آسان شود  
ز انکہ ہستند از فوائد چشم کور  
جانش از رفتن مشکفتہ می شود  
چون ندید از مزد کار خویش بیخ  
انگیزا بیخواب گرد و شب چو زرد  
بر مطیعان از نگہت آید حسد  
انتیا طوعا صفا ہر شتہ را  
وان دگر را بے عرض خود خلق  
وان دگر دلدادہ بہر این ستیر  
غیر شیر اورا از دل خواہ نے  
بے عرض در عشق یک رایہ بود  
دفتر تقلید میخواند بزرگس  
کہ ز اغراض و ز علما جداست  
جذب حق اورا سوئے حق جاذب است  
کے مینال دائم اسن خیرہ  
لا سواہ حنا کفاسن بینہ  
این گرفتاری دل زان دلہا است

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکی ہاتون کو بندھے وحی بھیج لیا اور یہ جواب دیا کہ میرا ہمسرا  
جنگ کے سبب نہیں ہے کیونکہ کفار مرہ ہیں اور قتالے روحانی نے اونکو گلا دیا ہے اور مرے کو مارنا ہمارے  
شریک کوئی بہادری نہیں ہے کہ ہم خوش ہوں یہ تو کیا بلا ہیں میری تو یہ حالت ہے کہ اگر میں جنگ میں  
پاؤں جلاؤں تو ہاتھاب کا جگر شق ہو جائے نیز جس وقت تم آزاد تھے اور اپنے مقام میں تم کو پوری قوت  
حاصل تھی میں اوسی وقت سے تم کو یوں ہی مقید دیکھتا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ تم خدا کے مخالف ہو اور  
اوس سے جنگ کرنا چاہتے ہو اور خدا کے مقابل میں کوئی کامیاب نہیں ہو سکتا لہذا ایک دن مقید ہونا

یا مارا جانایا اطاعت کر لینا ضرور ہے غرض کہ تمہاری مغلوبیت لازم ہے کسی عنوان سے ہولے لوگو جو کاس  
حکومت اور خاندان پر مغرور ہو جو کہ یوں ہی زائل ہونے والا ہے جیسے اونٹ کو میڑھی پر قرار نہیں  
ہوتا خوب شن رکھو کہ جب سے کہ میرا نقش تن فنا ہوا ہے اوس وقت سے میرے نزدیک ہر وہ شخص  
جو ہونے والی ہے اور جو تن کی وجہ سے محبوب حق موجود اور پیش نظر ہوگی (تنبیہ طشت ابرام افتادوں  
کے معنی راظاہر ہونے اور مشہور ہونے کے لکھے ہیں مگر یہ معنی بظاہر یہاں درست نہیں اسلئے ہم نے  
معنی کئے ہیں جو اوپر لکھے گئے غرض ان معنی میں بھی یہ لفظ مستعمل ہوا یا نہ ہو عی از استلزام معنی منقول  
اس معنی کو مستلزم ہوں۔ واللہ اعلم) اب میرے علم کی وسعت کی یہ حالت ہے کہ خوشہ انگور میں شرب  
کا مشاہدہ کرتا ہوں اور عدم ثمن وجود کو دیکھتا ہوں یہ تو میرے علم متعلق بمتشددلات کی حالت ہے  
اب سنو کہ جب میں عالم غیب پر نظر کرتا ہوں تو اوس میں ایک عالم کو محض پاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ  
ہموز آدم و حوا کا بھی وجود نہیں ہوا یعنی اس حالت کا نظارہ بھی میری پیش نظر ہے غرض کہ ماضی و مستقبل  
ہر دو کے متعلق میرا علم بہت وسیع ہے گو محدود ہے یہ تو میری موجودہ حالت ہے اب میں اس سے بھی  
ترقی کر کے دیکھتا ہوں کہ جس وقت میثاق کے وقت انسان کو آدم علیہ السلام کی پشت سے  
چیدہ ٹیڈی شکل میں نکالا گیا تھا میں نے اوسی وقت تم کو اجالا پالستہ اور اندھے منہ اور بست دیکھ  
لیا تھا اور آسمانوں کے وجود سے میرے اس علم میں کوئی ترقی نہیں ہوئی جو مجھے پہلے تھا۔ ہاں کج حال  
و تفصیل کا فرق ہو سکتا ہے مثلاً مجھے یہ معلوم تھا کہ چمکو بی بنایا گیا ہے اور چمکو دشمنوں پر غلبہ یا جاوگیا  
پس اس واقعہ سے اس علم کا مصداق متعین ہو گیا اور اجمال کی تفصیل ہوئی مگر کوئی معتد بہ جدید علم زائد  
نہیں ہوا ہاں تو میں کہتا ہوں کہ میں قبل اس کے کہ کتاب و گل سے پرورش پاؤں اجمالاً تم کو مغلوب اور  
سرنگین دیکھ چکا تھا کوئی نئی بات نہیں دیکھی کہ خوش ہوں میں تو تم کو ہمیشہ ہی دیکھ چکا تھا کہ تم قہر غشی میں مقید  
ہو اور قہر بھی کیسا کچھ کہ تم قند کھاتے تھے اور اوس میں زہر ملا ہوا تھا کیونکہ یہ حالت زیادہ خطرناک ہے  
کہ اس میں تنبیہ ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اگر کسی پر خوشی سے میں ملا ہوا یا تنہا ہو تو اوس سے آدمی بچ سکتا ہے  
اور جو زہر مغرب شے میں ملا ہوا اوس سے بچنا ہر اہمیت دشوار ہے اب تم کہو کہ جب قناریسی ہو کہ اوس میں  
دشمن نے زہر ملا دیا ہو اور کوئی اوس کو مزہ لیتے کہ کھا رہا ہو تو اوس پر تم کو حسد ہو سکتا ہے ہرگز نہیں پس تم  
خوش خوش زہر کھا رہے تھے اور موت تمہارے کان پر طے ہوئے تھی اور میں دیکھ رہا تھا تو مجھے تمہاری حالت  
پر کیا رشک ہو سکتا تھا میں نے اسلئے جہاں نہیں کیا ہے کہ میں فارغ ہو کر دنیا بھر پر قبضہ کر لوں کیونکہ یہ  
جہاں مردار اور بہت کم قیمت ہے ایسے مردار پر میں کیا حرص کرتا میں کتا نہیں کہ مردہ پر تسلط حاصل

کردن بلکہ میں عیسیٰ ہوں اور میرا کام مردوں کو زندہ کرنا ہے لہذا میں مصطفیٰ جنگ کو اس لئے چیرتا  
 بھاڑتا تھا کہ تمہیں ہلاکت سے بچاؤں اور میں لوگوں کے گلے اسلئے نہیں کاٹتا کہ مجھ کوئی شان و شوکت  
 حاصل ہو اور لاؤشکر میرے پاس ہو بلکہ میں اسلئے کاٹتا ہوں کہ میرے ایسا کرنے سے مخلوق کے  
 گلے بچ جائیں اگر تم پر داند کی طرح اپنا نادانی سے آگ کے سامنے اپنے پر کرتے ہو تو میں تم کو ہناہیت  
 جرأت کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے آگ میں گرنے سے بچاتا ہوں اور یہ جو تم نے کہا ہے کہ ہم کو  
 بھی فتحین حاصل ہوتی ہیں موصی کہ تم اپنی فتح سمجھتے ہو یہ فی الحقیقت فتحین امین ہیں بلکہ تم ہی غوی  
 کا بیج لوہے ہو تم آپس میں ایک دوسرے کو پوری کوشش سے بلاتے ہو اور اڑدے کے منہ میں چاہتے  
 ہو تم دوسروں کو مغلوب کرتے ہو مگر اس طلب میں خود تمہاری مغلوبی پہنچا ہے اور شیر زمانہ تم کو مغلوب کر رہا  
 ہے یہ امر بدین مثال کے آسانی سے سمجھ میں نہ آجیگا اسلئے ہم اس کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں فرم  
 کر کہ ایک چوڑے ایک امیر کو مغلوب کیا اور اثر نمایاں لے لیں وہ ایسا کہ بھارہا تھا کہ اچانک سپرٹنڈنٹ  
 پولیس آگیا اور گرفتار کر لیا اب تم مجھ کو اس کا اوس امیر کو مغلوب کرنا خود اوس کی مغلوبی تھی یا نہیں دیکھو  
 اگر وہ پہلے ہی امیر سے جگتا اور اوس نے سمجھڑیا تو یہ سپرٹنڈنٹ پولیس اوس پر دوش کیوں لاتا۔ پس  
 معلوم ہوا کہ چور کا غلبہ فی الحقیقت اوس کی مغلوبی تھا اس لئے کہ اوس کی غلبہ ہی نے اوس کی گردن  
 مار لی ہے جب تم کو یہ معلوم ہو گیا کہ چور کا غلبہ خود اوس کے لئے جاں میں جانا ہے اور اوس کا نتیجہ ہونا  
 ہے کہ سپرٹنڈنٹ پولیس پہونچکر اوس سے قصاص لیتا ہے تو اب مجھ کو تم جو مخلوق پر لڑائی میں غلبہ  
 ہوتے ہو اور تم کو غصہ سے اتصال ہوتا ہے تو یہ فعل حق سبحانہ قصدا کرتے ہیں کہ اون کو تم سے شکست  
 دلاتے ہیں تاکہ تم کو پا بستہ زنجیر کر کے کھینچیں دیکھو اپنے گھوڑے کو روکنا اور اداں بھاننے والوں کا  
 تعاقب نہ کرنا کہ تم بے موت نہ مائے جاؤ کیونکہ اگر تم ایسا کر دگے تو تم جاں میں چھنس جاؤ گے اور جب  
 اس تدبیر سے تم کو جاں میں چھنسا لیا جاوے گا تو پھر تم پر جماعت کثیرہ کا دفعہ حملہ ہوگا اور تم مائے جاؤ گے  
 اب تم سوچو کہ عقل ایسے غالب ہونے سے کہ جو خوش ہو سکتی ہے جبکہ وہ اس غلبہ میں اس قدر نقصان  
 دیکھ رہی ہے عقل پیش میں نہایت تیز نظر ہے کیونکہ حق سبحانہ نے اوس کی آنکھ میں اپنے نور کا  
 سرمہ لگایا ہے اور اس سے وہ ابتدا کار میں نتیجہ کو دیکھ لیتی ہے۔ اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے المؤمن یمرب من الد الخصاص یعنی مومن جھگڑاؤ اور مجاہدوں کو گون سے  
 بھاگتے ہیں کیونکہ یہ مغلوبی اور کمال حزم اور سورما لظن نفس خود پر مبنی ہوتی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں  
 نفس کی شرکت ہو جائے اور اپنی کمی اور کمزوری یا مذہب کی کمزوری کی بنا پر نہیں ہوتے خیر یہ گفتگو تو

استطردی تھی اب سنو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکست میں کیا راز تھا پس بعد از مغلوبیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ طور پر (بذریعہ وحی) غلبہ کفار کی حکمت یہ تھی کہ لو (ارجال مومنون) جس کا حاصل یہ ہے کہ تم نے تم کو جنگ سے اس لئے روکا ہے کہ کفار مکہ میں کچھ لوگ خفیہ طور پر ایمان رکھتے تھے اور اون کا تم کو علم نہ تھا پس بہت قریب ہے کہ لڑائی کی صورت میں تم اون کو نقصان پہونچا بیٹھتے اور اس سے ضرر دینیو یا دینی لاقی ہوتا اس سے بچنے کیلئے ہم نے لڑائی نہ ہونے دی۔ خلاصہ یہ کہ مومنین کو بچانے کیلئے کفار پر دست درازی نہ کرنا فرض ہوا تھا اس کی تصدیق کے لئے قصہ حدید میں قرآن میں پڑھ جس کا تتمہ کف ایدیکم الخ ہے۔ پس اس مغلوبی میں بھی مسلمانوں ہی کی فتح تھی کیونکہ مسلمان ضرر سے بچنے کفار کا اس میں کوئی فائدہ نہ تھا کہ وہ تو بالآخر مغلوب ہوئے ہی زیادہ سے زیادہ یہ مغلوبی کچھ دنوں کے لئے ملتوی ہوئی جو ان کے لئے محض بے سود تھی سو اس سے یہ ثابت ہوا کہ وہ مغلوب تھے نہ کہ مغلوب کفار اور یہ بات اون کو غلبہ کی صورت میں بھی حاصل تھی چنانچہ فرمایا گیا ہے مَا مَمْنُونٌ اِذْ مَمْنُونٌ وَلَكِنْ اِنَّ اللّٰهَ رَحِيْمٌ سَمِيْعٌ ثابت ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض جاہد تھے سچانہ تھے اور کرنے والا تھے سچانہ تھا پس ان کے لئے فتح و شکست دونوں برابر ہیں نہ فتح ان کی شجاعت سے ہوئی نہ شکست ان کی بزدلی سے پھر ان کو نہ فتح کی خوشی ہو سکتی ہے نہ شکست کا رنج وہ ہر حال میں راضی برضا تھے تھے ہیں جب حالت یہ تھی تو آپ نے فرمایا کہ میں فتح پر خوش نہیں ہوتا اور اس لئے نہیں ہنستا کہ میں نے دفعۃً تم پر حملہ کر کے گرفتار کر لیا بلکہ اسلئے ہنستا ہوں کہ تم کو پابہ زنجیر باغ جنت کی طرف لیجا یا جا رہا ہے اور میرے ہنسنے کا باعث یہ تعجب ہے کہ زبردستی تم کو آتش دوزخ سے بچا کر ابدی بہشت میں لیجا رہا ہوں کہ تم مغلوب ہو کر ہی ایمان لے آؤ اور بہشت کے مستحق بن جاؤ اب مولانا فرماتے ہیں کہ راہ امید بہشت و خوف دوزخ میں ہر مقلد کی یہی حالت ہے کہ اس کو باندھ کر حق سبحانہ کی طرف لایا جاتا ہے یہ لوگ خوف و تکالیف دوزخ کی زنجیر دن میں بندھے ہوئے خدا کی طرف جاتے ہیں بجز اولیاء کے کہ وہ بخوشی جاتے ہیں مقلد میں اس راستہ کو نہایت ناگواری کے ساتھ طے کرتے ہیں اور اہل اللہ جو کہ واقف راز میں خوش خوش جاتے ہیں جب یہ فرق معلوم ہو گیا تو اب تم کو چاہیے کہ تم بھی مجاہدہ کر کے تو باطن حاصل کرو تاکہ یہ راہ رومی اور اطاعت حق تم پر آسان ہو جائے اور ناگوار نہ ہے۔ دیکھو تم بچوں کو زبردستی مکتب میں لیجاتے ہو کیونکہ وہ اوس کے فائدہ سے ناواقف ہوتے ہیں لیکن جبکہ وہ واقف ہو جاتے ہیں تو خود دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں اور مکتب میں جانے سے اون کو نہایت خوشی ہوتی ہے نیز چونکہ بچہ اپنی محنت کا صلہ نہیں دیکھتا اسلئے نہایت تپتہ تاب کے ساتھ مکتب میں جاتا ہے اور جبکہ وہ اپنی محنت کے صلہ میں بڑھ میں پیسے ڈالتا ہے تو

چورہ کی طرح رات بھر جاگتا ہے اور کہت ہے کہ کب صبح ہو کہ میں مکتب میں جاؤں اور پیسہ کاؤن پس تم بھی کوشش کرو تاکہ تم کو بھی تمہاری اطاعت کا صلہ ملے اور اس وقت تم کو اپنے سے زیادہ طاعت کرنے والوں پر رشک آئے یعنی بجائے کراہت کے نہایت رغبت پیدا ہو جاوے جب یہ معلوم ہو گیا کہ طاعتین دو قسم کے ہیں۔ کچھ قسراً طاعت کرتے ہیں۔ خواہ وہ قاسم معاوضہ ہو یا کچھ اور اور کچھ طبعاً کرتے ہیں تو اس سے معلوم ہو گیا کہ ایسا طوعاً اور کرہاً۔ میں اتنویہ و تقسیم کیلئے ہے نہ کہ شک و تشکیک کیلئے اور انیت اگر ہا مقلدین کو مخاطب ہے۔ اور ایسا طوعاً صاف درون اور پاک باطن لوگوں کو اہل اللہ خدا سے بدون غرض جو مغفقت کے اور محض ایسے کہ وہ اس کا مستحق ہے محبت کرتے ہیں اور مقلدین اس سے غرض سے محبت کرتے ہیں اس کی ایسی مثال ہے جیسے کہ بچہ بھی دایہ سے محبت کرتا ہے اور اس کا عاشق بھی مگر بچہ دودھ کیلئے اس سے محبت کرتا ہے۔ مگر عاشق خود اس کے کمال پر مفتون ہے بچہ کو اس کے حق سے واقفیت بھی نہیں ہوتی اور اس سے اس کو بجز دودھ کے اور کچھ مطلوب نہیں ہوتا۔ اور دوسرا خود اسی پر عاشق ہوتا ہے اور اس کی اور کوئی غرض ہی نہیں ہوتے پس جو لوگ خدا سے بطبع انعام دیا۔ خوفِ الام محبت کرتے ہیں یہ کتاب تقلید کا سبق پڑھتے ہیں اور مقلدین ان کو اس سے کیا نسبت جو خدا سے خدا ہونے کے سبب محبت کرتے ہیں اور غرض سے بالکل کیسویں یہ ان میں باہمی فرق ہے لیکن واقع میں ولادت حق خود ایک کمال ہے خواہ طبع ہو یا بلا طبع گوشائی اول سے اعلیٰ ہے پس خواہ ایسا ہو یا دلیا جبکہ وہ طالب ہے تو وہ مطلوب حق ہے اور حق سبحانہ نے اس کو اپنی طرف کھینچا ہے اور اگر کوئی حق سبحانہ سے بغیرہ محبت کرے اور مقصد یہ ہو کہ اس کا نفع اس کو ہمیشہ کھینچے یا اس سے لذت لائے بغیرہ محبت کرے اور اس کی مفارقت سے ڈرے کوئی صورت ہو دوزخی طلب محمود ہے اور حق سبحانہ ہی کی طرف سے ہے اور اول کے دلوں کو اسی دہر نے چھینا یا ہے لہذا دونوں کو اتنا اور سعید البخت ہیں (اللہم اجعلنا منہم)

## شرح شبیری

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا اون قیدیوں کے دل کی

بات کو معلوم کر لینا

پس رسول ان گفتِ شانِ راقم کرد گفت آن خندہ بنودم از نبرد

یعنی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکے اوس کہنے کو سمجھ لیا۔ اور فرمایا کہ میری وہ ہمہنی لڑائی کے وجہ سے نہ تھی یعنی میں اس لئے نہیں ہمناس تھا کہ مجھے اس لڑائی میں فتح ہو گئی اس لئے کہ یہ کچھ خوش ہو گئی بات ہی نہیں کہ نہ مردہ اندایشان و بوسیدہ فنا خردہ کشتن نیست مردی پیش ما یعنی وہ لوگ تو مردہ ہیں اور بوسیدہ اور فنا ہونے والے مردہ کمارٹا لٹا ہائے نزدیک مردانگی نہیں ہے۔

خود کیندایشان کہ مرگرو دشگاف چونکہ من پافشتم اندر مصاف یعنی خود وہ تو کیا بین چاند بھٹ جائے جبکہ بین لڑائی کے اندر پاؤں بجاؤں مطلب یہ کہ بھلا میں تمہارے مغلوب ہونے سے تو کیا ہی خوش ہو تا کیونکہ میری تو وہ شان ہے کہ اگر میں لڑائی میں ایک قدم ہاروں تو چاند جیسا عظیم الجثہ ہاتھ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوے۔

اٹھے کا زاد بودید و کمین من شارا بستہ می دیدم چنین یعنی جس وقت کہ تم آزاد اور اپنے اپنے ٹھکانا کون میں تھے میں تم کو اسی طرح بندھا ہوا دیکھ رہا تھا مطلب یہ کہ خوش اوس شے پر ہوتے ہیں کہ توقع کے خلاف خوشی کی بات ہو جاوے اور تمہارا قید ہونا اور یہ کہ تم میرے سامنے اس طرح بندھے ہوئے آؤ گے مجھے پہلے سے معلوم تھا تو پھر خوشی کی کیا بات تھی۔

اے نیازیدہ ہلاک و خاندان نزد عاقل اشتہرے برزربان اے ملک اور خاندان پر اترائے ہوئے (یہ) عاقل کے نزدیک (مثل) ایک اونٹ کے ہے سیرھی پر۔ مطلب یہ کہ دنیا کے ملک اور خاندان پر اترانا ایسا بے جوڑ ہے جیسے کہ اونٹ کا سیرھی پر ہونا بے جوڑ ہے۔

نقش تن را تا افتاد از بام طشت پیش چشم کل آت آت کشت یعنی نقش تن کا طشت جب بام سے گرا تو میری آنکھ کے سامنے ہر آنے والی چیز آگئی تھی۔ مطلب یہ کہ جب اس تن کا ظہور ہوا ہے اور یہ تمام عالم پیدا ہوا ہے مجھ کو درجہ روحانیت میں تمام ضروری باتوں کا علم ہو گیا تھا۔

بنگرم درخوڑہ می بینم عیان بنگرم در نیست شے بیہم عیان یعنی میں کچا انگور دیکھتا ہوں تو شراب کو ظاہر طور پر دیکھ لیتا ہوں اور نیست میں نظر کرتا ہوں تو شے دیکھ لیتا ہوں ظاہر طور پر مطلب یہ کہ جو چیز ہونے والی ہوتی ہے تو قبل از وجود وہ مجھے مکشوف ہو جاتی ہے۔

بنگرم سرعالمے بینم نہان آدم و حوا نرستہ از جہان یعنی میں پوشیدہ دیکھتا ہوں تو ایک مخفی عالم کو دیکھتا ہوں (اوس حال میں) کہ آدم و حوا علیہما السلام جہان سے پیدا نہ ہوئے تھے۔

من شمارا وقت ذرات الست دیدہ ام پابستہ و منکوس و پست



میں تم کو ذرات الست کے وقت سے پاؤں بندھے ہو کے اور اوندھے ذلیل دیکھ رہا تھا۔  
 از حدوث آسمان بے عمدہ انجیہ دانستہ ہر دم افزون نشد  
 یعنی آسمان بے ستون کے پیدا ہونے سے پہلے میں جو کچھ جانچ چکا تھا وہ زیادہ نہیں ہوا مطلب یہ کہ عالم  
 کی پیدائش سے پہلے ہی مجھے ضروری امور کا علم اجمالی ہو چکا تھا۔

من شمار اسرنگون می دیدہ ام پیش از ان کتاب و گل پالیدہ ام  
 یعنی میں تم کو اس سے پہلے کہ میں آب و گل سے پرورش پاؤں اور نہا دیکھ رہا تھا۔  
 نوندیدم تا کنم شادی بدان این ہی دیدم در ان اقبال تان  
 یعنی میں نے کوئی نیا نہیں دیکھا ہے جو میں اس کی وجہ سے خوشی کروں اس کو میں تمھارے نصیب میں دیکھ رہا تھا  
 بستہ قبر خفی وانگہ چہ قبر تنہی خور وید و رفے دین جز ہر  
 یعنی اس حال میں کہ قبر خفی کے بستے تھے اور کیسا کچھ قبر تم قند کھا رہے تھے اور اس میں نہر داخل تھا مطلب  
 یہ کہ تم تو جوتی تھے اور اس میں عیش و عشرت کر رہے تھے حالانکہ وہ عیش و عشرت ہی تھا بے لئے سم تان  
 تھا آگے ایک اس کی مثال دیتے ہیں۔

این چنین قندے پراز زہر از عدد خوش بنوشد چیت حسد آید برو  
 یعنی اگر ایسے زہر کی بھری ہوئی قند دشمن کھائے تو تمھیں کیا اور تم حسد آوے مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا وہ عیش و آرام اصل میں زہر تھا اور تم اس میں مہلک تھے تو اس کی تو ایسی  
 مثال ہے کہ ہمارا دشمن زہر ملی ہوئی قند کھانے لگے تو کیا ہمیں اور سپر حسد آدینگا کہ یہ قند اس کو نہ ملے اور ہمیں  
 مل جائے اور کیا اس قند کے بجائے پرہیز کوئی خوشی ہو سکتی ہے۔

بانشاط آن نہ ہری کردی بنوش مرگ تان خفیہ گرفتہ ہر دو گوش  
 یعنی عیش کے ساتھ تم وہ زہر پی رہے تھے اور موت خفیہ طور پر تمھارے دونوں کان پکڑے ہوئی  
 تھی (اور نہ ہا کے ہیں)۔

من نمی کردم غزا از بہر آن تا ظفر یا بم فرو گیرم جہان  
 یعنی میں لڑائی اس واسطے نہیں کرتا تھا کہ نسخہ پاؤں اور ملک لیون (کیونکو)  
 کاین جہان حیفا صحت مردار خویش بر چنین مردار چون ہاشم حر لیں  
 یعنی کہ یہ جہاں مہوار و ناپاک اور بے قیمت ہے تو ایسے مردار پرہیز کیونکر کر لیں ہوں (اسلئے کہ)  
 سنگ نیم تا پرچہم مردہ کنم عیسیم آیم کہ تازندہ اشش کنم

یعنی میں کہتا تو نہیں کہ مردہ کی کھال اوکھاڑ دن جیسی ہوں میں آتا ہوں تاکہ زندہ اوس کو کہوں مطلب یہ کہ مجھے  
اس حوالہ دنیا کی کیا ضرورت تھی کہ جو میں اس کے لئے قتل و قتال کرتا بلکہ

زان بھی کہ دم صفوں جنگ چاک تار ہا تم مر شمارا از ہلاک  
یعنی میں لڑائی کی صفوں کو اس لئے چاک کر رہا تھا تاکہ تم کو ہلاکت سے چھڑاؤں۔

زان بھی بزم گلو ہا کے بشر تار ابا شد کردنہ حشر  
یعنی میں لوگوں کے گلے اس لئے نہیں کاٹتا تھا کہ میرے لئے کرو فر اور انجام جو ہا دے (بلکہ)

زان بھی بزم گلو ہے چند تا زان گلو ہا عالمے یاد رہا  
یعنی میں چند گلے اس واسطے کاٹ رہا تھا تاکہ ان گلوں سے ایک عالم رہائی پاوے۔

گر شاہ پروانہ وار از جہل خویش پیش آتش می کیند این جہل کیش  
یعنی اگرچہ تم پروانہ کی طرح اپنے جہل کی وجہ سے آگ کے سامنے یہ تمام مذہب کر رہے تھے۔

سن بھی رانم شمارا با پچو مست از در افتادن در آتش با دوہست  
یعنی میں تم کو آگ میں نہ گرنے سے دو لون ہاتھوں سے مست کی طرح ہٹا رہا ہوں مطلب یہ کہ جس طرح مست

کو بچایا کرتے ہیں کہ اسے زہر کچھ نہیں ہوتی اسی طرح فرماتے ہیں کہ میں تم کو بچا رہا ہوں۔ امام بخاری نے  
ایک روایت نقل کی ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مشی کلہا جہل استوفت ناراً فلما اضاءت ما حولہا جعل الفرائش وھذا  
الدواب التي تقع فی النار یقعن فیہا وجعلہا لمحجزھن ویغلبنہ فیتھمن

فیہا فانما أخذہ لمحجزکم عن النار وانتم تققھون۔ اسی روایت کے معنیوں کو مولانا  
اس جگہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جو تم سے لڑتا تھا وہ ملک گیری کے لئے نہیں بلکہ

تم اپنے مذہب کی باتیں کرتے آگ میں گھسے جاتے ہو اور میں تم کو اس سے ہٹانا چاہتا ہوں۔

آنکہ خود افچہا پسداشتید خشم منو سے خودی کاشتید  
یعنی جس کو کہ تم اپنے لئے فتح سمجھتے تھے وہ تم اپنی منو سی کانچہ لور ہے تھے۔

یک دگر را جد و جد می خواندید سوئے اثر در ہا فرس می راندید  
یعنی ایک دوسرے کو کوشش اور کوشش سے ہلا رہے تھے اور اثر دہا کی طرف گھوڑا چلا رہے تھے۔

قہر می کروید اندر عین قہر خود شما مقہور قہر شیردہر  
یعنی تم عین قہر میں ظلم کر رہے تھے خود تم شیر زاد کے قہر کے مقہور تھے مطلب یہ کہ تم خود قہر حق میں مبتلا تھے

اور اوپر یہ ظلم کر رہے تھے آگے اس مضمون کو ایک مثال میں بیان فرماتے ہیں۔

بیان اُس کا کہ ظالم عین ظلم کرنے کے وقت مقہور ہے

دُزد قہر خواجہ کر دوز کشید اور دُزدان مشغول خود والی رسید  
یعنی چور نے خواجہ پر ظلم کیا اور وہ پہلے لے لیا وہاں میں مشغول تھا کہ حاکم خود پہنچ گیا۔

گزر خواجہ آں زمان بگر کینچی کے برد دالی حشر ایچھی  
یعنی اگر خواجہ سے اوس وقت بھاگ جاتا تو اوپر حاکم بگم جمع کو ڈالتا۔

تساہری دُزد د مقہور ریش بود زانکہ قہر او سراور بود  
چور کا ظلم اوی کی مغلوبیت ہوئی اسلئے کہ اوی کا قہر اوی کے سر کرے گیا۔

غالی بر خواجہ دام ادشود تارسد والے دستاندو  
خواجہ پر غالب ہو جانا اوی اور اس کے لئے جالی ہو جانا ہے یہاں تک کہ حاکم پہنچتا ہے اور بدلہ لیتا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں۔

ایکے تو بر حلقی چیرہ گشتہ در نبرد رعنای آغشتہ

یعنی کہ شخص جو ایک مخلوق پر غالب ہو رہا ہے اور مقابلہ اور غالب ہونے میں ملایا ہو ہے تو  
آں بقاصد منہزم کروست شان تا ترا در حلقہ می آرد کیشان  
یعنی اوس (حق تعالیٰ) نے قصہ آؤن (دوگون) کو بہت کر دیا تاکہ جنگجو حلقہ میں کھینچا ہوا لادے مطلب  
یہ کہ حق تعالیٰ نے جو تجھے غالب اور او کو مغلوب بنایا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ تو خوب ظلم کرے تاکہ  
پھر تجھے ایک دم سے گرفتار کر لیں لہذا تجھے چاہیے۔

مین عنان در کش بستے این منہزم در مران تا تو نگر دی منہزم  
یعنی ہاں اس بہت ہونے والے کے پیچھے سے باگ کھینچ لے (سواری کو) چلاست تاکہ تو مقطوع نہ ہو جاوے  
مطلب یہ کہ ان مغلوبوں پر ظلم کرنا چھوڑ دے اسلئے کہ کہیں ان پر ظلم کرنے سے تجھ پر وبال نہ آجائے۔

چون کشان مدت بدین شیوہ دام حل بیی بعد از ان اندر زحام  
یعنی جب تک تو تعداد قدر اس طریقہ سے جال میں کھینچ لیں گے تو اوس کے بعد تو اندر زحام کے اندر چلا دیکھے گا۔  
عقل ازین غالب شدن کے گشت شاو چون درین غالب شدن دیدار فساد  
یعنی عقل اس غالب ہونے سے کب خوش ہوتی جبکہ اس غالب ہونے میں اوس نے فساد دیکھا۔

تیز چشم آمد خرد بینائی پیش کہ خدایش سرمرہ کرد از کحل خویش  
یعنی عقل انجام میں تیز چشم ہوتی ہے جبکہ خدائے تعالیٰ نے اوسکا سرمرہ اپنے سرمرہ سے کیا۔ مطلب یہ کہ جو عقل  
انجام میں ہے اور حق تعالیٰ نے اوسے بصیرت عطا فرمائی ہے وہ پہلے ہی دیکھ لیتی ہے کہ اس غالب ہونے میں  
بجرفساد کے کچھ نفع نہیں لہذا اس سے وہ کبھی خوش نہیں ہوتی۔

گفت پیغمبر کہ ہستند از فنون اہل جنت در خصوص مہتر ساز ہون  
یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فنون کی وجہ سے اہل جنت جھگڑوں میں عاجز ہوتے ہیں  
از کمال حزم و سوراظن خویش نے نقص و بددلی وضعف کیش  
اپنے کمال احتیاط اور برائی کے اندیشہ کو جو ہے نہ کہ کئی اور بددلی اور مذہب کے ضعیف ہونے کی وجہ سے مطلب  
یہ کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو نیک لوگ ہیں وہ جھگڑوں میں ہمیشہ خود ہی مغلوب ہو جاتے  
ہیں اور یہ مغلوب ہونا کسی نقصان اور بددلی کی وجہ سے نہیں ہوتا۔

دشمنہ وادان شنیدہ در کون حکمت لولا رجال مومنون  
یعنی غلبہ دیئے میں وہ پروردہ ہی میں لولا رجال مومنون کی حکمت کو ٹٹے ہوئے تھے۔

دست کوتاہی ز کفار لعین فرض شد ہر خلاص مومنین  
کفار لعین سے ہاتھ روکنا مومنین کے چھکارہ کے واسطے فرض ہوا۔

قصہ عہد حدیبیہ بخوان کف اید یکم تمامت زمان بدان  
حدیبیہ کے زمانہ کے قصہ کو پڑھ لے کف اید یکم پورے کو اسی وجہ سے جان۔ مطلب یہ کہ ادب یہ کہا ہے کہ  
نیک لوگ جھگڑوں میں ہمیشہ خود ہی مغلوب ہو جاتے ہیں۔ اور یہ مغلوب ہونا کسی احتیاط کی وجہ سے ہوتا ہے  
اب یہاں اوس کی ایک نظیر بیان کرتے ہیں کہ دیکھو حدیبیہ میں جو بظاہر مسلمان مغلوب ہو گئے اوسکی حکمت  
وہ تھی جو کہ آیت لولا رجال مومنون الا یہ میں بیان کی گئی ہے کہ اگر مومنین مغلوب نہ ہوتے تو مکہ میں  
جو پوشیدہ ایمان والے مسلمان موجود تھے وہ بھی اس لڑائی میں مارے جاتے اور پھر مسلمانوں پر اسکا وبال  
پڑتا۔ لہذا حق تعالیٰ نے دونوں طرف سے ہاتھ روک لئے اور قتال نہ ہونے دیا تو دیکھئے کہ انکی مغلوبیت  
میں کس قدر عظیم الشان مصلحت تھی آگے فرماتے ہیں۔

نیز اندر غالبی ہسم خویش را دید او مغلوب دام کبیریا  
یعنی غلبہ کی حالت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کو حق تعالیٰ کے جال کا مغلوب دیکھا (اسلئے کہ)  
ما رمیت اذ رمیت آمد خطاب گم شدہ او اللہ اعلم بالصواب

یعنی ماریت از مریٹ کا خطاب آیا تو آپ فنا ہو گئے واللہ اعلم بالصواب مطلب یہ کہ جھگڑوں میں تو اپنے کو مصلحت کی وجہ سے مغلوب کر ہی لیتے تھے مگر غلبہ کی حالت میں بھی وہ اپنے کو مغلوب ہی سمجھتے تھے جیسا کہ مریٹ از مریٹ سے صاف ظاہر ہے کہ حضور کی رمی کو حق قاتل نے اپنی ہی رمی فرمایا جس سے کہ درجہ کمال خدا اور اتحاد اصطلاحی معلوم ہوتا ہے تو یہاں بھی باوجودیکہ غلبہ تھا لیکن دست قدرت حق سے مغلوب ہی ہے آگے پھر حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قیدیوں سے ارشاد ہے۔

زان نمی خندم من از زنجیر تان کے مجرم ناگہان شبگیر تان  
یعنی میں بخدا کی زنجیر سے اس وجہ سے نہیں ہنستا کہ میں تمہارا ناگہان رات کا پکڑنے والا ہو گیا (بلکہ)  
زان ہی خندم کہ باز زنجیر و گل میں اسلئے ہنستا ہوں کہ قید و زنجیر کے ساتھ تم کو باغ اور چول کی طرف بھیج رہا ہوں  
اے عجب کز آتش بے زینہار بستہ می آردیم تان تا سبزہ زار  
تعجب ہے کہ بے پناہ آگ سے میں تم کو سبزہ زار کی طرف بھیجتا ہوں لا رہا ہوں۔

از سوئے دوزخ بزنجیر گران می کشم تان تا بہشت جاودان  
یعنی دوزخ کی طرف سے بھاری زنجیر کے ساتھ میں تم کو بہشت جاودانی کی طرف لا رہا ہوں آگے مولانا  
فرماتے ہیں۔

ہر مقلد را درین رہ نیک بد ہم چنان بستہ بکفرت می کشد  
یعنی ہر مقلد کو اس نیک (بہشت) اور بد (دوزخ) راستہ میں اسی طرح باندھے پھرتے بارگاہ باری تک  
کھینچتے ہیں (مقلد سے مراد عوام ہیں)۔

جملہ در زنجیر میسبم و ابستار می روند این رہ بغیر اولیاء  
یعنی سب خوف اور امتحان کی زنجیر میں یہ راہ چل رہے ہیں مولائے اولیاء اللہ کے (کہ وہ اپنی رضا سے  
چل رہے ہیں)۔

می کشند این راہ را بیگار وار جز کسانے واقف از اسرار کار  
یعنی اس راستے کو (عوام) بیگار کی طرح کھینچ رہے ہیں مولائے اولیاء لوگوں کے جو کام کے اسرار سے واقف ہیں  
جہ کہن تا نور تو رخشان شود تا سلوک و خدمت آسان شود  
یعنی کوشش کرتا کرتا نور روشن ہو جائے اور ناکہ تجھ کو سلوک اور خدمت آسان ہو جائے آگے اس کی  
ایک مثال دیتے ہیں۔

کو دکان را میبری کتب بندور زانکہ ہستند از فوائد چشم کو

یعنی چون کو زبردستی کتب لہاتے ہو اسلئے کہ وہ فوائد (کتب) سے اندھے ہیں۔

چون شود واقف بکتاب می رود جانش از رفتن شگفتہ می شود

یعنی جب (فوائد کتب) سے واقف ہو جاتا ہے تو کتب کی طرف دوڑتا ہے جان اس کے (کتب) جانے سے شگفتہ ہوتی ہے۔

میرود کو دک بکتاب پیچ پیچ چون ندید از مزد کار خویش هیچ

یعنی کتب میں گھبراتا ہوا جاتا ہے جبکہ وہ اپنے کام کی مزدوری ہی نہ دیکھے۔

چون کتب در کیسہ دانگے دست زد انگھے بے خواب گردد ہچو دزد

یعنی جب بٹوہ میں ایک پیسہ مزدوری کار کو لیتا ہے تو اس وقت چور کی طرح رات کو بے خواب ہو جاتا ہے۔  
یعنی پھر تو شوق کتب میں رات کو نیند بھی نہیں آتی آگے مولانا فرماتے ہیں۔

چہ کن تا مژد طاعت در رسد بر مطیعان انگہاں آید حسد

یعنی کوشش کرتا کہ طاعت کی مزدوری پہنچے اس وقت جبکہ طاعت کرنے والوں پر غلبہ ہو یعنی کوشش کر کے کچھ حاصل کر اس وقت تجھے اپنے سے زیادہ لوگوں پر غلبہ ہوگا اور چاہے گا کہ میں بھی ایسا ہی ہوں اور

ایتنا کر ہا مفت گذشتہ را ایتنا طوعاً صفا بسرشتہ را

یعنی مقلد کیلئے تو ایتنا کرھٹا ہے اور صفا سے طے ہوئے کے لئے ایتنا طوعاً ہے۔

این محب حق زہر عسلے وان دگر را بے غرض خود خلتے

یہ (عوام) احق تعالیٰ کے محب کسی علت کی وجہ سے ہیں اور اس دوسرے (یعنی اولیاء) کو خود ایک دوستی ہے آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں۔

این محب دایہ لیک از بہر شیر وان دگر دلدادہ بہر این ستمیر

یعنی یہ (بچہ) دایہ کا عاشق ہے لیکن دودھ کے واسطے اور وہ (زوج دایہ) اس عورت کا دلدادہ ہے اور اگر

طفل را از حسن او آگاہ تے غیر شیر اور از دودھ خواہ تے

یعنی بچہ کو اس کے حسن کی خبر نہیں ہے اور سوائے دودھ کے اس کو اس سے کچھ مطلب نہیں ہے۔

وان دگر خود عاشق دایہ بود بے غرض در عشق یک رایہ بود

اور وہ دوسرا (زوج دایہ) خود دایہ کا عاشق ہوتا ہے بغیر کسی غرض کے عشق میں ایک رائے والا ہوتا ہے آگے بہر تفریع منہ ملتے ہیں۔

پس محب حق بامید و بترس دفتر تقلید میخواند بدرس  
پس جو خدا کا محب امید اور خوف کی وجہ سے ہے وہ سبق میں دفتر تقلید کو پڑھ رہا ہے۔

وان محب حق زیر حق کجاست کہ ز اعراض و ز علتہا جداست  
یعنی وہ محب حق جو حق ہی کے واسطے ہو کہاں ہے جو کفر و غفلتوں سے جدا ہے۔

گر چنین و گر چنان چون طالب است جذب حق اور اسوے حق جاذب است  
اگر اس طرح خواہ اوس طرح جب طالب ہے جذب حق اوسکے لئے حق کی طرف جاذب ہے مطلب یہ کہ اوپر  
عوام کی محبت حق کو باغرض بتلایا تھا اور بظاہر اوس کی کچھ مذمت کی تھی تو عوام کو اوس سے کچھ پاس ہوئے  
اوسکو دفع فرماتے ہیں کہ غرض کے ساتھ بے غرضی کے ساتھ جس طرح بھی ہو جب طلب ہوگی تو اوس طرف  
سے کشش بھی ہوگی اور وہ کشش ایک دن مقصود تک پہونچا بھی دیگی لہذا اصل چیز طلب ہے۔ اوس کو  
پیدا کرنا چاہئے۔

گر محب حق بود لغیرہ کے یمنال دائمان خیرہ  
یعنی اگر محب حق غیر حق کی وجہ سے ہوگا تو اوس کی خیر سے ہمیشہ کب ہو پختا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی  
بہشت و دوزخ کی وجہ سے محب حق ہے تو اوس کو اس وقت تو بہشت مل ہی نہیں ہی ہے اور محب اس وقت  
ہے تو یہ محب لغیر بھی ایک درجہ میں محب بعینہ ہوا۔

یا محب حق بود لعینہ لا سواہ خائفان مبینہ  
یا محب حق خاص حق کے واسطے جو اور حق کے سہلے کسی سے ڈرنے والا نہ ہو۔

ہر دورا این جستجو بازان سرست این گرفتاری دل زان دلبرست  
دونوں کی جستجو میں اسی طرف سے ہیں اور یہ دلی گرفتاری اوس دلبر ہی کی وجہ سے ہے۔

## شرح حسیبی

آمدیم اینجا کہ در صدر جهان گم نبودے جذبان عاشق نہان  
ناشکلبا کے بڑے ادا و فراق کے دوران یا ز آمدی سوئے وثاق  
میل معشوقان نہانست دستیر میل عاشق باد و صد طبل و نفیر  
یک حکایت هست اینجا ز اعتبار لیک عاجز خد بخاری ز انتظار  
ترک آن کردیم کو در جستجو مست تاکہ پیش از مرگ ہیندئے دوست

تار ہداز مرگ یا بداد و نجات  
ہر کہ دمد او نباشد دفع مرگ  
کار آن کارست ای مشائست  
صد نشان صدق ایمان لے جوان  
گر نشد ایمان تولے جان چنین  
ہر کہ اندر کار تو شد مرگ و دوست  
چون گراہت رفت آن خود مرگ نیست  
چون گراہت رفت مردن نفع شد  
دوست حق مست او کسے کش گفت او  
گوش دار اکنون کہ عاشق تی رسد  
ز آنکہ دید دوست مست آب حیات  
دوست نبود کہ نہ میوہ آتش نہ برگ  
کاند ران کارار رسد مرگت خوشست  
آنکہ آید خوش ترا مرگ اندران  
نیست کامل رو بجو اکمال دین  
بر دل تو بے گراہت دوست دوست  
صورت مرگ مست و نقلان کرد نیست  
پس دوست آمد کہ مردن دفع شد  
کہ توئی آہن من و من آہن تو  
بستہ عشق اورا بھل من مسد

جب سلسلہ گفتگو جذب محبوب تک پہنچا تو پھر ہم کو عاشق صدر جہان کا قصہ یاد آگیا اور ہم اس گفتگو سے اس  
مضمون تک پہنچ گئے کہ اگر صدر جہان میں اس عاشق کا جذبہ مخفی نہ ہوتا تو وہ فراق سے بے مہر نہ ہوتا اور  
دوڑا ہوا گھر واپس نہ آتا مثنویوں میں بھی محبت ہوتی ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کیے ہیں مگر وہ مخفی ہوتے  
ہے اور عاشقوں کی محبت بہ ہزار شور و شہیون اور ڈنگے کی چوٹ ہوتی ہے اس مقام پر قیاس کے لئے  
ایک حکایت یاد آئی لیکن ہم اس کو اسلئے بیان نہیں کرتے کہ بخاری انتظار کرتے کرتے مجبور ہو گیا ہے اور  
ہم نے اسے اسلئے چھوڑ دیا کہ وہ صدر جہان سے ملنا چاہتا ہے اچھا ہے کہ رہنے سے پہلے وہ اپنے دوست  
سے ملے اور اس طریقہ سے موت سے بچ جائے کیونکہ دیدار یار میں آب حیات کی طرح خاصیت اچھا ہے اب  
سولانا یہاں سے دو سکے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر دیدار یار میں موت کو دفع کر دینی  
قدرت نہ ہو تو وہ دوست ہی نہیں کیونکہ وہ ان آثار دوستی مفقود ہیں اور یہ بات صرف حق سبحانہ ہی میں  
ہے کسی فانی میں نہیں لہذا محبوب وہی ہے اور کوئی نہیں دوست اور محبوب کے تو یہ شان ہے اور کہنے کے  
قابل وہ کام ہے کہ اگر اس حالت میں موت بھی آجائے تو وہ بھی اچھی ہو اور یہ کام طلب حق سبحانہ ہے  
اسی لئے حق سبحانہ نے صدق ایمان کی علامت یہ قرار دی ہے کہ تم کو موت محبوب ہو کیونکہ اگر ایمان ایسا  
نہیں تو ہمزہ ناقص اصرار کمال ہے اس کو کامل کرنے کی ضرورت ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ  
محب صادق وہی سمجھا جاتا ہے جو دوست کیلئے جان سے بھی درمخیز نہ کرے۔ چنانچہ جو لوگ تمہارے کام  
میں مڑھانا پسند کرتے ہیں تمہارے نزدیک سچے دوست وہی ہیں اور انھیں سے تم کو خالص محبت ہے



ابا یہ سمجھو کہ جب موت سے نفرت نہ رہی تو وہ موت ہی نہیں بلکہ صورت موت ہے اور واقع میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔ اور جبکہ نفرت نہ رہی تو موت سراسر نفع ہو جاتی ہے لہذا یہ کہنا صحیح ہے کہ موت دفع ہو گئی۔ پس دوست دوہین اولاً اور حقیقتہً تو حق سبحانہ اور دنیا میں وہ شخص جو یوں کہے کہ تو میرا اور میں تیرا اچھا اب سنو کہ عاشق عشق کے سبب مرنے کی رتی میں بند ہوا آتا ہے۔

## شرح شبیری

معشوق کا عاشق کو اس طرح جذب کرنا کہ نہ عاشق کو اس کا علم ہے اور نہ امید و وہم اور اس جذبے کے سوائے خوف کے جو کہ نا اُمیدی کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے مع ہمیشہ رہنے طلب کے

## کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا

آمدیم اینجا کہ در صدر جهان گر نبودے جذب آن عاشق نہان  
یعنی اس جگہ آگئے ہم کہ اگر صدر جهان میں اس عاشق کا جذب پوشیدہ نہ ہوتا۔  
ناشکیبا کے بڑے اداانہ فراق کے دوان باز آمدے سوی ذائق  
یعنی وہ فراق کی وجہ سے بے صبر کب ہوتا اور گھر کی طرف دوڑتا ہوا واپس کیوں آتا مطلب یہ کہ صدر جهان ہی کا جذب تھا کہ اس کا عاشق دوڑتا ہوا اس کے پاس چلا آیا ہاں فرق اتنا تھا۔  
میل معشوقان نہانست و سیر فیل عاشق باد و صبر طلب و نفیر  
یعنی معشوقوں کا میلان تو پوشیدہ اور مستور ہے اور عاشقوں کا عشق سیکڑوں طلب اور خل و شور کے ساتھ ہے۔

ایک حکایت ہست اینجا را اعتبار لیک عاجز شد بخاری ز انتظار  
یعنی ایک حکایت اس جگہ عبرت کے واسطے ہے لیکن بخاری انتظار کی وجہ سے عاجز ہو رہا ہے۔  
مطلب یہ کہ ہم اس حکایت کو بیان کرنے میں جو نکرا اس کو اپنے محبوب تک پہنچنے کا سخت انتظار ہے

اس لئے اوسى کے قصہ کو بیان کرتے ہیں۔  
 ترک آن کر دیم کو در جستجو مست  
 تا کہ بیش از مرگ بیند رئے دوست  
 یعنی اوس حکایت کو ہم نے ترک کر دیا کیونکہ وہ (عاشق) جستجوئے (محبوب) میں ہے تاکہ مرنے سے پہلے وہ دوست کے چہرہ کو دیکھ لے۔

تار ہزار مرگ ویا بداد نجات  
 زانکہ دید دوست است آب حیات  
 یعنی تاکہ وہ مرنے سے چھوٹ جاوے اور نجات پالے کیونکہ دیدار دوست آب حیات ہے۔  
 ہر کہ دید او تنہا شد دفع مرگ  
 دوست بنو کہ نہ میوہ است دگر برگ  
 یعنی جو شخص کہ اوس کا دیدار موت کا دفعیہ نہ ہو وہ دوست نہیں ہے کہ اوس کے اندر نہ میوہ ہے نہ پتہا ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص کہ ایسا ہو کہ اوس کے دیدار سے موت نہ جائے تو وہ اصل میں دوست ہی نہیں کیونکہ حقیقت میں دوست حق تعالیٰ ہیں اور ظاہر ہے کہ جب اودن کا دیدار ہو گیا تو فنا کا کہیں نام نہیں رہ سکتا پھر تو بقاء ہی بقاء ہے۔

کار آن کارست ای مشاق مست  
 کاندر ان کار ار رسد مرگت خوش است  
 یعنی اے مشاق مست کام تو وہ کام ہے کہ اوس کام میں تم کو موت آجاوے تو اچھا ہے یعنی اصلی کام تو وہ ہے کہ اگر اوس کو کرتے وقت انسان مر جاوے تو کوئی خوف اور ہراس نہ ہو۔  
 شد نشان صدق ایمان ہای جوان  
 آنکہ آید خوش تر مرگ اندران  
 یعنی اے جوان صدق ایمان کی نشانی وہ ہے کہ تجھے اوس کے اندر موت بھلی معلوم ہے  
 گر شد ایمان تو اے جان چنین  
 نیست کامل رو بجا کمال دین  
 یعنی اور اگر نہیں ہے اے جان ایمان تیرا ایسا تو کامل نہیں ہے جا ایمان کا کامل ہونا تو ہونڈہ آگے اس کی ایک مثال ہے۔

ہر کہ اندر کار تو شد مرگ دوست  
 بردل تو بے کراہت دوست است  
 یعنی جو شخص کہ تیرے کام میں موت کا دوست رکھنے والا ہو جائے تو تمھارے دل پر بے کراہت کے دوست درہی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی تمھارے کام میں مرتے تک کی پرواہ نہ کرے تو دیکھو تمھارا اصلی دوست وہی ہو گا تو اسی طرح اگر کوئی شخص راہ حق میں مرنے سے نہ گھبراوے تو وہ بھی یقیناً حق تعالیٰ کا دوست اور محبوب ہو جاوے گا۔

چون کراہت رفت آن خود مرگ نیست  
 صورت مرگ است قہلا کر دل نیست

یعنی جب کراہت جاتی رہی وہ خود موت ہی نہ رہی صورت موت کی ہے اور ایک منتقل ہونا ہے۔  
چون کراہت رفت مردن نفع شد پس درست آمد کہ مردن دفع شد  
یعنی جب کراہت جاتی رہی تو مردنا نفع ہو گیا پس درست آیا کہ مردنا دفع ہو گیا یعنی جب مرنے سے کراہت  
ہی نہ رہی بلکہ مرنے پر رہنا ہو گئی تو وہ مردنا نہ رہی نہ رہا۔

دوست حق است آن کسے کش گفت او کہ تو ی آں من و من آں تو  
یعنی دوست حق کا ہے وہی کہ ادسکو حق نے کہدیا کہ تو میرا اور میں تیرا (اس سے مراد اتحاد اصطلاحی ہے)  
گوش دارا کنون کہ عاشق میرسد بستم عشق اور انجیل من مسد  
یعنی سنو کہ اب عاشق پہنچتا ہے عشق نے اس کو کھجور کی رسکا مینا باندھ رکھا ہے مطلب یہ کہ عشق ادسکو  
کشان کشان محبوب تک لے جا رہا ہے۔

## شرح حبیبی

<p>گوینا پریدش از تن مرغ جان سر شد از فرق تا سرناخنش نے بجنبد و نیامد در خطاب جز کہ بوئے آن شد با فرد نور پس فرود آمد ز مرکب سوئے او چو عجم معشوق آمد آن عاشق برفت چون بیا بد از تو نبود تار مو عاشقی بر نفی خود خواہد مگر شمس آید سایہ لاگردشتاب نرستارہ ماند و نر شب اثر عقل رخت خویش اندازد برون گشت آہو بے خبر افت از دار فہم کن و اشدا علم بالاد</p>	<p>چون بدید او چہرہ صد بزمجان ہیچو چوب خشک او فکاد آن تنش ہر چہ کردند از بخور و از گلاب کار ناید در بخار را ہر بخور شاہ چون دید آن مزعفر روی او گفت عاشق دوست چوید تیز تفت عاشق حقی و حق آنست کو صد چو توانی ست پیش آن نظر سایہ و عاشقی بر آفتاب چونکہ سر برزد مشرق قرص خور از در دل چونکہ عشق آید درون ہیچو شیر خور و با آہو دو چار ہیچو زور پیش مندا باؤ</p>
-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

جب اس نے صدر جہان کا چہرہ دیکھا تو ایسی حالت ہو گئی جیسا کہ اوس کی مدح پر واز کر گئی ہو اور

خشک لکڑی کی طرح اوس کا جسم بے حس و حرکت ہو کر گر پڑا سر سے لیکر ناخن پاتا تک سرد ہو گیا بہت کچھ دھوپ ل  
دی گئیں بہت گلاب چھڑکا گیا لیکن نہ اوس نے حرکت کی اور نہ بولایا بات یہ ہے کہ بخارا میں اوس کے لئے کوئی  
کوثر کار آمد نہیں بحمد صدر جہان کی بوکے یہی ہے جو اوس کو ہوش میں لاسکتی ہے جب بادشاہ نے اوس کا  
زر در چہرہ دیکھا تو سواری سے اوتر کے اوس کے پاس آیا اور نہایت افسوس سے کہا کہ عجیب حالت ہے  
عاشق اپنے محبوب کو بہت جانتا ہے اس کے ساتھ ڈھونڈتا ہے مگر جب وہ ملتا ہے تو یہ چل دیتا ہے اب  
تم کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے دیکھو تم عاشق ہو لہذا بھاری شان یہ ہونی چاہئے کہ اوس کے  
سامنے تمہاری ہستی بال برابر بھی نہ باقی رہتی چاہئے تو جو اوس محبوب حقیقی کا عاشق ہوتا ہے  
اس سے معلوم ہونا چاہئے کہ تو اپنی فنا پر عاشق ہے اور تو اپنے کو مٹانا چاہتا ہے کیونکہ جب وہ جلوہ  
نما ہوگا تو بال برابر بھی تیرا وجود باقی نہ رہیگا اس لئے کہ اوس نظر کے سامنے تیری کوئی حقیقت نہیں  
تہ سے سیکڑوں مٹ چکے ہیں ہیں اگر یہ مقصود ہو تب تو اس راہ میں قدم رکھنا اور اگر خودی مطلوب ہو تو  
اس راہ میں تیرا کام نہیں عاشق حق ہونیکی صورت میں تو ایک سایہ ہو گا جو کہ آفتاب کے عشق کا دم بھرتا  
ہے پس جب آفتاب آئے گا سایہ فوراً فنا ہو جائے گا ایک سایہ کیا جبکہ آفتاب نکلتا ہے تو نہ سنا رہا  
رہتے ہیں نہ رات کا نشان باقی رہتا ہے

چو سلطان عزت علم در کشد جہان سر بحیب عدم در کشد  
اسی طرح سمجھو کہ جب دروازہ دل سے عشق آتا ہے تو عقل اپنا اسباب نکال کر دل کو اوس کے لئے خالی  
کر دیتی ہے عقل کی عشق کے سامنے ایسی مثال ہے جیسے ہرن کی شیر کے سامنے جب شیر ہرن کے سامنے  
آتا ہے تو ہرن بیہوش ہو کر گر جاتا ہے نیز عقل کی قوت کی عشق کے سامنے ایسی ہی مثال ہے جیسے پتھر  
کی قوت کی آندھی کے سامنے خوب سمجھ لو اور ٹھیک بات خدا کو معلوم ہے۔

## شرح شبیری

بخاری عاشق کا صدر جہان کی خدمت میں پہونچنا

چون بدیدا و چہرہ صدر جہان گویا پریش از تن مرغ جان  
یعنی جب اوس نے صدر جہان کا چہرہ دیکھا تو گویا کہ بدن سے اوس کا مرغ جان اوڑ گیا۔  
ہمچو جب خشک افتاد آن تنش سرد شد از فرق تا سرناخنش

یعنی ایک سوکھی لکڑی کی طرح اوس کا وہ تن گر گیا اور سر سے ناخن کے سر سے تک سر ہو گیا۔  
 ہرچہ کردند از بخور و از گلاب نے بجنید و نیامد در خطاب  
 جتنا کہ دھوئے اور گلاب پاشی کی نہ لانا خطاب میں آیا (آگے بولانا سہماتے ہیں)۔  
 کار ناید در بخت را ہر بخور جز کہ بوئے آن شبہ با فروز  
 یعنی بخار میں ہر دھوئے کام نہیں دیتی سولے اوس نور اور دبدبہ والے بادشاہ کی خوشبو کے۔  
 شاہ چون دید آن مزعجہ روئے او پس فرو آمد ز مہ کب سوئے او  
 یعنی بادشاہ نے جب اوس کا وہ زعفرانی چہرہ دیکھا تو سواری سے اوس کے پاس آ کر آیا۔  
 گفت عاشق دوست جویتیر نفث چونکہ معشوق آمد آن عاشق برفت  
 یعنی کہنے لگا کہ عاشق محبوب کو جلدی جلدی دھونڈ رہتا ہے اور جبکہ محبوب آ گیا تو عاشق چلایا۔ بولانا نہیں  
 عاشق حقی و حق آنست کو چون بیا یار تو بنود تار مو  
 یعنی تو حق کا عاشق ہے اور حق وہ ہے کہ اگر وہ آوے تو تجھ میں سے ایک ہال بھا بانی نہ ہے (بلکہ)  
 صد چو تو فانی ست پیش آن نظر عاشقی بر نفی خود خواہر مگر  
 یعنی تجھ جیسے تو سیکڑوں اوس نظر کے سامنے فانی ہیں تو اسے میان تو اپنی فنا پر عاشق ہے یعنی تو نے  
 جو اوس سے محبت کی ہے اور اوس کی محبت میں سیکڑوں تجھ جیسے فنا ہو چکے ہیں تو شاید تو اپنے فنا ہونے پر  
 عاشق ہے اور اپنی فنا کو چاہتا ہے۔

سایہ و عاشقی بر آفتاب شمس آید سایہ لاکر دوشتاب  
 یعنی تو سایہ ہے اور آفتاب پر عاشق ہے تو آفتاب تو سایہ معدوم ہو جاوے گا جلدی سے (قوسی طرح  
 جب تم حق تعالیٰ پر عاشق ہو تو اوس کی تجلی کے ظہور کے وقت تم بھی اسی طرح فنا ہو جاؤ گے)  
 چونکہ سر بر زور مشرق قرص خور نرستارہ ماند نے از شب اثر  
 یعنی جبکہ سور شید کی منیر نے مشرق سے سر نکالا تو نہ ستارہ رہتا ہے اور نہ رات کا کچھ اثر رہتا ہے (یہی اسی طرح)  
 از در دل چونکہ عشق آید درون عقل رخت خویش اندازد و برون  
 یعنی جبکہ عشق دل کے دروازہ سے اندر آ جا تا ہے تو عقل اپنا اسباب باہر ڈال دیتی ہے یعنی عقل خست  
 ہو جاتی ہے آگے اس کی ایک مثال ہے۔  
 بچ شیر خورد با آہو دو چار گشت آہو بے خبر افتاد زار  
 شل اوس شیر کے جو کسی ہرن سے دو چار ہوا اور ہرن بے خبر ہو گیا اور کزرد ہو کر گر گیا مطلب یہ کہ اسی طرح

عشق کے آنے کے وقت عقل بھی کمزور ہو جاتی ہے۔ اگے ای کی ایک دوسری مثال ہے۔

ہم جو زور پشہ پیش تند باد قہم کن واللہ اعلم بالسرائر  
یعنی جیسے کہ تیز ہوا کے سامنے پتھر کا زور ہوتا ہے سمجھا اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والے ہیں ٹھیک بات کو  
مطلب یہ کہ جس طرح کہ تیز ہوا کے سامنے پتھر کی کچھ نہیں چلتی بس اسی طرح حضرت عشق کے سامنے بیجاری  
عقل کی کچھ نہیں چلتی۔ اگے پتھر کی ہوا کے سامنے نہ چلے پر ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ۔

## شرح حبیبی

دوسرے سلیمان گشت پست داد خواہ  
بر شیطا طین آدمی زاد و پری  
کیست آن گم گشتہ کش فضلت نجست  
بے نصیب از باغ و گلزاریم ما  
پشہ باشد در ضعیفی خود مثل  
شہرہ تو در لطف و مسکین پری  
غنتی ما در کمی و گسری  
دست گیر لے دست تو دست خدا  
داد و انصاف از کہ می خواہی بگو  
ظلم کرد دست و خراشیدہ است روت  
کو نہ اندر جس و در زنجیر ماست  
پس بعد ما کہ ظلمے پیش برو  
ظلم را ظلمت بود اصل و عقد  
دیگر ان بستہ با صفا و دند و بند  
دیو در بند است استم چون نمود  
تا نہالہ خلق سوئے آسمان  
تا نہ گرد و مضطرب چرخ و سہا  
تا نہ گرد و از استم جانے سقیم

پشہ آمد از حدیث و زگیاہ  
کا کے سلیمان محدث می گسری  
مرغ و ماہی در پناہ عدل تست  
داد و ما کہ بس زاریم ما  
مشکلات ہر ضعیف از تو حل  
شہرہ ما در ضعف و اشکستہ پری  
اے تو را طباق قدرت منتهی  
داد و ما را ازین غم کن جدا  
پس سلیمان گفت ای انصاف جو  
کیست آن ظالم کہ از باد برد  
ای عجب در عہد ما ظالم کجاست  
چونکہ ما زادیم ظلم آن روز مرود  
چون بر آمد نور ظلمت نیست شد  
نک شیطا طین کسب خدمت می کنند  
اصل ظلم ظالم ان از دیو بود  
ملک دان داد است ما را کن دکان  
تا بہا لا بر نیابد و دہا  
تا نہ لرزد و عرش از انالہ تقسیم

زبان ہنادیم از ممالک مذہبے      تا نیاید بر فلک باریارے  
منکرانے مظلوم سوئے آسمان      کا سمانے شاہ داری در زمان  
گفت پیشہ داد من از دست باد      کور و دست ظلم بر ما بر کشاد  
ما ز ظلم او بہ تنگے اندریم      بالب بستہ از دھول نمی خوریم  
ظلم او بر ما صریح ست عیال      نیست مارا چارہ کردن جز بیان  
داد ما و انصاف بالستان ازو      اے کریم عفا دل اگر ارام خو

جس قصہ کی طرف ہم نے او پر اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ باغ اور گھاس وغیرہ میں سے پھیر آیا اور حضرت  
سیمان علیہ السلام کے اجلاس میں دھوکا دیا کہ جس کی تفصیل یہ ہے اے سلیمان آپ شیاطین پر  
اور آدمیوں پر اور میں دہریہ پر سب پر انصاف پھیلاتے ہیں پرندے اور مچھلیاں بھی آپ کے پناہ  
عدل میں ہیں غرض کہ آپ کے انصاف کی وسعت کہاں تک بیان کروں انسا کہنا کافی ہے کہ کوئی ایسا  
گمراہ نہیں جو آپ کے فضل کا طالب نہ ہو آپ ہمارا انصاف کریں ہم بہت تباہ حال ہیں ہم باغات سے  
ممتنع نہیں ہو سکتے ہم کمزوری میں ضرب المثل ہیں اسلئے ہم خود کچھ نہیں کر سکتے ہماری مشکلات تو آپ ہی  
سے حل ہونگی کیونکہ ہر کمزور کی مشکل آپ ہی سے حل ہوتی ہے جس قدر ہم ضعف اور عجز میں مشہور ہیں اسلئے  
آپ عنایت اور مسکین پروری میں مشہور ہیں آپ قدرت کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں اور ہم غمگین و انتہائی تہ ہیں  
آپ ہمارا انصاف فرمائیں اور ہمیں اس نسخے میں جھڑکائیں آپ کا ہاتھ گویا کہ جدا کا ہاتھ ہے آپ ہماری  
دستگیری فرمائیں پس سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے طالب انصاف مجھ تو کس سے انصاف چاہتا ہے  
بیان کر وہ کون ظالم ہے جس نے غزوہ میں آکر مجھے ستایا ہے اور تیرا منہ نوجا ہے بڑے تعجب کی بات ہے کہ  
مجھ پر ظلم ہو کیونکہ ہمارے زمانہ میں کون ظالم ہے جو ظلم کرے جس قدر ظالم ہیں سب جیل خانہ میں محبوس ہیں  
جب ہم پہلا ہوئے تھے ظلم تو کسی روز مریکا تھا آپ کون ایسا پیدا ہو گیا کہ ہمارے ہوتے اس نے مجھ پر  
ظلم کیا ہو گا وہ ہے کہ جب روشنی آتی ہے تو تاریکی نازل ہو جاتی ہے پس ہمارے نور عدل کے سامنے  
تاریکی کہاں اور جب تاریکی نہیں تو ظلم کیسا کیونکہ ظلم کا منشا تو اندھیری ہے دیکھ لو کچھ شیاطین تو  
بیگناہ میں بیٹھے ہوئی ہیں اور کام کر رہے ہیں اور جو باقی ہیں وہ بیڑیوں اور جیل خانوں میں مقید ہیں اور  
سنو جس قدر ظلم ہوتے تھے سب کا منشا ابلیس تھا سو وہ محبوس ہے پھر ظلم کیسے ہوا کہ کو تو خدا کے قادر مطلق  
نے ملک کسی لئے دیا ہے کہ مخلوق ظلم سے رو کر حق سبحانہ سے فریاد نہ کرے اور ادا دل کی آہوں کا دیوان آسمان  
پر بجائے تاکہ آسمان اور ستارے اس سے پریشان نہ ہوں اور تیمم کے رونے سے عرش و جہتر اڑے اور

ستم سے کوئی جاندار دکھیا نہ ہو اسی لئے ہم نے ملک میں ایک امن دینے والا قانون مقرر کیا ہے تاکہ کوئی فریاد آسمان پر نہ جائے اور کہہ دیا گیا ہے کہ کوئی مظلوم آسمان کی طرف نہ دیکھے اس لئے کہ خدا کا خلیفہ زمین میں موجود ہے جو ہر قسم کے امن کا ذمہ دار ہے پھر بے جواب دیا کہ میں ہمارے ہاتھوں فریاد کرتا ہوں کیونکہ وہی ہاتھ وہی کہہ رہا ہے پیچھے پڑی ہے ہم اس کے ظلم سے بہت تنگ ہیں اور ہونٹ سیبے ہوئے اپنا ہور پیتے ہیں اس کا ظلم ہم پر کھلا ہوا اور شاہد ہے اور ہم اس کا کوئی علاج نہیں کر سکتے بجز اس کے کہ حضور کی خدمت میں رو نارو بین آپ ہمارا اور اس کا انصاف کیجئے اور اس سے ہمارا بدلہ لیجئے آپ کریم ہیں عادل ہیں اکرام آپ کی خصلت ہے۔

امحق بایکہ از جان بشنوی  
 مشنوا ز خصمے تو بے خصم دگر  
 حق نیاید پیش حاکم در ظہور  
 بان و بان بے خصم قول و کیر  
 خصم خود را رو بیاور سوی من  
 خصم امن یادست اور حکم تست  
 پشہ افغان کرد از ظلمت بیا  
 یا سخن گو و بجن دفع عدو  
 پشہ بگرفت آتزمان راہ گر پز  
 باش تا بر هر دورا نم من تصنا  
 خود سیاہ این روز من از دو دوست  
 کو بر آرد از نہاد من دمار  
 چون حنا آید شود جو نیلہ لا  
 لیک ز اول آن بقا اندر فناست  
 نیست گرد چون کند نورش ظہور  
 کل شیء ہا لک لا و ہر  
 ہستی اندر نیستی خود طرفہ ایست  
 چون تسلیم انجام رسید شد شکست

پس سلیمان گفت ای زیبا دوی  
 حق من گفتہ است ہاں ای داد  
 تا نیاید ہر دو خصم اندر حضور  
 خصم تنہا اگر بر آرد صد نفیر  
 من نیارم روز فرمان تافتن  
 گفت قول تست بر ہاں درست  
 بانگ زد آتشہ کئے باد صبا  
 ہین مقابل شو بخصمت رو برو  
 باد چون بشنید آتشیہ تیرین  
 پس سلیمان گفت لے پشہ کجا  
 گفت لے خضر مرگ من در پوداوست  
 او چو آمد من کجا یا بمر تار  
 ہم چنین جو یائے دگاہ خدا  
 گرچہ آن وصلت بقا اندر بقاست  
 سایہ ہائے کہ بود جو یائے نور  
 عقل کے ماند جو باشد سرودہ او  
 ہا لک آمد پیش و جہش ہست و نیست  
 اندرین محضر خسرو باشد ز دست



اس پر سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اے خوش کلام حق سبحانہ کے حکم کو دل سے سننا چاہئے مجھ سے حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ تم کو ایک فریق کی بات بغیر دوسرے فریق کے دشمنی چاہئے کیونکہ جب تک مدعی اور مدعا علیہ سامنے نہ ہوں حاکم پر حق ظاہر نہیں ہو سکتا پس ایک فریق تہنا کتنا ہی چلائے دوسرے فریق کے بغیر اوس کی بات ہرگز نہ سننا چو کہ میں حکم حق سے روگردانی نہیں کر سکتا اسلئے تم اپنے مدعا علیہ کو میرے پاس لاؤ اوس نے کہا کہ آپ کا ارشاد نہایت درست ہے میرا مدعا علیہ ہوا ہے اور وہ آپ کے حکم میں ہے آپ اوس کو بلا سکتے ہیں اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے آواز دی کہ اے بادشاہ مجھ سے تیرے ظلم سے فریاد کی ہے تو جواب دی کہ لئے حاضر ہو۔ اور اپنے مدعی کے سامنے آؤ اوس کی بات کا جواب دے اور اوس کے دعوے کی تردید کر جب ہوا نے یہ حکم سنا تو فوراً زناتے کے ساتھ حاضر ہوئی اوس کے آتے ہی پچھر روفو چکر ہو گیا اوس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اے مجھ کہان چلا ذرا اٹھیر تو میں تمہارا دونوں کا فیصلہ کروں اوس نے کہا جناب یہ تو میری موت ہے۔ اور اسی کے دشمنین سے میرا دن تاریک ہے جب وہ آئی تو میں کہان پچھر سکتا ہوں کیونکہ وہ تو مجھے تباہ کر دگی جب یہ معلوم ہو چکا تو جس طرح اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عشق کے سامنے عقل نہیں تھیر سکتی ہون ہی اس سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ طالب خدا اور خدا کے تعالے کی بھی یہی شان ہے کہ جب حق سبحانہ تجلی فرماتے ہیں تو طالب نیست ہو جاتا ہے اگرچہ یہ اصل سراسر بقا ہے لیکن اس سے پہلے فنا ہونا ضروری ہے اور بقا اس فنا ہی میں ہے تجلی حق سبحانہ کے سامنے بندہ کا فنا ہو جانا ایسا ہی ہے جیسے کہ یہ طالب نور ہوا اور جب نور ظاہر ہوئے تو وہ نیست ہو جائے عقل اوس کی ایک ادنیٰ مخلوق ہے پس اوس کی تجلی کے سامنے وہ کیا ٹھہر سکتی ہے بات یہ ہے کہ بحر اوس کی ذات کے اور تمام اشیاء مضحل اور فنا ہیں اور جتنے هست یا نیست ہیں اوس کی ذات کے سامنے سب ہالک ہیں پس یہ عجیب طرفہ ماجرا ہے کہ ہستی نیستی جمیع ہیں اس معاملہ میں عقلین ہاتھ سے جاتی رہیں اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا جب تسلیم یہاں تک نہ ہو پتاجا تو ٹوٹ گیا اجتماع وجود و عدم کی صورت یہ ہے کہ وجود انکا عطائی ہے اور عدم اصلی پس ہر ممکن اپنے وجود عرضی کی حالت میں بھی بالنظر الی الذات معدوم ہے جیسے چاند کئی غیب تاریک ہے مگر آفتاب کی روشنی سے روشن۔ تو وہ ایک ہی حالت میں تاریک بھی ہے اور روشن بھی مگر چونکہ جہات مختلف ہیں اس لئے اجتماع وجود و عدم اور نور و ظلمت جائز ہے۔



## شرح شیری

مچھر کا ہوا کے ہاتھ سے سلیمان علیہ السلام کے دربار میں انصاف چاہنا

پشہ آمد و جدیت و اگر گیاہ و سلیمان گشت پشہ داد خواہ  
یعنی ایک مچھر باغ اور گھاس مین سے آیا اور سلیمان علیہ السلام سے مچھر انصاف کا طالب ہوا۔

کائے سلیمان معدلت می گسری بر شیا طین و آدمی زاد و دپری  
کہ لے سلیمان ہم انصاف کو شیا طین اور آدمی زاد اور جنات پر بچھاتے ہو۔

مرغ و ماہی در پناہ عدل تست کیست کلم گشت کش فضل تجست  
یعنی پرندہ اور مچھلی مین ہمارے عدل کی پناہ مین ہیں وہ کون گم گشت ہے جس کو آپ کے فضل نے  
نہیں تلاش کیا۔

داد دہ مارا کہ بس زاریم ما بے نصیب از باغ و گلزاریم ما  
یعنی ہمارا انصاف کیجئے کہ ہم بہت ہی عاجز ہو چکے ہیں اور باغ اور گلزار سے بے نصیب ہوئے ہیں  
مشکلات ہر ضعیف از تو حل پشہ باشد در ضعیف خود مثل

یعنی ہر ضعیف کی مشکلات آپ سے حل ہیں اور مچھر ضعیف مین خود ضرب المثل ہوتا ہے۔  
شہرہ مادر ضعف و اشکستہ پری شہرہ تو در لطف و مسکین پروری  
یعنی ہم ضعف اور شکستہ پر ہونے مین مشہور ہیں اور آپ ہر مافی اور مسکین کی پرورش کرنے  
مین مشہور ہیں۔

اے تو در طباق قدرت منتهی منتهی مادر کے و گسری  
یعنی اے وہ ذات کہ آپ قدرت کے مراتب مین پورے ہیں اور ہم کمی اور گمراہی مین پورے ہیں۔  
داد دہ مارا ازین غم کن جدا دست گیر اے دست تو دست خدا  
یعنی ہمارا انصاف کیجئے اور اس غم سے ہم کو جدا کیجئے اور دستگیری کیجئے اے وہ ذات کہ آپ کا ہاتھ  
خدا کا ہاتھ ہے۔

پس سلیمان گفت اے انصاف جو داد و انصاف از کہ می خواہی بگو  
یعنی سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے انصاف کے طالب تو داد و انصاف کس سے چاہتا ہے بتا۔

کیست آن ظالم کا زباد بر دوت ظلم کر دست و خراشید است دوت  
یعنی وہ ظالم کون ہے جس نے گھر گھر کی وجہ سے ظلم کیا ہے اور سرے چہرہ کو پھیل ڈالا ہے۔  
اے عجب در عہد ما ظالم کجاست کونہ اندر حبس و در زنجیر ماست  
یعنی تعجب ہے کہ مجھے یہ زمانہ میں ایسا ظالم کہاں ہے جو کہ ہماری قید اور ہماری زنجیر میں نہیں۔  
چونکہ باز ادم ظلم آنروز مرد پس بعد ما کہ ظلمے پیش برود  
یعنی جس دن ہم پیدا ہوئے تھے اوس دن ظلم کر گیا تھا پھر ہمارے زمانہ میں کون ظلم کو آگے لایا۔  
چون برآمد نور ظلمت نیست شد ظلم را ظلمت بود اصل و عصف  
یعنی جب نور آگیا تو ظلمت فنا ہو گئی اور ظلم ظلمت کیلئے جزا اور بار ہوئی ہے (تو جب ظلمت نہ رہی تو ظلم کیسا)  
تک شیطا طین کسب و خدمت می کنند و یگانہ بستہ با صفا دند و بست  
یعنی کچھ جنات کو کمالی اور خدمت کرتے ہیں اور باقی زنجیروں اور قید میں بندھے ہوئے ہیں۔  
اصل ظلم ظالم ان از دیو بود دیو درین ماست استم چون نمود  
یعنی ظالموں کے جزا تو شیاطین سے تھی اور شیاطین قید میں ہیں تو ظلم کس طرح کیا۔  
ملک زان دادا مست مارا کن فکان تانست کہ خلق سوئے آسان  
یعنی حق تعالیٰ نے ہم کو اسلئے ملک دیا ہے تاکہ خلق آسان کی طرف نہ روئے یعنی سب کی فریاد ہی زمین  
سے ہو جاوے۔

تا ببالا لبریا ید دودھا تا نگرود مضطرب چرخ و سہا  
یعنی تاکہ اوپر کو دھوین (فریاد کے) نہ آویں اور تاکہ آسمان اور سہا (نام ہے ایک ستارہ کا) مضطرب  
(فریاد کی وجہ سے) نہ بھٹن۔

تا نہ لرزد عرش از نالہ تسیم تا نگرود از ستم جانے مقیم  
یعنی تاکہ شہیم کے نالہ سے عرش نہ ہلے اور تاکہ ستم سے کوئی جان پیار نہ او۔

زان نہادیم از مالک مذہبے تانیا پد بر فلک ہایار بے  
یعنی اسی واسطے ہم نے ملک رانی کے طریقے بتائے ہیں تاکہ آسمان پر کوئی فریاد نہ آوے۔

منگراے مظلم سوئے آسان کاسمانے شاہ داری در زمان  
یعنی اے مظالم آسان کی طرف مت دیکھ کیونکہ ایک آسمانی بادشاہ زمانہ میں تو رکھتا ہے۔

گفت پرشم داد من از دست باد کو دود دست ظلم بر ما برکشاد

یعنی پھرنے کہا کہ میری فریادوں کے ہاتھ سے ہے کہ اوس نے ظلم کے دونوں ہاتھ پھیر کھولے ہیں۔  
 ماذ ظلم او بہ تنگی اندریم باللب بستہ از و خون می خوریم  
 یعنی ہم اوس کے ظلم سے تنگی کے اندر ہیں اور چپ چاپ اوس کی وجہ سے خون کھا رہے ہیں۔  
 ظلم او بر ما صریحست و عیان نیست مارا چارہ کردن جز بیان  
 یعنی اوس کا ظلم ہم پر صریح اور ظاہر ہے اور ہمارے پاس سولے بیان کرنے کے کوئی علاج نہیں ہے۔  
 داد ما انصاف ما بستان ازو اے کرپے عاقلے اگر ام خو  
 یعنی ہماری فریاد اور انصاف اوس سے لے لے کر ہم منصف اکرام کی خصلت والے۔

سلیمان علیہ السلام کا مظلوم مجھ کو مدعا علیہ کے حاضر کرنے

کیلے حکم فرمانا

پس سلیمان گفت اے زیبادی اہر حق باید کہ از جان بشنوی  
 پس سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے مجھ میں بھناہٹ والے تجھے چاہئے کہ خدا کے حکم جان سے سنے۔  
 حق بمن گفت است ہاں ائی دادو مشوا از خصمے تو بے خصم و گر  
 یعنی حق تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ انصاف کے کرنے والے ایک فریق سے بغیر دوسرے فریق کے مت سنا  
 تانیا ید ہر دو خصم اندھنو حق نیاید پیش حاکم در ظہور  
 یعنی جب تک کہ دونوں فریق سامنے نہ آویں حاکم کے سامنے حق ظاہر نہیں ہوتا۔  
 خصم تنہا گر بر آرد و مدفیر ہاں و ہاں بے خصم قول او دیگر  
 یعنی تنہا ایک فریق اگرچہ سیکڑوں شہروں کا لے کر آئے اور دوسرے فریق کے اوس کا قول مت قبول کرو۔  
 من نیارم رو ز فرمان تافتن خصم خود را رویا و سوئے من  
 یعنی میں حکم حق سے منہ نہیں پھیر سکتا۔ تو جا اور میری طرف اپنے مقابل کولا۔  
 گفت قول تست برہاں درست خصم من با دست او در حکم تست  
 یعنی مجھ کو لا کر آپ کا فرمان ٹھیک دلیل ہے (مگر) میرے مقابل ہوا ہے اور وہ آپ کے حکم میں ہے۔  
 بانگ زد از شہ کہوے باوصبا پشہ افغان کرد از ظلمت بیا  
 یعنی اوس بادشاہ نے آواز دی کہ اے باوصبا پھرتے تیرے ظلم کی وجہ سے سر یادی ہے آ۔

ہیں ممت ابل شو بخصمت روبرو پاشخس گو و بکن دفع عرو  
یعنی ہانا اپنے دشمن کے آگے سامنے ہو کر مقابل ہو اور اوس کا جواب دے کر دشمن کو دفع کر  
با د چون بشنید آتدیر تیرسز پشہ بگرفت آن زمان ماہ گریز  
یعنی ہونے جو سنا تو وہ تیز تیز آئی تو مجھ نے اوس وقت بھاگنے کا راستہ لیا۔  
پس سلیمان گفت لے پشہ کجا پاش تا بر ہر دو راکم من قضا  
یعنی پس حضرت سلیمان نے فرمایا کہ لے پشہ کہاں۔ پشہ وہ تانکہ میں دونوں پر حکم چلاؤں۔  
گفت لے شہرگ من از لودا دست خود سیہ این روز من از دودا دست  
مجھ نے کہا کہ لے بادشاہ میری موت اوسی کے ہوتے سے تو ہے اور میرا یہ دن اکی کے دیوین سے  
تو سیام ہے۔

اوجا آمدن کجا یا بم تزار کو بر آرد از نہاد من دمار  
یعنی جب وہ آگئی تو میں کہاں قرار پاسکتا ہوں کیونکہ وہی تو میرے جسم میں سے ہلاکی کو نکالتی ہے۔ اگے  
مولا ناسر ماتے ہیں۔

ہم چنین جو یلے در گاہ خدا چون خدا آید شو و حیرت مند لا  
یعنی اسی طرح درگاہ خداوندی کا طالب ہے کہ جب حق تعالیٰ ظہور فرمائے ہیں تو طالب فنا ہو جاتا ہے۔  
گرچہ آن وصلت بقا اندر بقا است لیک زاول آن بقا اندر فنا است  
اگرچہ وہ وصل (جس میں کہ یہ طالب فنا ہو گیا ہے) بقا اندر بقا ہے لیکن اول سے وہ بقا ہی فنا میں ہے۔  
مطلب یہ کہ اگرچہ اس وصل حق کے بعد میں کہ یہ فنا ہو گیا ہے بقا ہی بقا ہے مگر یہ بقا بھی تو فنا ہی ہو کر حاصل  
ہوتی ہے لہذا فنا ہونا ضروری ہوا۔ آگے اوسی کی ایک مثال دیتے ہیں۔

سایہ ہائے کہ بود جو یائے نور نیست گرد و چون کند نورش ظہور  
یعنی جو سایے کہ نور کے طالب ہوتے ہیں جب اوس نور کا جو شظہور کرتا ہے تو وہ فنا ہو جاتے ہیں۔  
عقل کے ماند جو باشد سرودہ او کل شیئی ہالک الا وجهہ  
یعنی عقل کب رہے جب ظہور کرنے والا وہ ہو تمام چیزیں ہلاک ہونے والی ہیں مگر اوس کی ذات۔  
ہالک آمد پیش و ہمیش ہست و نیست ہستی اندر نیستی خود طر ذالیت  
یعنی اوس کی ذات کے سامنے تمام ہست و نیست ہلاک ہونے والے ہیں اور نیستی میں ہستی ہو نا خواہ یک عجیب  
بات ہے مطلب یہ کہ جب اوس کے سامنے سب نیست ہیں تو انکو ہست کہنا ایک تعجب فیض ہر ہے۔

اندرین محضر خرد باشد ز دست چون تلمیذ اینجا رسیده شد شکست  
یعنی اس جگہ عقلمین ہاتھ سے جاتی رہیں اور جب قلم اس جگہ پہنچا تو ٹوٹ گیا۔ مطلب یہ کہ چونکہ یہاں عظمت  
و جلال حق کا بیان تھا لہذا اس جگہ پہنچا کہ قلم ٹوٹ گیا یعنی اس کی بابت کچھ نہ لکھ سکا لہذا اس مضمون کو یہیں  
تک چھوڑ کر صدر جہان کا قصہ بیان کرتے ہیں۔

## شرح حبیبی

باز گردم جانب صدر جہان  
بر گرفتش سر نہاد اندک کنار  
می کشید از پیشہ اش در بیان  
بانگ ز درد گوش او شہ کا ی گدا  
جان تو کا ندر فراتسم می طپید  
اے بدیدہ در فراتسم گرم و سرد  
مرغ خانہ اخترے را بے خرد  
چون بخانہ مرغ اختر پانہاد  
خانہ مرغ ست عقل و ہوش ما  
ناق چون سر کرد و در آب گلش  
کرد فضل عشق انسانرا فضول  
جابل ست او اندرین مشکل شرکار  
کے کنا را ندر کشیدے شیر را  
ظالم ست او پر خود و بر جان خود  
جہل او مر علم ہا را ہوشیار  
دست او گرفت کاین رفتہ دشمن  
چون بن زندہ شود آن مردہ تن  
من کتم او را ازین جان مختشم  
جان نا محرم نہ بیند روئے دوست

در نوازش عاشق خود را نہان  
بر رخ می کردا شک ترنشار  
اندک اندک از گرم صدر جہان  
زرنہ آرد و دست دامن کشا  
چونکہ ز نہارش رسیدم چون امید  
با خود آ از بے خودی دبا ز گرد  
رسم ہانش بجان می برد  
خانہ ویران گشت و سققت اندر قتاد  
ہوش صالح طالب ناواقفہ  
نے گل آخا جانہ تی جان و دلش  
زین قزون جوئے ظلم ہاست و جہول  
می کشد تر گوش شیرے در کنار  
گر بد استی و دودے شیر را  
ظلم بین کہ عہد لہا گوئے بہر  
ظلم او مر عدلہا را شد رشاد  
انگھے آید کہ من دم بخشمش  
جان من باشد کہ رو آرد بن  
جان کہ من بخشم بہ بیند بخشمش  
جز یہاں جان کا صل او ادا کے او

دردم قصاب دارا میں دوست را  
گفت اے جان رسیدہ از بلا  
اے خود ما بخود می دستیت  
با تو بے لب این زمان من تو بنو  
ز انجمن آن لب ما ازین دم می رد  
گوش بے گوش می درین دم بر کشا  
چون صلا وصل بشنیدن گرفت  
نہ کم از خاکست کز عشوہ صبا  
کم ز آب لطف بنود کز خطاب  
کم ز بادے نہ کشد از امر کن  
کم ز نارے نیست کز امر سلام  
کم ز جو بے نیست در دفع عدو  
کم ز سنگ کوہ بنود کز ولاد  
زین بھی بگذر نہ آن مای عدم  
بر چہید و بر طپید و شاد شاد  
بشکھید از امر او و شاد شد

تا ہلدا آن مغز نغز این پوست را  
وصل را ما در کشا ویم العمل  
اے ز بہت ما ہمارہ ہستیت  
را ز ہائے کہنہ می گویم شنو  
بر لب جوئے نہان بر می دم  
بہر را ز یفضل الشدایت  
اندک اندک مردہ جنیدن گرفت  
سبزہ پوشد سر بر آرد از فنا  
یوسفان زایند رخ چون آفتاب  
در رحم طاؤس مرغ خوش سخن  
گلستان شد بر خلیل خوش کلام  
گشت اثر دہائے مسکرا مر ہو  
ناقصہ کان ناقصہ ناقصہ ز اوزاد  
عالے زاد و بزاید دم بدم  
یکد و چہرے زد بخود اندر قتاد  
در وصال از بند ہجر آزاد شد

اچھا اب ہم صدر جهان کی طرف لوٹتے ہیں جو اپنے عاشقی پر خفیہ طور پر عنایت کرتے ہیں معصوم تھا سواو نے  
اوس کو لیا اور اوس کا سر بھی آغوش میں رکھ لیا۔ اور اوس کی یہ حالت دیکھ کر رونے لگا۔ اوس کو اپنی عنایت  
سے رفتہ رفتہ بیہوشی سے ہوش میں لا کر گویائی میں لارہا تھا۔ اس کار اوس نے اوس کے کان میں کہا کہ دیکھ میں  
اشرفیان تیرے دینے کو لایا ہوں تو داس کھول یعنی تجھ پر وہ عنایات کرنے کو تیار ہوں جن کا تو طالب ہے۔  
تو ہوش میں نہ آکر ان سے متمتع ہونے کے قابل بن تیری جان جو کہ میرے فراق میں بے قرار تھی اب جبکہ میں اوس کی  
مدد کیلئے پہنچ گیا کیوں بھال گئی اے شخص جس نے میرے فراق میں ہر قسم کی تکلیفیں اٹھائی ہیں تو ہوش میں  
آ اور حواس در دست کر۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ تو صورت افسانہ تھی اب حقیقت افسانہ سنو اور اوس کے  
لے اولاً بطور تمہید کے یہ سمجھو کہ مرزا خانہ حماقت سے ایک اونٹ کو جہان کے طور پر اپنے گھر لانا ہے پس جبکہ اونٹ  
اوس کے گھر میں پاؤں رکھتا ہے تو اوس کا گھر تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور چھت بیٹھ جاتی ہے پس یہی حالت

اوس شخص کی ہے جو طالب خدا ہوا اوس کی عقل ایک ڈر ہے مرغ کا اور حق سبحانہ اوس کے لحاظ سے ایسے  
 ہیں جیسے خانہ مرغ کے لحاظ سے اونٹ (یہ تمثیل محض تقریباً ہم کیلئے ہے ورنہ ہر دو نسبتوں میں کوئی نسبت  
 ہی نہیں)۔ پس جب حق سبحانہ اوس کے وجود پر تجلی فرماتے ہیں تو پھر نہ جسم باقی رہتا ہے نہ جان دل سے  
 ہے چو سلطان عزت علم ورکش جہان سرعیدب عدم ورکش

جب یہ معلوم ہو چکا تو اب سمجھو کہ عظمت عشق نے انسان کو ہوا فضول بنا دیا کیونکہ یہ اس کا تحمل نہ تھا  
 اور خواہ مخواہ اوس کے بار کو اپنے سر لے لیا اسی زیادہ طلبی کے سبب اوس نے ظلم و جہول کا خطاب  
 پایا۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے۔ انا صخرنا الامانة على السموات والارض فابدين ان يحملنها  
 واشققن منها وحملها الانسان انه كان ظلوماً جهولاً واقعی وہ اس کٹھن شکار  
 میں جاہل ہے اور ایسا ہے جیسا کہ ایک خرگوش شیر کو نفل میں لے اور خرگوش کا ایسا کرنا اوس کی  
 جہالت ہے کیونکہ اگر وہ شیر کو جانتا اور دیکھتا ہوتا تو ہرگز اسے نفل میں نہ لیتا اور جبکہ وہ کرتا ہے تو خود  
 اپنے اور ہار اور اپنی جان پر صریح ظلم کرتا ہے لیکن یہ ظلم ہزار عدلون پر سبقت رکھتا ہے اور یہ جہل ہزار  
 عدلون کا دستاورد ہے ظلم ہزاروں عدلون کا راہ نما ہے نیز یہ اسطر ادبی مضمون تو ختم ہوا اب قصہ سنو  
 اوس نے اوس کا ہاتھ پکڑا بدین خیال کہ اس مردہ میں اوس وقت جان آئے گی جبکہ میں اسے زندہ کر دوں گا  
 اور جبکہ مردہ میرے ذریعہ سے زندہ ہو گا تو گویا کہ میری جان میری طرف رخ کرے گی۔ یعنی اوس کی زندگی  
 میری زندگی ہو گی۔ میں اسے اس نئی جان سے جو میں دینے والا ہوں معزز و ممتاز کر دوں گا اور وہ جان  
 جو کہ میں اسے رون گا وہ میری بخشش کو دیکھے گی یہ جان جو اب تک تجھی یہ نہیں دیکھ سکتی کیونکہ یہ نا محرم  
 ہے اور جان نا محرم دیدار بار کے قابل نہیں۔ اوس کے قابل دیکھ ہے جو کہنے دوست سے ملی ہو۔ میں  
 قصائی کی طرح اوس کے اندر بھونک بھردوں گا تا کہ اوس کا مغز پوست کو چھوڑ دے

اور پوست چاکر مغزی مغز رہ جاوے اوس کے بعد کہا کہ اسے شخص جس کی جان بلا سے  
 پروا نہ کر گئی ہے اب بلا کا وقت جانا رہا اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے وصل کا دروازہ تیرے لئے  
 کھول دیا ہے تو آ اور اس سے متمتع ہو اور اے وہ شخص جس کی بخود ہی اورستی کا سبب ہمارا وجود ہے  
 اور جس کی ہستی ہمیشہ ہماری ہستی سے وابستہ ہے میں اس وقت تجھ سے بدون تکلم راز کہنا چاہتا  
 ہوں تو سن کیونکہ وہ لب اور وہ زبان جس سے میں راز کہتا ہوں اس تکلم ظاہری سے آبی ہیں وہ تو باطنی نہر  
 یعنی دل پر معنائیں کا القا کرتی ہے اچھا اب تو بھی وہ کان کھول جو حقیقت میں کان ہیں اور وہ ملازمت جسے  
 قدرت خدا ظاہر ہو جبکہ عاشق نے اعلان وصل سننا شروع کیا تو آہستہ آہستہ حرکت شروع کی وہ



کیونکہ زندہ ہو جائے آخر عاشق خاک سے تو کم نہیں پس جبکہ خاک عشوہ صبا سے زندہ اور سبز پوش ہو جاتی ہے تو اگر عاشق الطاف محبوب سے زندہ ہو جاوے تو کون سی تعجب کی بات ہے نیز وہ آب لطف سے تو کم نہیں پھر جبکہ حکم کن سے اوس سے وسعت اور آفتاب رو پیدا ہوتے ہیں تو عاشق کی زندگی کیا حیرت انگیز ہے نیز وہ بھاسے تو کم نہیں کہ امر کن سے رقم میں مورد اور خوش گفتار جانور بن جاتے تھے۔ (چونکہ ہندون میں مندر ہوائی غالب ہوتا ہے اسلئے مولانا نے مور کا مادہ ہوا قرار دیا و انرا علم) تو عاشق کیون نہ زندہ ہو جاوے نیز وہ آگ سے تو کم نہیں کہ وہ یا ناس کو قوتی بدد آدسلا مٹا علی ابراہیم سن کر غلیل کے لئے بلوغ بن جاتی ہے نیز وہ گڑی سے تو کم نہیں کہ وہ مافوت فرعون کیلئے حکم خداوندی اڑھائے مکروہ بن جاتی ہے نیز وہ ہراڑ کے پتھر سے تو کم نہیں جس نے ایک اونٹنی جن دی جس سے ایک اور اونٹنی پیدا ہوئی اچھا سب کو چھوڑو آخر وہ عدم ہے تو کم نہیں جس سے ایک عالم پیدا ہوا اور برابر پیدا ہوتا رہتا ہے جبکہ یہ صورت ہے تو پھر عاشق کا زندہ ہو جانا کیا تعجب ہے۔ ہاتھ صوم عاشق حق سبحانہ کا خیر خواہ ہے حرکت کی اور ادٹھا اور ترپا اور خوش بایک دوم تہ وجد میں گھوما اور پاؤں میں گر پڑا اوس کا چہرہ کیلئے بہت خوش ہوا اور بھول کی طرح کھل گیا اور وصال میں پہونچکر قید فراق سے چھوٹ گیا۔

## شرح شبیری

معشوق کا اپنے بیہوش عاشق کو نوازنا تاکہ وہ بیہوش میں آجائے

باز گرم جانب صدر جہان در نوازش عاشق خود را نہان

یعنی میں بچہ صدر جہان کی طرف لوٹتا ہوں کہ اوس نے اپنے عاشق بیہوش کو نوازا۔

برگر نقش سر نہاد اندر کنار بر رخساری کرد اشک تر نثار

یعنی اوس کا سر لیکر گود میں رکھا اور اوس کے چہرہ پر تر آنسو نثار کئے۔

می کشید از بے ہوشی اش در بیان اندک اندک از گرم صدر جہان

یعنی صدر جہان اوس کو تھوڑا تھوڑا گرم کی وجہ سے بیہوشی سے بیان میں لا رہا تھا۔ یعنی چاہتا تھا کہ بولے

بانگ زدور گوش او شد کئے گدا زرنثار آور دمت دامن کشا

یعنی اوس بادشاہ نے اوس کے کان میں آواز دی کہ گدا میں تیرے پاس سونا نثار کر کے کیلئے لایا ہوں

و امان کھول (زرنثار سے مراد صدر جہان کے الطاف و گرم ہونا)۔

جان تو کا ندر فراتسم می طلبد چونکہ زہار شرسیم چون رسید  
 یعنی تیری جان میرے فراق میں تڑپ رہی تھی تو جبکہ میں اوس کے پاس جلدی سے پہونچا کیون جھاگ گئی۔  
 اے بدیدہ در فراتسم گرم و سرد باخود آ از بے خودی و باز گرد  
 یعنی اے میرے فراق میں گرم و سرد کو دیکھے جو بے خودی سے خودی میں لوٹ آ آگے ایک مثال دیتے ہیں۔  
 مرغ خانہ اشترے را یخزد رسم ہمانش بخانہ می برد  
 یعنی ایک خانگی مرغ ایک اونٹ کو بے عقلی کی وجہ سے اوس کی رسم ہمانی کی وجہ سے گھر لیجاتا ہے۔  
 چون بخانہ مرغ اشتر پانہاد خانہ ویران گشت و سقت اندر قتاد  
 یعنی جب مرغ کے گھر میں اونٹ نے پاؤں رکھا تو گھر ویران ہو گیا اور چھت گر پڑی۔  
 خانہ مرغ ست عقل و ہوش ما ہوش صالح طالب ناقہ خدا  
 یعنی بہار عقل و ہوش مرغ کا گھر ہے اور نیک ہوش ناقہ خدا کے طالب ہیں۔ (ناقہ سے مراد عشق ہے)  
 ناقہ چون سر کرد در آب و گلشن نے گل آ بجا ماندوے جان و دانش  
 یعنی ناقہ نے جب تلخ کیا اوس (ہوش) کے آب گلشن نے گل آ بجا ماندوے جان و دانش  
 جاہل ست او اندین مشکل شکار می کشد خرگوش شیرے در کنار  
 یعنی اس مشکل شکار میں وہ جاہل ہے کہ خرگوش ایک شیر کو گود میں لیتا ہے۔  
 کے کنار اندر کشیدے شیر را گردانستے و دیدے شیر را  
 یعنی شیر کو بگود میں لے سکتا تھا اگر شیر کو جانتا اور دیکھ لیتا۔  
 ظالم است او بر خود و بر جان خود ظلم بین کز عداہ گوی بزد  
 یعنی وہ اپنے اوپر اور اپنی جان پر ظالم ہے ظلم دیکھو کہ انصافوں سے صحبت لے جا رہا ہے۔  
 جہل او مر علم را استاد ظلم او مر عداہ را شہر شاد  
 یعنی اس کا جہل علموں کا استاد ہے اور اوس کا ظلم انصافوں کے لئے رہبر ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص  
 عشق حق کیلئے اپنے آپ کو قربان ہے وہ بظاہر گویا کہ اپنے اوپر ظلم کر رہا ہے کیونکہ جب عشق آدیکھتا تو وہ اوس کو فنا اور  
 نیست و نابود کر دیتا۔ اور اوس نے جہاں بڑی چیز کو اپنے اوپر لے لیا ہے اوس کی وجہ سے کہ اوس کو عقل و  
 و جلال حق کی پوری طرح خبر نہیں لیکن اوس کا یہ ظاہری ظلم لاکھوں انصافوں سے بہتر ہے اور اوس کا یہ جہل  
 لاکھوں علموں سے برتر ہے آگے صدر جہان کا مقلد ہے۔  
 دست او بگرفت کاین رفتہ و گشت انگھے آید کہ من دم بخشش

یعنی صدمہ جہاں نے اوس کا ہاتھ پکڑا کہ اوس کا یہ سانس گیا تھا اوس وقت آدھے گھٹک میں اوس کو سانس بخشوں گا

چون بمن زندہ شو داکں مردہ تن جان من باشد کہ رو آرد بمن  
یعنی جب وہ مردہ تن میری وجہ سے زندہ ہو گا تو گویا کہ وہ میری جان ہوگی جو کہ میری طرت متوجہ ہوگی۔  
من کنم اور ازین جان مختشم جان کہ من مختشم بہ بمن بخششم  
یعنی میں اوس کو اس جان سے باخوکت کروں گا اور جو جان کہ میں بخشوں گا وہ میری بخشش کو دیکھے گی مطلب یہ کہ اوس کے پہلے ہر شے جو اس تو جاتے رہے اب جو ہوش میری وجہ سے آدینکے اوس سے میری بخشش اور الطاف و کرم کو دیکھے گا بس اسی طرح جب حق تعالیٰ بندہ کو خود بصیرت عطا فرماتے ہیں تو بندہ اوی بصیرت سے عظمت و جلال حق کا مشاہدہ کرتا ہے ورنہ اوس کے قوی اس مت ابل کہاں۔

جان نا محرم نہ ملیت در دلی دوست جز ہماں جان کامل و از کوئی دوست  
یعنی نا محرم جان محبوب کے چہرہ کو نہیں دیکھ سکتی سوائے اوس جان کے کہ اوس کی اصل اوی کو ہے جو۔  
دروم قصاب و ارا میں دوست را تا ہلد آن مغز لغزش پوست را  
یعنی میں قصاب کی طرح اس دوست کے اندر چھونکوں گا تاکہ اوس کا وہ مغز عمدہ کمال کو چھوڑ دے مطلب یہ کہ قصاب کمال کے اندر چھونکارتے ہیں تاکہ جو جان باقی رہی ہے وہ بھی نکل جاوے تو اسی طرح وہ بھی کہتے ہیں کہ ہم اوس کے اندر روح چھونکتے ہیں تاکہ اوس کی یہ نفس جان اس ناست کو چھوڑ کر ہماری طرف متوجہ ہو  
گفت ای جان پیسہ از بلا وصل را ما در کشا دیم الصلا  
یعنی فرطے ہیں کہ اے جان جو کہ بلا کی وجہ سے بھاگی ہوئی ہے ہم نے وصل کے لئے دروازہ کھول دیا ہے  
آؤ مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ اے وہ جان جو کہ ہمارے عشق میں مبتلا ہو کر اپنے کو کھو چکی ہے اب ہم نے وصل کیلئے دروازہ کھول دیا ہے آؤ وصل حاصل کرو۔

اے خود ما بخود می دوستیت لے زہمت ما ہمارہ ہستیت  
اے وہ شخص کہ ہمارا وجود تیری بخود می دوستی ہے اور ہماری ہستی کی وجہ سے ہمیشہ تیری ہستی ہے۔  
باتو بے لب این زمان من فو بنو ما ز ہائے کہنہ می گویم شنو  
یعنی تیرے ساتھ میں اس وقت بے لب کے فو بنو بنے رازوں کو کہتا ہوں شن۔  
نا نکر آن بہا ازین دم می رمد بر لب جوئے نہاں بر می دمد

یعنی اس لئے کہ وہ لب اسی دم سے پیدا ہوتے ہیں اور پوشیدہ اندکی کے کنارہ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ہم تم سے اسی زبان ظاہری سے کچھ باتیں بیان کرتے ہیں اسکے ذریعے تمہارے قلب پر ظلم اور فتنہ طاری ہو گا۔  
 گوشش بیگوشی دریندم بہر کشا بہر راز یفعل اللہ ما یشاء  
 یعنی بے سنسنے کے کان اللہ را بشار کے راز کے واسطے کھولے مطلب یہ کہ اون رازوں کے لئے یہ ظاہری کان بھی کافی نہیں ہیں اون کے لئے بھی گوشش قلب کی ضرورت ہے۔

چوں صلائے وصل بہنیزین گرفت اندک اندک مردہ جنبیدین گرفت  
 یعنی جب وصل کی آواز سننا شروع کی تو مردہ نے تھوڑا تھوڑا ہلنا شروع کیا یعنی جب اوس عاشق نے سنا کہ وصل محبوب کا وقت قریب ہے تو اسکے ہوش و حواس کچھ درست ہوئے اور اس نے ہلنا شروع کیا اور لانا لانا کرنے لگا کہ کم از خاکست کز عشوہ صبا سبزہ پوشد سر بر آرد از فنا  
 یعنی وہ (عاشق) خاک سے تو کم نہیں ہے کہ خاک نے (صبا کے عشوہ کی وجہ سے سبزہ پہن لیا۔  
 کم ز آب لطف نبود کز خطاب یوسفان ز ایندخ چوں آفتاب  
 یعنی وہ لطف کے پانی سے کم نہیں کہ خطاب (حق) کی وجہ سے یوسف پیدا ہوتے ہیں (جن کے) چہرے آفتاب کی طرح ہوتے ہیں۔

کم ز بادے نے کہ شد از امر کن در رحم طاؤس و مرغ خوش سخن  
 یعنی وہ بچے سے کم نہیں ہے کہ جیسے کہ گئی وجہ سے رحم کے اندر ہوا مرغ خوش آواز دینا ہو گئے۔  
 کم ز ناسے نیست کز امر سلام گلستان شد بر خلیل خوش کلام  
 یعنی وہ آگ سے تو کم نہیں ہے جو کہ امر حق کی وجہ سے خلیل خوش کلام پر گلستان ہو گئی تھی۔

کم ز جو بے نیست در دفع عدو گشت اثر در ہائے منکر ز امر تو  
 یعنی گزری سے تو کم نہیں کہ وہ دشمن کے دفع کرنے میں ایک اثر دہائے ہیبت ناک ہو گئی تھی۔

کم ز سنگ کوہ نبود کز ولاد ناوہ کان ناوت نہاوت زلزلہ زاد  
 یعنی پہاڑ کے پتھر سے تو کم نہیں ہے کہ ولادت کی وجہ سے اسے ایک ایسی آوٹھی جی کہ جبل ڈھلنے لگی ایک بچہ جانا  
 مطلب یہ کہ جب محبوب کی آواز سے اوس کے حکم سے یہاں چیزوں میں جان پڑ جاتی ہے اور وہ جہازوں جیسا کام کرنے لگتی ہیں تو اگر اوس شخص کو محبوب کی آواز سے ہوش آگیا تو کیا تعجب ہے آگے مولانا سناتے ہیں۔

زین ہمہ بگذرنہ آن مایہ عدم عالمے زاد و بزیاید دم بدم

یعنی ان سب کو چھوڑ دیا اوس مایہ عدم نے ایک عالم کو نہیں جتنا ہے اور ہر گھڑی جن رہا ہے مطلب یہ کہ ان چیزوں کے ہاں نہ رہا جاتے سے کیوں تعجب کرتے ہو جبکہ سارا عالم ہر لمحہ سے موجود ہوا ہے تو یہ بھی اسی عدم کی حالت میں موجود ہو گئے۔

برجمید و بر طمید و شاد و شاد  
یعنی کودا اور تڑپا خوش نہ ایک چکر لگا کر سجدہ میں گر پڑا۔

بشکفید از روے او و شاد شد  
یعنی اوس (صدر جہاں) کے چہرہ کی دم سے کھل گیا اور خوش ہو گیا اور وصال (کی حالت) میں سجدہ کی قید سے آزاد ہو گیا۔

### شرح حبیبی

گفت اے غمخوارے حق جان را مطلق  
اے سہرا فیل قیامت کا عشق  
اولین خلعت گر خواہی داد نم  
گر چہ میدانی بصورت حال من  
صدر جہاں بار اے صدر فرید  
آن سیمین تو و آن اصغائے تو  
آن نیوشیدن کم و بیش مرا  
قلب ہائے من کہ آن معلوم تست  
ہر گشت تلخ و شوخ غمرہ  
اولاً بشنو کہ چون ماندم دست  
ثانیاً بشنو کہ اے صدر رودود  
ثالثاً نماز تو بیرون رفتہ ام  
رابعاً چون سوخت مارا مزہ  
خامساً از ہجرت اے صدر جہاں  
سادساً از شش ہجرت بلوئے تو

شکر کہ با د آدمی زان کوہ قاف  
اے تو عشق عشق وے دلخواہ عشق  
گوش خواہی کہ بنی بر روز نم  
بندہ پرورد گوش کن اقوال من  
زار زوے گوش تو جو شمشیر پید  
وان بسمہائے جان افزائے تو  
عشوہ حبان بداندیش مرا  
پس پذیرفتی تو چون نقد در دست  
حلہا در پیش حلت ذرہ  
اول و آخر ز پیش من چبت  
کہ بسجتم ترا ثانی بنود  
گوئیائے ثالث ثلثہ گفتہ ام  
می ندانم خامسہ از رابعہ  
از حواس خمسہ بودم در زیاں  
گوئیایا بارید بر من عنسم دو تو

سایح از ثامن ندائتم ضا لہ ام  
 ہر کجا یابی نو خون بر خاک ہا  
 گفت من رعوت این بانگ حنین  
 من میان گفت و گریہ می تنم  
 گر بگویم فوت میگردد بکا  
 می فت از دیدہ خون دل شہا  
 این بگفت و دیدہ در شد آن نحیف  
 از دلش چندان بر آمد ہائے وہو  
 خیرہ گویاں خیرہ گریاں خیرہ خند  
 شہر ہم ہمرنگ او شد اشک یز  
 آسمان می گفت آندم ہا زمین  
 عقل حیلان کہ چہ عشق مست و چہ حال  
 چرخ بر خواندہ قیامت نالیا  
 خون بھی گرید فلک از نالہ ام  
 پے بری باشد یقین از چشم ما  
 زایر خواہد تا سبارد بر زمین  
 یا بگریم یا بگویم چون کبسم  
 و ر بگریم چون کنم شکر و ثنا  
 بین چہ افتادہ است از دیدہ مرا  
 کہ برو بگریست ہم دون ہم شریف  
 حلقہ کرد اہل بخارا گر داد  
 مرد وزن خورد و کلاں حیلان شدند  
 مرد وزن در ہم شدہ چنان رست خیز  
 گر قیامت رانیدستی بہ بین  
 کہ نسراق اعجب تر یا وصال  
 تا مجستہ بر در دیدہ جامہ را

عاشق نے پاؤں سے اٹھ کر کہا کہ لے لے نایاب زمانہ اور لے کہہ جان خدا کا شکریہ ہے کہ تو کہہ قات  
 فراق سے واپس آیا اور اے معشر عشق کے اسرافیل اور عشاق کو زندہ کرنے والے اور لے وہ شخص کہ  
 جس پر عشق بھی عاشق ہے اور لے عشق کے مطلوب پہلا خلعت جو آپ مجھے عطا فرمائیں وہ یہ ہونا چاہیے  
 کہ آپ میرے منہ سے کان لگا لیں تاکہ میں الم فراق کو بیان کر کے دل کی بھڑاس نکالوں۔ گو آپ صفائی  
 باطن سے میری حالت جانتے ہیں مگر میری زبان سے سن لیجئے۔ سنئے لاکھوں مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ اس  
 آرزو میں کہ آپ میری بات سنیں میرے حواس باختہ ہو گئے ہیں آپ کا شننا اور کان لگا کر متوجہ ہونا  
 اور آپ کا جان افزا تبسم اور آپ کا میری سمولی سی سمولی بات کو سننا جو محض میری جان بندانہ لیش کا  
 درد کو کھاتھا جس کے ذریعہ سے وہ آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی تھی اور یہ کہ آپ نے میرے ان نقائص  
 کو جو آپ کو معلوم ہیں بسا اوقات غریبوں کی طرح قبول فرمایا ہے اور یہ کہ ایک گستاخ اور مغرور شوخ  
 کیلئے۔ اور دن کے علم آپ کے علم کے مقابلہ میں ایک قرہ ہیں یہ تمام باتیں مجھے اس در خواست  
 پر جرأت دلاتی ہیں اچھا سنئے اول تو یہ بات ہے کہ جب سے میں آپ کے جال سے نکلا ہوں مجھے آگے  
 پیچھے کی کچھ خبر نہ رہی۔ دوم یہ کہ میں نے بہت کچھ ڈھونڈھا اور سر مارا مگر آپ کا ثانی نہ ملا۔ سویم یہ کہ

جب سے میں آپ کے پاس سے گیا ہوں میں ایسا ہو گیا تھا جیسا کہ کافر نصرانی کہ مطلوبیت میں آپ کا  
 شریک نہیں آیا۔ چہارم یہ کہ جب سے میری خرمین جان پر بجلی گری ہے اور آپ سے جدا ہوا ہوں مجھے  
 کچھ خبر نہ رہی حتیٰ کہ چوتھے اور پانچویں میں امتیاز دہ رہا۔ پنجم یہ کہ آپ کے ہجر میں میرے حواس خمسہ  
 معطل ہو گئے۔ ششم یہ کہ بدول آپ کے دیدار کے شش جہت سے مجھ پر غم کی موسلا دھار بارش  
 ہوتی تھی میں بالکل بے خبر تھا۔ اور مجھے ساتویں اور آٹھویں میں تیز بھتی۔ میرے نالوں پر آسمان خون  
 روتا تھا۔ جہاں کہیں آپ کو زمین پر خون ملے گا تو جبکہ آپ کھوج لگائیں گے تو یقیناً وہ میری آنکھ کا خون  
 ثابت ہو گا۔ میری یہ گفتگو اور یہ آواز گریہ ناک رعد ہے جو اب کو چاہتی ہے کہ زمین پر برسے یعنی مجھے اس  
 بیان سے رونا آتا ہے اب میں گفتگو اور رونے کے درمیان پھنسا ہوا ہوں۔ گفتگو کروں یا رڈوں کیسا  
 کروں اگر میں گفتگو کرنا ہوں تو رونا جاتا ہے اور اگر رڈوں تو آپ کا شکراہ آپ کی تعریف کیونکر کروں  
 میری آنکھوں سے خون دل بہتا ہے لیجئے دیکھئے یہ کیا گرا یہ کہہ کر زار زار رونا شروع کیا اور یوں رو یا کہ  
 اوس کے رونے پر لونی واقعی سب روتے تھے اور اوس کے دل سے اس قدر نالہ و فغاں نکلے کہ نام  
 اہل بخارا اوس کے گرد جمع ہو گئے زبان سے بے نگینی باتیں کرتا تھا آنکھوں سے بے حد روتا تھا اور کبھی  
 بے انتہا ہنسنا تھا غرضیکہ عجیب حالت تھی جس کو دیکھ کر سب لوگ حیران تھے شہر کے لوگ بھی اوس کی طرح  
 روتے تھے اور عورتیں اور مرد سب گٹھڑ ہو گئے تھے اور قیامت کی سی حالت ہو گئی تھی آسمان ہزبان  
 حال زمین سے کہہ رہا تھا کہ اگر تو نے قیامت نہیں دیکھی تو لے یہ دیکھ لے۔ عقل حیران تھی  
 کہ اس کا عشق اور اس کی حالت کس قدر عجیب ہے۔ اور سوچتی تھی کہ اس کا فراق عجیب تر ہے  
 یا وصال۔ آسمان قیامت نام پڑھ رہا تھا اور اوس کے ایک ایک واقعہ کو اس پر منطبق کر رہا تھا۔  
 یہاں تک کہ کہکشاں نے کپڑے پہاڑ ڈالے تھے۔

## شرح شیری

بیہوش عاشق کا ہوش میں آنا اور محبوب کی ثنا اور شکر کرنا

گفت لے عنقائے حق جان را مطاف شکر کہ ہاز آدمی زبان کوہ قاف

یعنی عاشق نے کہا کہ لے حق کے عنقا اور جان کے طواف کی جگہ شکر ہے کہ آپ اوس (استغناء کے) کوہ قاف  
 سے واپس آگئے مطلب یہ کہ عاشق کہتا ہے کہ مجھ پر خدا کا شکر ہے تمہاری وہ حالت بے اعتنائی اور استغناء

کی گئی اور مجھ پر مہربان ہوئے۔  
 اے سرفیل قیامت گاہ عشق اے تو عشق عشق دلے دلخواہ عشق  
 یعنی اے عشق کے قیامت گاہ کے امرا فیل اے وہ شخص کہ تم عشق کے مشوق ہو اور اے محبوب عشق۔  
 اول امین خلعت کہ خواہی داد تم گوش خواہم کہ نہی بر روز دم  
 یعنی اول خلعت جو آپ مجھے دیں گے وہ یہ چاہتا ہوں کہ آپ میری بات پر کان رکھیں مطلب یہ ہے کہ  
 وہ اپنے محبوب کو خطاب کر کے کہہ رہا ہے کہ وہ شخص جو کہ عشق کی قیامت کے وقت مرد و کونزدہ  
 کرنے والا ہے میں چاہتا ہوں کہ سب سے اول انعام جو مجھ پر ہو وہ یہ ہو کہ آپ میری باتیں سن لیں۔  
 گرچہ میدانی بصفوت حال من بندہ پرور گوش کن اقبال من  
 یعنی اگرچہ آپ بزرگدگی کی وجہ سے میری حالت کو جانتے ہیں (مگر) اے بندہ پرور میری باتوں کو سن لیں  
 صدر ہزاران بار اے صدر فرید زار زوئے گوش تو ہوشم پرید  
 یعنی اے صدر یکتا لاکھوں دفعہ تیرے کان کی آرزو میں میرے ہوش اڑ گئے ہیں۔ مطلب یہ کہ مجھے  
 جہانی میں جب تیرا میری باتوں کو سنانا یاد آیا ہے تو میرے ہوش اڑ گئے ہیں۔  
 آن سمیعے تو آن صنعائے تو وان تبسمہائے جان افزائی تو  
 یعنی تیرا وہ سنانا اور تیرا وہ کان لگانا اور وہ تیرے جان کے بڑھانے والے تبسم۔  
 آن نیوشیدن کم و بیش مرا عشوہ جان باندیش مرا  
 یعنی وہ میرے کم و بیش کو سنانا اور میری جان باندیش کے مکروں کو سنانا۔  
 قلب ہائے من کہ آن معلوم گشت پس پذیرفتی تو چون نقد درست  
 یعنی میرے دل کہہ توں کو جو تجھے معلوم ہیں تو نے بہت مرتبہ مثل عدہ کہہ کے قبول کیا ہے۔  
 بہر گستاخے و شوخ غتوہ حلہا در پیش حلت درہ  
 یعنی گستاخی اور عاشق کی شوخی کے واسطے تمام علم تیرے علم کے سامنے ایک درہ ہیں۔ مطلب یہ  
 کہ عاشق کی شوخی اور گستاخی کے برداشت کرنے کیلئے تمام علم کافی نہیں ہیں مگر تیرے علم نے انکو  
 سمجھ برداشت کیا ہے تو اور حسب علم تیرے علم سے گھٹے ہوئے ہیں۔  
 اولاً بشنو کہ چون نامزد گشت اول و آخرز پیش من چیت  
 یعنی اول تو سن کہ جب میں کند (خدمت) سے جہا بھا تو اول و آخر میرے آگے سے جانا رہا۔ مطلب  
 یہ کہ جب میں آپ کی خدمت سے جہا ہوا ہوں مجھے اول و آخر کی کچھ خبر نہیں رہی۔



ثانیاً بشنو تو اسے صدر و دود کہ جسے جستم ترشائی نمود  
یعنی اسے صدر محبوب دوسری بات یہ سن کہ میں نے بہت ڈھونڈھا مگر تیرا کوئی ثانی نہیں تھا۔  
ثالثاً تا از تو بیرون رفته ام گوینا ثالث ثالثہ گفتہ ام  
یعنی تیسرے یہ کہ جب سے تیرے پاس سے گیا ہوں گویا ثالث ثالثہ کہا ہے میں نے مطلب یہ کہ چونکہ آپ  
میرے اصلی محبوب ہیں اور میں آپ سے جدا ہو کر دوسری جگہ گیا تو ایسا ہو گیا جیسا کہ نصاریٰ محبوب  
حقیقی کو چھوڑ کر محبوبان مجازی کی طرف التفات کرتے ہیں۔

رابعاً چون سوخت مارا ز رمہ می ندانم خامسہ از را بعہ  
چوتھے یہ کہ جب ہماری (قرب) کی کھیتی جل گئی تو میں پانچویں کو چوتھے سے نہیں جانتا مطلب یہ کہ جب  
آپ کا قرب چاہا رہا تو پھر مجھے اس قدر بخود ہی نے گھیرا کہ مجھے چاروا پنجے میں بھی امتیاز نہ رہا۔  
خامساً و سبب است ای صد جہاں از حواس خمسہ بودم در زیان  
اور پانچویں ایے صد جہاں تیری جذباتی ہیں جو اس خمسہ سے نقصان میں تھا۔  
سادساً از شش جہت بے دوستی گوینا بارید بر من غم دو تو  
یعنی چھ شش جہت سے بے چہرہ تیرے کے گویا کہ مجھ پر دو ہوا غم برسا۔

سابعاً از ثامن ندانم ضالہ ام خون بھی گرید فلک از نالہ ام  
یعنی ساتویں کو آٹھویں سے نہیں جانتا گمراہ ہوں اور فلک میرے نال کی وجہ سے خون روتا ہے مطلب  
یہ کہ میرے نال کا اثر آسمان تک پہنچا۔

ہر گنجایابی تو خون بر خاک کہا بے بری ہا شد یقین از چشم ما  
یعنی جس جگہ کہ تو خاک پر خون پاؤ گنا یقیناً ہماری آنکھ سے نشان لے جاوے گا۔ یعنی جہاں کہیں  
خون پڑا سہا دیکھو گے کم کو معلوم ہو جاوے گا دیکھا کہ ہم اور ہری کو روئے ہم سے گئے ہیں۔

گفت من رعد است این بانگ جنیں زابر خواہد تاب بار و بر زمین  
یعنی میری باتیں اور یہ آوازیں رعد ہیں اور بار سے چاہتی ہیں کہ زمین پر بار سے مطلب یہ کہ جب میں باتیں  
کر تا ہوں تو مجھے رونا آتا ہے اور ان باتوں کا تقاضا ہوتا ہے کہ میں خوب ر دوں۔

من میاں گفت و گریہ می کنم یا بگریم یا بگوریم چون کنم  
یعنی میں ماننے اور گفتگو کرنے کے درمیان میں کھینچ رہا ہوں کہ ر دوں یا باتیں کروں کیا کروں۔  
گر بگویم فوت می گرد و بکا و بگریم چون کنم شکر دینا

یعنی اگر باتیں کرتا ہوں تو رونافوت ہوا جاتا ہے اور اگر مدعا ہوں تو تعریف اور شکر کی طرح کروں۔  
 میفت ملا دیدہ خون دل شہباز  
 بین چہ افتادہ سمت از دیدہ مرا  
 یعنی اے بادشاہ آنکھوں سے خون گہرا ہے دیکھو میری آنکھوں سے کیا گہرا ہے۔

این گفت و گریہ در شد آن خمیف  
 کہ برو بگریست ہم دون ہم شریف  
 یعنی یہ کہا اور وہ خمیف رونے میں ہوا اس طرح اگر اس پر کہینہ بھی روئے اور شریف بھی۔  
 از دلش چندان برآمد ہائے و ہوا  
 حلقہ کرد اہل بخت را گرد او  
 یعنی اس کے دل سے اس قدر ہائے و ہوا نکلی کہ اہل بخت اس کے گرد حلقہ لگا لیا۔

خیو گویان خیو گریاں خیرہ خند  
 مردوزن خورد و کلاں حیران شدند  
 یعنی بے ڈھنگا کہنے والا اور بے ڈھنگا رونے والا اور بے ڈھنگا ہنسنے والا عورت و مرد چھوٹے اور بڑے حیران ہوئے۔  
 شہر ہم ہمرنگ او شد اس شک ریز  
 مردوزن در ہم شدہ چون رستخیز  
 یعنی تمام شہر بھی اسی کی طرح رونے والا ہو گیا عورت اور مرد آپس میں قیامت کی طرح طے ہوئے۔ مطلب  
 یہ کہ جس طرح قیامت میں کسی کو ایک دوسرے کی خبر نہ ہوگی اسی طرح سب کے سب اس کے دیکھنے میں  
 لگے ہوئے تھے کسی کو ایک دوسرے کی خبر نہ تھی۔

آسمان می گفت آندم باز بین  
 کہ قیامت را ندیدیستی بہ بین  
 یعنی آسمان اسوقت زمین سے کہہ رہا تھا کہ اگر تم نے قیامت کو دیکھا ہو تو دیکھو۔

عقل حیران کہ عشق مست و بے حال  
 کہ فراق او عجب تر یا وصال  
 یعنی عقل حیران تھی کیسے عشق ہے اور کیا حال ہے کہ فراق اس کا زیادہ عجب ہے یا وصال مطلب یہ کہ  
 عقل کہتی تھی کہ یہ فراق میں بھی رو تا ہی پھر تا تھا وصال میں بھی رو رہا ہے تو کوئی حالت زیادہ عجب ہے۔  
 چرخ بر خواندہ قیامت نامہ را  
 تا مجسمہ بر در یدہ جامہ را  
 یعنی آسمان قیامت نامہ کو پڑھ رہا تھا اور کہکشان تک کپڑے پہنا رہے تھے۔ (ان کے کوٹا ناپا لیں)۔

## شرح حبیبی

باد و عالم عشق را بیگانگی ست  
 و اندران ہفتاد و دو دیوانگی ست  
 سخت بہداشت و پیدا چرخ  
 جان سلطانان جان در حشر  
 غیہ ہفتاد و دو ملت کیش او  
 سخت شاہان تختہ بندی پیش او

مطب عشق این زند وقت سماع  
پس چہ باشد عشق در بانی عدم  
بندگی و سلطنت معلوم شد  
کاشکے سستی ز بانے داشتے  
ہر چہ گوئی لے دم ہستی ازان  
آفت اداک آن حالت قال  
من چو با سودا ییانش محرم  
سخت مست و بنجود و آشفته  
بان و بان ہشدار برناری دی  
عاشق و مستی و یکشاہ زبان  
چون زرا زونا ز او گوید زبان  
ستر چہ در پنبہ و پشم آذرست  
چون بگویشم تا سرش نہال گم  
زعم انہم گیرم او ہر دو گویش  
گویش ز را کہ چہ ہر دو شیدہ  
گوید او مجبور ہستم است این ششم  
گویش زان پیش کہ گردی گرو  
گوید از جام لطیف آشام من  
چون بیاید شام و دزد و جام من  
زان غب بہبہ دنام نمی دمام

بندگی بند و خداوندی صداع  
در شکستہ عقل را آنجا قدم  
زین دو پردہ عاشقی مکتوم شد  
تا ز مستان پروہا برداشتے  
پردہ دیگر برو بستی بدان  
خون بخون شستن بحال ہست و محال  
روز و شب اندر نفس درمی دم  
دو شہرے جان بر چہ پہلو خفتہ  
اولا بر چہ طلب کن محرمی  
اللہ اللہ اشتہ بر نرد بان  
یا جمیل استر خواند آسمان  
تو بھی پوشیش اور سوا ترست  
سر بر آرد چون علم کانیک منم  
کائے مدح جو نشی پوشی ہوش  
ہمچو جان پیدا می و پوشیدہ  
چوں مے اندر بزم خدبک می ترنم  
تا نیاید آفت سستی برو  
پایہ روزم تا نماز شام من  
گویش وادہ کہ تا مدت شام من  
زانکہ سیری نیست بخور را دمام

(تنبیہ) ان اشعار کی تشریح میں حضرت مجدد الملت والدین کی ایک تحریر ہے جو کہ شرح شبیری میں  
درج ہے۔ مگر میں نے انکی شرح دوسرے عنوان سے کی ہے تاکہ اس عنوان سے بھی واقفیت ہو جاوے  
اور فائدہ تام ہو بسا سنو کہ۔ یہاں سے مولانا صفات عشق بیان کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں عشق بھی  
عجیب چیز ہے کہ تمام دنیا سے نرالا ہے کہ اس کے آثار دیگر موجودات کے آثار سے نہیں ملتے۔ عالم میں  
اگر کسی میں ایک قسم کی دیوانگی ہوگی تو اس میں بہتر طرح کے جنون ہیں۔ ایک صفت اس کی یہ ہے کہ  
ذاتاً نہایت مخفی ہے مگر حیرت اس کی ظاہر ہے اور ایک وصف اس کا یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کو بھی باوجودیکہ  
وہ سلطانان جہان ہیں اوس کی تمنا ہے اور وہ اس سے مستغنی نہیں ایک بات اس میں یہ ہے کہ اوس کا

سلک تمام مذاہب و مذاہب سے جداگانہ ہے مثلاً سخت شاہی اوس کے نزدیک ایک قید ہے اور کسی سلک میں نہیں اگر ہو تو ضرور اس میں اس کی آمیزش ہوگی اور یہ اوس کا مقصد ہی ہوگا چونکہ اسکی شان و سب سے نرالی ہے اس لئے مطرب عشق (یعنی خود عشق) اقوالی میں یہ راگ گاتا ہے یعنی زبان حال یہ کہتا ہے کہ تابعیت ایک قید ہے اور مقبوعیت دردِ سری جب مطلق عشق کی یہ حالت پہنچد میں عشق مجازی بھی داخل ہے تو خاص بحرِ عالم غیب یعنی حق سبحانہ کا عشق کیا ہوگا اور اوس کی صفات مختصر کس قدر عجیب ہوں گی سچ تو یہ ہے کہ اس کی حالت تک عقل کی رسائی ناممکن ہے اب مولانا اس کی خفا کی وجہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اصل وجہ خفا کی یہ ہے کہ لوگوں کو بندگی و سلطنت کا حال معلوم ہوا لہذا کسی نے بندگی اختیار کی اور کسی نے سلطنت اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ عشق کو ان دونوں سے نفرت ہے ایک کو وہ قید کہتا ہے دوسرے کو دردِ سری تو وہ ان کے ساتھ جمع نہ ہو سکا لہذا مخفی رہا۔ اور یہ ہر دو اس کا حجاب بن گئیں کسی ہمت اور باخود کی تو کیا مجال ہے کہ وہ اوس کی حالت بیان کر سکے کاش خود بخود ہی کے زبان ہوتی۔ اور وہ خود اپنی حالت بیان کرتی جس کے سبب بخودوں اور بخود عشق کی حالت معلوم ہوتی۔ رہا کلامِ حق کا منشا ہستی ہے اوس سے تو اوس کی حالت پرے سے طور پر منکشف نہ ہوتی بلکہ اس سے اوس کی حالت پر ایک اور پردہ پڑ جاتا ہے اور قال اوس حال کے منافی ہے اس لئے کہ ان کا تعلق ہستی سے ہے پس اوس چیز سے جو کہ ہستی سے تعلق رکھتی ہے اوس حجاب کو دور کرنا جو کہ خود بھی ہستی سے تعلق رکھتا ہے یوں ہی ناممکن ہے جیسے خون کو خون سے دھونا۔ ہاں میں چونکہ اوس کے سودا یوں کا محرم راز ہوں اس لئے اوس کی حالت سے واقف ہوں اور رات دن اوس کی حقیقت کی سمجھنے کی لاطائل کو شش کرتا ہوں۔ مولانا جو میں کہہ رہے تھے کہ میں رازِ عشق سے واقف ہوں مگر پھر ان کو تنبیہ ہوا اسلئے فرماتے ہیں کہ تو نہایت مست اور بخود آشفہ ہے بتاؤ وہی تو رات کس کر ڈٹ سوتا تھا دیکھ خبردار ایک لفظ غنہ سے مت لگانا ایسی ہی اگر ضرورت ہے تو اولاً کوئی محرم راز نکال کر کہہ کر جو جی میں آئے کہہ کر پھر مضائقہ نہیں تو عاشق اور مست ہوا دوسری زبان کھلی ہو کس قدر عجیب اور بے جوڑ بات ہے بھائی بھوک تو اس سے پول ہی حیرت ہوتی ہے جیسے اونٹ کے میٹر می پر چڑھنے سے بھلا اس کے راز و نیاز زبان کیونکر بیان کر سکتی ہے حالانکہ اس کی تسر کی آسمان تعریف کرتا ہے اور پکارتا ہے تو یا جمیل السترو اے خوب پوشیدہ کہہ کر پکارتا ہے یہاں تک تو اخفاے رازِ عشق کی ضرورت بیان کی تھی اب یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اگر بلا اختیار و بلا اضطرار اس کے آثار ظاہر ہو جاویں تو

معنائے نہیں کیونکہ اس کا چھپنا قدرت سے باہر ہے کہ عشق و مشک را نتواں بہ حق اس کو یوں بیان  
فرماتے ہیں کہ اگر کیسا اخفا بھلا کہیں ممکن ہے کیونکہ اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے آگ کو روٹی یا دل  
سے چھپاؤ تو جس طرح کہ وہ اس سے نہ چھپے گی بلکہ اور ظاہر ہوگی یوں ہی تم چاہتے ہو کہ ہم اسے بالکل  
چھپائیں مگر وہ اس سے اور ظاہر ہوتا ہے اب خطاب سے تکلم کی طرف التفات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں  
کہ جب میں اس کو مخفی کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ جھنڈے کی طرح سر بلند کرتا ہے اور کہتا ہے  
تو گو دیکھ لو میں ہوں غرضیکہ وہ میرے منشاء کے خلاف میرے کان پکڑ کر ملتا ہے اور کہتا ہے کہ  
بیہودہ تو مجھے چھپانا چاہتا ہے اچھا لے چھاؤ کیوں تو کیسا چھپانے والا ہے جب میں اس کا غفہ  
دیکھتا ہوں تو بہت الجھا کرتا ہوں ادا کہتا ہوں کہ گو آپ غفہ میں ہیں اور جان کی طرح مخفی ہو کر بھی  
آپ ظاہر ہیں میں اس کا انکار نہیں کرتا ادا نہ آپ کے ظہور کو میں روک سکتا ہوں مگر آپ تشریف  
لے جائیے اور غوطہ اپنے کو مخفی کیجئے اس پر کہتا ہے کہ یہ میرے اختیار میں نہیں میں اگر چاروں میں مجھوں  
ہوں مگر نہ یہ جس میرے ظہور کیلئے مانع ہے اور نہ عدم ظہور میرا اختیار ہے پس میری مثال ایسی  
ہے جیسے شراب شکرے میں مجھوں ہوں اور سر محفوظ تالیاں بجا رہی ہو اگر میں اس کو اس عنوان سے منع کرتا  
ہوں تو اس کا یہ جواب ملتا ہے جو تم سن چکے ہو اور اگر یوں کہتا ہوں کہ دیکھو یہ شیوہ اچھا نہیں ہے  
اس میں مصیبت میں پھنس جانے کا اندیشہ ہے کیونکہ جوش مستی میں میرے منہ سے نامناسب  
باتیں نکلیں گی اور لوگ دشمن ہو جائیں گے اور میرا ضرر خود آپ کا ضرر ہے اور میری دشمنی آپ کی  
دشمنی پس قبل اس کے کہ تم میری مستی کے سبب کسی مصیبت میں پھنسو بہتر یہ ہے کہ جا کر چھپ رہو  
تو جواب یہ ملتا ہے کہ تم ایک لطیف آشام شخص ہو۔ تنگ ظرف اور کم ظرف نہیں ہو لہذا میں  
کسی تنگ ظرف اور کم حوصلہ شخص کے پیرا لکی شراب نہیں بلکہ ایک نہایت نفیس چنے والے کی جا  
کی شراب ہوں۔ اس لئے مجھے اندیشہ نہیں کہ تم اول نول بکو گے لہذا میں نہ مخفی ہو سکتا ہوں اور نہ  
جدا ہو سکتا ہوں۔ میں صبح سے شام تک تمہارے ساتھ رہوں گا یعنی میرا اور تمہارا تو زندگی جھکا ساتھ  
ہے اور موت سے پہلے نہیں نہیں چھوڑ سکتا غرضیکہ میں قوت سے بھی کام لیتا ہوں اور ختمیں بھی کرتا  
ہوں۔ وہ ہسکیاں بھی دیتا ہوں مگر عشق ہے کہ بدون ظاہر ہوئے نہیں رہتا ایسی حالت میں اگر  
افشارے راز ہو جاوے تو مجبوری ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ عشق کہتا ہے کہ میں شام تک تھکے  
ساتھ رہوں گا اور مرتے دم تک تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا میں کہتا تھا کہ تیرا کبھی پیچھا نہ چھوڑوں گا  
شام موت محل پیرا لہ چورانے اور مجھے عشق سے جدا کرنے کی تو میں کہوں گا لایزال ابھی شام

نہیں جوئی اور میرے مرنے کا وقت نہیں آیا کیونکہ عشاق کیلئے موت نہیں ہے  
 ہرگز نہ میرا آئندہ دلش زندہ شد عشق الخ  
 واقعی یہ شراب ایسی چیز ہے کہ اس سے کبھی جی نہیں بھرتا۔ یہ توڑی چیز ہے شراب محکوس سے بھی بادہ  
 گسار میر نہیں ہوتے اس لئے عرب نے شراب کو رام کہا ہے کہ عمار اس سے کبھی میر نہیں ہوتا۔  
 اب مولانا پھر اوصاف عشق کی طرف انتقال کرتے ہیں اور کہتے ہیں  
 عشق جو شد بادہ تحقیق را الخ

## شرح شبیری

باد و عالم عشق را بیگانگی اندر و جفت او دور دیوانگی  
 یعنی عشق کو دونوں عالم سے بیگانگی ہے اس کے اندر بہتر جنون ہیں بہتر سے مراد کثرت ہے یعنی  
 بہت سے جنون ہیں۔ مطلب یہ کہ عشق کے خواص سب موجودات عالم سے نالے ہیں اس میں بے شمار  
 جنون ہیں یہ بیان ہے اس کے بعض خواص کا کہ دونوں عالم کے مصالح کا مخدوش بولہ یہ ہوشی پور  
 ہوشی متعارف سے بھی یہ ہوشی دوسری نوع کی ہے۔

سخت پہنا نست و پیدا چرخش - جان سلطانان جان در خورش  
 یعنی وہ بہت پوشیدہ ہے اور اس کی حیرت ظاہر ہے اور جان کی بادشاہوں کی جان اس کی تمنا  
 میں ہے مطلب یہ کہ عشق میں جو حیرت ہوتی ہے وہ باعتبار اپنی کثرت کے عوام سے پہچان ہے کیونکہ وہ ذاتی  
 ہے اور عوام اس ذوق سے خالی ہیں اور باعتبار بعض آثار کے ظاہر ہے چنانچہ ظاہر ہے اور شاہان جان  
 یعنی انبیاء اور اولیاء اس کے شوق میں ہیں پس حیرت مجازاً بمعنی تمنا کے ہے۔

خیر ہفتاد و دو ملت کیش او تخت شاہان تختہ بندی پیش او  
 یعنی بہتر و نیکوں سے اس کا مذہب جدا ہے اور بادشاہوں کا تخت اس کے سامنے قید خانہ ہے  
 مطلب یہ کہ تمام مذاہب سے الگ اس عشق کا مذہب ہے۔ مذاہب باطلہ سے الگ جو نا تو ظاہر ہے  
 کیونکہ عشق امر حق ہے اور ممکن ہے کہ ہفتاد و دو سے مراد صرف مذاہب باطلہ ہی لئے جاویں اور اگر  
 قطع نظر عدسے تمام مذاہب لئے جاویں تو مذہب حق سے جُدا ہونا اس طرح ہے کہ مذہب کو مقرب  
 اور عقلی ہے اور یہ محبوب اور عالی ہے اور تقابیر دونوں کا ظاہر ہے اور عشق ایسی چیز ہے کہ بادشاہوں کو  
 تخت و تاج اس کے سامنے بجائے جس کے عیسائی کلفت دہ ہے۔

مطلب عشق این زند وقت سماع بندگی بند و خداوندی صدراع  
یعنی سماع کے وقت عشق کا مطلب یہ بجا رہا ہے کہ بندگی ایک قید ہے اور خداوندی دوسرے مطلب  
یہ کہ سماع کے وقت مطلب حقیران حال عشق کی صفت میں یہ کہتا تھا کہ تابعیت تو ایک قید ہے اور متبعیت  
دوسرے چنانچہ ظاہر ہے یعنی عشق دونوں سے ارفع ہے اور اس میں دونوں سے آزادی ہے کہہ سکتے ہیں  
دونوں فرع ہیں محمود ہستی کے اور عشق میں فنا اور ہستی ہے۔  
پس چہ باشد عشق دریاے عدم در شمس عقل را آبخا قدم  
یعنی بس عشق کیا ہے ایک دریاے عدم ہے کہ اس جگہ عقل کے قدم ٹوٹے ہوئے ہیں مطلب یہ کہ اس  
ثابت ہو کہ عشق کیا چیز ہے وہ ایک دریا ہے فنا ہے دریا سے تشبیہ باعتبار محل غرق ہونے کے ہے  
اور جس طرح دریا میں کوئی مائل قدم نہیں رکھ سکتا اس میں بھی عقل شکستہ قدم ہے اور اس کی آویں  
رسائی نہیں چنانچہ فنا کا فوق العقل ہو نا ظاہر ہے۔

بندگی و سلطنت معلوم شد زمین و و پرده عاشقی مکتوم شد  
یعنی بندگی و سلطنت معلوم ہو گئی اور عاشقی ان دونوں پردوں سے پوشیدہ ہے مطلب یہ کہ اس تقریب  
بالا سے بندگی و تابعیت اور سلطنت و متبعیت کا حال معلوم ہو چکا ان دونوں حجابوں سے عشق مکتوم  
ہے کہ وہاں دونوں کا گذر نہیں اسی لئے ان دونوں کو حجاب کہہ دیا اور انھیں دونوں کی کیا تخصیص ہے  
جو علت ان دونوں کی رسائی نہ ہونے کی ہے یعنی ان دونوں کا فرع ہونا ہستی کیلئے اسی علت  
سے جتنی اشیا وجود یہ ہیں سب کا عدم وظل معلوم ہو گیا اسی کو فرماتے ہیں۔

کاشکے ہستی زبانے داشتے تازہستان پر دہا برداشتے  
یعنی کاش ہستی ایک زبان رکھتی تاکہ تمام موجودات سے پردوں کو اٹھا دیتی۔ مطلب یہ کہ بجائے اسکے  
کہ بعض اشیا وجود یہ کا بیان کر رہے ہیں کاش خود ہستی کے زبان ہوتی تو وہ اپنی حقیقت  
بیان کر کے تمام اشیا کی حقیقت خاص اس امر میں بیان کر دیتی کہ عشق تک کسی کی رسائی نہیں  
آگے نہ پاتے ہیں۔

ہرچہ گوئی اے دم ہستی ازالا پردہ دیگر برو بستی بدال  
یعنی اے ہستی کے کلام تو اس عشق سے جو کچھ بیان کرے تو اس پر ایک دوسرا پردہ باندھ دیتا  
ہے جان لے۔ مطلب یہ ہے کہ اس ہستی کے زبان ہونے سے بھی حقیقت عشق کی منکشف نہ ہوتی  
پس بعنوان خطاب فرماتے ہیں کہ اے ہستی کے تکلم یعنی اے ہستی متکلم تو فرضاً عشق کے ادنیٰ خواص کو

کہ وہاں کسی ہستی کا گنہ نہیں جتنا بھی بیان کرے اس سے یہ ہوتا کہ تو اس پر ایک اور حجاب ڈال دیتی یعنی یہ بیان خود ایک حجاب ہو جاتا اور حجاب میں عدم انکشاف ظاہر ہے اور یہ حجاب اس لئے ہو جاتا کہ  
آفت اور اک کا ن قال است محال خون بخون شستن محال است محال

یعنی اور اک کا مانع وہ قال اور حال ہے اور خون کا خون سے نہ ہونا محال ہے مطلب یہ کہ اور اک عشق کی آفت یعنی مانع بھی درجہ نہیں ہیں قال اور حال اور یہ بیان ہستی قال ہوتا اس لئے حجاب ہوتا چنانچہ قال کا مانع ہونا تو ظاہر ہے کہ عشق ایک حال ہے اور قال اس کا مفاد اور حال سے مراد غیر حال عشق ہے جو عشق سے اردن ہے اور ظاہر ہے کہ ادنیٰ کا حصول اور اک اعلیٰ کیلئے کافی نہیں اور عکس کافی ہے اس لئے ایسا حال بھی مانع ہو گا۔ آگے ایک مثال ہے تکلم ہستی کے مانع حجاب ہو سکتے کی بھی جس طرح خون کو خون سے نہیں زائل کر سکتے اسی طرح دوسرے حجب اس حجاب یعنی تکلم ہستی سے زائل ہوتے آگے اسی قال کا کشف عشق کے لئے کافی نہ ہونا بیان کرتے ہیں کہ۔

من چو با سودا سیا نش محرم روز و شب اندر نفس درمی دم  
یعنی میں جب عشق کے سودا کیوں کا محرم ہوں تو رات دن بخود میں بھونک رہا ہوں۔ مطلب یہ کہ میں بوجہ انصاف عشق کے صرف اس کے سودا کیوں یعنی عشاق کا محرم ہوں اور مخاطبین سودا کی عشق نہیں ہیں اس لئے ان کے سامنے قال سے اس کی تحقیق کرنا ایسا ہے جیسا کہ نفس میں بھونکنا یا اپنے عبت ڈالا طائل آگے اس قال میں اپنا کسی قدر مغلوب ہونا اور با وجود اس مغلوبیت کے اس قال کے ترک کا مناسب ہونا بیان کرتے ہیں۔

سخت و مست و نہ بخود و آشفته دوش لے جان بر چہرہ لو خفته  
یعنی تیز اور مست اور بخود اور پریشان ہو رہا ہے تو لے جان توکل کس پہلو پر سویا ہے۔

بان و بان ہشدار برناری دے اولاً بر چہرہ طلب کن محرمے  
یعنی بان بان سنبل کہ تو کوئی آواز نہ نکالے اولاً اودھار کوئی محرم تلاش کر۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس کو خطاب فرما رہے ہیں کہ تو بہت ہی تیز اور مست اور نہ بخود و آشفته ہو رہا ہے جان یعنی اے نفس تو کس پہلو پر سویا تھا کہ تیرے ہوش درست نہیں ہوئے ہاں ہوش کو سنبل اور اس قسم کی ایک بات بھی منہ سے مت نکال بلکہ اولاً اس بیخوشی سے نکل اور کسی محرم کو ڈھونڈ پھر اس سے کہنے کا مضاف نہیں اور علاوہ محرم نہ ہونے کے ایک اور مانع بھی اس قال کا پایا جاتا ہے۔ آگے اس کا بیان ہے کہ۔

عاشق و مستی و بکشاہ زبان اللہ اللہ اشتہرے بر برد بان



یعنی عاشق اور سستی اور زبان کھلی ہوئی اندر اندر ایک اونٹ ہے بیڑھی پر مطلب یہ ہے کہ عاشق ہو کر  
 اور سستی عشق لئے ہوئے اور پھر زبان کھولے ہوئے یہ اجتماع المنا فیین ہے جیسا کہ شتر کا نزدبان پر  
 ہونا عاقلانہ اجتماع المنا فیین ہے آگے اسی قال کا نامناسب ہونا دوسرے عنوان سے بیان کرتے ہیں کہ۔  
 چون ز راز و ناز او گوید زبان یا جمیل الستر خواند آسمان  
 یعنی جبکہ عشق کے راز و ناز کو زبان بیان کرتی ہے تو آسمان یا جمیل الستر بڑھتا ہے مطلب یہ کہ جب  
 عشق کے اسرار و اطوار زبان قال ظاہر کرتی ہے تو آسمان بھی جبکہ صعود عمل کے وقت اوس پر طلوع ہوتا  
 ہے اس اظہار قال سے تو حش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے یا جمیل الستر استرہ یعنی اسے ستار حسن الستر  
 اس را کہ پوشیدہ کر دیکھے اور اس قائل کے قلب میں سکوت کا القاد کر دیکھے یہاں تک ہولانے حکیمانہ  
 رائے دی ہے کہ اس کا اخفا کرنا چاہئے آگے آثار عشق کا آثار حکمت پر غلبہ ہو گیا ہے اوس غلبہ اور حش  
 میں کہتے ہیں کہ۔

ستر چہ در پشیم و پینہ آدرست تا ہی پوشیش او پیدا ترست  
 یعنی چھپانا کیسا کہ اون اور روئی میں آگ ہے جتنا کہ تو اوس کو چھپاتا ہے وہ زیادہ ظاہر ہے۔  
 چون بکوششم تا سرش پہناں کنم سر بردار و چون علم کا نیک منم  
 جب میں کوشش کرتا ہوں کہ اوس کے مجید کو پوشیدہ کروں تو وہ علم کی طرح سر نکالتا ہے کہ پر میں  
 ہوں مطلب یہ کہ کیسا اخفا اس راز کی تو ایسی مثال ہے جیسے اون اور روئی میں آگ کہ اوس کے اندر  
 مخفی کرنے سے زیادہ ظاہر ہوگی کہ پہلے تو اپنی ہی جگہ میں تھی روئی کے اندر کہنے سے روئی کی چیز کو بھی جگہ  
 بلکہ اوس کے نواح کو بھی تو بہت ہی پھیل گئی اسی طرح جب میں کوشش کرتا ہوں کہ اوس کے راز کو مخفی  
 کروں تو وہ پرچم بلند کی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ دیکھو میں یہ ہوں مراد اس ظہور سے وہ ظہور نہیں جس کے  
 اصدار سے اوپر منع کیا گیا ہے کہ وہ تو اثر ہے اظہار مکتسب کا بلکہ یہ دوسرا ظہور ہے جس کا اصدار حضرت  
 حق سے ہوا ہے یعنی خود وجود واجب کا ظہور تکوینی مظاہر کو نیہ میں اور اوس میں ایک قسم کا انتقال  
 ہے یعنی گو میں عشق کا اخفا کرتا ہوں مگر خود ہی اوس کا اس طرح ظہور ہو رہا ہے کہ وجود حق ظاہر ہے  
 اور چونکہ یہی ظہور وجود عشاق حق کی نظر میں ظہور اسرار عشق ہے اسلئے اس کا نام ظہور عشق رکھا گیا  
 ہے وہ اس حیثیت سے مستور ہے کہ عشاق کی نظریں بھی وہ ظہور عشق اس بنا پر اس مضمون کو جہلادہ ہے کہ  
 لایا گیا کہ اخفا لہ اور جب میں کوشش کرتا ہوں اچھا اور اسی مضمون کی آگے تاکید ہے کہ۔

رغم انغم گیر دم ناگاہ کوشش کلمہ مدخ چوش نی پوسی ہوش

یعنی کہ باوجود میری ناگواری کے وہ عشق ناگہاں میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ اے پاگل تو اس کو کیوں کر چھپا دینا چھپا۔ مطلب یہ کہ وہ عشق علی رغم انفی میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ تخیل لداغ تو را عشق کو کیونکر مخفی کرتا ہے نے مخفی کر دے مخفی ہو ہی نہیں سکتا جبکہ وجود احب کا خود ظہور ہو چکا اور وہی را عشق کا ظہور ہے اور اس کو ظہور را عشق کہنا ایسا ہے جیسا بعض اہل حال نے لکھا ہے کہ وحدۃ الوجود کا اخفا کیوں کیا جاوے جبکہ لا الہ الا اللہ کا وہ مدلول ہے اور لا الہ الا اللہ کا اعلان منائر اور منابر اور محاریب میں کیا جاتا ہے آگے ایک مکالمہ ہے جو اسی مثنوی پر مبنی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولانا بطون عرش کو رائج کہہ رہے ہیں تو مابھی کہ باوجود ظہور کے پھر وہ باطن ہی ہے اور استدعا بھی کہ محبوب حقیقی سے اوی کی درخواست کرتے ہیں اور محبوب حقیقی اس کے ظہور کو رائج کر رہا ہے اور حقیقت یہ ظہور اور بطون دونوں مجتمع ہیں پس یہ محض عنوانا مکالمہ ہے معنوں میں مزاحمت نہیں اور مجموعہ کلام میں سے یہ بتلانا ہے کہ اگر بصیرت ہو تو حق تعالیٰ کا ظہور وجود عشاق کی نظریں عین شہود ہے اور اگر بصیرت نہ ہو تو ہر شے حجاب مقصود ہے وہ مکالمہ یہ ہے۔

### گویش رو گر چہ بر جو شیدہ ہنچو جان پیدائی و پوشیدہ

یعنی میں اس کو کہتا ہوں کہ جا اگرچہ تو اوہل رہا ہے لیکن جان کی طرح ظاہر اور پوشیدہ ہے تو مطلب یہ کہ میں اس عشق سے کہتا ہوں کہ تو مجھ پر انکار کرتا ہے کہ تو مخفی نہیں کر سکتا تو میں یہ کہتا ہوں کہ تو ظاہر ہو ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تو اگرچہ ظہور میں جوش کر رہا ہے لیکن روح کی طرح من وجہ ظاہر ہے اور من وجہ باطن تو ظہور تام تو تیرا نہ ہوا چنانچہ ظاہر ہے کہ وجود حق آثار سے ظاہر ہے مگر کنہ اس کی نامعلوم پس پورا ظاہر نہ ہوا بلکہ غلبہ بطون ہی کو رہا۔

### گوید و مجوس خم مست این خم چون مے اندر بزم خبنک میز نم

یعنی وہ کہتا ہے کہ میا بہ بدن خم کے اندر قید ہو رہا ہے میں شراب کی طرح بزم کے اندر تالیاں بجا رہا ہوں مطلب یہ کہ وہ جواب میں کہتا ہے کہ میرے ظہور کو ترجیح ہے اس لئے کہ میں مشابہ مئے انگور کے ہوں جو مرتبہ بطون فی العنب سے نزول کر کے تنکس بالذن یعنی موضوع در خم ہو جاوے اور پھر بزم میں آکر مستی اور تالیاں بجانے کا سبب بن جاوے جو صاف ظہور ہے اسی طرح بطون سے میرا تان معنی وجود یعنی ذات مجازاً مظاہر میں ظاہر ہو گیا اور محسن اس مجاز کا اعتبار ہے جانب مشبہ بہ کا کہ اس کا تعین مصداق تن کا ظاہر ہے۔

### گویش زان پیش کہ گزدی گرو تانیاید آفتی برو

یعنی میں اوس سے کہتا ہوں کہ اس سے پہلے کہ تو گروی ہو (مستور ہو جا) تاکہ سستی کی آفت اوس پر نہ آوے۔ مطلب یہ کہ پھر میں اوس سے بطور استدعا کہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ تو اداک خلافت کا کام کرے یعنی مدرک ہو جاوے اپنے کو بااختلاف ممکن نمائی کہ لے پس عامل زان پیش کا مقصد ہے اور مخفی اس لئے کرے تاکہ اوس مدرک پر سستی کی آفت نہ آجائے یعنی اندیشہ ہے کہ یہ ظہور وجود ظہور شہود تک کسی شخص کے اعتبار سے پہونچ جاوے اور وہ مغلوب اس کے ہو کر آفت شیطانی میں مبتلا نہ ہو جائے اس لئے اس ظہور کو مستور کر لے۔

### گوید از جام لطیف آشام من یار روزم تا نماز شام من

یعنی کہتا ہے کہ ایک لطیف جام پینے کی وجہ سے میں دن کا یار ہوں اپنے نماز شام تک مطلب یہ کہ وہ جواب میں کہتا ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو قیامت خاصہ یا عامہ تک تو یہ ظہور ضرور ہی رہیگا۔ الا قول باعتبار کل واحد والثنائی باعتبار المجموع اس کو اس عنوان سے فرماتے ہیں کہ مظاہر کے واسطے سے جس کو جام لطیف آشام سے اس لئے تعبیر کیا کہ مئے کا ظہور بواسطہ جام کے ہوتا ہے کہ اوس میں وہ نے لطیف بھر بھر کہہ پیتے ہیں مجازاً آتشا سیدن کو آتشا مندہ کہہ دیا۔ پس وہ جام مظہر ہوتا ہے مئے کا اسی طرح ان مظاہر کے واسطے سے تجلی وجود موجب سیرا بنے طالبان تجلی ہوتی ہے غرض یہ کہ ان مظاہر کے واسطے سے نماز شام یعنی اختتام آجال تک تو میں نہار کا قرین یعنی تجلی اور ظاہر ضرور ہی رہوں گا پھر نفع صورت پر باطن محض ہو جاؤں گا اور تیری درخواست بھی پوری کر دوں گا گو پھر ظہور ثانیاً ہو جاوے مگر خیر ایک بار تو بطون محض ہو جاوے پچھلے یہاں مکالمہ ختم ہو گیا ہے اور محبوب ہی کی بات درخواست کنندہ کی ایک تسلی منظوری بر میعاد معین پر غالب رہی۔ اب مولانا جو شش عشق میں اس وعدہ مذکورہ منظوری بطون کے متعلق کہتے ہیں کہ -

### چون بیا ید شام و دزد و جام من گویمش وادہ کہ نامد شام من

یعنی جب شام آوے گی اور میرے جام کو خرابی آوے گی تو میں اس سے کہوں گا کہ واپس دیدے کیونکہ میری شام نہیں آئی ہے۔ مطلب یہ کہ جب وہ شام نہ آوے گی اور میرے جام یعنی میری ہستی کو کو ایک منظر خاص ہے وہ شام نہان خانہ عدم میں مٹھی کرنا چاہیگی تو میں اوس شام سے کہوں گا کہ ہر بانی کے کے میرا جام واپس دے کہاں لے چکی کیونکہ میری شام نہیں آئی یعنی تو حیرت کہ شام ہے مگر تو میری شام نہیں ہے پس تیرا نام میری شام کا آنا نہیں ہے میرا جام تو نہیں لے سکتی۔ مطلب یہ کہ میری قیامت فنا کے مرتبہ میں آچکی ہے اور اس فنا کے بعد بقائے سرمدی نصیب ہو چکی ہے اب میں استغناء الامن شام وادہ

میں داخل ہوں حاصل یہ ہو کہ یہ جو وعدہ بطون محض کا ہے یہ عام کے اعتبار سے ہے مجھے محبوب حقیقی مخفی نہ ہو گا کیونکہ میری درخواست بھی انہیں کے اعتبار سے تھی جن کے لئے ظہور محتمل ابتلا یافت شطح تھا و دست منہم آگے ایک حسن تعلیل ہے کہ -

زنان عرب بہنا و نام مے مدام زنا کہ سیری نیست میخورا مدام  
یعنی عرب نے شراب کا نام اسلئے مدام رکھا ہے کیونکہ شراب پینے والے کو کبھی سیری نہیں ہوتی مطلب یہ کہ میں اسلئے اس سے اپنا جام واپس لے لوں گا کہ اس میں شراب تجلی دائمی بیوں کیونکہ شراب کو عربی میں مدام کہتے ہیں اسلئے کہ وہ چھوٹی نہیں دانتا پی جاتی ہے پس اس کا مقتضی بھی یہی ہے کہ میرا شراب بھی منقطع دہو۔ اور عدم واپسی میں انقطاع لازم آتا ہے اسلئے بھی مجھ کو واپس ملنا ضرور ہے یہاں مضمون مقصود مقام ختم ہو گیا آگے ان مضامین کے حسن پر نظر کر کے ایک کفر علیہ فرماتے ہیں کہ -

### شرح حبیبی

عشق جو شد بادہ تحقیق را	او بود ساقی نہاں صدق را
چون بجوئے تو بتوفیق حسن	بازہ آب جان بود ابرق تن
چون بیفزاید مئے توفیق را	قوت مے بشکند ابرق را
آب گرد و ساقی و ہمست آب	خود بگو و اللہ اعلم بالصواب
پر تو ساقیست کاندہ شیرہ رفت	شیرہ بر جو شیرہ و رقصاں گشت رفت
اندیرین معنی پیرس آن خیرہ را	کہ چناں کے دیدہ بودی شیرہ را
بے تفکر پیش ہر دانشندہ ہست	آنکہ با گردندہ گردانشندہ ہست

منجملہ خصوصیات عشق کے ایک یہ خصوصیت ہے کہ وہ حقیق تحقیق کو جوش دیتا اور صدیقین یعنی اولیاء اللہ کا ملین کو وہ شراب تحقیق خفیہ طور پر پلا کر ان کو محقق بناتا ہے اگر حق سبحانہ کی امداد اور توفیق خیر نہاں شامل حال ہو اور تم اس شراب کو طلب کرو تو یہ شراب تمہاری روح کے لئے آب حیات کا کام دے اور جسم اوس کے لئے شیشہ بن جاوے۔ یعنی تم بحیات روحانی زندہ ہو جاؤ اور یہ شراب تمہارے رگ و پے میں سرایت کر جاوے اور جبکہ حق سبحانہ مئے توفیق اصناف فرمائیں اور مزید توفیق عطا فرمائیں تو یہ شراب ابھی تیزی سے شیشہ جسم کو بالکل توڑ دے اور عروق جسمانیہ سے تمہارا تعلق بالکل منقطع ہو جائے اوس وقت تمہاری یہ شان ہو کہ شراب اور ساقی اور دست سب ایک ہو جائیں یعنی ہا سوسے

اللہ نظر سے تمام غائب و فنا ہو جائیں اور تم فانی فی الحق ہو جاؤ پس اب کہہ دو کہ خدا خوب حقیقت حال سے واقف ہے اور اس مضمون کو ختم کر داب ہم تمہیں ایک مفید بات بتلاتے ہیں وہ یہ کہ شراب میں یہ اثر ذاتی نہیں بلکہ پر تو ساقی و تصرف حق سبحانہ ہے کہ یوں جو شان و درتصال ہو گئی ہے جو لوگ تصرف حق سبحانہ کے منکر ہیں اون سے پہچھو کہ شراب کی حقیقت شیرہ ہی تو ہے پھر بتاؤ شیرہ میں گنے کبھی صیفت دیکھی ہے جبکہ نہیں دیکھی تو ضرور یہ جدید پیدا ہوئی ہے لہذا یہ ایک اثر حادث ہے اور ہر جاننے والے کے نزدیک یہ امر بدیہی ہے کہ تصرف (بالفتح) کے لئے ایک مقصود (بالکسر) ہے اور ہر اثر کے لئے ایک موثر ضروری ہے پس وہ کون ہے وہ حق سبحانہ ہے کیونکہ اس کے سوا جتنی چیزیں ہیں سب ان آثار کی طرح محتاج موثر ہیں اور اون کو خود ضرورت موثر ہے لہذا وہ کیا بالذات موثر ہو جس میں پس ثابت ہوا کہ موثر بالذات حق سبحانہ ہی ہیں اب ایک واقعہ سنو جس سے اس کی تصدیق ہو کہ فاعل و موثر حقیقی صرف حق سبحانہ ہیں یکس جو انے بر نے عاشق شدہ است انہ (ف) قصہ آئندہ کے اس مدعا پر دلالت کی یہ وجہ ہے کہ عاشق اسباب متعارفہ للوصول الی المطلوب سے کامیاب نہ ہو سکا اور اسباب مضارہ سے کامیاب ہوا اس سے معلوم ہوا کہ کوئی اور ذات ہے جس کے قبضہ میں اسباب ہیں اور جو کہ اسباب و مسببات میں موثر ہے نیز دفتر چہارم میں معشوقہ نے حق سبحانہ کے تصرف کی بحث پھیر دی ہے۔

## شرح شہیری

عشق جو شد بادہ تحقیق را اولو و ساقی تہان صدیق را  
یعنی عشق شراب تحقیق کو جو شہریتا ہے اور وہ صدیق کے لئے پوشیدہ ساقی ہوتا ہے مطلب یہ کہ ان مضامین حسنہ کا منشا عشق ہے اور وہ ایسی ہی چیز ہے کہ بادہ تحقیق کو جو شہریتا ہے اور وہ عشق صدیقین یعنی اولیاء و عارفین کیلئے ساقی اس شراب روحانی کا بن جاتا ہے۔

چون بگوئی تو ہوں فنیق حسن بادہ آب جان بود ابریق تن  
یعنی جب تو فنیق حسن کے ساتھ ڈھونڈے گا تو شراب جان کیلئے پانی ہو جاوے گی اور بیک وقت بھلا بھلا مطلب یہ کہ جب تو فنیق خیر و غلوں کے ساتھ اوس کا طالب بن جاوے گا تو یہ شراب نہ کہ روح کے لئے آب حیات بخش بن جاتی ہے اور نرم اوس کا ابریق ہو جاوے گا جس کے اندر شراب رہتی ہے اور جسم کا اوس آثار عشق ہونا ظاہر ہے۔

چون بیغزا بد مئے توسیق را قوت مئے بشکند ابرق را  
یعنی جب توسیق کی شراب کو بڑا مائے تو شراب کی قوت لٹے کو توڑ ڈالتی ہے مطلب یہ کہ پھر جب  
وہ عشق شراب توسیق کو زائد کر دیتا ہے یعنی آثار عشق کے زیادہ غلبہ کرتے ہیں تو شراب کا زور اس  
ابرق تن کو توڑ ڈالتا ہے یعنی آثار کثرت کے کہ مناسب تن کے ہیں مغلوب ہو جاتے ہیں اور آثار  
توحید کے غالب ہوتے ہیں۔

آب گرد و ساقی و ہم مست آب خود بگو و اللہ اعلم بالصواب  
یعنی پانی ہی ساقی بھی ہو جاتا ہے اور مست بھی ہو جاتا ہے خود کہہ دو اللہ اعلم بالصواب مطلب یہ کہ  
پس وہی پانی جیسا مشروب تھا وہ ساقی بھی ہو جاتا ہے اور مست آب یعنی شراب بھی ہو جاتا ہے  
یعنی تائید مرتبہ التفات سے رخصت ہو جاتا ہے اور اگر حقیقت اس کی سمجھ میں نہ آوے تو تم اللہ  
اعلم بالصواب کہہ دو انکار مت کرو۔

پر تو ساقی مست اندر شیرہ رفت شیرہ بر جوشیدر قصاں گشت لغت  
یعنی ساقی ہی کا سایہ ہے جو کہ شراب میں گیا شراب نے جوش کیا اور خوب ناچنے لگی مطلب یہ کہ یہ جو  
اس شیرہ یعنی شراب میں مستی آگئی یہ پر تو ساقی یعنی محبوب حقیقی کا ہے کہ اس نے اس میں یہ اثر دیا  
جس سے شیرہ جوشان اور رقصاں ہو گیا۔

اندرین معنی بہر س آن خیرہ را کہ چنین کے دیدہ بودی شیرہ را  
یعنی اس معنی میں کوئی اس بیہودہ سے پوچھے کہ اس نے شیرہ کو ایسا کبھی دیکھا تھا مطلب یہ کہ جو لوگ  
اس عشق کو ہو بکے منکر ہیں عہد ہی کو خالق افعال کہتے ہیں کا فلاسفہ والمعتزلہ ایسے خیرہ میاں  
سے اس مضمون کے بارہ میں ذرا پوچھو تو کہ تو نے شیرہ کو ایسا مست کنندہ کب دیکھا تھا چنانچہ نفس  
محبت مکتسب مع الحق کے مدی دہ بھی ہیں جو بوجہ ضعیف ہونے کے مشابہ شیرہ کے ہے مگر وہ نہیں  
کہ کیا اون کی اس محبت میں بھی جوش اہل اللہ کی سی محبت کا ہے پھر اگر یہ ہو ہو ب من اللہ نہیں ہے  
بلکہ مکتسب ہے تو دوسرے مکتسب اس کے برابر کیوں نہیں آگے اس مضمون کی تعلیم کرتے ہیں کہ اسی  
تصرف پر کیا منحصر ہے سب تصرفات اس خالق حقیقی ہی کی طرف سے ہیں پس فرماتے ہیں کہ۔

بے تفکر پیش ہر دانندہ است آنکہ باگردندہ گردانندہ است  
یعنی بلا کسی سوچ کے ہر جاننے والے کے سامنے یہ بات ہے کہ ہر متحرک کے ساتھ متحرک ہے مطلب یہ کہ بلا تفکر  
یعنی براہت ہر ذی علم کے سامنے یہ بات ثابت ہے کہ ہر متحرک کے ساتھ کوئی نہ کوئی متحرک ہوتا ہے اور

انتہا اس کا عقلاً حضرت حق تک ہے پس وہی مقصود حقیقی ہوا اگے اس پر جولانا ایک حکایت لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص ایک عورت پر عاشق تھا اور اس کو جلدائی میں ایک مدت گزر گئی تھی اتفاق سے ایک مرتبہ بارغ میں اس کی معشوقہ مل گئی تو وہ عاشق طالب وصل ہوا لیکن چونکہ وہ معشوقہ عقیفہ تھی اس لئے اس نے بچنا چاہا تو عاشق نے کہا کہ یہاں کون ہے سوائے ہوا کے اور تو کوئی نظر نہیں آتا معشوقہ نے کہا کہ اسے باؤلے ہو کر تو چلتے ہوئے دیکھا مگر یہ نہ دیکھا کہ اس کا چلاسنے والا بھی ہے اور ہماری ساری حرکتوں کو وہ بھی دیکھ رہا ہے تو دیکھئے معلوم ہوا ہر حرکت کا محرک ضرور ہے چوہو اس مقام کی تقریر حضرت قبلہ حکیم الامتہ دام ظلہم نے خود بھی تحریر فرمائی تھی لہذا اس کو بعینہ ذیل میں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوا۔ وھوھذا۔ قولہ بادو عالم عشق را بیکانجی الی قولہ "بے فکر پیش ہر داندہ بہت" حاصل اشعار کا یہ ہے کہ عشق کو دونوں عالم سے اجنبیت ہے یعنی اس کے خواص سب موجودات دو عالم سے نالے ہیں اس میں بے شمار جنون ہیں یہ بیان ہے اسکے بعض غزلوں کا کہ دونوں عالم کے مصلح کا معنی ہوش ہے اور یہاں بیہوشی ہے اور بیہوشی متعارف سے بھی یہ بیہوشی دوسری نوع کی ہے اور اس میں جو حیرت ہوتی ہے وہ باعتبار اپنے گنہ کے عام سے پہنچا ہے کیونکہ وہ ذوقی ہے عام اس ذوق سے خالی ہیں اور باعتبار بعض آثار کے ظاہر ہے چنانچہ ظاہر ہے اور شاہان جان یعنی انبیاء و اولیاء اس کی تما اور شوق میں ہیں پس حسرت مجازاً بمعنی تنہا کے ہے اور تمام مذاہب سے الگ اس عشق کا مذہب ہے مذاہب باطلہ سے الگ ہونا تو ظاہر ہے کہ عشق امر حق ہے اور ممکن ہے کہ بغض و دوسے مراد صرف مذاہب باطلہ ہی لئے جاویں اور اگر قلع نظر عدو سے عام مذاہب لئے جاویں تو مذہب حق سے جدا ہونا اس طرح ہے کہ مذہب تو مکتب اور عقلی ہے اور یہوہوب اور حالی ہے اور لغائر دونوں کا ظاہر ہے اور عشق ایسی چیز ہے کہ بادشاہوں کا تخت و تاج اس کے سامنے بجائے حبس کے یعنی تکلیف وہ ہے۔ سماع کے وقت مطرب حق بزبان حال عشق کی صفت میں یہ کہتا تھا کہ تابعت تو ایک قید ہے اور متبوعیت رد و سحر چنانچہ ظاہر ہے۔ یعنی عشق دونوں سے ارفع ہے اور اس میں دونوں سے آزاد ہے کیونکہ یہ دونوں فرع ہیں صحوہ ہستی کے اور عشق میں فنا و نیستی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ عشق کیا چیز ہے ایک دریا ہے فنا ہے دریا سے تشبیہ باعتبار محل غرق ہونے کے ہے اور جس طرح دریا میں کوئی عاقل قدم نہیں رکھ سکتا اس میں بھی عقل شکستہ قدم ہے اور اس کی اس میں رسائی نہیں چنانچہ فنا کا فوق العقل ہونا ظاہر ہے اور اس تقریر سے بندگی و تابعت اور سلطنت و متبوعیت کا حال معلوم ہو چکا

ان دونوں حجابوں سے عشق مکتوم ہے کہ وہاں دونوں کا گذر نہیں اسی لئے ان دونوں کو حجاب کہہ دیا اعلان ہی  
دو کی کیا تخصیص ہے جو علت ان دونوں کی رسائی نہ ہونے کی ہے یعنی ان دونوں کا فرع ہونا ہستی کے  
لئے اسی علت سے جتنی اشیا وجود دیہ ہیں سب کا عدم دخل معلوم ہو گیا اسی کو فرطے میں کہ بجائے اس کے  
کہ ہم بعض اشیا وجود دیہ کا بیان کر رہے ہیں کاش خود ہستی کی زبان ہوتی تو وہ اپنی حقیقت بیان کر کے  
تمام اشیا کی حقیقت خاص اس امر میں بیان کر دیتی کہ عشق تنگ کسی کی رسائی نہیں آگے فرماتے  
ہیں کہ اس سے بھی حقیقت عشق کی منکشف نہ ہوتی پس بعنوان خطاب فرماتے ہیں کہ اسے ہستی کے تکلم  
یعنی اسے ہستی متکلم تو فرضاً عشق کے اُن خواص کو کہ وہاں کسی ہستی کا گذر نہیں جتنا بھی بیان کرے  
اس سے یہ ہوتا کہ تو اس پر ایک حجاب اور ڈال دیتی۔ یعنی یہ بیان خود ایک حجاب ہو جاتا۔ اور حجاب میں  
عدم انکشاف ظاہر ہے اور یہ حجاب اس لئے ہو جاتا کہ اور اس عشق کی آفت یعنی مانع بھی دو چیزیں ہیں  
قال اور حال اور یہ بیان ہستی قابل ہوتا اس لئے حجاب ہوتا چنانچہ مثال کا مانع ہونا تو ظاہر ہے کہ عشق  
ایک حال ہے اور قال اُس کا مضاد اور حال سے مراد غیر حال عشق ہے جو عشق سے اودن ہے اور ظاہر ہے کہ  
اودنی کا حصول اور اک اعلیٰ کے لئے کافی نہیں اور عکس کافی ہے اسلئے ایسا حال بھی مانع ہو گا آگے ایک  
مثال ہے تکلم ہستی کے رافع حجاب نہ ہو سکنے کی بجائی جس طرح خون کو خون سے نہیں زائل کر سکتے۔ اسی طرح  
دوسرے حجب اس حجاب یعنی تکلم ہستی سے زائل نہ ہوتے۔ آگے اسی قال کا کشف عشق کے لئے کافی ہوتا  
بیان کرتے ہیں کہ میں بوجہ اتصاف بعشق کے صرف اُس کے سودا میں یعنی عشاق کا محرم ہوں اور مخاطبین  
سودا میں عشق ہیں نہیں اس لئے اُن کے سامنے قال سے اس کی تحقیق کرنا ایسا ہے جیسا نفس میں پھونک  
مارنا یعنی عبث و لا طائل۔ آگے اس قال میں اپنا کسی قدر مغلوب ہونا اور باوجود اس مغلوبیت کے اس  
قال کے ترک کا مناسب ہونا بیان کرتے ہیں پس اپنے نفس کو خطاب فرماتے ہیں کہ تو بہت ہی تیز و مست  
دیخود و آشفہ ہو رہا ہے اے جان یعنی اے نفس تو کس پہلو پر سویا تھا کہ تیرے ہوش درست نہیں ہوئے  
ہاں ہوش کو نہ حال اور اس قسم کی ایک بات بھی منہ سے مت نکال بلکہ اولاً اس بیہوشی سے نکل اور کسی  
محرم کو ڈھونڈھ چھڑا اُس سے کہنے کا مضائقہ نہیں اور علاوہ محرم کے نہ ہونے کے ایک اور مانع بھی اس قال  
کا پایا جاتا ہے آگے اس کا بیان ہے کہ عاشق ہو کر اور ہستی عشق لئے ہوئے اور پھر زبان کھولے ہوئے  
یہ اجتماع المتنافیین ہے جیسا شاعر کا نزدیکان پر ہونا عادتہ اجتماع المتنافیین ہے۔ آگے اسی قال کا  
نامناسب ہونا اور دوسرے عنوان سے بیان کرتے ہیں کہ جب عشق کے اسرار و اطوار کو زبان قال ظاہر کرتی  
ہے تو آسمان بھی جبکہ معبود عمل کے وقت اس پر مطلع ہوتا ہے اس اظہار قال سے تو حش کرتا ہے اور دعا کرتا



ہے۔ .... کہ یا جمیل الستر است ولا یعنی اے ستار حسن الستر اس راز کو پوشیدہ  
 کر دیجئے اور اس قائل کے قلب میں سکوت کا انقاء کر دیجئے یہاں تک مولانا نے حکیمانہ رائے دی ہے  
 کہ اس کا انخار کرنا چاہئے۔ آگے آنا عشق کا آثار حکمت پر غلبہ ہو گیا اس غلبہ و جوش میں کہتے ہیں کہ  
 کیسا انخار اس راز کی تو ایسی مثال ہے جیسے اذن اور ردی میں آگ کہ اس کے اندر مخفی کرنے سے زیادہ  
 ظاہر ہوگی کہ پہلے تو اپنی ہی جگہ میں تھی ردی کے اندر رکھنے سے ردی کے چیز کو بھی گھیر لیا بلکہ اس کے فواج  
 کو بھی تو بہت ہی پھیل گئی اسی طرح جب میں کو شش کرتا ہوں کہ اس کے راز کو مخفی کروں تو وہ پرچم بلند کرے  
 ظاہر ہوتی ہے کہ دیکھو میں یہ جوں مراد اس ظہور سے وہ ظہور نہیں جس کے اصدار سے اوپر منہ کیا گیا ہے کہ  
 وہ تو اٹھ ہے انہماک متغیب بلکہ یہ دوسرا ظہور ہے جس کا اصدار حضرت حق سے ہوا ہے یعنی خود جود واجب  
 کا ظہور کوئی مظاہر کو نیہ میں اور اس میں ایک قسم کا انتقال ہے یعنی گو میں عشق کا انخار کروں مگر خود ہی  
 اُس کا اس طرح ظہور ہو رہا ہے کہ وجود حق ظاہر ہے۔ اور چونکہ یہی ظہور وجود عشاق حق کی نظر میں ظہور  
 اسرار عشق ہے اس لئے اس کا نام ظہور عشق رکھا گو عوام سے وہ اس حیثیت سے مستور ہے مگر عشاق  
 کی نظر میں یہی وجود کا ظہور میں عشق کا ظہور ہے اس بنا پر اس مضمون کو بعنوان استدراک لایا گیا کہ  
 کیسا انخار الخ اور جب میں کو شش کرتا ہوں الخ اور اسی مضمون کی آگے تاکید ہے کہ وہ عشق علی رغم الغی  
 میرے دونوں کان پر گونگ رہتا ہے کہ غفلت الدماغ تو راز عشق کو کیونکر مخفی کرتا ہے لے مخفی کر وہ مخفی ہو ہی  
 نہیں سکتا جبکہ وجود واجب کا خود ظہور ہو چکا اور وہی راز عشق کا ظہور ہے۔ اور اس کو ظہور  
 عشق کہنا ایسا ہے جیسا بعض اہل حال نے لکھا ہے کہ وحدۃ الوجود کا انخار کیوں کیا جائے جبکہ  
 لا الہ الا اللہ کا وہ مدلول ہے اور لا الہ الا اللہ کا اعلان منکر اور منکر اور محاربت میں کیا جاتا ہے آگے  
 ایک مکالمہ ہے جو اسی معنی پر مبنی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولانا بطون سر عشق کو رائج کہہ رہے ہیں  
 و تو عابھی کہا وجود ظہور کے پھر وہ باطن ہی ہے اور استدعاؤ بھی کہ محبوب حقیقی سے اسی کی درجۂ  
 کرتے ہیں اور محبوب حقیقی اس کے ظہور کو رائج کر رہا ہے اور درحقیقت یہ ظہور و بطون دونوں مجتمع ہیں  
 پس یہ محض عنواناً مکالمہ ہے معنوں میں مزاحمت نہیں اور مجبوراً کلامین سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ اگر  
 بصیرت ہو تو حق تعالیٰ کا ظہور وجود عشاق کی نظر میں عین شہود ہے اور اگر بصیرت نہ ہو تو ہر شے  
 حجاب مقصود ہے وہ مکالمہ یہ ہے کہ میں اس عشق سے کہتا ہوں کہ تو جو مجھ پر انکار کرتا ہے کہ تو مخفی نہیں  
 کر سکتا تو میں یہ کہتا ہوں کہ تو ظاہر بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ تو اگرچہ ظہور میں جو شش کر رہا ہے لیکن  
 روح کی طرح من و جہ ظاہر ہے اور من و جہ باطن تو ظہور تام تو تیرا نہ ہوا۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ وجود حق

آشام سے ظاہر ہے مگر کن اس کی نامعلوم پس پورا ظاہر نہ ہوا۔ بلکہ غلبہ بطون ہی کو رہا وہ جواب میں کہتا ہے کہ میرے ظہور کو ترجیح ہے اس لئے کہ میں مشابہئے انکور کے ہوں جو مرتبہ بطون فی الغلبہ سے نزول کر کے متلبس بالذنن یعنی موضوع درختم ہو جائے اور پھر مذم میں اگرستی اور تالیان یا نیکانک اسبب بن جاوے جو صاف ظہور ہے اسی طرح بطون سے میرا تن یعنی وجود یعنی ذات مجازاً مظاہر میں ظاہر ہو گیا۔ اور محسن اس مجاز کا اعتبار ہے جانب مشبہ بہ کا کہ اس کا تعین مصداق تن کا ظاہر ہے پھر میں اس سے بطور استعدا کہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ تو ادراک خلائق کا مریون یعنی درک ہو جاوے اپنے کو باخفائے ممکن مخفی کر لے۔ پس عامل زان پیش کا مقدر ہے اور مخفی اس لئے کر لے تاکہ اس درک پرستی کی آفت نہ آجائے یعنی اندیشہ ہے کہ کبھی یہ ظہور وجود ظہور شہود تک کسی شخص کے اعتبار سے پہونچ جاوے اور وہ مغلوب السکر ہو کر آفت شطیح میں مبتلا ہو جاوے اس لئے اس ظہور کو مستور کر لے وہ جواب میں کہتا ہے کہ خواہ کچھ ہی ہو قیامت خاصہ یا عامہ تک تو یہ ظہور ضرور ہی رہے گا الاول باعتبار کل واحد والثانی باعتبار الجموع اس کو اس عنوان سے فرماتے ہیں کہ مظاہر کی واسطہ سے جس کو جام لطیف آشام سے اس لئے تعبیر کیا کہ مئے کا ظہور بواسطہ جام کے ہوتا ہے کہ اس میں وہ مئے لطیف بھر بھر کر پتے ہیں مجازاً آل آشامیدن کو آشامندہ کہہ دیا پس وہ جام بمنظر ہوتا ہے مئے کا اسی طرح ان مظاہر کے واسطہ سے مجلی وجود موجب سیرالی طالبان تجلی ہوتی ہے۔ غرض یہ کہ ان مظاہر کے واسطہ سے نماز شام یعنی اختتام آجال تک تو میں نہاں کا قرین یعنی تجلی اور ظاہر ضرور ہی رہوں گا پھر نفع صور پر باطن محض ہو جاوے گا۔ اور تیری درخواست بھی پوری کر دوں گا گو پھر ظہور ثانی ہو جاوے مگر خیر ایک بار تو بطون محض ہو جاوے گا۔ یہاں مکالمہ ختم ہو گیا اور محبوب ہی کی بات درخواست کنندہ کی ایک تسلی منظوری بے میعاد معین پر غالب رہی۔ اب مولانا جوش عشق میں اس وعدہ مذکورہ منظوری بطون کے متعلق کہتے ہیں کہ جب وہ شام موعود آوے گی اور میرے جام یعنی میری ہستی کو کہ ایک منظر خاص ہے وہ شام نہاں خانہ عدم میں مخفی کرنا چاہے گی تو میں اس شام سے کہوں گا کہ ہر بانی کر کے میرا جام واپس دے کہاں لے چلی کہو مگر میری شام نہیں آئی یعنی تو ہر چند کہ شام ہے مگر تو میری شام نہیں ہے پس تیرا آنا میری شام کا آنا نہیں ہے میرا جام تو نہیں لے سکتی مطلب یہ کہ میری قیامت فناء کے مرتبہ میں آچکی ہے اور اس فنا کے بعد بقا و سرمدی نصیب ہو چکی ہے اب میں استثناء الامن شاء اللہ میں داخل ہوں۔ حاصل یہ ہوا کہ یہ جو وعدہ بطون محض کا ہے یہ عالم کے اعتبار سے ہے مجھ سے محبوب حقیقی مخفی نہ ہو گا کیونکہ میری درخواست بھی انھیں کے

اعتبار سے بھی جن کے لئے ظہور محفل ابتلاء آفت شطح تھا دست مہم آگے ایک حسن تعلیل ہے کہ میں اس لئے  
اُس سے اینا جام واپس لے لوں گا کہ اُس میں شراب تلی دہائی پیوں کیونکہ شراب کو عری میں عام کہتے ہیں  
کیونکہ وہ چھوٹی نہیں۔ داکا پائی جاتی ہے پس اس کا مقضا بھی یہی ہے کہ یہ شراب کبھی منقطع نہ ہو۔ اور  
عدم واپسی میں، انقطاع لازم آتا ہے اس لئے بھی واپس ملنا جبکہ ضرور ہے یہاں مضمون مقصود مقام  
ختم ہو گیا آگے ان مضامین کے حسن پر نظر کر کے ایک تفریع فرماتے ہیں کہ ان مضامین حسنہ کا منشاء  
عشق ہے اور عشق ایسی چیز ہے کہ وہ بادۂ تحقیق کو جوش میں لاتی ہے اور وہ عشق صدیقین یعنی  
اولیاءِ عارفین کے لئے ساتی اس شراب روحانی کا بن جاتا ہے۔ جب تو توفیق خیر و خلوص کی ساتھ اسکا  
طالب بن جاوے تو یہ شراب مذکور روح کے لئے آب حیات بخش بن جاتی ہے اور جسم اس کا ابرق  
ہو جاتا ہے جس کے اندر شراب رہتی ہے اور جسم کا محل آثار عشق ہونا ظاہر ہے۔ پھر جب وہ عشق شراب  
توفیق کو زائد کر دیتا ہے یعنی آثار عشق زیادہ غلبہ کرتے ہیں تو اُس شراب کا زور اس ابرق تن کو توڑ  
ڈالتا ہے یعنی آثار کثرت کے کہ مناسب تن کے ہیں مغلوب ہو جاتے ہیں اور آثار توحید کے غالب ہوتے  
ہیں۔ پس وہی پانی جیسا مشروب تھا وہ ساتی بھی ہو جاتا ہے اور ست آب یعنی شارب بھی ہو جاتا ہے  
یعنی تائمر مرتبہ لطافت سے رخصت ہو جاتا ہے اور اگر حقیقت اُس کی سمجھ میں نہ آوے تو مآثر علم الصواب  
کہدو۔ انکارت کرو۔ اور یہ جو اس شیرہ یعنی شراب میں سستی آگئی یہ بد تو ساتی یعنی محبوب حقیقی کا ہے کہ  
اُس نے اس میں یہ اثر دیا اور یہ ظاہر ہے جس سے شیرہ و شان اور قصاں ہو گیا اور جو لوگ اس عشق مودہ  
کے ملکہ میں عبدی کو خالق افعال کہتے ہیں کالفاظ اسفۃ والمعتزلۃ ایسے خیرہ و بے باک سے اس مضمون کے  
بارہ میں ذرا پوچھو تو کہنے شیرہ کو ایسا مست کنندہ کب دیکھا تھا جناح نفس محبت مکتسب مع الحق  
کے مدعا وہ بھی ہیں جو بوجہ ضعیف ہونے کے مشابہ شیرہ کے ہے۔ مگر وہ دیکھیں کہ کیا انکی اس محبت میں  
بھی یہ جوش اہل اللہ کی سی محبت کا ہے پھر اگر یہ مودہ من اللہ نہیں ہے بلکہ مکتسب ہے تو دوسرے  
مکتسب اس کی برابر کیوں نہیں آگے اسی مضمون کی تعمیر کرتے ہیں کہ ایک اسی تصرف پر کیا منحصر ہے  
سب تصرفات اسی خالق حقیقی کی طرف سے ہیں پس فرماتے ہیں کہ بلا تفلک یعنی براہۂ ہرزی علم کے سامنے  
یہ بات ثابت ہے کہ ہر تحرک کے ساتھ کوئی نہ کوئی تحرک ہو تا ہے اور انتہا اس کا عقلاً حضرت حق تک ہے  
پس وہی تصرف حقیقی ہوا۔ اتہنی۔

## شرح حبیبی

یک جوانی بر زنی مجنون پده است  
بیدل و شور پده هم مجنون دست  
بس شکنج کرد عشقش بر زمین  
عشق از اول چسراغونی بود  
چون فرستاده سوئے پیش زن  
در بسوئے زن بنشته کامشش  
در صبا را پیک کردی در و ن  
رقعه گر بر پر مرغی دوخته  
را هبائے چاره را غیرت بدست  
بود اول موئس غم انتظار  
گاه گفته کامین بلایے بے دوست  
گاه هستی زویر آوردی سوس  
گاه فریادش بگر دون بر شدی  
چونکه بر روی سر دگشته این نهاد  
چونکه با بے برگئے غیبت بساخت  
خوشهائے فکرش بریکاه شد  
لے بساط طوطی گویایے خمش  
رو بگورستان دی خامش نشین  
لیک اگر یک نگینی خاکشان  
شحم و لحم زندگان یکسان بود  
تو چو دانی تان نوشی قال شان  
بشنوی از قال هائے و هوئے را  
نقش شان یکسان بصد استصف

روز و شب بخواب بخود آمده است  
می ندادش روزگار وصل دست  
خود چرا دارد ز اول عشق کین  
تا گریزد آنکه بیر و تی بود  
آن رسول از رشک گشته این  
نامه را تصحیف خواندے نامش  
از غبارے تیره گشته آن صبا  
پر مرغ از لطف قفس سوخته  
شکر اندش را رایت شکست  
آخرش بشکست که هم انتظار  
گاه گفته نے حیات جان ما است  
گاه اواز نیستی خوردی برے  
گر خیال دلبرش همد بود  
جوشش کردی گرم چشمه اتحاد  
برگ بے برگی لبوئے اقباحت  
شبروان را ره نما چون ماه شد  
اے بسا شیرین روان رد ترش  
آن خموشان سخن گویا بین  
نیست یکسان حالت چالاکشان  
آن یکے عکین دگرشان بود  
ز آنکه پنهانست بر تو حال شان  
کے بیتی حالت صد توئے را  
خاک هم یکسان روان شان مختلف

ہم چنین یکسان بود آواز با  
بانگ اسپان بشنوی اندر مصاف  
آن یکے از خقد دیگر زار تباط  
ہر کہ دور از حالت ایشان بود  
آن درختے چند از جسم ہر  
بس غلط گفتم زد یک مردہ ریگ  
جوش و نوش ہر گشت گوید بیا  
گرداری دیدہ ہائے ریشناس  
آن دماغ کہ بران گاشتن تند  
ہین بگو احوال آن خستہ جگر

آن یکے پر مرد و ان پر ناز با  
بانگ مرغان بشنوی اندر مصاف  
آن یکے از رنج و دیگر از نشاط  
پیشش آن آواز ہا یکسان بود  
وان درخت دیگر از باد سحر  
زانکہ سر بوشیدہ و بوشیدہ یک  
جوش صدق و جوش تزویر دریا  
رودماغ دست آور بوشناس  
چشم یعقوبان ہمو رو شمن کند  
کز بخاری دور ماندیم لے پسر

ایک جوان ایک محنت پر دیوانہ ہو گیا تھا اور اس وجہ سے ذرات دن کھاتا تھا اور رات سوتا تھا وہ دلدادہ  
اور شوریدہ اور دیوانہ اور مست تھا مگر اس کو زمانہ وصل میسر نہ آتا تھا عشق نے اس کو بہت کچھ سزا دی تھی  
پوچھو گے کہ اس نے ایسا کیوں کیا وہ یہ ہے کہ ابتداء میں عداوت ظاہر کرنا اس کی عادت ہے اس پر ہم  
سہاں کر دے گا چھا ابتداء میں وہ غمی کیوں ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ امتحان ہو جائے اور عشق  
صادق اور بے باک اس میں تیز ہو جائے اور یہ گدھا گال ہاٹھ کر ٹاؤ کی لٹا تھی کہ جب وہ کوئی قاصد عورت کے پاس  
بھیجتا تو وہ رسول خود عاشق ہو جاتا اور رشک سے اس کے حق میں بیش زنی کرتا اور اگر اس کا  
منشی عورت کے پاس کوئی خطا لکھتا تو عورت کا پیشکار اس کو اولٹ پلٹ چڑھ دیتا تاکہ اس کے دل پر  
اثر نہ پونے پائے اور اگر ہا دصبا کو قاصد بنانا تو وہ بھی خیار سے مکدر ہو جاتی اور اس کا لہجہ عابر نہ لاتی اگر  
کسی مرغ نامہ بر کے پر میں خطا بندھ کر بھیجتا تو پر مرغ رتو کی حرارت سے جل جاتا مرغیکہ غیرت عشق نے  
امتحان کے لئے مقصد برآری کی تمام راہیں بند کر دیں اور لشکر فکر کے جھنڈے کو توڑ پھوڑ کر اس کو  
خسکت دیدی یعنی کوئی تدبیر اس کی سمجھ میں نہ آتی تھی ابتداء میں عداوت ظاہر کرنا اس کی عادت ہے اس پر ہم  
ہو گیا کون در ہم بر ہم ہو گیا وہ انظار بڑا اس کو سنبھالے ہوئے تھا پس وہ عجیب سبق میں مبتلا تھا کبھی کہتا  
تھا کہ کیا بلائے بے درماں پیچھے لگ گئی کبھی کہتا تھا نہیں جی بلائے بے درماں کیوں ہے یہ تو ہمارے  
جان کی لئے زندگی ہے کبھی ہستی غلبہ کرتی تھی اور خواہشات کا جوہم جو تا تھا کبھی فنا سے متمتع ہوتا تھا  
برصائے محبوب پر ماضی ہوتا اور اپنی خواہشات کو اس کے تابع کر دیتا کبھی اتنا چلا تا کہ شور و فساد آسمان تک

پہونچا اور کبھی خیال قسکین حاصل کرتا اور شورشیں موقوف کرتا جبکہ اپنا وجود اسے بے پردہ معلوم  
 ہوتا تو چشمہ اتحاد کو سخت جوش ہوتا اور فغانی محبوب کا طالب ہوتا۔ الحاصل جبکہ اس نے بے سامانی  
 غربت سے میل کیا تو سامان بے سامانی اس کو حاصل ہو گیا۔ اس کی فکر کی خوشی خاشاک خیالات  
 بیہودہ سے صاف ہو گئے اور خیالات حسہ رہ گئے اس طریقہ سے وہ ناواقفوں اور عشق سے  
 نا محرموں کا ہادی ہو گیا اور ان کے لئے ایک بہتر نمونہ بن گیا۔ اب مولانا مضمون ارشادی کی نظر  
 انتقال فرماتے ہیں اور اہل انشا اور عیالان ولایت میں تیز کرنے کی ضرورت اور اس کا طریقہ بیان  
 فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لوگوں کی حالتیں مختلف ہیں بعض تو بظاہر طوطی کی طرح بولتے ہیں مگر باطن میں  
 خاموش ہیں بظاہر خوش ہیں مگر باطن میں غموں کا انبار لگا ہوا ہے اور بہت سے ایسے ہیں کہ بظاہر مکر رہیں  
 مگر دل میں خوش و خرم ہیں نیز تم قبرستان میں جاؤ اور تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھو اور اس شہر خوشان  
 کے رہنے والوں کو دیکھو گو بظاہر تم کو سب یکساں معلوم ہوں گے مگر سب کی حالت یکساں نہیں ہے  
 اور دیکھو زندوں کی چربی اور گوشت وغیرہ یکساں ہے لیکن باہم فرق ہے ایک خوش ہے دوسرا غمیدہ  
 تم کو ان کی اصلی حالت نہیں معلوم ہو سکتی جب تک کہ تم ان کی گفتگو نہ سیکو کہ ان کی حالت تم سے  
 پوشیدہ ہے جو بدون ظاہر کے معلوم نہیں ہو سکتی اب ہم ترقی کر کے کہتے ہیں کہ گفتگو سے بھی صحیح حالت  
 نہیں معلوم ہو سکتی کیونکہ اس سے تو صرف آواز معلوم ہوتی ہے حالت خفیہ کا حال اس سے یقینی طور پر  
 کیسے معلوم ہو سکتا ہے اور سنو موثرین اور باری تصویریں یکساں ہیں مگر اوصاف متضاد ہیں ہماری خاک بھی  
 یکساں ہے لیکن اوصاف مختلف ہیں غلے بڑا آوازیں نفس صورت میں یکساں ہیں لیکن باہم اختلاف  
 بھی ہے ایک پُر درد ہے تو دوسری ناز بھری دیکھو تم جنگ میں گھوڑوں کی آوازیں بھی سنتے ہو اور اڑنے  
 میں جانوروں کی بھی آواز بھرتے میں تو دونوں یکساں ہیں مگر گھوڑوں کی آوازیں کینے سے ناشی ہیں در  
 جانوروں کی آپس کے ارتباط و میل سے اور گھوڑوں کی آوازیں رنج سے ناشی ہیں اور جانوروں کی خوشی  
 سے مگر جو شخص ان کی حالت سے ناواقف ہے وہ تیز نہیں کر سکتا۔ اس کے نزدیک ہر دو آوازیں برابر  
 ہیں اور سنو ایک درخت کلہاڑے کے صدر سے ہلتا ہے اور دو سبز باد مٹھری سے پس باد وجود یک ملتے  
 میں دونوں یکساں ہیں مگر ہر دو حرکتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے جو کچھ اتحاد صورت کے ساتھ اختلاف  
 اوصاف ہوتا ہے اور اوصاف مخفی ہوتے ہیں اسلئے مجھے جسام سے بہت کچھ دھوکے ہوئے ہیں کیونکہ سرچشمہ  
 دھمکی ہوئی ہانڈی کہتی ہے کیا معلوم اس میں کیا چیز پک رہی ہے دیکھو لوگوں کا ظاہری جوش و خروش  
 تم کو اپنی طرف بلائے گا۔ مگر اس میں بعض جوش صادق ہو گا اور بعض جوش فریب اور دکھاوا۔ اس وقت

کم کو لغزش ہو جانے کا بہت بڑا احتمال ہے پس اول تو تم کو چشم باطنی سے کام لینا چاہئے اور اگر بچانے والی آنکھیں نہ ہوں تو کوئی دماغ حاصل کرنا چاہئے جو ہر ایک کی بو کو پہچانتا ہو یعنی وہ دماغ جو گلشنِ عشق یا گلشنِ محبوب حقیقی سے تعلق رکھتا ہو اور عشاق کے آنکھوں کو روشن کرتا ہو خواہ اس طرح کہ تم خود اپنے کو ایسا بنالو اس طرح کہ شیخ کا دامن پکڑو (والا دلِ ظہر) اچھا اب اُس عاشقِ خستہ جگر کی حالت بیان کرنی چاہئے کیونکہ بخاری کا قصہ تو بہت دور چلا گیا۔

## شرح شبیری

اوس عاشق دراز ہجر اور بسیار امتحان کی تھکا

ایک جولے بزنے مجنون ہمدست روز و شب بخواب میخوڑ آمد دست  
یعنی ایک جوان ایک عورت پر دیوانہ ہو گیا تھا رات دن بخواب اور بے کھانے کے تھا۔

بیدل و شوریدہ ہم مجنون دست می ندادش روزگار وصل دست  
یعنی بیدل اور پریشان اور مجنون اور دست زمانہ وصل کا اوس کو اپنا ہاتھ نہ دیتا تھا۔

بس شکنجہ کرد عشقش بزرینا خود چرا دار در زاول عشق کین

یعنی عشق نے اوس کو زمین پر بہت کھینچا تھا (مولانا بطور سوال کے فرماتے ہیں) کہ عشق اول ہی کیوں کینہ رکھتا ہے۔

عشق از اول چہرا خنہ بود تا اگر یزد آئینکے بیرونے بود

یعنی عشق اول ہی سے کیوں غنی ہوتا ہے (خود ہی جواب دیتے ہیں) تاکہ جو شخص باہر کا ہے بھاگ جاوے۔ مطلب یہ کہ عشق اول ہی سے جو سختیاں شروع کر دیتا ہے اوس میں یہ مصلحت ہے کہ جو عاشق صادق ہے وہ تو ہوا و جدان سختیوں کے بھی کہیں نہیں جاوے گا اور جو عاشق صادق نہیں وہ گہرا کرکل بھاگے گا

چون فرستائے رسولے پیش زن آن رسول از رشک گشتی را بہزن

یعنی اگر عورت کے پاس کوئی قاصد بھیجتا تو وہ قاصد رشک کی وجہ سے راہزن ہو جاتا مطلب یہ کہ قاصد صاحبِ خود عاشق ہو جاتے تھے۔

در بسوئے زن بنشتی کا تبش نامہ را تصحیف خواندی نایبش

یعنی اور اگر عاشق کا منشی عورت کی طرف (اُس عاشق کی طرف سے) کچھ لکھتا تو اوس عورت کا نام

اوس کو بگاڑ کر پڑھتا۔

ور صبا را پیک کر دے در وفا از غبارے تیر و گشتی آن صبا  
یعنی اور اگر صبا کو وفا میں قاصد بناتا تو وہ صبا کسی غبار کی وجہ سے تائیک ہو جاتی۔

رقعہ گر بر پر مرنے دوختی پڑ مرنے از تفت رقعہ سوختی  
یعنی اور اگر کسی جانور کے پر میں کوئی رقعہ سی دیتا تو رقعہ کی گرمی کی وجہ سے جانور کا پر جل جاتا۔  
را جہلے چارہ را غیرت بپست لشکر اندیشہ را رایت شکست

یعنی تدبیر کے رستوں کو غیرت (عشق) نے باندھ دیا اور اندیشہ کے لشکر کا جھنڈا توڑ دیا۔ مطلب یہ کہ اب وہاں تک وہم کی بھی رسائی نہ تھی اور کوئی تدبیر و مل وہم میں بھی نہ آتی تھی۔

بود اول موسم انتظار آخرش بشکست کہ ہم انتظار  
یعنی اول تو انتظار (محبوب) ہم کا نہیں تھا (لیکن) آخر اوس کو بھی توڑ دیا کیونکہ انتظار کہاں تک۔

گاہ گفنی کا این بلانے بے دوست گاہ گفنی نے حیات جان ماست  
یعنی کبھی کہتا کہ یہ بلانے بے دریاں ہے اور کبھی کہتا کہ نہیں میری جان کے لئے زندگی ہے۔

گاہ ہستی زویر آوردی سرے گاہ اواز یستی خوردی برے  
یعنی کبھی تو ہستی اوس میں سے سرز کا لٹی اور کبھی ہستی سے وہ پھل کھاتا مطلب یہ کہ کبھی تو یاد محبوب

میں بالکل فنا ہو جاتا اور کبھی اوس کو اپنے بھی ہوش و حواس نہ رہتے۔

گاہ فریادش بگردوں بر شدی گہ خیال دلبرش ہمدم بدی  
یعنی کبھی تو اوس کی فریاد آسمان تک پہنچتی اور کبھی دلبر کا خیال اوس کا ساتھی ہوتا۔

چونکہ بر دے سر دگشتے این نہاد جوش کر دے گرم چشمہ اتحاد  
یعنی جبکہ اوس کے اوپر یہ ذات ٹھنڈی ہو جاتی تو اتحاد کا تیز چشمہ جوش کرتا۔ مطلب یہ کہ اگر کبھی جوش

عشق کم ہو جاتا تو محبوب سے مل کا جوش ہوتا۔

چونکہ بانی بر گے غربت بساخت برگ بے برگی بسوئی او بتاخت  
یعنی جبکہ غربت کی بے سامانی کے ساتھ موافقت کی تو بے سامانی کا سامان اوس کی طرف دوڑا۔

خوشہائے فکر تشبیکہ شد شب رواں را رہنا چوں ناہ شد  
یعنی اوس کی فکر کی خوشی صاف ہوئی رات کے چلنے والوں کی لئے چاند کی طرح رہنا ہو گیا۔ مطلب یہ کہ چونکہ راتوں کو جاتا تھا اور اکثر عشاق رات کو نہیں سوتے تو اوس کا عشق اس قدر بڑھ گیا تھا کہ یہ



اور عشاق کو بھی عشق کے راستے بتلاتا تھا۔

اے بساط طوطے کو پائے خموش

یعنی بہت سی طوطیاں حقیقت میں بولنے والی ہیں اور اظہار میں خاموش ہیں اور بہت سے شیریں جان (مگر) روتش ہیں مطلب یہ کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ وہ بظاہر خاموش رہتے ہیں لیکن ان کی یہ خاموشی ہی بولان ہے اس لئے کہ انکی حالت ہی سے ان کی باتیں معلوم ہوتی ہیں آگے اس کے ایک مثال یہ ہیں

رو بگورستان دے خامش نشین

یعنی قبرستان میں جا اور ایک ہم چمکا بیٹھ اور ان میں باتیں کرنے والے خاموش لوگوں کو دیکھو۔

لیک اگر کیزنگ بینی خاک شان

لیکن اگر ان کی خاک کیساں دیکھو تو ان کی چستی کی حالت کیساں نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اگر تمہارے سے بکریوں کی کیساں دیکھو تو ان کے اندرونی حالت تو کیساں نہیں ہے اوس سے عبرت حاصل کرو اوس کی ایسی مثال ہے۔

لحم و شحم زندگان کیساں بود

آں یکے غمگین دگر شادان بود

یعنی گوشت پوست زندوں کا کیساں ہوتا ہے مگر ایک غمگین اور دوسرا خوش ہوتا ہے۔

تو چہ دانی تا نہ نوشی قال شان

یعنی تو کیا جانے جب تک کہ تو ان کی باتیں نہ سنے اس لئے کہ تجھ پر ان کا حال تو پوشیدہ ہی ہے۔

بشنوی از قال ہائے دہوے را

یعنی باتوں میں ہائے دہوے کو سنے مگر سنتو نہ کی حالت کو کب دیکھے گا۔

نقش ما کیساں بصد ہا متصف

خاک ہم کیساں رواں شان مختلف

یعنی نقش ہمارے کیساں ہیں اور اصداد کیساں متصف ہیں خاک بھی کیساں ہیں اور جان و انکی مختلف ہے (خاک سے مراد ظاہر میں ہے)۔

ہم چنیں کیساں بود آواز ہا

آں یکے پردہ و آن پر ناز ہا

یعنی اسی طرح آواز میں کیساں ہوتی ہیں اور وہ ایک دوسرے سے بھری ہوئی ہوتی ہے اور وہ دوسری ناز سے بھری ہوئی

بانگ اسپان بشنوے اندر صاف

بانگ مرغان بشنوے اندر مٹا

یعنی گھوڑوں کی آواز زہرائی میں سنئے ہمارے پردہ و از میں جانوروں کی آواز سنئے ہو۔

آں یکے از حقد و دیگر از نشاط

آں یکے از رنج دیگر از نشاط

جلد ۱  
از دفتر سوم

یعنی وہ ایک کہنہ کو جس سے ہوتا ہے اور دوسری حالت کو جس سے اور وہ ایک کہنہ کو جس سے اور دوسری خوشی کو جس سے۔

ہر کہ دور از حالت ایشان بود پیشمش آن آواز ہا یکسان بود  
یعنی جو کوئی کہ اونگی حالت سے دور ہوتا ہے تو اس کے سامنے وہ سب آوازیں یکساں ہی ہوتی ہیں۔

آن درختے جنبد از زخم تبر و ان درخت دیگر از باد سحر  
یعنی وہ ایک درخت کھڑی کے زخم سے ہلتا ہے اور دوسرا درخت صبح کی ہوا کی وجہ سے ہلتا ہے۔

بس غلط کشتم نزدیک مرده رنگ زانکہ سر پوشیدہ می جو شید بیگ  
یعنی ایک بیکار دیگ کی وجہ سے بہت غلط ہو گیا میں اس لئے کہ ہنڈ یا ڈھکی ہوئی جوش کر رہی تھی مطلب  
یہ کہ بہت لوگوں کے ظاہری بدن کو دیکھ کر دھوکہ ہو چکا ہے کیونکہ اندر کی حالت کا تو کچھ پتا نہیں چلا  
بس دھوکہ کھا گئے۔

جوش و نوش ہر کست گوید بیا جوش صدق و جوش تیر و دریا  
یعنی جوش و نوش ہر شخص کا جو کچھ کہتا ہے کہ اصدق کا جوش دھوکا اور بیا کا جوش یعنی ہر کس و ناگس کی  
طرت کہنہ پتا ہے۔

گر نداری دید ہائے روشناس رو دماغ دست آور پوشناس  
یعنی اگر تو پہچانتے والی آنکھ نہیں دیکھتا تو جا کوئی دماغ بول کا پہچانتے والا لا۔

آن دماغ کہ بران گلشن تند چشم یعقوبان ہم اور روشن کند  
یعنی ایسا دماغ جو اس گلشن پرستے اور یعقوبوں (یعنی عاشقوں) کی آنکھ کو بھی روشن کرے مطلب  
یہ کہ ایسے دماغ کو تلاش کر جو محبوب کا بھی پتہ لے اور تمہاری آنکھ بھی روشن کرے۔

ہین بگو احوال آن خستہ جگر کز بخاری دور ناندیم لے پسر  
یعنی ہاں اوس خستہ جگر کا حال بیان کر دے کہ بھولے صاحبزادے ہم بخاری سے تو دور ہو گئے یعنی  
بخاری کا قصہ دور گیا اب اسی کو بیان کر لو۔

## شرح حبیبی

از خیال وصل گشتہ چون خیال	کان جوان در جستجو بدہفت سال
عاقبت جوئندہ یا بندہ بود	سایہ حق بر سر بندہ بود
عاقبت اندر رسی در آب پاک	چون ز چاہے می کئی ہر روز خاک

جلو اندازین اگر تو نگر دی  
 سنگ بر آہن زوی آتش بخت  
 آنکہ روزی نیستش بخت و نجات  
 کان فلان کس کشت کرد و بزدانت  
 بلعم با عور و ابلہیں لعین  
 صد ہزار انبیا و ہر وہان  
 این دورا گیرد کہ تا رہی دہد  
 پس کسا کہ نان خورد دل شاد او  
 پس تو اے ادبار رو ہم نان خورد  
 صد ہزار جن خلق ناہنای خوردند  
 تو بدان نا در کجا افتادہ  
 این جہان پر آفتاب و نور ماہ  
 کہ اگر حق است پس کوروشنی  
 جملہ عالم شرق و غرب آن نہ یافت  
 چہ را کن رو با یوان و کرم  
 میں لگو کا نیک فلاں کشف کرد  
 پس چرا کارم کہ ایجا خوف هست  
 ہن مکن استیزہ رور و کار کن  
 ہر کہ استیزہ کند بر سرفست  
 وانجا و غلظت کشت و کار را  
 زمین زبان گذر ز مانی بازران  
 چون درے می کوفت اواز سلطنت  
 جست از بیم عس و شب بباغ  
 گفت سازندہ سبب را آن نفس  
 ناشناسا تو سببها کردہ

ہر چہ می کارش روزے بدروی  
 این باشد ورنہ باشد نادرست  
 شکر و عقاش نکرد نادرست  
 وان صدف برد و صدف گوہر نہشت  
 سیو د نادرشان عباد تہا و دین  
 تا یاد اندر حنا طر آن بد گمان  
 در و لش ادبار چہ این کے نہد  
 مرگ او گردد بگیرد در گلو  
 تا نیفتی بچو او در شور و شر  
 زور می یا بند و جان می پرورند  
 گرنہ محرومی و ابلہ نادہ  
 تو بہشتہ سرفرو بردہ بجاد  
 سر ز چہ بردار بنگر اے دنی  
 تا تو در چاہی نخواہد بر تو نافت  
 کم ستیز این جاہل کا بلع شوم  
 در فلان سال و بلع کشتش بخورد  
 پس چرا افشاںم این کندم ز درست  
 ہا تو کل کشت کن بشنو سخن  
 آں چنان کہ بر نخیزد تا ابد  
 پر کند کوری تو انبار را  
 جانب احوال آن عاشق جوان  
 عاقبت دریافت روزی خلوتے  
 یار خود را یافت با شمع و چہرے  
 اے خدا تو رحمت کن عرس  
 از در دوزخ بہشتم بردہ

بہر آن کردی صلب این کار را تا نذارم خوار من یک خارا  
در شکست پائے بخشد حق پرے ہم ز قعر چاہ بکشاید درے  
ہر چہ آن بر تو کراہیت بود چون حقیقت سنگری رحمت بود  
تو مبین کہ بر در شقی یا بجاہ تو مرا بین کہ من مفتاح راہ  
مگر تو خواہی باقی این گفتگو لے اتنی در دستہ چارم بجو

ہاں تو بات یہ ہے کہ وہ جوان سات سال تک کوشش کرتا رہا۔ حتیٰ کہ وصال کی دین میں سر پا ہوا۔  
بن گیا یا یوں کہو کہ بہت لاغر ہو گیا لیکن سایہ رحمت حق سبحانہ بندہ کے سر پر ہے اس لئے ظالم صاف  
محروم نہیں رہتا انجام کار اوس کا مطلوب اوستہ ہی جاتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی دروازہ کو کھٹ کھٹاؤ گے تو کبھی نہ کبھی اوس میں سے آدمی جو تہار مطلوب  
ہے ضرور نکلے گا اب میں کہتا ہوں کہ جبکہ تم کسی کے کوچہ میں بیٹھو گے تو کبھی نہ کبھی ضرور وہ شخص اتھیں ملیگا  
علیٰ ذہاب کسی کنوئیر کے پتھری پتھری مٹی نکالتے رہو گے تو انجام کار قہر صاف پانی تک پہنچ  
جاؤ گے یا محسوس ہوتے ہیں تم نہ مانو تو اہر بات ہے کہ جب آدمی کوئی کوشش کرتا ہے تو اوس کا ضرور  
ضرور ملتا ہے دیکھو جب پتھر لوہے پر مارا جاوے گا تو آگ نکلے گی یہ ضرور ہوتا ہے اور اگر کسی عارض کے  
سبب ایسا نہ ہو تو یہ ایک اتفاقی امر ہے لیکن جس شخص کی قسمت میں خوش قسمتی اور ملائے خلاصی نہیں  
ہوتی اوس کی قتل ہمیشہ اتفاقیات پر نظر کرتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ دیکھو فلاں شخص نے بویا تھا مگر کچھ بھی  
نتیجہ نہ نکلا اور فلاں شخص مصیبت اور فحاش کر دیا میں سے سبب لایا۔ مگر خالی نکلی۔ بلغم باعور اور ابلیس نے  
کس قدر عبادت کی مگر اون کی دینداری اور عبادت نے اون کو کچھ بھی فائدہ نہ دیا اس شخص کے خیال میں  
لاکھوں انبیاء و صالحین کی تو حیات نہیں آتی ہاں ان دونوں کو پکڑے ہوئے ہے عظمت پیدا کرنے  
والے ہیں بات یہ ہے کہ یہ بد بخت ہے اور بد بختی کا نتیجہ یہ ہونا ہی چاہئے اس سے کوئی کہے کہ احمق بہت سے  
ایسے لوگ بھی تو ہیں کہ جو خوش خوش کھاتے ہیں مگر وہ کھانا اون کے لئے سبب موت ہو جاتا ہے اور  
گلے میں پھنس جاتا ہے پس نتیجہ میں تو روٹی بھی صحت کھانا کہ تو بھی اون کی طرح خرابی میں نہ پڑ جائے  
ارے بھلے مانس جس طرح لاکھوں آدمی روٹی کھاتے ہیں اور قوت جسمانی درو حاتی حاصل کرتے  
ہیں یوں ہی کوشش کرنے والے کا سیاب بھی تو ہوتے ہیں اور جس طرح بعض کھانے والے مرتے ہیں۔  
یوں ہی بعض کوشش کرنے والے بھی محروم رہتے ہیں پس اگر تو محروم اور احمق کا بچہ نہیں ہے تو  
ان دو میں کہاں جا پڑا ان کو چھوڑا اور کامیابوں پر نظر کر اور جبکہ تو نہیں دونوں پر نظر کرے گا تو ضرور

تو قوی اور گدے کا بچہ ہے تیری حالت یہ ہے کہ عالم درہوب اور چاندنی سے جیسے مگر توان کو چھوڑ کر کنوئیں کے اندر سر جھکا کر بیٹھ گیا ہے اس پر کہتا ہے کہ اگر فی الواقع چاند اور سورج نکلے ہوتے ہیں تو روشنی کہاں سے اے باجی کنوئیں سے سر باہر نکال اور دیکھ لے کہ نام عالم نے مشرق سے لیکر مغرب تک روشنی حاصل کر رکھی ہے اور جب تک تو کنوئیں میں ہے اوس وقت تک تو تجھ پر روشنی نہیں پڑ سکتی کنوئیں چھوڑ مہلات اور باغات میں جا وہاں تجھے روشنی ملے گی تو کج محنت کر کیونکہ کج محنتی خوشی کی علامت ہے۔ دیکھ تو یہ نہ کہہ کہ فلاں نے فلاں سال کھیتی کی تھی مگر کچھ بھی حاصل نہ ہوا اور اس کی ساری کھیتی ڈھریاں کھائیں پس میں کیسے کھیتی کروں اور کیوں گیہوں کھڑوں دیکھ ہم کہتے ہیں کج محنتی مت کر جا کام کر کہنا ماں اور خدا کے بھروسے کھیتی کر انشاء اللہ اور اس کا اچھا پھل ملے گا یاد رکھ جو کج محنتی کرتا ہے یوں سر کے بل گرتا ہے کہ قیامت تک اوٹھنا نصیب نہیں ہوتا اور جو بوتا جوتا ہے اور توہمات باطلہ کی بنا پر اوٹھیں چھوڑتا نہیں وہ تیری آنکھوں میں خاک چھونک کر غلے کے انبار لیجاتا ہے خلاصہ یہ کہ اعمال صالحہ میں کوشش کرو اور نتیجہ کو پیش نظر نہ رکھو بلکہ اون کو خود مطلوب سمجھو نتیجہ ضرور ملے گا انشاء اللہ تعالیٰ اچھا اسے کچھ دیکھ کیسے چھوڑا اور اس جان عاشق کی قصہ کی طرف لوٹو اوس نے کوشش نہ چھوڑی چنانچہ ایک روز وہ بے خطر دروازہ کھٹ کھٹار ہا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوسے خلوت میسر ہوئی تفصیل اوس کی یہ ہے کہ کو تو ال آرہا تھا اوس کے خوف سے وہ بھاگا اور ایک ہارن میں گھس گیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ اوس کا محبوب شمع و چراغ سمیت موجود ہے اوس وقت اوس نے مسبب الاسباب سے کہا کہ اے اللہ تو اس کو تو ال پر رحمت کر تیری بڑی شان ہے کہ نوئے اُن اشیاء کو سبب بنا دیا جن پر میرا گمان بھی نہیں تھا اور دوزخ سے نکال کر بہشت میں لے آیا تو نے ان کو اس لئے اس کام کا سبب بنایا کہ میں کانٹے کو بھی مغرور نہ سمجھوں۔ اور سمجھوں کہ اس میں بڑی حکمتیں ہیں گو مجھے معلوم نہیں جس طرح کہ میں زبانتا تھا کہ کو تو ال وغیرہ وصال کا سبب بن جائیں گے مگر وہ سبب بن گئے واقعی اوس کی بڑی قدرت ہے کہ وہ ایک خند کو دوسری ضد کا سبب بنا دیتا ہے چنانچہ شکست پاست پر کا کام لیتا ہے اور کنوئیں کی تہ میں رہائی کا راستہ پیدا کر دیتا ہے اب تم سمجھو کہ جو اشخاص تم کو مکرورہ اور ناخوش معلوم ہوتے ہیں ان کی اگر حقیقت معلوم کر دو گے تو وہ رحمت ثابت ہوں گے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ جب تم کو میری قدرت معلوم ہوگئی تو اسباب ظاہرہ کو مطلع نظر نہ بناؤ۔ اور یہ دیکھو کہ تم درخت پر جو یا کنوئیں میں بلکہ کوشش کئے جاؤ اور بچہ پر نظر رکھو کیونکہ حلال مشکلات تو میں ہوں۔ اور میرے نزدیک کنوئیں اور درخت سب برابر ہیں اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہاں تک دفتر سوم ختم ہوا اگر پورا قصہ دیکھنا ہو تو دفتر چہارم میں

تلاش کرو۔ الحمد للہ علی اتمام ہذا الشرح للسفر الثالث من الشغنی المعنوی

## شرح شبیری

عاشق کا معشوق کو پالینا اور بیان اس کا کڑھونٹھنے

والا پانے والا ہوتا ہے کہ من طلب شیداً وجد

حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے

کان جوان در جستجو بدہفت سال از خیال وصل گشتہ چون خیال

یعنی وہ جوان سات برس تک تلاش میں رہا۔ اور وصل کے خیال کی وجہ سے خیال کی طرح ہو گیا تھا۔

سنا یہ حق بر سر بندہ بود عاقبت جو بیندہ یا بندہ بود

یعنی حق تعالیٰ کا سایہ بندہ کے اوپر ہوتا ہے اور طالب انجام کار پانے والا ہوتا ہے۔

گفت پیغمبر کہ چون کوئی درے عاقبت زان در بر و ن آید

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی دروازہ کو کوڑو گے آخر اس دروازہ سے ایک نہ نکلیگا۔

چون نشینی بر سر کوئے کسے عاقبت بیی تو ہر سہلے کسے

یعنی جب تو کسی شخص کے کوچہ پر بیٹھ جائے تو آخر کار تو کسی نہ کسی کا منہ دیکھے گا۔

چون زچاھے می گئی ہر روز خاک عاقبت اندر سیرا آب پاک

یعنی جب تم ایک کنوئیں سے ہر روز پانی نکالو گے تو آخر کار پاک پانی پر پہنچ جاؤ گے۔

جملہ دانستہ این اگر تو نگر دی ہر چہ می کاریش رونے بدروی

یعنی سب جانتے ہیں اگرچہ تو یقین نہ کرے کہ جو کچھ کہ تو بوسے گا اس کو ایک دن کاٹے گا۔

سنگ بر آہن زوی آتش بخت این بہ باشد ورنہ باشد از دست

یعنی پتھر کو لوہے پر آگ پیدا ہوگی۔ یہ بات اکثر ہوتی ہے اور اگر نہ ہو تو نادر ہے۔

آہر روزی نیست از بخت و نجات نگر و عقالش گرد نادرات

یعنی جس شخص کی روزی اور بخت اور نجات نہ ہو اس کی عقل بجز نادرات کے اور کسی چیز کو نہیں دیکھتی۔

کال فلاں کس کشت کرد و بر بنداشت  
یعنی کہ فلاں شخص نے کبھی کی اور بجل نہ ادا تھا یا اور فلاں شخص سیپی لے گیا اور سیپی مرنی نہیں کھی تھی۔  
بلعسم با عور و ابلیس لعین سودنا مدشان عباد تہا و دین  
یعنی بلعسم با عور و ابلیس ملعون کو اون کی عبادتیں اور دین نافع نہ ہوئے۔

صد ہزار ان انبیا و رہروان ناید اندر رحاط آن ہدگان  
یعنی لاکھوں انبیاء و سالکین اوس بد گمان کے دل میں نہیں آتے۔

این دور اگر دیکر تاریکی دہر و دلش ادبازہ این کے نہد  
یعنی ان دونوں (بلعسم با عور و شیطان) کو لیتا ہے تاکہ تاریکی دین ادبازہ اوس کے دل میں سوائے  
اس کے کب لکھتا ہے مطلب یہ ہے کہ جو کم نصیب ہوتا ہے اور جس کی قسمت میں کچھ نہیں ہوتا۔  
اوس کی نظر اون لوگوں پر پڑتی ہے جن کو کہ عبادات اور ریاضات سے کچھ نفع اتفاقاً نہیں ہوتا وہ  
شخص ایسے لوگوں کو نظیر میں پیش کر کے کہا کرتا ہے کہ میاں فلاں نے کیا تھا آخر کو کیا نفع ہوا ابھ اسکے  
کہ مردود چھوٹے حالانکہ اون دو ایک مرد و دین کے علاوہ لاکھوں ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا انہیں  
عبادات و ریاضات سے کام چل گیا ہے مگر یہ شخص اون کو نہیں دیکھتا۔ اور اس طریقے سے شیطان  
اوس کی رہزنی کرتا ہے اور کام نہیں کرنے دیتا۔

بس کسا کہ نان خوردش طاو و مرگ او گرد بگیس و در گلو  
یعنی بہت سے لوگ دل خوش ہو کر روٹی کھاتے ہیں اون کے لئے موت ہو جاتی ہے اور گلیں ٹانگ جاتی ہے  
پس تو اے ادبازہ ہم نان مخوز تا بیعتی پیچو او در شور و شتر  
پس اے ادبازہ تو روٹی بھی مت کھا تاکہ کہیں اوس کی طرح شور و شریں نہ پڑ جاوے۔ اگر یہاں تو  
یوں کہنے لگتے ہو کہ (۔)

صد ہزار ان خلق ناہنہ بخورند زور می یا بسند و جان می پسوند  
یعنی لاکھوں مخلوق روٹی کھاتی ہے زور پاتے ہیں اور جان کو پالتے ہیں۔

تو بدان نا طعجب افتادہ گر نہ محسرونی و ابلہ زادہ  
یعنی تو اوس اتفاقی بات پر کہاں بڑا ہوا ہے اگر تو محروم و ابلہ زادہ نہیں ہے۔

این جهان پُر آفتاب و نور ماہ تو بہشتہ سرفرو بردہ بچاہ  
یعنی یہ جہان آفتاب اور چاند کے نور یعنی اولیاء اللہ سے بھرا ہوا ہے اور تو اپنے سر کو گھونٹیں گے

اندھے کو ڈالے ہوئے ہے (اور کہہ رہا ہے کہ)۔  
 کہ اگر حق سست پس کو روشنی  
 مہی کی گنگ سچ ہے تو روشنی کہاں ہے (مولانا فرماتے ہیں) اے کہنے کو تین سے سراوٹھا اور دیکھ  
 جملہ عالم شرق و غربان نور یافت  
 یعنی تمام عالم مشرق اور مغرب نے اوس نور کو پا لیا لیکن تو جب تک کنوئیں میں ہے وہ تجھ پر  
 نہ چمکے گا۔

چہرہ باکن رو با یوان و کروم کم ستیز این جابدان کا لیلج شوم  
 یعنی کنوئیں کو چھوڑا اور محلوں اور انگوروں میں جا اس جگہ کم لڑ کیوں کہ جھگڑا کرنا نخوس ہے۔ مطلب یہ کہ  
 اولیاء اللہ کے انوار سے تمام عالم بھرا ہوا ہے اور تمام لوگ اوس سے مستفید ہو رہے ہیں مگر تم دنیا  
 میں لگے ہوئے ہو اور اگر تم سے کوئی اوس نور کو بیان کرتا ہے کہ اوس نے چار دانگ عالم کو احاطہ کر  
 رکھا ہے تو تم دنیا ہی میں لگے ہوئے کہتے ہو کہ اگر یہ بات ٹھیک ہے تو وہ نور ہم کو کیوں نہیں نظر آتا  
 تو اوس کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے کنوئیں میں منہ لٹکا کر پوچھو کہ آفتاب کہاں ہے تو میاں کنوئیں  
 سے سر نہ نکالو اور پھر دیکھو اسی طرح تم دنیا کو ترک کر دو تب اون کے انوار نظر آدیں۔

ہین لگو کا نیک فلاںے کشت کرد در فلاں سال و کلخ گشتش بخورد  
 یعنی ہاں یوں مت کہو کہ فلاں شخص نے فلاں سال میں کھیتی کی تھی اور اوس کی کھیتی کو ٹڈیاں کھا گئیں  
 (ابنذا)

پس چرا کارم کہ اینجا خوف هست پس چرا افشام این گندم ہر دست  
 یعنی پھر میں کیوں ہوں یہاں تو خوف ہے اور اس گھیوں کو ہاتھ سے کیوں ڈالوں۔  
 ہیں مکن استیزہ رور و کارکن ہا تو کل کشت کن بشنو سخن  
 یعنی ہاں لڑائی مت کر جا جا کام کر تو کل کے ساتھ کھیتی کر ہاتھ من مطلب یہ کہ خدا پر بھروسہ کر کے  
 کام میں لگو اس کو مت دیکھو فلاں داصل ہو گیا تھا اور فلاں نہیں ہوا اور اپنے مرشد سے الجھوت کیونکہ  
 ہر کہ استیزہ کند بر سرفند آن چنناں کو بر نخیزد تا ابد  
 یعنی جو شخص کہ جھگڑا کرتا ہے وہ ایسا سر کے بل گرتا ہے کہ ہمیشہ کہ نہیں اٹھتا۔  
 وانکہ او نگذاشت کشت و کار را پر کند کو رہی تو انبار را  
 یعنی جس شخص نے کھیتی کو اور بوئے کو نہ چھوڑا وہ باوجود تیری محرومی کے انبار کو پُر کرے گا مطلب



یہ کہ جو شخص کام میں لگا رہے گا وہ آخر مقصود تک پہنچے گی جاوے گا۔  
 زمین بربان بگذر زمانے بازاراں جانب احوال آن عاشق جوان  
 یعنی اس بیان کو تھوڑی دیر کیلئے چھوڑ دو اور پھر اس عاشق جوان کی طرف جلاؤ۔  
 چون دوسری کوفت ادا ز سلوتے عاقبت دریافت روزے خلوتے  
 جبکہ وہ تسلی سے ایک ہی دروازہ کو کھٹ رہا تھا تو آخر کار حسرت پالی۔  
 جست از نیم عسل و شبنم بلوغ یار خود را یافت با شمع و چراغ  
 یعنی کوئی حال کے خوف سے رات کو وہ باغ میں کودا تو اپنے یار کو مع شمع اور چراغ کے پایا۔  
 گفت سازنده سبب را آن نفس لے خدا تو رحمتے کن بر عس  
 یعنی اسباب کے بنانے والے سے اس وقت کہنے لگا کہ لے خدا تو کوئی رحمت کیجیو۔  
 ناشناسا تو سبب ہا کردہ از در دوزخ بہشت برود  
 یعنی آپ نے اسباب نامعلوم کئے ہیں اور دوزخ (بجرا کے دروازہ سے مجھ کو بہشت) اول  
 میں لے گئے ہیں آپ۔

بہر آن کردی سبب این کار را تا ندارم خوار من یک خار را  
 یعنی اس کام کو آپ نے اس لئے سبب کیا ہے تاکہ میں ایک کانٹے کو بھی ذلیل نہ رکھوں مطلب یہ  
 کہ کوئی حال کو جو میں ظالم اور ذلیل سمجھتا تھا آپ نے اسی کو میرے لئے خوشی کا سبب بنا دیا تو یہ  
 اس لئے کہ تاکہ میں چھوٹے سی چھوٹی چیز کو بھی ذلیل نہ سمجھوں کیونکہ  
 در شکست پائے بخشہ حق ہے ہم ز قعر چاہ ہکشا بد درے  
 یعنی پاؤں کے ٹوٹنے میں حق تعالیٰ پر بخشہ دیتے ہیں اور کنوئیں کے گڑھے میں بھی ایک دروازہ  
 کھول دیتے ہیں۔

بہر کہ او بر تو کراہیت بود چون حقیقت بنگری رحمت بود  
 یعنی جو چیز کہ تم پر مکر وہ ہو جب تم حقیقت دیکھو تو وہی رحمت ہووے (آگے مقرر حق تعالیٰ  
 کا ہے)۔

تو مسبین کہ بردشتی یا بچاہ تو مرا بین کہ منم مفتاح راہ  
 یعنی تو یہ مت دیکھ کہ دخت پر ہے یا کنوئیں میں تو مجھ کو دیکھ کہ میں مفتاح راہ ہوں۔ مطلب  
 یہ کہ اس کو مت دیکھ کہ تجھ کو ماحدات و ریاضات سے نفع ہوا ہے یا نہیں بلکہ تجھے چاہئے کہ مجھ

بھروسہ رکھے۔ آگے بولانا منہ پاتے ہیں۔  
 اگر تو خواہی با قہقہہ کہن گفتگو  
 اے اجی در دفتر چارم بگو  
 یعنی اے بھائی اگر تم اس بات کا بقیہ چاہتے ہو تو چوتھے دفتر میں ڈھونڈو یعنی اس  
 حکایت کو ہم نے دفتر چارم میں پورا کیا ہے۔

الحمد للہ کہ کلیہ دشمنی دفتر ثالث کا راج راج اختتام کو پہنچا

والحمد للہ علی ذلک

۲۳ رزی قمر ۱۳۳۲ھ ۱۷ یوم جمعہ